بسم اللہ الرحمن الرحیم

”آپ کے مسائل اوران کا حل“

مقبول عام اور گراں قدر تصنیف

ہمارے دادا جان شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کواللہ رب العزت نے اپنے فضل واحسان سے خوب نوازا تھا، آپ نے اپنے اکابرین کے مسلک ومشرب پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے دین متین کی اشاعت وترویج، درس و تدریس، تصنیف وتالیف، تقاریر وتحریر، فقہی واصلاحی خدمات، سلوک واحسان، ردِفرق باطلہ، قادیانیت کا تعاقب، مدارس دینیہ کی سرپرستی، اندرون و بیرون ملک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت، اصلاح معاشرہ ایسے میدانوں میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

آپؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ”آپ کے مسائل اوران کا حل“ بلاشبہ اردوادب کا شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ علمی وصحافتی دنیا میں آپ کی تبحرِ علمی، قلم کی روانی وسلاست، تبلیغی واصلاحی اندازتحریر جیسی خداداد صلاحیتوں اور محاسن وکمالات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت شہیدِ اسلام نوراللہ مرقدہ روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ اقرأ میں ۲۲ سال تک دینی وفقہی مسائل پر مشتمل کالم ”آپ کے مسائل اوران کا حل“ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ آپؒ کی شہادت تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت سے عوام الناس میں اس کالم کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ بلامبالغہ لاکھوں مسلمان اس چشمہ فیض سے مستفید ہوئے۔ دس ہزار سے زائد سوالات وجوابات کوفقہی ترتیب کے مطابق چار ہزار صفحات پر مشتمل دس جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے ہمارے دوست واحباب، معزز قارئین اور ہمارے بعض کرم فرماؤں کا شدت سے تقاضا تھا کہ حضرت شہیدِ اسلامؒ کی تصانیف آن لائن پڑھنے

اور استفادہ کے لئے دستیاب ہوں۔ چنانچہ اکابرین کی توجہات، دعاؤں اور مخلص ماہرین و معاونین کی مسلسل جدوجہد اور شبانہ روز تگ و دو کا ثمرہ ہے کہ ان کتب کو نہایت خوبصورت اور جدید انداز میں تیار کیا گیا ہے، چنانچہ آپ مطالعہ کے لئے فہرست سے ہی اپنے پسندیدہ اور مطلوبہ موضوع پر ”کلک“ کرنے سے اس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

”شہیدِ اسلام ڈاٹ کام“ کے پلیٹ فارم سے حضرت شہیدِ اسلام نور اللہ مرقدہ کی تصانیف کو انٹرنیٹ کی دنیا میں متعارف کرانے کی سعادت حاصل کرنے پر ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سربسجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہمارے اکابرین کے علوم و معارف کا فیض عام فرمائے۔

جن حضرات کی دعاؤں اور توجہات سے اس اہم کام کی تکمیل ہو پائی، میں ان کا بے حد مشکور ہوں خصوصاً میرے والد ماجد مولانا محمد سعید لدھیانوی دامت برکاتہم اور میرے چچا جان صاحبزادہ مولانا محمد طیب لدھیانوی مدظلہ (مدیر دار العلوم یوسفیة، گلزار ہجری کراچی) اور شیخ ڈاکٹر ولی خان المظفر حفظہ اللہ جن کی بھرپور سرپرستی حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے اور صحت و عافیت کے ساتھ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اسی طرح حافظ محمد طلحہ طاہر، جناب امجد رحیم چوہدری، جناب عمیر ادریس، جناب نعمان احمد (ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی) جناب شہود احمد سمیت تمام معاونین کہ جن کا کسی بھی طرح تعاون حاصل رہا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا و رضوان سے نوازے۔ آمین۔

محمد الیاس لدھیانوی
بانی و منتظم ”شہیدِ اسلام“ ویب پورٹل
www.shaheedeislam.com
info@shaheedeislam.com
0321-9264592

فہرست

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

بظاہر مئی ۱۹۷۸ء سے شروع ہونے والے مشہور زمانہ کالم: ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کا سفر ۱۸رمئی ۲۰۰۰ء کے روز حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت کے سانحہ کے موقع پر پورا ہوگیا تھا، لیکن چونکہ دُنیا بھر میں اس کی پھیلی ہوئی کرنیں تاحال ماند نہیں پڑیں، اور اس خزانۂ عامرہ کی باقیات اہلِ محبت کے سینوں اور ذہنوں میں محفوظ ہیں، بلکہ ۲۲ سال تک پوری آب و تاب سے بہنے والے اس بحرِ بیکراں کی موجوں سے چھلکنے والے آبِ زلال کا ذخیرہ اب بھی کاغذ و قرطاس کے تالابوں میں وافر مقدار میں موجود ہے، کچھ کی نشاندہی ہوگئی ہے، جبکہ کچھ ابھی تک پردۂ اخفاء میں ہیں، حضرت شہیدؒ کے متعلقین و منتسبین کی خواہش و اصرار تھا کہ ان جواہر پاروں، علوم و معارف اور فقہ و تحقیق کے شہ پاروں کو بھی یکجا کرکے اُمتِ مسلمہ کے سامنے لایا جائے۔

چنانچہ یہ کام جس طرح حضرتؒ کی زندگی میں آب و تاب سے جاری تھا، حضرتؒ کی شہادت کے بعد بھی بغیر کسی تعطل کے جاری رہا، اور حضرتؒ کی ہدایت کے مطابق ''آپ کے مسائل'' کی دسویں جلد کا کام شروع کردیا گیا، بحمداللہ اب اس جلد کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے، جس کے اہم ترین موضوعات تو وہی ہیں جن کی حضرت شہیدؒ نے خود اپنی زندگی میں نشاندہی فرمائی تھی، جن میں سے مسئلۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علوی مالکی کے بارے میں حضرت شہیدؒ کی تحریرات قابلِ ذکر ہیں، جبکہ اس کے علاوہ دُوسرے وہ مسائل جو حضرتؒ

کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اور وہ براہِ راست سائلین کے پاس محفوظ تھے، یا جن کی نقول محفوظ کرلی گئی تھیں، اسی طرح چند وہ اہم مسائل بھی اس میں شامل کرلئے گئے ہیں، جو ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کی ترتیب کے بعد صفحۂ ''اقرأ'' میں شائع تو ہوگئے مگر کتابی شکل میں نہیں آئے تھے، یوں یہ جلد بھی نویں جلد کی طرح متفرق مسائل اور عنوانات پر مشتمل ہے۔

اِن شاء اللہ جب کتاب کی ترتیبِ جدید ہوگی تو اس جلد کے وہ مسائل جو عقائد و ایمانیات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور معاملات سے متعلق ہیں، وہ متعلقہ ابواب میں درج کردیئے جائیں گے۔ خدا کرے کہ وہ مبارک گھڑی بھی جلد آجائے کہ ہم کتاب کی تخریج اور تحقیق کے بعد اسے نئے سرے سے فقہی ابواب کی ترتیب پر لانے کی سعادت حاصل کرسکیں۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے رفیقِ محترم مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب کی محنت و کاوش اور عرق ریزی سے تدوین و ترتیب کو نہ سراہوں، اللہ تعالیٰ موصوف محترم کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں، علاوہ ازیں مولانا نعیم امجد سلیمی، برادرم مولانا محمد طیب لدھیانوی، برادرم حافظ عتیق الرحمٰن لدھیانوی اور برادرم عبداللطیف طاہر بھی قابلِ مبارک باد ہیں کہ ان حضرات کی سعیٔ جمیلہ سے یہ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچی، ربِّ کریم ہمارے حضرت شہیدؒ اور ہم سب کے لئے اس کتاب کو صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

خاکپائے حضرت لدھیانوی شہیدؒ
محمد جمیل خان
نائب مدیر ''اقرأ روضۃ الاطفال''

فہرست

نوٹ: کسی بھی موضوع تک رسائی کے لیے اس پر کلک کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ائمہ اربعہؒ کا مسلک برحق ہے

س......آپ نے اپنی کتاب میں فقہ حنفی کو ہی گویا معیارِ نجات قرار دیا ہے، سوال یہ ہے کہ دُوسرے ائمہ ثلاثہ کے متبعین کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں جہاں رہتا ہوں وہاں فقہ شافعی کے ماننے والے زیادہ ہیں اور میری زندگی بھی امام شافعیؒ کی تقلید میں گزری ہے، میں اپنی زندگی بھر کی عبادات کے بارے میں پریشان ہوں، کیا میرے لئے مسلک کی تبدیلی ضروری ہے؟ اور یہ بظاہر مشکل ہے، کیا امام شافعیؒ کا مسلک کتاب وسنت کے خلاف ہے؟ میری اس الجھن کو دور فرمادیں۔

ج......آنجناب کی سلامتیٔ فہم اور حق پسندی سے جی خوش ہوا، حق تعالیٰ شانہ مجھے اور آپ کو اپنی رضا و محبت نصیب فرمائیں۔

حضرت امام شافعیؒ چار ائمہ میں سے ایک ہیں، اور چاروں امام برحق ہیں، ان کے درمیان حق و باطل کا اختلاف نہیں، بلکہ راجح و مرجوح کا اختلاف ہے، میں چونکہ حنفی ہوں اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو اقرب الی الکتاب والسنۃ سمجھتا ہوں، اور امام شافعیؒ اور دیگر اکابر ائمہ کے مسلک کو بھی برحق مانتا ہوں، ان اکابر میں سے جس کے ساتھ اعتقاد و اعتماد زیادہ ہو اسی کے مسلک پر عمل کرتے رہنا اِن شاء اللہ ذریعۂ نجات ہے۔

چونکہ آپ کی طویل زندگی حضرت امام شافعیؒ کے مسلک حقہ پر گزری ہے، اور چونکہ آپ جس علاقے میں رہتے ہیں وہاں فقہ شافعیؒ کے مسائل بتانے والے بہ کثرت ہیں اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ کے لئے فقہ شافعی کی پیروی میں سہولت ہے، آپ اسی کو اختیار کئے رہیں۔

کتاب وسنت کے نصوص کی تطبیق میں حضرات ائمہؒ کا نقطۂ نظر مختلف ہوتا ہے، اس

لئے امام شافعیؒ کا پہلو بھی یقیناً قوی ہوگا، اور آپ کے لئے بس اتنا عقیدہ کافی ہے، اور اگر آپ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اختیار کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً اس کا بھی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ فقہ حنفی کے مسائل بتانے والا کوئی شخص میسر ہو۔

پیری مریدی بذاتِ خود مقصود نہیں

س…… چند ماہ قبل حضرت نے میرے ایک عریضہ پر کتاب ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' کا مطالعہ کرنے کے لئے فرمایا تھا، چنانچہ ہم نے اس کتاب کو بہت غور سے پڑھا اور بہت ہی مفید پایا، الحمدللہ! اس کے مطالعہ سے میرے بہت سے اشکالات دور ہوگئے اور بہت سی باتوں کے متعلق ذہن صاف ہوگیا، خاص کر ایک بہت ہی اصولی بات سمجھ میں آگئی اور دلنشین ہوگئی کہ جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہوجائے، بعض علماء سنت کہتے ہوں اور بعض بدعت، تو ترکِ سنت فعلِ بدعت سے بہتر ہے (صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶) یہ بالکل بے غبار اصولی بات ہے اور احتیاط پر مبنی ہے کیونکہ دفعِ مضرّت ہر حال میں مقدم اور اولیٰ ہے، اب صرف ایک خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی باتیں تو بہت ساری ہیں جن میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، یہاں تک کہ جو مروجہ پیری مریدی کا سلسلہ ہم لوگوں کے یہاں ہے اور نفس کی اصلاح کے لئے اس کو بہت ہی ضروری سمجھا جاتا ہے، اس کو بہت سے علماء خاص کر علمائے عرب تو بدعت ہی کہتے ہیں، بلکہ اس کو پیر پرستی اور شرک تک کہتے ہیں۔ تو اس اصول کے تحت تو یہ سب قابلِ ترک ہوجائیں گے، امید ہے کہ حضرت اس کے متعلق کوئی بہت ہی واضح بات ارشاد فرماکر تسلّی فرمادیں گے، کیا اس مروجہ پیری مریدی کے لئے کوئی واضح حکم قرآن مجید یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و ارشادات میں موجود ہے؟ یا چاروں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی نے اس طریقہ کو دین کے فرائض و واجبات میں شامل کیا ہے؟

دُوسری بات یہ تو ظاہر ہے کہ دین میں کوئی نئی بات جو قرآن و سنت اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا ائمہ مجتہدین کے اجتہاد سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، لیکن ساتھ

ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی نئی بات یا طریقہ دینی مقاصد کے حصول کے لئے بطور تدبیر اختیار کیا جائے تو وہ بدعت نہیں ہے، یعنی احداث فی الدین تو بدعت ہے اور احداث للدین بدعت نہیں ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر بدعات کی ابتدا للدِّین ہی کرکے ہوئی ہے اور رفتہ رفتہ عوام نے اس کو دین کا حصہ بنالیا اور پھر علمائے کرام نے ان کو بدعات کہنا شروع کردیا۔ مروجہ قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، سوئم وغیرہ یہ جتنی بدعات ہیں سب میں کوئی نہ کوئی دینی فائدہ منسوب کیا جاسکتا ہے، کچھ نہیں تو یہی کہ اس طرح آج کل غفلت زدہ لوگوں کو کبھی کبھار قرآن مجید کی تلاوت کا موقع مل جاتا ہے، اس طرح تو ساری بدعات کا جواز نکل آئے گا، امید ہے حضرت کے واضح ارشادات سے میرے یہ سب اشکالات دور ہوجائیں گے، اپنے جملہ دینی و دنیوی امور کے لئے حضرت سے دعاؤں کی بھی درخواست ہے۔

ج...... بہت نفیس سوال ہے، بڑا جی خوش ہوا، جواب اس کا اجمالاً آپ کے نمبر۲ میں موجود ہے، ذرا سی وضاحت میں کئے دیتا ہوں: متعارف پیری مریدی بذاتِ خود مقصد نہیں، اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے بہت سے امراض کی آدمی خود تشخیص نہیں کرسکتا، اور بیماری کی تشخیص بھی کرلے تو اس کا خود علاج نہیں کرسکتا، مثلاً مجھ میں کبر، یا عجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا علاج کس طرح کروں؟ تو کسی شخص محقق متبع سنت سے اصلاحی تعلق قائم کرنا اس مقصد کی تحصیل کے لئے ہے، اور بیعت، جس کو عرف عام میں پیری مریدی کہا جاتا ہے، محض اصلاحی تعلق کا معاہدہ ہے، مرید کی جانب سے طلب اصلاح کا اور شیخ کی جانب سے اصلاح کا، اگر کوئی شخص ساری عمر بیعت نہ کرے، لیکن اصلاح لیتا رہے تو کافی ہے، اور اگر بیعت کرلے لیکن اصلاح نہ کرائے تو کافی نہیں۔ الغرض بیعت سے مقصد اصلاح ہے اور اصلاح کا واجب شرعی ہونا واضح ہے، اور مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں نفس کی مثال بچے کی ہے، چنانچہ استاذ اگر مکتب کے بچوں کے سر پر کھڑا رہے تو کام کرتے ہیں، ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو ذرا کام نہیں کرتے، اگر آدمی کسی شیخ محقق کو اپنا نگران مقرر کرلے تو نفس کام کرے گا، اور اگر اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو کام

کے بجائے لہو ولعب میں لگا رہے گا۔

علاوہ ازیں سنت اللہ یہ ہے کہ آدمی صحبت سے بنتا ہے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو صحبت نبویؐ کا شرف حاصل ہوا تو کیا سے کیا بن گئے، اگر کسی متبع سنت شیخ سے تعلق ہوگا تو اس کی صحبت اپنا کام کرے گی، اس لئے حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں بیعت کو ’’سلسلۂ صحبت‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے، گویا علم وعمل کے ساتھ صحبت کا سلسلہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث چلا آتا ہے، الغرض بیعت وارشاد کو بدعت سمجھنا صحیح نہیں، بلکہ یہ دین پر پابند رہنے کا ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم!

ائمہ اجتہاد واقعی شارع اور مقنن نہیں

س…… ’’اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہِ۔‘‘ اس کے مصداق تو ہم سب مقلدین بھی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جو ہمارے مفتی حرام وحلال بتاتے ہیں ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں، ہم خود نہیں جانتے وہ صحیح کہہ رہے ہیں یا غلط؟ خصوصاً اس آیت کے مصداق وہ غالی مریدین بھی ہیں جو اپنے پیر کا حکم کسی صورت نہیں ٹالتے، چاہے وہ صریح خلاف شریعت ہو، ان کے غلط اقوال کی دور از کار تاویلوں سے صحت ثابت کرتے ہیں۔

ج…… اگر کوئی احمق ائمہ اجتہاد رحمہم اللہ کو واقعتاً شارع اور مقنن سمجھتا ہے تو کوئی شک نہیں کہ وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہے، لیکن اہل اصول کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ’’القیاس مظہر لا مثبت۔‘‘ یعنی ائمہ اجتہاد کا قیاس واجتہاد احکام شرعیہ کا مثبت نہیں بلکہ ’’مظہر من الکتاب والسنّۃ‘‘ ہے، جو احکام صراحتاً کتاب وسنت میں مذکور نہیں اور جن کے استخراج اور استنباط تک ہم عامیوں کے علم وفہم کی رسائی نہیں، ائمہ اجتہاد کا قیاس واستنباط ان احکام کو کتاب وسنت سے نکال لاتا ہے، تقلید کی ضرورت اس لئے ہے کہ ہم لوگوں کا فہم کتاب وسنت کے ان احکام تک نہیں پہنچتا، پس اتباع تو دراصل کتاب وسنت کی ہے، ائمہ اجتہاد کا دامن پکڑنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ ہم اتباع کتاب ہدیٰ کے بجائے اتباعِ ہویٰ کے گڑھے میں نہ گر جائیں اور اکابر مشائخ کی لغزشوں کی تاویل اس لئے ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن قائم رہے، اس لئے نہیں کہ ان کی ان لغزشوں کی بھی اقتداء کی جائے۔

ائمہ اربعہؒ حق پر ہیں

س...... ایک صاحب نے کچھ سوالات کئے تھے جن کا جواب آپ نے قرآن وحدیث سے نہیں دیا بلکہ ہر سوال کے جواب میں آپ نے لکھا کہ ہمارے نزدیک یہ ناجائز ہے، یا ہمارے نزدیک یہ جائز ہے، کہیں آپ نے لکھا ہے کہ حنفی کے نزدیک اس کا جواب یوں ہے، اس جواب سے میں نے اندازہ کیا کہ آپ نبی کو نہیں مانتے ہیں، کیونکہ اگر آپ اللہ اور رسول کو مانتے تو یہی کہتے کہ قرآن وحدیث میں اس طرح ہے، یا یہ کہتے کہ نبی نے اس طرح کیا ہے، فلاں حدیث سے ثابت ہے اور فلاں حدیث سے یہ کام منع ہے؟

ج...... چونکہ ہمارے یہاں اکثریت حنفی حضرات کی ہے اور یہ ناکارہ خود بھی مجتہد نہیں بلکہ امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہے، اس لئے لازمی ہے کہ فتویٰ اس کے موافق دیا جائے گا، اور ائمہ مجتہدینؒ سب کے سب قرآن وسنت کے متبع تھے، اس لئے جب ہم کسی امام مجتہد کا حوالہ دیں گے تو گویا یہ قرآن وسنت کا حوالہ ہے، اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ہم نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے، ایسی ہی غلط تہمت ہے جیسا کہ منکرینِ حدیث، حدیث کا حوالہ دینے پر کیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔

س...... کیا چاروں ائمہ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نعوذ باللہ، اللہ اور اس کے رسول کو ماننے والے نہیں تھے؟ اور اگر تھے تو پھر ہم ان کی طرف نسبت کیوں کرتے ہیں جب کہ وہ بھی سب نبی ہی کو مانتے تھے تو پھر ہم بھی کیوں نہ کہیں کہ نبی کے نزدیک اس مسئلے کا جواب یوں ہے، فلاں حدیث سے ثابت ہے؟

ج...... یہ چاروں ائمہ رحمہم اللہ، اللہ ورسول کے ماننے والے تھے ان حضرات نے قرآن و حدیث سے استدلال کرکے مسائل بیان فرمائے ہیں اور بعض موقعوں پر اختلافِ فہم کی وجہ سے ان کے درمیان اختلاف بھی ہوا ہے، اس لئے ان میں سے کسی ایک کا حوالہ، دراصل اس کے فہمِ قرآن وحدیث کا حوالہ ہے۔

س...... ان چاروں اماموں میں اختلاف کیوں ہے؟ ایک کہتا ہے ہاتھ ناف پر باندھو نماز میں، دُوسرا کہتا ہے ہاتھ سینے پر باندھو، تیسرا کہتا ہے ہاتھ سینے کے نیچے باندھو، چوتھا کہتا ہے

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھو، دین میں اگر چاروں طریقے سے ہاتھ باندھنا صحیح ہے، نبی نے اس طرح نماز پڑھی ہے تو پھر ہم تین میں کیوں اختلاف پیدا کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یوں ہے چاروں طریقوں کو حدیث سے ثابت کر کے بتایئے؟

ج…… یہ اختلافات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی ہوئے، چونکہ ان اکابر کے درمیان اختلافات ہوئے اس لئے ہمارے لئے ناگزیر ہوا کہ ایک کے قول کو لیں، اور دُوسرے کے قول کو نہ لیں۔

س…… کیا چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید کرنا واجب ہے؟ اگر واجب ہے تو نبی نے کہاں فرمایا ہے کہ تقلید ایک امام کی ضروری ہے؟

ج…… قرآن و حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، اور اختلاف ہونے کی صورت میں، اور غلبۂ ہویٰ اور فہم ناقص کی صورت میں قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ جن اکابر کا فہمِ قرآن و حدیث مسلّم ہے، ان میں سے کسی ایک کے فتویٰ پر عمل کیا جائے، اس کا نام تقلید ہے۔

س…… کیا اماموں نے بھی کہا ہے کہ ہماری تقلید تم پر واجب ہے؟ اور کیا تقلید نہ کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا؟ جب کہ اس کا عمل قرآن و حدیث کے مطابق ہو اور وہ صرف قرآن و حدیث کو ہی مانتا ہو۔

ج…… ان ائمہ دین پر اعتماد کے بغیر قرآن و حدیث پر عمل ہو ہی نہیں سکتا اور جب قرآن و حدیث پر عمل نہ ہوا تو انجام ظاہر ہے۔

س…… کیا چاروں امامؒ غلط تھے جنھوں نے کسی کی تقلید نہیں کی؟ اور صحابیؓ اور چاروں خلیفہؓ جنھوں نے کسی کی تقلید نہیں کی، وہ صرف قرآن و حدیث کو مانتے تھے، فقہ کا نام و نشان نہیں تھا، تو کیا نعوذ باللہ یہ سب غلط راستے پر تھے؟ انہوں نے دین کو نہیں سمجھا تھا جو بعد کے عالموں نے سمجھا ہے؟

ج…… تقلید کی ضرورت مجتہد کو نہیں غیر مجتہد کو ہے، حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم، اور حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ خود مجتہد تھے، ان کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی، جو شخص ان کی

طرح خود مجتہد ہو اس کو بھی ضرورت نہیں، لیکن ایک عام آدمی جو مجتہد نہیں اس کو تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔

س…… اگر دین تقلید کا نام ہے اور تقلید کرنا ضروری ہے تو کیوں نہ ہم اپنے آپ کو چاروں خلیفہؓ کی طرف نسبت کریں، ایک کہے میں صدیقی ہوں، دُوسرا کہے میں فاروقی ہوں، تیسرا کہے میں عثمانی ہوں، اور چوتھا کہے میں علیؓ کو ماننے والا ہوں، اگر اس طرح کوئی کہے تو میں سمجھتا ہوں کہ سارے اختلافات ختم ہو جائیں کیونکہ ان چاروں میں کوئی اختلاف ہی نہیں تھا، یہ تو بعد میں ہوا ہے؟

ج…… جس طرح چاروں ائمہ مجتہدینؒ کا مذہب مدوّن ہے، اس طرح چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا مذہب مدون نہیں ہوا، ورنہ ضرور ان ہی حضرات کی تقلید کی جاتی اور یہ سمجھنا کہ ان چاروں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا، بے علمی کی بات ہے، حدیث کی کتابوں میں ان کے اختلافات مذکور ہیں۔

س…… کیا عورت اور مرد کی نماز میں فرق ہے؟ مثلاً عورت نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے اور مرد ناف پر باندھے، نبیؐ نے اسی طرح بتایا ہے کہ اس طرح کیا جائے؟ اگر ہے تو کون سی حدیث سے ثابت ہے؟ کیا مرد سینے پر ہاتھ باندھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی؟ جب کہ سعودیہ میں حنبلی ہیں اور سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں مرد اور عورت سب ہی اور شافعی بھی سینے پر ہی ہاتھ باندھتے ہیں تو کیا یہ غلط ہیں؟

ج…… عورت اور مرد کے احکام میں بے شمار فرق ہیں، عورت کا ستر الگ ہے مرد کا الگ، اسی طرح ان کے متعلق بعض دُوسرے مسائل میں بھی فرق ہے اور وہ سب قرآن و حدیث سے ہی اخذ کئے گئے ہیں۔

س…… نماز میں رکوع کرنے پر اور رکوع سے اُٹھنے پر رفع یدین کرتے ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر منع ہوا تو کون سی صحیح حدیث میں ہے؟ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ لوگ بت رکھ کر لاتے تھے اور بعد میں رفع یدین منع کر دیا کہ اب مت کرو، اونچی آمین کہنا کب منع ہوا؟ لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے سے لوگ نماز میں بھاگ جاتے تھے، تو آپ نے کہا

فہرست

آمین اونچا کہا کرو اور بعد میں منع کر دیا تو یہ صحیح حدیث سے بتائیے کہ کہاں منع ہے؟

ہم نے مل کر چار پانچ آدمیوں نے یہ سوال کئے ہیں، میں ایک جاہل آدمی ہوں، لیکن یقین صرف قرآن وحدیث پر ہے اس لئے تفصیلاً حدیث سے جواب دیں مکمل۔ میں آپ کو آپ کے رب کا واسطہ دیتا ہوں اور اگر آپ نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے، تو ہمارے ان سوالوں کا جواب ضرور دیں۔

ج...... رفعِ یدین اور ترکِ رفعِ یدین دونوں طرف احادیث بھی موجود ہیں اور صحابہؓ وتابعینؒ کا عمل بھی، اسی طرح آمین کے مسئلے میں دونوں طرف احادیث بھی ہیں اور صحابہؓ وتابعینؒ کا تعامل بھی، اختلاف جو کچھ ہے وہ اس میں ہے کہ ان میں سے کون سی صورت افضل ہے؟

جواب تو میں نے عرض کر دیا، البتہ اس جواب کو سمجھنے کے لئے بھی علمی لیاقت کی ضرورت ہے، اگر آپ اللہ تعالیٰ کا واسطہ نہ دیتے اور نہ ماں کے دودھ کا ذکر کرتے تب بھی میں جواب دیتا، کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دینا اور کسی کی ماں کے دودھ کا ذکر کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور یہ کہ کیا حدیث میں رفعِ یدین اور آمین ہی کا مسئلہ آیا ہے یا انسانی اخلاق کے بارے میں بھی کچھ آیا ہے؟

تقدیرِ الٰہی کیا ہے؟

س...... میں عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم ہوں، بعض اوقات عیسائی دوستوں یا غیر مسلموں سے مذہبی نوعیت کی باتیں بھی ہوتی ہیں، دین اسلام میں جن چیزوں کا ماننا ضروری ہے ان میں تقدیر پر ایمان لانا بھی ازحد ضروری ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہمیں یہ ہی نہیں معلوم ہے کہ تقدیر کیا ہے؟ میں دل سے مانتی ہوں کہ تقدیر کا مکمل طور پر نامعلوم ہونا ہی ہمارے لئے بہتر ہے، لیکن چند موٹی موٹی باتیں تو معلوم ہوں، ہمیں تو یہ کچھ معلوم ہے کہ تقدیر معلق ہوتی ہے اور تقدیر مبرم ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص میرے ہاتھ پر مسلمان ہونا چاہے اور میں اسے کہوں کہ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے تو وہ لازماً پوچھے گا کہ آخر تقدیر ہے کیا؟ اور اس میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں؟ میرا خیال ہے کہ کم از کم موٹی موٹی باتیں ضرور معلوم ہونی چاہئیں، جیسے میں نے کچھ تحقیق کی تو مجھے معلوم

ہوا کہ کم از کم یہ چیزیں ہماری تقدیر میں روزِ اوّل سے لکھی ہیں، ان میں ''پیدائش'' یعنی جیسے جس ماں کے بطن سے پیدا ہونا ہے، ''موت'' جس شخص کی جب، جہاں اور جس طرح موت واقع ہونی ہے، اس کا ایک وقت معین ہے۔ ''رزق'' جس کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ یہ اللہ ہی ہے جو بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے، یا کسی کو زیادہ دیتا ہے اور کسی کو ناپا تُلا دیتا ہے۔ چنانچہ آدمی ذاتی سعی کرے یا کچھ نہ کرے، رزق ایک مقدار میں مقرر ہے، چونکہ دورانِ سفر بھی انسان رزق پاتا ہے، سو یوں دکھائی دیتا ہے کہ سفر بھی ہمارے مقدر کا حصہ ہے، لیکن بعض چیزیں مبہم ہیں، جیسے شادی، انسان کے دکھ سکھ، شہرت، بیماریاں، غرض اور بہت سی چیزوں کے بارے میں، میں تحقیق نہ تو کرسکی، اور نہ کرنا چاہتی ہوں، مگر علمائے کرام سے گزارش ہے کہ چار چھ موٹی موٹی باتیں تو بتائیں کہ یہ چیزیں تقدیر کا حصہ ہیں، کیا آپ میری مدد کریں گے؟ بڑی ممنون رہوں گی، خاص کر مجھے یہ بھی بتائیے کہ ''شادی'' انسانی مقدر کا حصہ ہے؟ یعنی پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ فلاں لڑکے، لڑکی کی آپس میں ہوگی، یا کچھ یوں ہے کہ کوشش کرکے کسی سے بھی کی جاسکتی ہے، میں نے اس طرح کی ایک حدیث پڑھی ہے کہ ایک صحابیؓ نے کسی بیوہ سے شادی کی، تو ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم نے کسی کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے۔'' اس حدیث سے اندازہ ہوا کہ گویا یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ آدمی کوشش کرے تو کسی سے بھی کرسکتا ہے، مگر شاید یعنی دُوسری احادیث مبارکہ بھی ہوں، آپ میرے سوال کا مکمل جواب دیجئے، ممنون رہوں گی۔

ج…… تقدیر کا تعلق صرف انہی چار چیزوں سے نہیں جو آپ نے ذکر کی ہیں، بلکہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی اور اچھی بری چیز تقدیرِ الٰہی کے تابع ہے، چونکہ انسان کو یہ علم نہیں کہ فلاں چیز کے بارے میں علمِ الٰہی میں کیا مقدر ہے؟ اس لئے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادہ و اختیار اور اپنے علم و فہم کے مطابق بہتر سے بہتر چیز کے حصول کی محنت و سعی کرے، مثلاً رزق کو لیجئے! رزق مقدر ہے، اور مقدر سے زیادہ ایک دانہ بھی کسی کو نہیں مل سکتا، مگر چونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے حق میں کتنا رزق مقدر ہے؟ اس لئے وہ رزق حاصل کرنے کے لئے

زیادہ سے زیادہ سعی و محنت کرتا ہے، لیکن ملتا اتنا ہی ہے جتنا مقدر میں لکھا ہے، ٹھیک یہی صورت شادی کے مسئلے میں بھی پائی جاتی ہے، والدین اپنی اولاد کے لئے بہتر سے بہتر رشتہ کے خواہشمند ہوتے ہیں، اور اپنے علم و اختیار کی حد تک اچھے سے اچھا رشتہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ: ''تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟'' اس کا یہی مطلب ہے تمہیں تو کنواری کا رشتہ ڈھونڈنا چاہئے تھا۔

س...... میں ذاتی اعتبار سے بڑی خوش نصیب ہوں، مگر میں نے کئی بدنصیب لوگ بھی دیکھے ہیں۔ پیدائش سے لے کر آخر تک بدنصیب، قرآن کریم میں ہے کہ اللہ کسی شخص کو اس کی قوت برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتے، لیکن میں نے بعض لوگ دیکھے ہیں جو دکھوں اور مصائب سے اتنے تنگ آجاتے ہیں کہ آخرکار وہ ''خودکشی'' کرلیتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جب قرآن کریم میں ہے کہ کسی کی برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیئے جاتے تو لوگ کیوں خودکشی کرلیتے ہیں؟ کیوں پاگل ہوجاتے ہیں؟ اور بعض جیتے بھی ہیں تو بدتر حالت میں جیتے ہیں۔

اس سوال کا جواب قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیجئے کہ انسانی عقل کے جوابات سے تشفی نہیں ہوتی، دُنیا میں ایک سے ایک ارسطو موجود ہے، اور ہر ایک اپنی عقل سے جواب دیتا ہے، اور سب کے جوابات مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا جواب قرآن کریم اور احادیث نبویؐ سے دیجئے، امید ہے جواب ضرور دیں گے، ممنون رہوں گی۔

ج...... قرآن کریم کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا تعلق تو شرعی احکام سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو کسی ایسے حکم کا مکلّف نہیں بناتا جو ان کی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر ہو، جہاں تک مصائب و تکالیف کا تعلق ہے، اگرچہ یہ آیت شریفہ ان کے بارے میں نہیں، تاہم یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر اتنی مصیبت نہیں ڈالتا جو اس کی برداشت سے زیادہ ہو، لیکن جیسا کہ دُوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ''انسان دھڑدلا واقع ہوا ہے۔'' اس کو معمولی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو واویلا کرنے لگتا ہے اور آسمان سر پر

اٹھالیتا ہے، بزدل لوگ مصائب سے تنگ آکر خودکشی کرلیتے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان کی مصیبت حد برداشت سے زیادہ ہوتی ہے، بلکہ وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے اس کو ناقابل برداشت سمجھ کر ہمت ہار دیتے ہیں، حالانکہ اگر وہ ذرا بھی صبر و استقلال سے کام لیتے تو اس تکلیف کو برداشت کرسکتے تھے، الغرض آدمی پر کوئی مصیبت ایسی نازل نہیں کی جاتی جس کو وہ برداشت نہ کرسکے، لیکن بسا اوقات آدمی اپنی کم فہمی کی وجہ سے اپنی ہمت و قوت کام میں نہیں لاتا، کسی چیز کا آدمی کی برداشت سے زیادہ ہونا اور بات ہے، اور کسی چیز کے برداشت کرنے کے لئے ہمت و طاقت کو استعمال ہی نہ کرنا دُوسری بات ہے، اور ان دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے۔ ایک ہے کسی چیز کا آدمی کی طاقت سے زیادہ ہونا، اور ایک ہے آدمی کا اس چیز کو اپنی طاقت سے زیادہ سمجھ لینا، اگر آپ ان دونوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ کا اشکال جاتا رہے گا۔

مدار حالات و واقعات پر ہے

س…… ایک اور اشکال حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ پر حضرت علامہ کشمیریؒ اور حضرت علامہ عثمانیؒ کے کفر کے فتویٰ کی وجہ سے بھی پیدا ہوا ہے، کیا مولانا سندھیؒ کے تفردات واقعی اس لائق ہیں؟ آخر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور مہتمم نے فتویٰ لگایا ہے تو کوئی بات تو ہوگی نا!

ج…… تکفیر و تفسیق کے مسئلے میں بھی مدار حالات و واقعات پر ہے، امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ پر جو رَدّ کیا اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام بخاریؒ نے جو کچھ لکھا وہ کس کو معلوم نہیں؟ ”لیست بأوّل قارورة کسرت فی الاسلام“ کی ضرب المثل تو معلوم ہی ہوگی۔

جن لوگوں کا یہ ذہن ہو وہ گمراہ ہیں

س……۱: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین کی تعلیم دی تھی وہ مسجد نبویؐ کے ماحول میں یعنی مسجد کے اندر دی، اس تعلیم کے لئے آپؐ نے کوئی الگ مدرسہ جیسی صورت اختیار نہیں کی، یا کوئی الگ جگہ اس کے لئے مقرر نہیں کی تو پھر آج کیوں ہمارے دینی اداروں میں مسجد تو

بہت چھوٹی ہوتی ہے مگر مدارس کی عمارتیں بہت بڑی بڑی بنادی جاتی ہیں، اگر یہ چیز بہتر ہوتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس چیز کو سب سے پہلے سوچتے، حالانکہ مسجد کا ماحول بہت بہتر ماحول ہے، وہاں انسان لایعنی سے بھی بچ سکتا ہے۔

س......۲: آپؐ نے اصحابِ صفہ کو جو تعلیم دی، بنیادی، وہ ایمانیات اور اخلاقیات کی دی، ان کو ایمان سکھایا، لیکن ہمارے دینی مدرسوں میں جو بنیادی تعلیم دی جاتی ہے وہ بالکل اس چیز سے ہٹ کر لگتی ہے، اور برائے مہربانی میں اپنی معلومات میں اضافے کے لئے اس بات کی وضاحت طلب کرنا چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اصحابِ صفہ کو تعلیم دی وہ کیا تھی؟

س......۳: ہمارے مدرسوں سے جو عالم حضرات فارغ ہوکر نکلتے ہیں ان کے اندر وہ کڑھن اور فکرِ دین کے مٹنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے چھوٹنے کی نہیں ہوتی جو فکر اور کڑھن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی یا حضرات صحابہؓ کی تھی اور وہ لوگوں سے اس عاجزی اور انکساری سے بات نہیں کرتے جس طرح ہمارے اکابر اور آپ یا اور جو دُوسرے بزرگ موجود ہیں، وہ بات کرتے ہیں۔

س......۴: معذرت کے ساتھ اگر اس خط میں مجھ ناچیز سے کوئی غلط بات لکھی گئی ہو تو اس پر مجھے معاف فرمائیں، اگر اس خط کا جواب آپ خود تحریر فرمائیں تو بہت مناسب ہوگا۔

ج......۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے شیخ ؒ کے ''فضائلِ اعمال'' نامی کتاب کی بھی تعلیم نہیں دی، پھر تو یہ بھی بدعت ہوئی، کیا آپ نے اکابرِ تبلیغ سے بھی کبھی شکایت کی؟

ج......۲: آپ کو کس جاہل نے بتایا کہ ہمارے دینی مدرسوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والی تعلیم نہیں؟ کیا آپ نے کبھی مدرسہ کی تعلیم کو دیکھا اور سمجھا بھی ہے؟ یا یوں ہی سن کر ہانک دیا، اور رائے ونڈ میں جو مدرسہ ہے اس کی تعلیم دُوسرے مدرسوں سے اور دُوسرے مدرسوں کی رائے ونڈ سے مختلف ہے؟

ج......۳: یہ بھی آپ کو کسی جاہل نے کہہ دیا کہ مدارس میں سے نکلنے والے علماء میں ''کڑھن'' اور دین کے لئے مر مٹنے کی فکر نہیں ہوتی، غالباً آپ نے یہ سمجھا ہے کہ دین کی فکر اور کڑھن بس اسی کا نام ہے جو تبلیغ والوں میں پائی جاتی ہے۔

ج……۴: آپ نے لکھا ہے کہ کوئی غلط بات لکھی ہو تو معاف کردوں، میں نہیں سمجھا کہ آپ نے صحیح کون سی بات لکھی ہے؟

لوگ مجھ سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغ والے علماء کے خلاف ذہن بناتے ہیں، اور میں ہمیشہ تبلیغ والوں کا دفاع کرتا رہتا ہوں، لیکن آپ کے خط سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کہتے، آپ جیسے عقلمند جن کو دین کا فہم نصیب نہیں ان کا ذہن واقعی علماء کے خلاف بن رہا ہے، یہ جاہل صرف تبلیغ میں نکلنے کو دین کا کام اور دین کی فکر سمجھے بیٹھے ہیں، اور ان کے خیال میں دین کے باقی سب شعبے بے کار ہیں۔ یہ جہالت کفر کی سرحد کو پہنچتی ہے کہ دین کے تمام شعبوں کو لغو سمجھا جائے، اور دینی مدارس کے وجود کو فضول قرار دیا جائے، میں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں نکل کر جن لوگوں کا یہ ذہن بنتا ہو وہ گمراہ ہیں اور ان کے لئے تبلیغ میں نکلنا حرام ہے۔

میں اس خط کی فوٹو اسٹیٹ کاپی مرکز (رائے ونڈ) کو بھی بھجوا رہا ہوں تا کہ ان اکابر کو بھی اندازہ ہو کہ آپ جیسے عقلمند تبلیغ سے کیا حاصل کر رہے ہیں…؟

یہ بدعت نہیں

س…… سالہا سال سے تبلیغی جماعت والے شب جمعہ مناتے چلے آرہے ہیں، اور کبھی بھی ناغہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، خدانخواستہ یہ عمل اس حدیث کے زمرے میں نہیں آتا ہے کہ: ”لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ……الخ.“ اور نیز اس پر دوام کیا بدعت تو نہ ہوگا؟

ج…… تعلیم و تبلیغ کے لئے کسی دن یا رات کو مخصوص کر لینا بدعت نہیں، نہ اس کا التزام بدعت ہے، دینی مدارس میں اسباق کے اوقات مقرر ہیں، جن کی پابندی التزام کے ساتھ کی جاتی ہے، اس پر کبھی کسی کو بدعت کا شبہ نہیں ہوا…!

س…… میں نے ایک کتاب (تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین) کا اردو ترجمہ ”بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم“ مصنف علامہ شیخ احمد بن حجر قاضی دوحہ قطر، کا مطالعہ کیا، کتاب کافی مفید تھی، بدعات کی جڑیں اکھاڑ پھینک دیں۔ البتہ کفن اور

جنازے کے ساتھ چلنے کے متعلق بدعات کے عنوان سے اپنی کتاب صفحہ ۵۰۶ پر لکھتے ہیں کہ قبر میں تین لپ مٹی ڈالتے وقت ہر لپ کے ساتھ "منها خلقناكم" اسی طرح دُوسرے لپ پر "وفيها نعيدكم" اور اسی طرح تیسرے لپ کے ساتھ "ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ" کہنا بدعت ہے، آپ سے التماس ہے کہ اس بارے میں وضاحت کیجئے۔

اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ میّت کے سرہانے سورۂ فاتحہ اور پاؤں کی طرف سورۂ بقرہ پڑھنا بدعت ہے، اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔ اسی طرح صفحہ ۵۲۱ پر رقمطراز ہیں کہ بعض لوگ صدقہ کی غرض سے پوری قربانی کا گوشت یا معین مقدار کو پکا ڈالتے ہیں اور فقراء کو بلا کر یہ پکا ہوا گوشت تقسیم کردیتے ہیں اس کو بدعت کہا ہے، اور یہ طریقہ عمل جائز نہیں ہے کہا ہے، مہربانی فرماکر اس کی بھی وضاحت سے نوازیں۔

ج…… ان تین چیزوں کا بدعت ہونا میری عقل میں نہیں آیا۔

ا:…… حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت شریفہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"وفي الحديث الذي في السنن: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حضر جنازة، فلما دفن الميّت اخذ قبضة من التراب، فالقاها في القبر وقال: منها خلقناكم، ثم اخذ اخرىٰ وقال: وفيها نعيدكم، ثم اخرىٰ وقال: ومنها نخرجكم تارةً اخرىٰ." (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۱۵۶)

ترجمہ:…… "اور جو حدیث سنن میں ہے، اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ میں حاضر ہوئے، پس جب میّت کو دفن کیا گیا تو آپؐ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس کو قبر پر ڈالا اور فرمایا: منها خلقناكم (اسی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا) پھر دُوسری مٹھی لی (اور قبر میں ڈالتے ہوئے) فرمایا: وفيها نعيدكم (اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے) پھر تیسری مٹھی لی (اس کو قبر میں ڈالتے

ہوئے) فرمایا: ومنها نخرجكم تارةً اخرىٰ (اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے)۔''

اور ہمارے فقہاء نے بھی اس کے استحباب کی تصریح کی ہے، چنانچہ ''الدر المنتقیٰ شرح ملتقی الابحر'' میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (ج:۱ ص:۱۸۷)

۲:......اور قبر کے سرہانے فاتحۂ بقرہ اور پائینتی میں خاتمۂ بقرہ پڑھنے کی تصریح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں موجود ہے جس کے بارے میں بیہقیؒ نے کہا ہے: ''والصحيح انه موقوف عليه.'' (مشکوٰۃ ص:۱۴۹)

اور آثار السنن (۲/۱۲۵) میں حضرت لجلاج صحابیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی:

''ثم سُنَّ عليّ التراب سنًا، ثم اقرأ عند رأسى بفاتحة البقرة وخاتمتها، فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذالك. رواه الطبرانى فى المعجم الكبير، واسناده صحيح. وقال الحافظ الهيثمى فى مجمع الزوائد: رجاله موثقون.''

(اعلاء السنن ج:۸ ص:۳۴۲ حدیث:۲۳۱۷)

ترجمہ:......''پھر مجھ پر خوب مٹی ڈالی جائے، پھر میرے سرہانے (کھڑے ہوکر) سورۂ بقرہ کی ابتدائی و آخری آیات پڑھی جائیں، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔''

۳:......قربانی کے گوشت کی تقسیم کا تو حکم ہے، اگر پکا کر فقراء کو کھلایا جائے تو یہ بدعت کیوں ہوگئی، یہ بات میری عقل میں نہیں آئی، واللہ اعلم!

بدعت کی قسمیں

س......بدعت کی کتنی اقسام ہیں اور بدعت حسنہ کون سی قسم میں داخل ہے نیز بدعت حسنہ کی

مکمل تعریف بھی بیان فرمائیں جناب محترم مولانا صاحب میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ اس فتویٰ سے میرا مقصود صرف اپنی اور اپنے دوستوں کی اصلاح ہے، لہٰذا آپ ضرور جواب باصواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ج…… بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعت شرعیہ، دُوسری بدعت لغویہ، بدعت شرعیہ یہ ہے کہ ایک ایسی چیز کو دین میں داخل کرلیا جائے جس کا کتاب و سنت، اجماع امت اور قیاس مجتہد سے کوئی ثبوت نہ ہو، یہ بدعت ہمیشہ بدعت سیئہ ہوتی ہے، اور یہ شریعت کے مقابلے میں گویا نئی شریعت ایجاد کرنا ہے۔

بدعت کی دُوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا، جیسے ہر زمانے کی ایجادات۔ ان میں سے بعض چیزیں مباح ہیں جیسے ہوائی جہاز کا سفر کرنا وغیرہ اور ان میں جو چیزیں کسی اور مستحب کا ذریعہ ہوں وہ مستحب ہوں گی، جو کسی امر واجب کا ذریعہ ہوں وہ واجب ہوں گی، مثلاً صرف و نحو وغیرہ علوم کے بغیر کتاب و سنت کو سمجھنا ممکن نہیں اس لئے ان علوم کا سیکھنا واجب ہوگا۔

اسی طرح کتابوں کی تصنیف، مدارس عربیہ کا بنانا چونکہ دین کے سیکھنے اور سکھانے کا ذریعہ ہیں اور دین کی تعلیم و تعلم فرض عین یا فرض کفایہ ہے۔ تو جو چیزیں کہ بذات خود مباح ہیں اور دین کی تعلیم کا ذریعہ و وسیلہ ہیں وہ بھی حسب مرتب ضروری ہوں گی، ان کو بدعت کہنا لغت کے اعتبار سے ہے، ورنہ یہ سنت میں داخل ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ مدارس کے بنانے پر صلوٰۃ و سلام کی بدعت کو قیاس کرنا غلط ہے۔

انکارِ حدیث، انکارِ دین ہے

س…… ایک صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ احادیث کی بنا پر ہی مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس لئے احادیث کو نہیں ماننا چاہئے، نیز ان صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ تو لیا ہوا ہے مگر احادیث کی حفاظت کا ذمہ بالکل نہیں لیا، اس لئے احادیث غلط بھی ہوسکتی ہیں، لہٰذا احادیث کو نہیں ماننا چاہئے۔

ج…… احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو کہتے ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ جو

شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو وہ آپؐ کے ارشادات مقدسہ کو بھی سر آنکھوں پر رکھے گا، اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ماننے سے انکار کرتا ہے وہ ایمان ہی سے خارج ہے۔

ان صاحب کا یہ کہنا کہ مسلمانوں میں فرقہ بندی احادیث کی وجہ سے ہوئی، بالکل غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ کے ارشادات کی روشنی میں نہ سمجھنے بلکہ اپنی خواہشات و بدعات کے مطابق ڈھالنے کی وجہ سے تفرقہ پیدا ہوا، چنانچہ خوارج، معتزلہ، جہمیہ، روافض اور آج کے منکرین حدیث کے الگ الگ نظریات اس کے شاہد ہیں، اور ان صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، احادیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا، یہ بھی غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی ضرورت جس طرح آپؐ کے زمانے کے لوگوں کو تھی اسی طرح بعد کی امت کو بھی ان کی ضرورت ہے اور جب امت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپؐ کے ارشادات کے بغیر اپنے دین کو نہیں سمجھ سکتی تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کی امت کے لئے اس کی حفاظت کا بھی انتظام ضرور کیا ہوگا، اور اگر بعد کی امت کے لئے صرف قرآن کریم کافی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و ارشادات کی اسے ضرورت نہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کو بھی نعوذ باللہ آپؐ کی ضرورت نہ ہوگی، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے کار مبعوث کیا؟

اختلافِ رائے کا حکم دُوسرا ہے

س...... مشہور عرب بزرگ جناب محمد بن عبدالوہابؒ کے بارے میں حضرات دیوبند کی اصل رائے کیا ہے؟ اور کیا وہ حقیقت حال کا سامنا کرنے سے متذبذب رہے؟

ا:...... حضرت گنگوہیؒ کی رائے اس کے بارے میں معتدل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۲:...... حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اسے خارجی کہا ہے۔

۳:...... حضرت مدنیؒ نے الشہاب الثاقب میں بہت سخت الفاظ میں تذکرہ کیا ہے اور اسے گمراہ قرار دیا ہے۔

فہرست

۴:......ابھی حال ہی میں ایک کتابچہ ''انکارِ حیات النبی۔ایک پاکستانی فتنہ'' میں (جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے غالباً نواسے مولانا محمد شاہد صاحب نے ترتیب دیا ہے اور اسے حضرتؒ کے ایما پر لکھنا بتایا ہے) اسی محمد بن عبدالوہاب کو شیخ الاسلام والمسلمین لکھا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کیا تھا؟ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں داعیٔ توحید یا حضرت علامہ کشمیریؒ کی نظر میں خارجی یا حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے کے مطابق شیخ الاسلام۔

نیز یہ کہ اپنے شیخ و مرشد حضرت گنگوہیؒ سے الگ رائے قائم کرنے کے بعد کیا حضرت مدنیؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ کو حضرت گنگوہیؒ سے انتساب کا حق رہ جاتا ہے یا نہیں؟ یا حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت مدنیؒ سے مختلف رائے اختیار کرکے ان سے ارادت مندی کا دعویٰ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ تسکین الصدور، طبع سوم (مرتبہ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدرؔ) میں حضرات اخلافِ دیوبند نے ایک اصول طے کیا ہے کہ بزرگانِ دیوبند کے خلاف رائے رکھنے والے کو ان سے انتساب کا حق نہیں اگرچہ اکابرینِ دیوبند ان کے استاذ ہی کیوں نہ رہے ہوں۔اس فتویٰ پر اوروں کے علاوہ آنجناب کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

ج......کسی شخصیت کے بارے میں رائے قائم کرنے کا مدار اس کے بارے میں معلوم ہونے والے حالات پر ہے، جیسے حالات کسی کے سامنے آئے اس نے ویسی رائے قائم کرلی، اس کی نظیر جرح و تعدیل میں حضرات محدثین کا اختلاف ہے، اس اختلافِ رائے میں آپ جیسا فہیم آدمی اُلجھ کر رہ جائے، خود محلِ تعجب ہے۔

اکابرِ دیوبند سے شرعی مسائل میں اختلاف کرنے والے کا حکم دُوسرا ہے، اور واقعات و حالات کی اطلاع کی بنا پر اختلافِ رائے کا حکم دُوسرا ہے، دونوں کو یکساں سمجھنا صحیح نہیں۔

س......وقت ضائع کرنے کی معذرت مگر حضرت والا! ہم علماء کے خدام ہیں، اکابرینِ دیوبند کے نوکر، انہیں اپنا ''اسوہ'' خیال کرتے ہیں، لیکن ''اسوہ'' مجروح ہو تو ایسے ہی تلخ سوال و اشکال پیدا ہوتے ہیں، اس لئے تلخ نوائی کی بھی معذرت۔

ج…… ''اسوہ'' کے مجروح ہونے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی، ویسے ذہن میں تلخی ہو تو ظاہر ہے کہ آدمی تلخ نوائی پر مجبور و معذور ہی ہوگا۔

شریعت کی معرفت میں اعتماد علی السلف

س……شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔'' لیکن آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے اثبات میں اس اصول کو ترک کردیا ہے، نیز قرآن کریم میں ''قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو نہیں، نور کو ثابت کیا گیا ہے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام ابھی تک گارے مٹی میں تھے کہ میرا نور پیدا ہوا تھا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر بشر تھے تو آپ کا سایہ کیوں نہیں تھا؟ تفصیل سے جواب دیں۔

ج……آنجناب نے حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے جو اصول نقل کیا ہے کہ ''شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے……الخ'' یہ اصول بالکل صحیح اور درست ہے، اور یہ ناکارہ خود بھی اس اصول کا شدت سے پابند ہے، اور اس زمانے میں اسی کو ایمان کی حفاظت کا ذریعہ اور سلامتی کا راستہ سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ناکارہ نے اپنی تالیف ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' میں جگہ جگہ اکابر اہل سنت کے حوالے درج کئے ہیں۔

''نور اور بشر'' کی بحث میں آپ کا یہ خیال کہ میں نے اکابر کی رائے سے الگ راستہ اختیار کیا ہے، صحیح نہیں۔ بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی، یہی قرآن کریم کا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، صحابہؓ و تابعینؒ اور اکابر اہل سنت کا عقیدہ ہے، قرآن کریم نے جہاں ''قَدْ جَآءَکُم مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ'' فرمایا ہے، وہیں ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ…… الخ.'' بھی فرمایا ہے، اور جن اکابر کے آپ نے حوالے دیئے ہیں وہ بھی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور

ہونے کے قائل ہیں وہیں آپ کی بشریت کے بھی قائل ہیں۔

میں نے تو یہ لکھا تھا کہ نور اور بشر کے درمیان تضاد سمجھ کر ایک کی نفی اور دُوسرے کا اثبات کرنا غلط ہے، تعجب ہے کہ جس غلطی پر میں نے متنبہ کیا تھا آپ اسی کو بنیاد بنا کر سوال کر رہے ہیں، اکابرامت میں سے ایک کا نام تو لیجئے جو کہتے ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں، صرف نور ہیں۔

اور پھر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (نور ہونے کے ساتھ ساتھ) بشر ہونے پر جو عقلی و نقلی دلائل دیئے تھے تو آنجناب نے ان کی طرف التفات نہیں فرمایا، کم سے کم شرح عقائد نسفی، جو تمام اہل سنت کی متفق علیہا ہے، اور فتاویٰ عالمگیری کے جو حوالے دیئے تھے انہی پر غور فرمالیا جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مقدسہ ومطہرہ اگر حضرت آدم علیہ السلام سے قبل تخلیق کی گئی ہو، اس سے آپؐ کے بشر ہونے کی نفی کیسے لازم آئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا سایہ نہ ہونے کی روایت اول تو حضرات محدثین کے نزدیک زیادہ قوی نہیں، علاوہ ازیں سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپؐ پر بادل کا ٹکڑا سایہ فگن رہتا ہو، یا جس طرح رُوح کا سایہ نہیں ہوتا اسی طرح غلبۂ نورانیت کی وجہ سے آپؐ کے جسد اطہر پر رُوح کے احکام جاری ہوں، حضرات عارفین تجسد ارواح اور تروح اجساد کی اصطلاحات سے واقف ہیں، بہرحال محض سایہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ جانتی ہیں، فرماتی ہیں: ”کان بشر من البشر.“ (مشکوٰۃ شریف ص:۵۲۰) الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا نور ہونے سے کسی کو انکار نہیں، نہ اس ناکارہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ بحث اس میں ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منافی ہے؟ میں نے یہ لکھا ہے کہ منافی نہیں، بلکہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں ٹھیک اسی طرح سراپا بشر بھی ہیں۔ اگر قرآن کریم، حدیث نبوی اور اکابرامت کے ارشادات میں آنجناب کو کوئی دلیل میرے اس معروضہ کے خلاف ملے تو مجھے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

نشر الطیب میں جہاں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے نورِ محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے پیدا ہونے کا لکھا ہے، وہاں حاشیہ میں اس کی تشریح بھی فرمادی ہے، اس کو بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔ (نشر الطیب ص:۵)

یہ حبِ صحابہؓ نہیں جہالت ہے

س...... آپ کے ہفت روزہ ختم نبوت شمارہ ۳۰، جلد ۶، صفحہ ۹ پر حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی تحریر میں ایک جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ ظالم لکھا گیا ہے، کیا یہ سہو ہوا ہے؟ یا عمداً؟ اس لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے کہ ختم نبوت جماعت میں وہ کون سے لوگ ہیں جو صحابہ کرامؓ کے دشمن ہیں؟ تاکہ ان کا بندوبست کیا جائے۔

ج...... مکتوب الیہم کی فہرست میں آنجناب نے ازراہِ ذرہ نوازی اس ناکارہ کا نام بھی درج فرمایا ہے، بلاتواضع عرض کرتا ہوں کہ یہ ہیچ مداں اس لائق نہیں کہ اس کا شمار –واللہ ثم واللہ– علماء میں کیا جائے، یہ ناکارہ علمائے ربانیین کا تابع مہمل اور زلّہ ربا رہا ہے، اور بس۔

ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در ریاض آفرینش رشتہ گلدستہ ام

بہرحال یہ ناکارہ اس ذرہ نوازی پر آنجناب کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اس خط کے سلسلے میں چند معروضات پیش کرتا ہے۔

۱:...... سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ ہمارے ممتاز اکابر میں سے تھے، جمعیۃ العلماء ہند کے جنرل سیکرٹری اور امام ربانی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے دست راست تھے، ان کا ترجمہ قرآن، جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا، موت کا جھٹکا شہرۂ آفاق کتابیں ہیں، جناب کی نظر سے بھی گزری ہوں گی، انہی کی تصنیفات میں سے ایک ایمان افروز کتاب ''معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، جو ہفت روزہ ختم نبوت میں ''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا پیشگوئیاں'' کے عنوان سے سلسلہ وار شائع ہو رہی ہے، اور آنجناب کے خط میں جس تحریر کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اسی کتاب کی ایک قسط ہے،

اور جن الفاظ پر گرفت کی گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں، جنھیں حضرت مصنفؒ نے امام بیہقی کی کتاب کے حوالے سے درج کیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

''بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کو باہم ہنستے ہوئے دیکھا، آپؐ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا: اے علیؓ! کیا تم زبیرؓ کو دوست رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ! میں ان کو کیسے دوست نہ رکھوں، یہ میری پھوپھی کے بیٹے اور میرے دین کے پابند ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت زبیرؓ سے دریافت کیا: اے زبیرؓ! کیا تم علیؓ کو دوست رکھتے ہو؟ زبیرؓ نے کہا: میں علیؓ کو کیسے دوست نہ رکھوں، یہ میرے ماموں زاد بھائی ہیں اور میرے دین کے پیروکار ہیں! پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبیرؓ! ایک دن تم علیؓ سے قتال کروگے اور تم ظالم ہوگے۔ چنانچہ جنگِ جمل میں حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا اور جنگ کی، جب حضرت علیؓ نے ان کو یاد دلایا کہ: کیا تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد ہے کہ: ''تم علیؓ سے قتال کروگے اور تم ظالم ہوگے''؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ: ہاں! یہ بات حضورؐ نے فرمائی تھی، لیکن مجھ کو یاد نہیں رہی تھی۔ اس کے بعد زبیرؓ واپس ہوگئے، مگر ابن جرود نے وادی السباع میں -جو ایک مشہور وادی ہے- حضرت زبیرؓ کو شہید کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی، ویسا ہی ہوا۔ حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ کے مقابل ہوئے اور جب یہ وادی میں سو رہے تھے تو سوتے ہی میں ابن جرود نے ان کو شہید کردیا۔''

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج:۶ ص:۴۱۵، کنز العمال ج:۱۱ ص:۳۳۰ حدیث:۳۱۶۵۲)

یہ ناکارہ، انجمن سپاہ صحابہ کے احساسات کی قدر کرتا ہے، لیکن مندرجہ بالا پس منظر کی روشنی میں جناب سے انصاف کی بھیک مانگتے ہوئے التجا کرتا ہے کہ آپ کے خط کا یہ فقرہ ہم خدامِ ختم نبوت کے لئے نہایت تکلیف دہ ہے کہ:

"ختم نبوت میں وہ کون سے لوگ ہیں جو صحابہ کرامؓ کے دشمن ہیں، تاکہ ان کا بندوبست کیا جائے۔"

انصاف کیجئے کہ اگر خدامِ ختم نبوت اس کتاب کے نقل کردینے کی وجہ سے "دشمنِ صحابہ" کے خطاب کے مستحق ہیں تو مولانا احمد سعید دہلویؒ اور ان سے پہلے امام بیہقی اور دیگر وہ تمام اکابر جنھوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کس خطاب کے مستحق ہوں گے...؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسی زیادتی ہے کہ جو انجمن سپاہ صحابہ کی طرف سے خدامِ ختم نبوت سے کی گئی، جس کی شکایت بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کی جائے گی، اور میں آنجناب سے توقع رکھوں گا کہ آپ اس زیادتی پر معذرت کریں۔

۲:...... آپ نے جن اہلِ علم کو خطوط لکھے ہیں، آپ کے لئے زیادہ موزوں یہ تھا کہ آپ ان حضرات سے یہ استفسار کرتے کہ یہ حدیث جو "ختم نبوت" میں حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کی کتاب میں امام بیہقیؒ کے حوالے سے درج کی گئی ہے، جرح و تعدیل کی میزان میں اس کا کیا وزن ہے؟ وہ فنِ حدیث کی روشنی میں صحیح ہے یا ضعیف؟ یا خالص موضوع (من گھڑت)؟ اور یہ مقبول ہے یا مردود؟ اگر صحیح یا مقبول ہے تو اس کی تاویل کیا ہے؟ جو ایک جلیل القدر صحابی، حواریٔ رسولؐ، احد العشرۃ المبشرۃ کی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت سے میل کھاتی ہو...؟

آپ کے اس سوال کے جواب میں اہلِ علم جو کچھ تحریر فرماتے آپ اسے "ختم نبوت" میں شائع کرنے کے لئے بھیج دیتے، یہ ایک بہترین علمی خدمت بھی ہوتی اور اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت و محبت بھی قلوب میں جاگزیں ہوتی۔

مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط میں جس جذباتیت کا مظاہرہ کیا گیا ہے خدانخواستہ آگے نہ بڑھ جائے، اور کل یہ کہا جانے لگے کہ قرآن کریم میں جلیل القدر انبیائے کرام علیہم

فہرست

السلام کو-نعوذ باللہ- ظالم کہا گیا ہے، مثلاً:

آدم علیہ السلام کے بارے میں دو جگہ ہے:

’’وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.‘‘

(البقرۃ:۳۵،الاعراف:۱۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے:

’’رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ.‘‘ (القصص:۱۶)

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے:

’’لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.‘‘ (الانبیاء:۸۷)

اب ایک ’’سپاہِ انبیاء‘‘ تشکیل دی جائے گی اور وہ، بزرگوں کے نام اس مضمون کا خط جاری کرے گی کہ: ’’ترتیبِ قرآن میں وہ کون لوگ گھس آئے تھے جو انبیائے کرام کے دشمن تھے؟ تاکہ ان کا بندوبست کیا جائے!‘‘

ظاہر ہے کہ انبیائے کرام کا مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے برتر ہے اور ’’ختم نبوت‘‘ کو قرآن کریم سے کیا نسبت؟

اب اگر انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں قرآن کریم کے مقدس الفاظ کی کوئی مناسب تاویل کی جاسکتی ہے تو اسی قسم کی تاویل حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی بھی کیوں نہ کرلی جائے؟ ختم نبوت میں ’’دشمنانِ صحابہ‘‘ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں؟

حقوق اللہ اور حقوق العباد

س..... حضرت مولانا صاحب! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ’’جہل کا علاج سوال ہے۔‘‘ عہدِ رسالت میں ایک شخص کو جو بیمار تھا غسل کی حاجت ہوئی، لوگوں نے اسے غسل کرادیا وہ بیچارہ سردی سے ٹھٹھر کر مرگیا، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ

بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: ”اسے مار ڈالا خدا اسے مارے، کیا جہل کا علاج سوال نہ تھا۔“

حضرت ام سلیمؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”خدا حق بات سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر بھی غسل ہے (احتلام کی حالت میں)؟“

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں: خدا کی رحمت ہو انصاری عورتوں پر، شرم انہیں اپنا دین سیکھنے سے باز نہ رکھ سکی۔

حضرت اصمعی سے پوچھا گیا: آپ نے یہ تمام علوم کیسے حاصل کئے؟ تو فرمایا: ”مسلسل سوال سے اور ایک ایک لفظ گرہ میں باندھ کر۔“

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے: ”بہت کچھ علم مجھے حاصل ہے لیکن جن باتوں کے سوال سے میں شرمایا تھا ان سے اس بڑھاپے میں بھی جاہل ہوں۔“

ابراہیم بن مہدیؒ کا قول ہے: ”بے وقوفوں کی طرح سوال کرو اور عقلمندوں کی طرح یاد کرو۔“

مشہور مقولہ ہے: ”جو سوال کرنے میں سبکی اور عار محسوس کرتا ہے اس کا علم بھی ہلکا ہوتا ہے۔“ (العلم والعلماء علامہ ابن البر اندلسی)

اس تمہید کے بعد مجھے چند سوالات کرنے ہیں:

”اذا جاء حق الله ذهب حق العبد“ اور دُوسرا قول بالکل اس کے برعکس ہے:

”حق العبد مقدم على حق الله“ کون سا قول مستند ہے؟ اور کیا یہ اقوالِ حدیث ہیں؟

ج…… یہ احادیث نہیں بزرگوں کے اقوال ہیں اور دونوں اپنی جگہ صحیح ہیں، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب حق اللہ کی ادائیگی کا وقت آجائے تو مخلوق کے حقوق ختم اور یہ ایسا ہی ہے جیسا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مشغول ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو ”قام كأن لم يعرفنا“، اس طرح اٹھ کر چلے جاتے گویا ہمیں جانتے ہی نہیں۔

دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ حقوق العباد اور حقوق اللہ جمع ہوجائیں تو حقوق العباد کا ادا کرنا مقدم ہے۔

فہرست

کیا موت کی موت سے انسان صفتِ الٰہی میں شامل نہیں ہوگا؟

س…… آخرت میں موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لاکر ذبح کردیا جائے گا، اس سے تو ہمیشہ کی زندگی لازم آگئی جو حق تعالیٰ کی صفت ہے، پھر ”مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ“ بھی فرمایا ہے حالانکہ زمین آسمان سب لپیٹ دیئے جائیں گے، ”یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ“۔

ج…… اہل جنت کی ہمیشہ کی زندگی امکان عدم کے ساتھ ہوگی اور حق تعالیٰ شانہ کے لئے ہمیشہ کی زندگی بغیر امکان عدم کے ہے اور امکان ایک ایسا عیب ہے جس کے ہوتے ہوئے اور کسی نقص کی ضرورت نہیں رہ جاتی: ”اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ.“ میں اسی امکان کا ذکر ہے۔

رُوحِ انسانی

س…… رُوحِ انسانی جو من امر ربی ہے، مجرد اور لا یتجزیٰ ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک بچے کی رُوح اور جوان کی رُوح کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے متفاوت ہے، دُوسرے یہ کہ جوان کی رُوح کے لئے تزکیہ درکار ہے کیونکہ وہ نفس کی ہمسائیگی سے شہوات اور رذائل میں ملوث ہوگئی ہے، مگر بچے کی رُوح تو ابھی بے لوث ہے تو چاہئے کہ اس پر حقائق اشیاء منکشف ہوں، مگر ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اس پر ابھی عقل کا فیضان نہیں ہوا، اس سے ثابت ہوا کہ رُوح بذات خود ادراک نہیں رکھتی، یعنی گونگی اور اندھی ہے اور بغیر عقل اس کی کوئی حیثیت نہیں، اور وہ حدیث شریف جس میں منکر نکیر کے بارے میں سن کر حضرت عمرؓ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! اس وقت ہماری عقل بھی ہوگی یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے زیادہ ہوگی۔ انہوں نے کہا پھر کچھ ڈر نہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عقل کے بغیر رُوح کسی کام کی نہیں، دُوسری طرف رُوح کے بڑے بڑے محیر العقول کارنامے اور واقعات کتابوں میں ملتے ہیں، بہت سے علماء اور صوفیاء نے فرمایا ہے کہ عقل رُوح اور قلب ایک ہی چیز ہے، نسبت بدلنے سے ان کے نام جدا بولے جاتے ہیں، امام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم میں باب عجائبات قلب میں یہی کہا ہے صوفیاء کا شعر ہے:

عقل و رُوح و قلب تینوں ایک چیز
فعل کی نسبت سے کر ان میں تمیز

ج…… یہ سوال بھی آپ کے حیطۂ علم وادراک سے باہر ہے، جیسا کہ:”من امر ربی“ میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، تقریبِ فہم کے لئے بس اتنا عرض کیا جاسکتا ہے کہ اس مادی عالم میں رُوح مجرد کے تمام مادی افعال کا ظہور مادی آلات (عقل وشعور) کے ذریعہ ہوتا ہے اور مادیت کی طرف احتیاج رُوح کا قصور نہیں بلکہ اس عالم مادیت کا قصور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عالم مادیت میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھی خورد ونوش کے فی الجملہ محتاج ہیں، کیونکہ رُوح کا جسم کے ساتھ علاقہ پیوستہ ہے، جیسا کہ:”وَمَا جَعَلْنٰـھُمْ جَسَدًا لَّا یَـأْکُلُوْنَ الطَّعَامَ ….“ میں اس کی طرف اشارہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر خورد ونوش کے محتاج نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ نزول فرمائیں گے تو آسمان سے مشرقی مینار تک کا سفر تو فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور مینار پر قدم رکھتے ہی سیڑھی طلب فرمائیں گے، کیونکہ اب مادی احکام شروع ہوگئے۔

خلاصہ یہ کہ اس مادی عالم میں رُوح اپنے تصرفات کے لئے مادی آلات کی محتاج ہے، آپ چاہیں تو اپنے الفاظ میں اسے اندھی، بہری، گونگا اور لایعقل کہہ لیں، اور رُوح کا تفاوت فی الافعال بھی اس کے آلات کے تفاوت سے ہے، مگر مادی آلات کے ذریعہ جو افعال رُوح سے سرزد ہوتے ہیں وہ ان کے رنگ سے رنگ جاتے ہیں اور نیک وبداعمال سے مزکی اور ملوث ہوتی ہے، قبر کا بھی تعلق فی الجملہ عالم مادیت سے ہے اور فی الجملہ عالم تجرد سے، اس بنا پر اس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے کہ یہ نہ تو بکل وجوہ عالم مادیت ہے اور نہ عالم مجرد محض ہے، اس لئے عقل وشعور یہاں بھی درکار ہے۔ (والتفصیل فی التفسیر الکبیر ج:۲۱ ص:۳۶ تا ۵۲)

س…… بندہ ایک عامی اور جاہل شخص ہے، علم سے دور کا بھی مس نہیں، کسی دینی ادارے میں نہیں بیٹھا، علمائے کرام سے تخاطب کے آداب اور سوال کرنے کا طریقہ بھی نہیں معلوم، اس لئے گزارش ہے کہ کہیں بھول چوک یا بے ادبی محسوس ہو تو ازراہ کرم اس کو میری کم علمی کے سبب درگزر فرمادیا کریں۔

ج…… آپ کے سوالات تو عالمانہ ہیں، اور آدابِ تخاطب کی بات یہاں چسپاں نہیں کیونکہ یہ ناکارہ خود بھی مجہول مطلق ہے، یہ تو ایک دوست کا دوست سے مخاطبہ ہے۔

چرند پرند کی رُوح سے کیا مراد ہے؟

س…… انسان کے علاوہ دُوسری ہزاروں مخلوق چرند، پرند، درند، آبی، صحرائی وغیرہ کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ اور کیا ان کو "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" والی رُوح سے بھی کچھ حصہ ملا ہے یا ان میں صرف رُوحِ انسانی ہوتی ہے جو غذا سے حاصل ہوتی ہے؟ اور کیا ان کی ارواح بھی فرشتہ قبض کرتا ہے؟

ج…… یہ تو ظاہر ہے کہ ہر جاندار کی رُوح اَمرِ رَبّ سے ہی آتی ہے، آیت میں ہر رُوح مراد ہے یا صرف رُوحِ انسانی، دونوں احتمال ہیں۔ مجھے اس کی تحقیق نہیں اور تلاش کی فرصت نہیں۔

یہ ذوقیات ہیں

س…… شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذاتِ الٰہی اور دُوسرے انبیاء مظہر صفاتِ الٰہی ہیں، اور عام مخلوق مظہر اسمائے الٰہی ہے۔" جب کہ حضرت مجدد صاحبؒ اپنے مکتوب ۴۵ بنام خواجہ حسام الدین میں لکھتے ہیں: "تمام کائنات حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا آئینہ ہے، لیکن اس کی ذات کا کوئی آئینہ ہے اور نہ مظہر، اس کی ذات کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔"

ج…… یہ امور منصوص تو ہیں نہیں، اکابر کے ذوقیات ہیں اور ذوقیات میں اختلاف مشاہد ہے، بہرحال یہ امور اعتقادی نہیں ذوقی ہیں۔

"تخلقوا باخلاق اللہ" کا مطلب

س…… "تخلقوا باخلاق اللہ" سلوک میں مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات میں جبار، قہار، منتقم، متکبر اور اسی قسم کے اور بھی اسماء ہیں، پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ کی صفات میں شریک ہونا شرک ہے اور دُوسری طرف اس کی صفات سے متصف ہونا درجات کی بلندی کا معیار بھی ہے۔

ج……اسمائے الٰہیہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ ہیں کہ مخلوق کو بقدر پیمانہ ان سے کچھ ہلکا سا عکس نصیب ہوجاتا ہے، ان صفات کو بقدر امکان اپنے اندر پیدا کرنا مطلوب ہے، ”تخلقوا باخلاق اللہ“ سے یہی مراد ہے، مثلاً رؤف، رحیم، غفور، ودود وغیرہ۔ دُوسری قسم وہ اسماء ہیں جن کے ساتھ ذاتِ الٰہی متفرد ہے، وہاں ان اسمائے حسنیٰ سے انفعال (اثر لینا) مطلوب ہے، مثلاً قہار کے مقابلے میں اپنی مقہوریت تامہ کا استحضار، عزیز کے مقابلے میں اپنی ذلت تامہ اور غنی کے مقابلے میں اپنے فقر کا رسوخ، یہاں ”تخلقوا باخلاق اللہ“ کا ظہور انفعال کامل کی شکل میں ہوگا۔

کیا بغیر مشاہدہ کے یقین معتبر نہیں؟

س……”وَکَذٰلِکَ نُرِیٓ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ…… الٰی…… مُوْقِنِیْنَ.“ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر مشاہدے کے یقین معتبر نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں ان پر صحیفے بھی نازل ہوئے (صحف ابراہیم وموسیٰ) اور بہت سے عجائبات قدرت انہوں نے دیکھے، ہر وقت ان کا اللہ تعالیٰ سے قلبی رابطہ تھا، ان کو ملکوت السمٰوات والارض کی سیر بھی کرائی گئی، اس کے باوجود ان کا قلب مطمئن نہیں ہوتا اور ”کَیْفَ تُحْیِ الْمُوْتٰی“ کا سوال کرتے ہیں، تو پھر ایک عام سالک جو اللہ کے راستے پر چل رہا ہے اور اپنی لذات کی قربانی دے کر اپنی جان کھپا رہا ہے اور عالمِ قدس سے بشکل صوت وصورت اس پر کوئی فیضان نہیں ہو رہا پھر بھی اس کی طاعت میں کوئی کمی نہیں آتی، ایسی صورت میں وہ زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو ملکوت سے کچھ مشاہدہ کرادیا جائے تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو اور استقامت نصیب ہو۔ انبیاء تو ویسے بھی ہر وقت ملکوت کی سیر کرتے رہتے ہیں۔

ج……یقین کے درجات مختلف ہیں، یقین کا ایک درجہ عین الیقین کا ہے جو آنکھ سے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور ایک حق الیقین کا ہے جو تجربہ کے بعد حاصل ہوتا ہے، اسی طرح عامہ مؤمنین، ابرار وصدیقین، انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے درجات میں بھی تفاوت ہے، ایمان کا درجہ تو عامہ مؤمنین کو بھی حاصل ہے اور ابرار وصدیقین کو ان کے درجات کے

مطابق یقین کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے مراتب کے مطابق ان کو درجات یقین عطا کئے جاتے ہیں، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال "کَیْفَ تُحْیِ الْمُوْتٰی" اس درجہ یقین اور اطمینان جو بلا رُویت ہو پہلے بھی حاصل تھا۔ سالکین اور اولیاء اللہ کو بھی مشاہدات کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور بغیر مشاہدات کے بھی ان کو یقین و اطمینان "ایمان بالغیب" کے طور پر حاصل ہوتا ہے لیکن ان کے ایمان اور اطمینان کو انبیائے کرام علیہم السلام کے ایمان و اطمینان سے کوئی نسبت نہیں اور وہ ان کے اطمینان اور یقین کا تحمل بھی نہیں کرسکتے ورنہ ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔

آلِ رسول کا مصداق

س...... حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کو آلِ رسول کہا جاتا ہے، حضرت بی بی فاطمہؓ کی وجہ سے، تو کیا وجہ ہے کہ آپؐ کی دُوسری صاحبزادیوں کی اولاد کو آلِ رسول نہیں کہتے؟ حالانکہ حضرت عثمانؓ کی ازواج حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما سے بھی اولاد بہت پھیلی ہے؟

ج...... یہ عزت حضرت فاطمہؓ کی خصوصیت تھی کہ ان کی اولاد آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلائی، دُوسری صاحبزادیوں سے نسل چلی نہیں۔

ذاتِ حق کے لئے مفرد و جمع کے صیغوں کا استعمال

س...... اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنے لئے کبھی تو "اَنَا" واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے اور کبھی "نَحْنُ"، جمع کا صیغہ جیسے: "اِنِّیْ اَنَا اللہُ"، "نَحْنَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ" اس تفریق کی کیا وجہ ہے؟

ج...... اصل تو صیغہ واحد ہے لیکن کبھی کبھی اظہارِ عظمت کے لئے صیغہ جمع استعمال کیا جاتا ہے "اِنِّیْ اَنَا اللہُ" میں توحید ہے اور توحید کے لئے واحد کا صیغہ موزوں تر ہے اور "اِنَّا نَحْنَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ" میں اس عظیم الشان کتاب کی تنزیل اور حفاظت کا ذکر ہے اور یہ دونوں منزل (نازل کرنے والے) اور محافظ (حفاظت کرنے والے) کی عظمت و قدرت کو

مقتضی ہیں اس لئے یہاں جمع کا صیغہ لانا بلیغ تر ہوا، واللہ أعلم بأسرارہ!

یہ عباد الرحمٰن کی صفات ہیں

س……"وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ …. الٰی …. وَيُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ …. الخ" آپ نے فرمایا کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے جب کہ یہ آیت عباد الرحمٰن کے بارے میں بہت آگے سے چلی آرہی ہے "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ…." سے لے کر "وَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" اور پھر آگے بھی عباد الرحمٰن کی صفات بیان کی گئی ہیں تو درمیان میں کفار کا تذکرہ کہاں ہے؟ معارف القرآن میں بھی یہی لکھا ہے جو آپ نے فرمایا مگر قرینے سے اوصاف اور عیوب عباد الرحمٰن ہی کے معلوم ہوتے ہیں۔

ج……اگر جاہلیت میں یہ افعال سرزد ہوئے ہوں اور پھر وہ "اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا" کے ذیل میں آگئے تو عباد الرحمٰن کے عنوان سے ان کا ذکر کیا جاتا، اور بندہ کا یہ کہنا کہ یہ کفار کے بارے میں ہے جو کہ بعد میں مسلمان ہوگئے تھے ان دونوں باتوں میں تعارض کیا ہے؟ صفات تو عباد الرحمٰن ہی کی بیان ہورہی ہیں ان میں یہ ذکر کیا کہ شرک نہیں کرتے، قتل نہیں کرتے، زنا نہیں کرتے اور الَّا کے بعد بتایا گیا کہ جنھوں نے بحالت کفر ان گناہوں کا ارتکاب کیا مگر بعد میں ایمان اور عمل صالح کرکے اس کا تدارک کرلیا وہ بھی عباد الرحمٰن میں شامل ہیں۔

س……"اِلَّا مَنْ تَابَ" کے متعلق آپ نے فرمایا کہ جنھوں نے بحالت کفر ان گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اس میں صرف اتنا اور پوچھنا ہے کہ "بحالت کفر" کی صراحت آیت میں کہاں ہے؟ بحالت ایمان مرتکب گناہ بھی تو توبہ سے پاک ہوجاتا ہے۔

ج……درمنثور میں شانِ نزول کی جو روایات نقل کی ہیں ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

ڈارون کا نظریہ نفیٔ خالق پر مبنی ہے

س……درندے پرندے اور ہزارہا مخلوق اللہ کی کس طرح پیدا ہوئی، آپ نے جواب میں

فہرست

فرمایا کہ: ''اس بارے میں کوئی تصریح نظر سے نہیں گزری۔'' تو اس بارے میں عقیدہ کیا رکھا جائے؟ اگر مذہب اس بارے میں کوئی رہنمائی نہیں کرتا تو مخلوق کے بارے میں ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو تقویت ملتی ہے۔

ج…… ڈارون کا نظریہ تو نفیٔ خالق پر مبنی ہے، اتنا عقیدہ تو لازم ہے کہ تمام اصناف مخلوق کو تخلیقِ الٰہی نے وجود بخشا ہے، لیکن کس طرح اس کی تفصیل کا علم نہیں۔

انسان کس طرح وجود میں آیا؟

س…… جناب مولانا صاحب قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان میں حضرت آدمؑ کو بنایا اور ہم سب ان کی اولاد ہیں مگر ۱۵/۴/۱۹۸۹ء بروز جمعہ کو ہم نے ٹی، وی پر دن کے ۱۰ بجے ایک فلم دیکھی جس میں یہ بتایا گیا کہ انسان مرحلہ وار اس شکل میں آیا یعنی پہلے جراثیم پھر مچھلی بندر وغیرہ اور اس کی آخری شکل آج کے انسان کی ہوئی۔

اب آپ وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ شریعت کا اس بارے میں کیا فیصلہ ہے اور ایک مسلمان کا اس بارے میں کیا ایمان ہونا چاہئے۔ اگر یہ ٹی وی والی فلم غلط ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

ج…… یہ ڈارون کا نظریۂ ارتقاء ہے کہ سب سے پہلا انسان (حضرت آدم علیہ السلام) یکا یک قائم وجود میں نہیں آیا، بلکہ بہت سی ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے بندر کی شکل وجود میں آئی، اور پھر بندر نے مزید ارتقائی جست لگا کر انسان کی شکل اختیار کرلی، یہ نظریہ اب سائنس کی دُنیا میں بھی فرسودہ ہو چکا ہے، اس لئے اس طویل عرصے میں انسان نے کوئی ارتقائی منزل طے نہیں کی، بلکہ ترقیٔ معکوس کے طور پر انسان تدریجاً ''انسان نما جانور'' بنتا جا رہا ہے۔

جہاں تک اہلِ اسلام کا تعلق ہے ان کو ڈارون کے نظریۂ ارتقا پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں، ان کے سامنے قرآن کریم کا واضح اعلان موجود ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے مٹی سے آدم کا قالب بنایا، اسی میں رُوح پھونکی، اور وہ جیتے جاگتے انسان بن گئے۔''

جس فلم کا آپ نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ ان کا قرآن وحدیث پر ایمان نہ ہو،

اور جن لوگوں نے ٹی وی پر یہ فلم دکھائی وہ بھی قرآن وحدیث کے بجائے ڈارون پر ایمان رکھتے ہوں گے، لیکن جس چیز پر مجھے تعجب ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اس فلم کے دکھائے جانے پر کسی نے احتجاج نہیں کیا، ایسا لگتا ہے کہ وطن عزیز کو غیر شعوری طور پر لادین اور ملحد بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

کیا حدیث کی صحت کے لئے دِل کی گواہی کا اعتبار ہے؟

س...... حضرت ابی اسیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مجھ سے مروی کوئی حدیث سنو جس کو تمہارے دل مان لیں اور تمہارے شعور نرم پڑ جائیں اور تم یہ بات محسوس کرو کہ یہ بات تمہاری ذہنیت سے قریب تر ہے تو یقیناً تمہاری نسبت میری ذہنیت اس سے قریب تر ہوگی (یعنی وہ حدیث میری ہوسکتی ہے) اور اگر خود تمہارے دل اس حدیث کا انکار کریں اور وہ بات تمہاری ذہنیت اور شعور سے دور ہو تو سمجھو کہ تمہاری نسبت وہ بات میری ذہنیت سے دور ہوگی اور وہ میری حدیث نہ ہوگی۔'' یہ حدیث کس پائے کی ہے؟ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو حکم بنایا ہے؟ کیونکہ ہر فرد تو مخاطب ہو نہیں سکتا، اور ہر ایک کی ذہنیت اور سطحِ علم ایک جیسی نہیں۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ: ''جب تم کوئی حدیث سنو تو اس کے بارے میں وہی گمان کرو جو زیادہ صحیح گمان ہو۔ زیادہ مبارک اور زیادہ پاکیزہ ہو۔'' اس حدیث کی سند کیسی ہے؟

ج...... یہ حدیث شریف مسند احمد میں دو جگہ (ایک ہی سند سے) مروی ہے (ج:۵ ص:۴۲۵، ج:۳ ص:۴۹۷)، مسند بزار (حدیث:۱۸۷)، صحیح ابن حبان میں ہے، ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، امام ابن کثیر نے تفسیر میں، زبیدی شارح احیا نے اتحاف میں اور ابن عراق نے ''تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ'' میں قرطبی کے حوالے سے اس کو صحیح کہا ہے، علامہ ابن جوزیؒ نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور عُقیلی نے اس پر جرح کی ہے، شوکانی ''الفوائد المجموعۃ'' میں کہتے ہیں کہ میرا جی اس پر مطمئن نہیں۔

آپ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ ہر فرد اس کا مخاطب نہیں ہوسکتا، اس کے مخاطب یا تو صحابہ کرامؓ تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات سے خاص مناسبت رکھتے تھے، یا ان کے بعد محدثین حضرات ہیں جن کے مزاج میں الفاظِ نبویؐ کو پہچاننے کا ملکۂ قویہ پیدا ہوگیا ہے، بہرحال عامۃ الناس اس کے مخاطب نہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ دُوسری حدیث میں فرمایا: ”استفت قلبک ولو افتاک المفتون“ یعنی اپنے دل سے فتویٰ پوچھو (چاہے مفتی تمہیں فتوے دے دیں) یہ ارشاد اربابِ قلوبِ صافیہ کے لئے ہے، ان کے لئے نہیں جن کے دل اندھے ہوں۔

عذابِ شدید کے درجات

س…… قرآن پاک میں ہدہد کی غیرحاضری کے لئے بطور سزا یہ الفاظ آئے ہیں: ”لَأُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَأَذْبَحَنَّهٗ“ سورہ مائدہ میں من وسلویٰ کی ناشکری پر بھی یہ الفاظ ہیں: ”فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗٓ……“ پہلا قول حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور دُوسرا حق تعالیٰ کا، تقریباً ملتے جلتے ہیں، جب کہ ہدہد اور قوم بنی اسرائیل کے جرم میں زمین آسمان کا فرق ہے، ایک چھوٹے سے پرندے کے لئے عذاباً شدیداً کچھ مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔

ج…… ”عَذَابًا شَدِيْدًا“ اور ”عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ“ کے درمیان وہی زمین آسمان کا فرق ہے جو ہدہد اور بنی اسرائیل کے جرم میں ہے، عذابِ شدید کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں اور جن کو عذاب دیا جائے ان کے حالات بھی مختلف ہیں، ہدہد غریب کو کسی ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کردینا بھی عذابِ شدید ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کے کلام میں بے جا مبالغہ نہیں ہوتا۔

قرآن میں درج دوسروں کے اقوال قرآن ہیں؟

س…… قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے اقوال بھی دہرائے ہیں، جیسے عزیزِ مصر کا قول: ”اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ۔“ یا بلقیس کا قول: ”اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا۔“ کیا ان اقوال کی بھی وہی اہمیت اور حقیقت ہے جو کلام اللہ کی ہے؟ بعض واعظین اس طرح بیان کرتے

ہیں دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ“ حالانکہ یہ غیراللہ کا قول ہے، اللہ تعالیٰ نے صرف اس کو نقل کیا ہے۔

ج…… اللہ تعالیٰ نے جب ان اقوال کو نقل فرمادیا تو یہ اقوال بھی کلام الٰہی کا حصہ بن گئے اور ان کی تلاوت پر بھی ثواب موعود ملے گا (یہ ناکارہ بطور لطیفہ کہا کرتا ہے کہ قرآن کریم میں فرعون، ہامان، قارون اور ابلیس کے نام آتے ہیں اور ان کی تلاوت پر بھی پچاس، پچاس نیکیاں ملتی ہیں) پھر قرآن کریم میں جو اقوال نقل فرمائے گئے ہیں ان میں سے بعض پر رد فرمایا ہے جیسے کفار کے بہت سے اقوال، اور بعض کو بلاتردید نقل فرمایا ہے، تو اقوال مردود تو ظاہر ہے کہ مردود ہیں، لیکن جن اقوال کو بلانکیر نقل فرمایا ہے وہ ہمارے لئے حجت ہیں، پس عزیزِ مصر کا قول اور بلقیس کا قول اسی دُوسری قسم میں شامل ہیں اور ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کلامِ الٰہی میں درج مخلوق کا کلام نفسی ہوگا؟

س…… آپ نے فرمایا ”جب غیراللہ کے اقوال اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نقل کئے ہیں تو وہ بھی کلام الٰہی کا حصہ بن گئے۔“ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اقوال کلام الٰہی کا حصہ بن گئے تب بھی یہ کلام نفسی تو نہ ہوئے کیونکہ کلام نفسی تو قدیم ہے اور یہ قول کسی زمانے میں کسی انسان سے ادا ہوئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دہرادیا، تو یہ اقوال تو مخلوق ہوئے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن سارا غیرمخلوق ہے۔

ج…… مخلوق کے کلام کا کلام الٰہی میں آنا بظاہر محلِ اشکال ہے، لیکن اس پر نظر کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ماضی و مستقبل یکساں ہیں تو یہ اشکال نہیں رہتا، یعنی مخلوق پیدا ہوئی، اس سے کوئی کلام صادر ہوا، اللہ تعالیٰ نے بعد از صدور اس کو نقل فرمایا تو واقعی اشکال ہوگا، لیکن مخلوق پیدا ہونے اور اس سے کلام صادر ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، اور اس علم قدیم کو کلام قدیم میں نقل فرمادیا۔

"اَلصَّحَابَةُ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ" کی تشریح

س...... "الصحابة کلھم عدول"، "أصحابی کالنجوم" کیا یہ احادیث کے اقوال ہیں؟ لیکن حدیث تو مستند ہے کہ: "لوگ حوض کوثر پر آئیں گے، فرشتے انہیں روکیں گے، میں کہوں گا یہ میرے اصحاب ہیں، جواب ملے گا تمہیں نہیں معلوم انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا؟" اس حدیث شریف سے تمام صحابہ کا عدول ہونا بظاہر ثابت نہیں ہوتا (یہ ایک اشکال ہے صرف)، اسی طرح یہ حدیث شریف کہ جس صحابی کی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے۔ تو اگر کوئی کہے کہ میں تو عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرتا ہوں اور معاملات میں انصاف نہ کرے اور حوالہ دے ان کے واقعات کا مثلاً عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ جو کیا جب کہ دونوں صفین میں حکم بنائے گئے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقتداء جس سے ہدایت ملے وہ صحابہ کرامؓ کے عقیدے اور رسوخِ ایمان کی ہے جس کی مثال مشکل ہے، ان کے اعمال عادات واطوار کی اقتداء مراد نہیں؟

ج...... "أصحابی کالنجوم" کا مضمون صحیح ہے، مگر الفاظ حدیث کے نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے افعال دو قسم کے ہیں، بعض تو اتباع نصوص کی وجہ سے اور بعض بنا بر اجتہاد۔ پھر اجتہادی امور بھی دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن پر کسی ایک فریق کا صواب یا خطا پر ہونا ظن غالب سے متعین نہیں ہوا، ایسے اجتہادی امور میں مجتہد کے لئے کسی ایک قول کا اختیار کر لینا صحیح ہے جو مجتہد کے نزدیک ترجیح رکھتا ہو، اور دُوسری قسم وہ ہے کہ ایک فریق کا خطا پر ہونا ظن غالب سے ثابت ہوجائے، ایسے اقوال و افعال میں مخطی کا اتباع نہیں کیا جائے گا، البتہ ان کو اپنے اجتہاد کی بنا پر معذور بلکہ ماجور قرار دیا جائے گا، اس لئے: "بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا جائے گا کہ ان کا خطا پر ہونا غلبہ ظن سے ثابت نہ ہو، البتہ یوں کہا جائے گا کہ انہوں نے بھی اتباع ہدایت کا قصد کیا لہٰذا ان پر ملامت نہیں۔ جہاں تک "الصحابة کلھم عدول" کا تعلق ہے یہ بھی حدیث نہیں بلکہ اہل سنت کا قاعدہ مسلّمہ ہے اور ان اکابر کے "کلھم عدول" ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ معصوم تھے، جس ہدایت

کو ہم صحابہ کرامؓ سے منسوب کرتے ہیں وہ دو چیزیں ہیں: ایک یہ کہ وہ کبائر سے پرہیز کرتے تھے اور ان کے نفوس طیبہ میں اجتناب عن الکبائر کا ملکہ راسخ ہوچکا تھا، دوم یہ کہ اگر کسی سے بتقاضائے بشریت احیاناً کسی کبیرہ کا شاذونادر کبھی صدور ہوا تو انہوں نے فوراً اس سے توبہ کرلی اور بہ برکت صحبت نبویؐ ان کے نفوس اس گناہ کے رنگ سے رنگین نہیں ہوئے اور: ''التائب من الذنب کمن لا ذنب له'' ارشادِ نبویؐ ہے اس لئے ان ارتکاب کبیرہ کے باوجود توبہ کی وجہ سے عادل رہے، فاسق نہیں ہوئے، حضرت نانوتویؒ اور دیگر اکابر نے اس پر طویل گفتگو فرمائی ہے میں نے خلاصہ لکھ دیا جو حل اشکال کے لئے اِن شاءاللہ کافی ہے۔

صحابہ کرامؓ نجومِ ہدایت ہیں

س…… ''أصحابی کالنجوم'' اور ''الصحابة کلهم عدول'' آپ نے فرمایا کہ دونوں اقوال حدیث شریف کے نہیں، اگر ایسا ہے تو کوئی اشکال نہیں، اگر حدیث شریف ہے تو درایت پر پوری نہیں اترتی، اس لئے کہ بہت سے صحابہؓ سے بڑی بڑی لغزشیں ہوئیں، جیسے حضرت امیر معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبیداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن ابی سرحؓ وغیرہ۔

ج…… ''الصحابة کلهم عدول'' حدیث تو نہیں لیکن اہل حق کا مسلّمہ عقیدہ ہے، اور اکابر کی تقلید میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بلا استثنا نجومِ ہدایت تھے، اور سب کے سب عادل تھے، لیکن آنجناب نے عدل کے معنی عصمت کے سمجھے ہیں، صحابہ کرامؓ عادل تھے، معصوم نہ تھے، اور عدل کے معنی ہیں عمداً ارتکاب کبائر سے اور اصرار علی الصغائر سے بچنا اور اگر احیاناً معاصی کا صدور ہوجائے تو فوراً توبہ کرلینا۔

جن صحابہ کرامؓ کا نام لے کر آپ نے فرمایا ہے کہ ان سے بڑی بڑی لغزشیں ہوئیں، ان میں سے کون سی غلطی ایسی ہے جس کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوچکا ہو؟ اور وہ ''کُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰی'' کے وعدۂ خداوندی سے مستثنیٰ ہوں، ابن ابی سرحؓ مرتد ہوکر مسلمان ہوگئے تھے، اس کے بعد ان سے کون سی غلطیاں ہوئیں؟ حضرت

عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا وہ ان کی اجتہادی غلطی تھی اور آنجناب کو معلوم ہے کہ اجتہادی لغزش تو عصمت کے بھی منافی نہیں چہ جائیکہ عدل کے منافی ہو۔ قرآن کریم میں نبی معصوم کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ”وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی“ اس میں عصیان اور غوایت کی نسبت کی گئی ہے، مگر یہ فعل اجتہاداً تھا اس لئے یہ عصیان بھی صورتاً ہوا نہ حقیقتاً، اسی طرح صحابہ کرامؓ کی جن جن بڑی غلطیوں کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ بھی اجتہاداً تھیں جن پر وہ ماجور ہیں نہ کہ ماذور۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے جو کچھ کیا اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق رضائے الٰہی کے لئے کیا، اگر کسی کا اجتہاد خطا کر گیا تب بھی وہ نہ لائق ملامت ہے اور نہ اس کی اجتہادی خطا کو حقیقتاً غلطی کہنا صحیح ہے، نہ ان کے اجتہاد کی غلطی عدل کے منافی ہے اور نہ ان کے نجوم ہدایت ہونے کے خلاف ہے۔

سوءِ ادب کی بو آتی ہے

س…… صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنا، عزت وعقیدت سے ان کا ذکر کرنا بندہ کا بھی جزو ایمان ہے، بلکہ اکثر اس میں غلو بھی ہو جاتا ہے، میرا سوال صرف یہ تھا کہ یہ جو قول ہے کہ جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے، تو یہ اقتداء میں نے عرض کیا تھا کہ ان کے عقائد اور ایمان کی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں جتنا ان کو رسوخ تھا اس کی مثال مشکل ہے، مگر ان کے اعمال میں اقتداء کا حکم نہیں ہے، مجھے خوشی ہے کہ میرے اس قول میں امام مزنیؒ کا قول بھی تائید میں ملا ہے، أصحابی کالنجوم کی شرح میں فرماتے ہیں:

> ”اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ روایت دین میں تمام صحابی ثقہ اور معتبر ہیں اس کے علاوہ اور کوئی معنی میرے نزدیک درست نہیں کیونکہ اگر خود صحابہؓ اپنی رائے ہمیشہ صائب اور غلطی سے مبرا سمجھتے ہوتے تو نہ آپس میں ایک دُوسرے کی تغلیط کرتے اور نہ اپنے کسی قول سے رجوع کرتے حالانکہ بے شمار موقعوں پر وہ ایسا کر چکے ہیں۔“

الحمدللہ ثم الحمدللہ بس یہی مراد تھی، اور یہ میرے اس قول کا مطلب ہے کہ اقتداء

صحابہ کرامؓ کے عقائد اور ایمان کی معلوم ہوتی ہے، ان کے اعمال، عادات و اطوار کی نہیں، آپ اس سے کہاں تک متفق ہیں؟

ج……آپ نے حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے متعلق جو الفاظ لکھے تھے ان سے کچھ سوءِ ادب کی بو آتی ہے، عقائد و ایمان تو سب کا ایک ہی تھا اور بیشتر اعمال بھی اور بعض اعمال میں اجتہادی اختلاف بھی تھا، تاہم ''جس کی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے'' کا یہی مصداق ہے، یعنی سب اپنی جگہ حق و ہدایت پر ہیں، جیسا کہ ائمہ اربعہؒ کے بارے میں اہل سنت قائل ہیں کہ وہ سب برحق ہیں ان کا ایک دُوسرے کی تردید و تغلیط کرنا بھی بنابر اجتہاد ہے، ہر مجتہد اپنی رائے صائب اور غلطی سے مبرا سمجھتا ہے مگر ظناً۔

صحابہؓ کے بارے میں تاریخی رطب و یابس کو نقل کرنا سوءِ ادب ہے

س……آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو الفاظ بندے نے لکھے تھے ان سے سوءِ ادب کی بو آتی ہے۔ حق تعالیٰ سوءِ ادب سے محفوظ رکھے، صحابہؓ تو بہت بڑے مرتبوں کے مالک ہیں، بندہ تو ایک فاجر و فاسق مسلمان کی ذات کو بھی عزت کی نظر سے دیکھتا ہے، اس پر بندے کے کچھ اشعار سماعت فرمائیں:

ہر مسلمان کو محبت ہے رسول اللہ سے
ہر مسلمان کو رسول اللہ کی نسبت سے دیکھ

ہر مسلمان محترم تجھ کو نظر آئے گا پھر
جب بھی دیکھے تو مسلمان کو اسی نسبت سے دیکھ

اس سے آگے بھی ایک ادب ہے جو خالق و مخلوق کی نسبت سے ہے:

وہ شرابی ہو کہ زانی فعل مطلق ہے برا
فعل کی تحقیر کر پر ذات کو عزت سے دیکھ

پھر بندے کی نظر میں اس سے بھی آگے اک ادب ہے:

کنبہ سب خالق کا ہے مخلوق ہے جتنی یہاں
کیا نصاریٰ کیا مسلمان سب کو تو عزت سے دیکھ

میرے یہ اشعار عام مخلوقِ خدا کے بارے میں ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب کا اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے، کسی واقعہ کو جو متفق علیہ ہو تاریخ سے یا حدیث سے نقل کرنا مجھ ناچیز کے خیال میں تو سوءِ ادب میں نہیں آتا کیونکہ اس کے مرتکب تو سیکڑوں مؤرخین، مفسرین، محدثین اور علماء وفضلاء ہوئے ہیں، پھر تو وہ سب بے ادب ٹھہرتے ہیں؟

اگر آپ امام مزنیؒ کے قول سے متفق ہیں تو بس وہی بندے کی مراد تھی کہ صحابہؓ کی اقتداء ان کی روایت دین اور ثقاہت ایمان میں معلوم ہوتی ہے نہ کہ ان کے افعال واقوال و عادات واطوار اور ذاتی اعمال میں۔ بہت موٹی سی بات ہے کہ جب شارع علیہ السلام کے عادات واطوار نشست و برخاست جو سنن زوائد کہلاتی ہیں، ان کے اتباع کی امت مسلمہ مکلّف نہیں ہے تو اصحاب رسول کے عادات واطوار اور افعال کی کیسے مکلّف ہوسکتی ہے؟ بندہ کم علم ہے اس لئے شاید اپنے مافی الضمیر کو اچھی طرح بیان نہیں کرسکا، آپ صاحب علم ہیں یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ میری مراد کیا ہے؟

ج…… تاریخ میں تو رطب ویابس سب کچھ بھر دیا گیا ہے، لیکن ان واقعات کو بطور استدلال نقل کرنا سوءِ ادب سے خالی نہیں، ان کے محاسن سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہنا کہ ان سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئیں ہم جیسے لوگوں کے حوصلے سے بڑی بات ہے۔

امام مزنیؒ کا قول میری نظر سے نہیں گزرا تا کہ یہ دیکھتا کہ ان کی مراد کیا ہے؟ جہاں تک صحابہ کرامؓ کی اقتداء کا مسئلہ ہے بعض ظاہریہ تو ان کے اقوال وافعال کو حجت ہی نہیں سمجھتے، ابن حزم ظاہری اکثر یہ فقرہ دہراتے رہتے ہیں: "لا حجة فی قول صاحب ولا تابع"، لیکن عامة العلماء کے نزدیک صحابہؓ کے اقوال وافعال بھی لائق اقتداء ہیں البتہ تعارض احوال وافعال کی صورت میں ترجیح کا اصول چلتا ہے جس کو مجتہدین جانتے ہیں، بہرحال ہمارے لئے اس مسئلے پر گفتگو بے سود ہے، ہمارے لئے اتنی بات بس ہے کہ وہ حضرات لائق اقتداء ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کے جملہ پر اِشکال

س...... ’’فَاَرَدْنَا اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا‘‘ خضر علیہ السلام نے بظاہر یہاں شرکیہ جملہ بولا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ اپنا ارادہ بھی شامل کردیا حالانکہ بظاہر: ’’فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا‘‘ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ج...... اس قصے میں تین واقعات ذکر کئے گئے ہیں: ۱:کشتی کا توڑنا۔ ۲:لڑکے کو قتل کرنا۔ ۳: دیوار بنانا۔ ان تینوں کی تاویل بتاتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام نے ’’اَرَدْتُّ‘‘، ’’اَرَدْنَا‘‘ اور ’’اَرَادَ رَبُّکَ‘‘، تین مختلف صیغے استعمال فرمائے ہیں، اس کو تفنن عبارت بھی کہہ سکتے ہیں اور ہر صیغے کا خاص نکتہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے:

۱:...... مسکینوں کی کشتی توڑ دینا خصوصاً جب کہ انہوں نے کرایہ بھی نہیں لیا تھا، اگرچہ اپنے انجام کے اعتبار سے ان کا نقصان تھا جس کا بظاہر کوئی بدل بھی نہیں ادا کیا گیا اور ظاہر نظر میں بھلائی کا بدلہ برائی تھا اور شر بلا بدل بلکہ بعدالاحسان تھا، اس لئے ادباً مع اللہ اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور ’’اَرَدْتُّ‘‘ کہا۔

۲:...... بچے کا قتل کرنا بھی بظاہر شر تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل والدین کو عطا فرمایا جو ان کے حق میں خیر تھا، پس یہاں دو پہلو جمع ہوگئے، ایک بظاہر شر، اس کو اپنی طرف منسوب کرنا تھا اور دُوسرا خیر یعنی بدل کا عطا کئے جانا، اس کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف منسوب کرنا تھا، اس لئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا تاکہ شر کو اپنی طرف اور اس کے بدل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاسکے۔

۳:...... اور یتیموں کی دیوار کا بنادینا خیر محض تھا، جس میں شر کا ظاہری پہلو بھی نہیں تھا، نیز ان یتیموں کا سن بلوغ کو پہنچنا ارادۂ الٰہی کے تابع تھا، اس لئے یہاں خود بیچ میں سے نکل گئے اور اس کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف منسوب فرمایا: ’’فَاَرَادَ رَبُّکَ‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ دُوسرے نمبر پر شرکیہ جملہ نہیں بولا بلکہ شرکت کا جملہ بولا تاکہ شر اور خیر کو از خود تقسیم کرکے بظاہر شر کو اپنی طرف اور اس کے بدل کو جو خیر تھا، حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں، واللہ أعلم بأسرار کلامه!

فہرست

اتنا بڑی جنت کی حکمت

س......حدیث شریف میں ہے کہ سبحان اللہ والحمدللہ اور اللہ اکبر کہنے والے کے لئے جنت میں ہر کلمے کے عوض ایک پیڑ لگایا جاتا ہے، اس طرح بہت سے اعمال پر ایک محل عطا ہونے کی بشارت آئی ہے، انسان اپنی زندگی میں یہ کلمہ طیبہ لاکھوں کی تعداد میں کرتا ہے، تو ان لاکھوں محلات اور باغات کی اس کو کیا ضرورت ہوگی؟ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اگر آدمی فلاں عمل اپنی زندگی کے آخر تک کرتا رہے اور اس پر مرے تو اس کے لئے ایسا ایسا محل تیار کیا جائے گا؟

ج...... دوام کی قید نہیں بلکہ مطلق عمل پر یہ اجر ہے، رہا یہ کہ اتنے لاکھوں محلات کی کیا ضرورت؟ یہ "قیاس غائب علی الشاھد" ہے۔ یہ حدیث تو علم میں ہوگی کہ ادنیٰ جنتی کو آپ کی پوری دُنیا سے دس گنا زیادہ جنت عطا کی جائے گی۔ یہاں بھی آپ کا یہ سوال متوجہ ہوگا کہ اتنی بڑی جنت کو کیا کرے گا؟ بہرحال آخرت کے امور ہماری عقل و قیاس کے پیمانوں میں نہیں سما سکتے، "اعدت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر" حدیث قدسی ہے۔ ایک مرتبہ تبلیغی سفر میں ایک بزرگ فرمانے لگے کہ مولویو! یہ بتاؤ کہ اتنی بڑی جنت کو کوئی کیا کرے گا؟ پھر خود ہی فرمادیا کہ تمام اہل جنت ایک جنتی کی برادری ہے، کبھی آدمی کا جی چاہتا ہے کہ پوری برادری کی دعوت کرے، کیونکہ سب معزز مہمان ہیں اس لئے ہر فرد کے لئے ٹھہرنے کو الگ جگہ ہونی چاہئے، لہٰذا ایک جنتی کے پاس اتنی بڑی جنت ہونی چاہئے کہ یہ بیک وقت تمام اہل جنت کو مع ان کے حشم و خدم کے ٹھہرا سکے۔ (مشکوٰۃ ج:۲ ص:۲۹۵)

جنات کے لئے رسول

س......کہا جاتا ہے کہ انسانوں میں انسان ہی رسول ہوتا ہے اور یہ امر ربی ہے، جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت:۹۶،۹۵ میں فرمایا:

> ترجمہ:......"اور لوگوں کو کوئی چیز ایمان لانے سے مانع نہیں ہوئی، جب ان کے پاس ہدایت آئی، مگر یہ کہ انہوں نے کہا اللہ

فہرست

نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔"

اس آیت کی روشنی میں وضاحت فرمایئے کہ حدیث میں ایک جگہ ذکر آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ سے ملاقات کی تھی اور انہوں نے اسے جنوں کا گروہ قرار دیا تھا، کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے علاوہ جنوں کی طرف بھی رسول تھے، یا جنات کے لئے جن ہی رسول ہونا چاہئے؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے لئے بھی رسول تھے، قرآن کریم میں جنات کا بارگاہ عالی میں حاضر ہوکر قرآن کریم سننا اور ایمان لانا مذکورہ ہے (سورۃ احقاف) فرشتے کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات سے پاک ہیں اس لئے ان کو انسانوں کے لئے نبی نہیں بنایا گیا، جنات کے لئے انسانوں کو نبی بنایا گیا، جنات کے لئے جن کا رسول بنایا جانا منقول نہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دُنیا کے لئے بعثت

س...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں صدی عیسوی میں ساری دُنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے، "ساری دُنیا میں" براعظم امریکہ بھی شامل ہے مگر وہاں تک اسلام کی دعوت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اور اس کے بہت عرصہ بعد تک صوفیائے کرامؒ کے ذریعہ بھی نہیں پہنچی، تا آنکہ پندرہویں صدی میں امریکہ دریافت ہوا، ساتویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی عیسوی تک - آٹھ سو سال - امریکہ مکمل جہالت کی تاریکی میں ڈوبا رہا۔

امریکہ کے قدیم باشندے، جنہیں ریڈ انڈین کا نام دیا گیا، وہ مظاہر پرست ہی رہے، وہ حضرت نوح علیہ السلام کے کسی بیٹے کی اولاد ہیں؟ جیسا کہ ایشیائی اقوام کو سام کی، افریقی اقوام کو حام کی اور یورپی اقوام کو یافث کی اولاد تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت عقبہ بن نافعؓ نے جس وقت "بحرِ ظلمات" میں گھوڑا ڈال دیا اور زمین ختم

ہو جانے پر حسرت کا اظہار کیا تھا اس وقت بھی وہاں سے بہت دور امریکہ کی سرزمین موجود تھی۔ سوال یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اور صحابہ کرامؓ اور صوفیائے عظامؒ کی بصیرت سے امریکہ کیسے بچا رہا؟

ج…… جب معلوم دُنیا میں امریکہ کا وجود ہی کسی کو معلوم نہ تھا تو وہاں دعوت پہنچانے کا بھی کوئی مکلّف نہیں تھا، اور جب امریکہ دریافت ہوا تو وہاں دعوت بھی پہنچ گئی، جن امور کا آدمی مکلّف ہے اور جس پر اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی، آدمی کو ان امور میں غور کرنا چاہئے، اور جن امور کا وہ مکلّف ہی نہیں ان میں غور وفکر لایعنی اور بے مقصد ہے، جس کا کوئی نتیجہ نہیں، واللہ اعلم!

کیا قبرِ اَطہر کی مٹی عرش وکعبہ سے افضل ہے؟

س…… میرے پاس ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ’’تاریخ المدینۃ المنورہ‘‘ جس کے مؤلف جناب محمد عبدالمعبود ہیں، اور اس پر تقریظ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی والوں کی ہے، تقریظ کی تاریخ یکم فروری ۱۹۷۸ء ہے، مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بڑی تعریف فرمائی ہے، اور ایران سے آغا محمد حسین تسبیحی مدظلہم نے کتاب کو اس قدر پسند فرمایا کہ اس کا فارسی ترجمہ کرنے کی پیش کش فرمائی، مزید یہ کہ ولی زماں مفسر قرآن حضرت لاہوریؒ کے خلف الرشید حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت مجدہم کی تقریظات نے اس کی افادیت پر مہر تصدیق ثبت فرما کر اسے اور بھی چار چاند لگادئے ہیں۔ اس کتاب کی فہرست مضامین میں یہ ہے نمبر۱: مکہ معظّمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ؟ نمبر۲: مدینہ طیبہ کی مکہ معظّمہ پر فضیلت۔ نمبر۳: مدینہ طیبہ مکہ معظّمہ سے افضل ہے، اب اس کے متعلق تفصیل بڑی طویل ہے میں کوشش کروں گا کہ مختصر بیان کروں، لکھا ہے کہ:

> ’’امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام روئے زمین پر افضل مقامات اور بزرگ ترین شہروں میں مکہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ ہے زادھما اللہ تشریفًا وتعظیمًا۔ اب ان دو شہروں میں سے کس

کو دُوسرے پر فضیلت اور ترجیح دی جائے؟ تو اس میں علمائے کرام کے عقول و اذہان بھی متحیر ہیں بایں ہمہ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ زمین کا وہ خطہ اور متبرک حصہ جو رحمت للعالمین فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر اور اعضائے شریفہ سے مس کئے ہوئے ہیں وہ نہ صرف مکہ مکرّمہ بلکہ کعبۃ اللہ سے بھی افضل ہے، سمواتِ سبع تو کجا عرشِ عظیم سے بھی اس کی شان، بالا، اعلیٰ، برتر، اَرفع اور انتہائی بلند ہے۔“

آگے ایک حوالہ یہ بھی تحریر ہے کہ:

”امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابۂ کرام کی ایک جماعت اور حضرت مالک بن انسؒ اور اکثر علمائے مدینہ، مکہ مکرمہ پر مدینہ منورہ کو فضیلت دیتے ہیں، اسی طرح بعض علمائے کرام بھی مدینہ طیبہ کی فضیلت کے قائل ہیں، مگر وہ شہر مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ کے شہر پر تو فضیلت دیتے ہیں البتہ کعبۃ اللہ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور کعبہ معظّمہ کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں، لیکن یہ بات طے شدہ ہے اور اسی پر علمائے متقدین و متأخرین کا اتفاق ہے کہ قبر اطہر سید کائنات رحمت موجودات صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً اور بالعموم افضل و اکرم، انصب و ارفع ہے خواہ شہر مکہ مکرمہ ہو یا کعبۃ اللہ ہو یا عرش مجید ہو، اس کتاب میں حضرت علامۃ العصر الشیخ محمد یوسف بنوری مدظلہ نے معارف السنن جلد:۳ ص:۳۲۳ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع پر بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر اطہر، سات آسمانوں، عرش مجید اور کعبۃ اللہ سے افضل ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔“

میرے محترم بزرگ میں اس پر مکمل اتفاق کرتا ہوں اور یہ میرا ایمان ہے کہ اول

ذات اللہ کی ہے اس کے بعد کوئی افضل ذات ہے تو اللہ کے آخری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جو افضل و اعلیٰ ہے، باقی ساری چیزیں افضلیت میں کم ہیں، یہ سچ ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کی بڑی عظمت و افضلیت ہے اور عرش عظیم، لوح و قلم وغیرہ کی اپنی اپنی عظمت اور افضلیت ہے، اس کا کوئی بھی مسلمان انکار کرنہیں سکتا، اگر انکار کرے تو وہ مسلمان نہیں، لیکن پہلے اللہ اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میرے محترم بزرگ میرے دوستوں اور احبابوں میں سے بعض حضرات اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ اور عرش اعظم سے افضل ہو نہیں سکتا اور ایسی باتیں کہنا نہیں چاہئے، اور وہ قرآن کی ٹھوس دلیل چاہتے ہیں، تو لہٰذا میں بہت پریشان ہوں کس کو سچ مانوں اور کس کو غلط، میں حضرت والا سے نہایت ادب و احترام سے گزارش کرتا ہوں کہ قرآن کی دلیل اور احادیث کی روشنی میں تحریری جواب سے نوازیں کہ درست کیا ہے؟

ج…… جو مسئلہ اس کتاب میں ذکر کیا ہے وہ قریب قریب اہل علم کا اجماعی مسئلہ ہے، وجہ اس کی بالکل ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہیں، کوئی مخلوق بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ آدمی جس مٹی سے پیدا ہوتا ہے اسی میں دفن کیا جاتا ہے، لہٰذا جس پاک مٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کی تدفین ہوئی اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق ہوئے تو وہ پاک مٹی بھی تمام مخلوق سے افضل ہوئی۔

علاوہ ازیں زمین کے جن اجزاء کو افضل الرسل، افضل البشر، افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے وہ باقی تمام مخلوقات سے اس لئے بھی افضل ہیں کہ یہ شرف عظیم ان کے سوا کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔

آپ کا یہ ارشاد بالکل بجا اور برحق ہے کہ ”پہلے اللہ اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“ مگر زیر بحث مسئلے میں خدانخواستہ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقابل نہیں کیا جارہا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور دُوسری مخلوقات کے درمیان تقابل ہے، کعبہ ہو، عرش ہو، کرسی ہو، یہ سب مخلوق ہیں، اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں، اور قبر مبارک کی جسد اطہر سے لگی ہوئی مٹی اس اعتبار سے اشرف و افضل ہے کہ جسد اطہر سے ہم آغوش ہونے کی جو سعادت اسے حاصل ہے وہ نہ کعبہ کو حاصل ہے، نہ عرش و کرسی کو۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ ان چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور روضۂ مطہرہ کی مٹی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، اس لئے یہ چیزیں اس مٹی سے افضل ہونی چاہئیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پاک مٹی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملابست کی نسبت ہے، اور کعبہ اور عرش و کرسی کو حق تعالیٰ شانہ سے ملابست کا تعلق نہیں، کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے پاک ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ نکاح

س…… یکم فروری ۱۹۸۹ء کو "تفہیمِ دین" پروگرام میں ٹی وی پر جناب ریاض الحسن گیلانی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۱ نکاح کئے، جن میں ۱۳ ازواج کو قائم رکھا جبکہ ۸ کو طلاق دی۔ جہاں تک میرے ناقص علم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو ایک بُرا فعل ظاہر کیا ہے، جو مجبوراً دینے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ ہمارے علم میں کوئی طلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کو نہیں دی۔ برائے مہربانی اس کی حقیقتِ حال بیان کی جائے۔

ج…… ۲۱ عقد میرے علم میں نہیں، جہاں تک مجھے معلوم ہے دو عورتوں کو نکاح کے بعد آبادی سے پہلے ان کی خواہش پر طلاق دی تھی۔ میری کتاب "عہدِ نبوّت کے ماہ و سال" میں اس کی تفصیل ہے۔

معجزۂ شق القمر

س…… ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب جو مسجد کے امام بھی ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ شق قمر والا جو معجزہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا تھا وہ صحیح نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ثبوت ہے براہ کرم اس کے متعلق صحیح احادیث لکھ دیں تا کہ ان کی تسلی ہو۔

فہرست

ج……شق قمر کا معجزہ صحیح احادیث میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت حذیفہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

”انشق القمر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فرقتین، فرقة فوق الجبل وفرقة دونه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اشهدوا.“

(صحیح بخاری ج:۲ص:۷۲۱، صحیح مسلم ج:۲ص:۳۷۳، ترمذی ج:۲ص:۱۶۱)

ترجمہ:……”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دوٹکڑے ہوا، ایک ٹکڑا پہاڑ سے اُوپر تھا اور ایک پہاڑ سے نیچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ رہو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

”انشق القمر فی زمان النبی صلی الله علیه وسلم.“

(صحیح بخاری ج:۲ص:۷۲۱، صحیح مسلم ج:۲ص:۳۷۳، ترمذی ج:۲ص:۱۶۱)

ترجمہ:……”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دوٹکڑے ہوا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

”ان اهل مکة سألوا رسول الله علیه وسلم ان یریهم اٰیة فاراهم انشقاق القمر مرتین.“

(صحیح بخاری ج:۲ص:۷۲۲، صحیح مسلم ج:۲ص:۳۷۳، ترمذی ج:۲ص:۱۶۱)

ترجمہ:……”اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی معجزہ دکھائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاند کے دوٹکڑے ہونے کا معجزہ دکھایا۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے:

"انفلق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشهدوا." (صحیح مسلم ص:۳۷۳ ج:۲ ترمذی ص:۱۶۱ ج:۲)

ترجمہ:...... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو۔"

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

"انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى صار فرقتين على هذا الجبل وعلىٰ هذا الجبل، فقالوا سحرنا محمد، فقال بعضهم لان سحرنا فما يستطيع ان يسحر الناس كلهم." (ترمذی ج:۲ ص:۱۶۱)

ترجمہ:...... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا، یہاں تک کہ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا، اور ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر، مشرکین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادو کردیا، اس پر ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر اس نے ہم پر جادو کردیا ہے تو سارے لوگوں پر تو جادو نہیں کرسکتا (اس لئے باہر کے لوگوں سے معلوم کیا جائے چنانچہ انہوں نے باہر سے آنے والوں سے تحقیق کی تو انہوں نے بھی تصدیق کی)۔"

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ (ج:۳ ص:۱۱۹) میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نقل کی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج:۶ ص:۶۳۲) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

"قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ترین معجزات میں سے ہے، اور

اس کو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، علاوہ ازیں آیت کریمہ: ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ'' کا ظاہر و سیاق بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں کہ بعض اہل بدعت نے، جو مخالفین ملت کے مشابہ ہیں، اس کا انکار کیا ہے، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو اندھا کر دیا ہے، ورنہ عقل کو اس میں مجالِ انکار نہیں۔'' (نووی: شرح مسلم ج:۲ ص:۳۷۳)

عقیدہ صحیح ہو اور عمل نہ ہو

س...... عیدالفطر کے دن نمازِ عید کے موقع پر مقامی مولوی صاحب نے کچھ الفاظ کہے کہ کسی کے علم کو مت دیکھو، اس کے عمل کو مت دیکھو عقیدہ درست ہونا چاہئے، عقیدہ درست ہے تو عمل کے بغیر بھی جنت میں جائے گا۔ تو کیا ان کا کہنا درست ہے کہ عقیدہ درست ہونا چاہئے، علم پر عمل کی کوئی ضرورت نہیں؟

ج...... مولوی صاحب کی یہ بات تو صحیح ہے کہ اگر عقیدہ صحیح ہو اور عمل میں کوتاہی ہو تو کسی نہ کسی وقت نجات ہو جائے گی، اور اگر عقیدہ خراب ہو اور اس میں کفر و شرک کی ملاوٹ ہو تو بخشش نہیں ہوگی، لیکن علم اور عمل کو غیرضروری کہنا خود عقیدے کی خرابی ہے اور یہ قطعاً غلط ہے اس سے مولوی صاحب کو توبہ کرنی چاہئے۔

تمام علماء کو بُرا کہنا

س...... ایک دن باتوں باتوں میں ایک صاحب کے ساتھ تلخ کلامی ہوگئی، وہ اس طرح کہ وہ صاحب کہنے لگے کہ ایک اسلامی ملک پاکستان سے مال نہیں منگواتا، اس لئے کہ پاکستانی مال میں بہت کچھ فراڈ اور دھوکا اور ملاوٹ کرتے ہیں تو اس لئے وہ پاکستان سے مال نہیں منگواتے، اور اس پر علماء لوگ کچھ نہیں کہتے، پھر کہنے لگے کہ یہ کیسے علماء ہیں کہ ایک دن اخبار میں کوئی خبر آتی ہے ''علماء کا متفقہ فیصلہ'' پھر دُوسرے دن اس علماء کے متفقہ فیصلے کی تردید آجاتی ہے کہ یہ فیصلہ غلط ہے، تو کہنے لگا کہ یہ کیسے علماء ہیں کہ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ،

اور پھر کہنے لگا کہ یہ سب کچھ پیٹ کے مسئلے ہیں، کھاتے پیتے ہیں عیش کرتے ہیں، اور لوگوں سے پیسہ بٹورتے ہیں، میں نے کہا کہ آپ سب علماء کا لفظ مت استعمال کیجئے، اگر آپ کو کسی سے کوئی شکایت ہے تو اس کا نام لے کر شکایت کریں بغیر نام لئے سب علماء کو برا بھلا کہنا ایمان کے ناقص ہونے کی علامت معلوم ہوتی ہے، براہ کرم اس مسئلے پر روشنی ڈالئے کہ ان کا اس طرح سب علماء کو برا کہنا صحیح ہے؟

ج…… علماء کی جماعت میں بھی کمزوریاں ہوسکتی ہیں، اور بعض عالم کہلانے والے غلط کار بھی ہوسکتے ہیں لیکن بیک لفظ تمام علماء کو برا بھلا کہنا غلط ہے، اور اس سے ایمان کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

یہ الفاظ کلمۂ کفر ہیں

س…… میں نے ایک دن ایک شخص سے یہ کہا کہ چلو ہمارے مولوی صاحب سے مسئلے مسائل پوچھتے ہیں، اگر وہ غلط ہوگا تو ہم بھی اسے چھوڑ دیں گے، اور اس کی بات نہیں سنا کریں گے، تو اس نے جواب میں کہا کہ میں اس کے پاس قطعاً نہیں جاؤں گا چاہے کچھ بھی ہوجائے، اور اس کو نہیں مانوں گا چاہے میری گردن بھی کٹ جائے، میں نے پھر اصرار کیا کہ بات پوچھنے میں کیا حرج ہے، وہ انکار کرتا رہا اور میں اصرار کرتا رہا، حتیٰ کہ اس نے کہا کہ اگر خدا بھی آکر کہہ دے کہ اس مولوی صاحب کو صحیح مانو اور اس کی بات سنو تو بھی میں نہیں مانوں گا، اور نہ بات سنوں گا، جواب طلب بات یہ ہے کہ اس کہنے سے اس کے ایمان و اسلام اور اعمال پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

ج…… اس شخص کے یہ الفاظ کہ ''اگر خدا بھی آکر کہہ دے…'' کلمۂ کفر ہیں، اس کو ان الفاظ سے توبہ کرنی چاہئے اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے، واللہ اعلم!

مسلوبُ الاختیار پر کفر کا فتویٰ

س…… مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک عقیدت مند کا بیان رسالہ ''الامداد'' ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں یوں لکھا ہے کہ:

''اور سوگیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہئے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل میں تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے...... اتنے میں بندہ بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا...... لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجاوے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دُوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ ''اللّٰھم صل علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی'' حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دُوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا۔''

کتاب ''عباراتِ اکابر'' مصنفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ اور کتاب ''سیف یمانی'' مصنفہ مولانا منظور نعمانی مدظلہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ خواب کی بات تو کسی درجے میں بھی قابلِ اعتبار نہیں، خواب کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کفر و ارتداد، نہ نکاح، نہ طلاق اس لئے حالتِ خواب میں جو کلمہ کفریہ صاحبِ واقعہ کی زبان سے سرزد ہوا تو اس کی وجہ سے نہ اس کو کافر کہا جاسکتا ہے، نہ مرتد، کیونکہ وہ شخص اس وقت حسبِ ارشادِ نبوی: ''مرفوع القلم'' تھا اور حالتِ بیداری میں صاحبِ واقعہ کی بے اختیاری اور مجبوری جس کا وہ عذر بیان کرتا ہے وہ ازروئے قرآن و حدیث و فقہ ''خطا'' میں داخل ہے۔ اس لئے حالتِ بیداری میں جو درود پاک میں اس سے محمد کی جگہ اشرف علی نکلا وہ خطا کے طور پر نکلا اور شریعت میں جس سے ''خطأً'' کلمۂ کفریہ سرزد ہوجائے تو اس پر مواخذہ نہیں اور وہ کسی کے

نزدیک کافر نہ ہوگا۔

لیکن ہمارے ہاں شہر کھپرو میں فریق مخالف کے ایک مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں اس جواب کا یہ "جواب" دیا کہ:

"یہ خطا کا بہانہ بیکار ہے جس کی کئی وجوہ ہیں:

اولاً اس لئے کہ "خطا" لاشعوری میں ہوتی ہے، خطا کرنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس نے کیا کہہ دیا اور یہاں پر وہ کہتا ہے کہ اس کو شعور ہے اور وہ اس کو غلطی بھی سمجھ رہا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہتا ہے جان بوجھ کر کہتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ "خطا" لمحہ دو لمحہ رہتی ہے سارا دن خطا نہیں رہتی اور یہاں پر اس کی زبان سے دن بھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کلمہ اور درود میں نہ آیا اور وہ اسی کلمہ کفر کی تکرار کرتا رہا، خطا کی یہ شان نہیں ہوتی۔

ثالثاً یہ کہ اگر خطا پر مواخذہ نہیں تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کلمات کفریہ بکنے والے کا دعویٰ خطا بہر حال مقبول ہے۔ شفا قاضی عیاضؒ میں ہے "**لایعذر احد فی الکفر بالجھالۃ ولا بدعوی زلل اللسان**" ص:۲۸۵ یعنی کفر میں نادانی و جہالت اور زبان بھکنے کا دعویٰ کرنے سے کوئی شخص معذور نہیں سمجھا جاتا، اور فقہ کی کتابوں "بزازیہ" اور "ردالمحتار" میں تصریح ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ کفریہ بکے اور پھر خطا اور زبان کے بہک جانے کا دعویٰ اور عذر کرے تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے، اس لئے واقعہ مذکورہ میں اس کا دعویٰ خطاً قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ اس کلمہ کفریہ بکنے کی وجہ سے کافر ہوگیا اور چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ "اس واقع میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ

بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔'' پس چونکہ مولوی اشرف علی تھانوی اس شخص کے کفر پر راضی رہے اور کسی قسم کا انکار نہیں کیا لہٰذا خود بھی کافر ہوگئے کیونکہ رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

رابعاً یہ کہ خود دیو بندیوں کے مولوی محمد انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب ''اکفار الملحدین'' ص:۳۷ میں تحریر کیا ہے کہ (ترجمہ) علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۶ پر تحریر ہے کہ ''کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد و نیت پر نہیں۔''

اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ پر تحریر ہے کہ ''لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا اور تاویل فاسد کفر کی طرح ہے۔'' ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز کلمات کہنا کفر ہے اور اس بارے میں قائل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر الفاظ عرف و محاورہ میں صریح توہین آمیز ہیں تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا اور اس میں کوئی تاویل قبول نہ ہوگی۔ اگر باوجود صراحت کے کوئی تاویل کرے گا تو وہ تاویل فاسد ہوگی اور تاویل فاسد بمنزلہ کفر ہے۔ اور یہاں پر حالت بیداری میں صاحب واقعہ نے زبان سے صراحۃً درود شریف میں اشرف علی نکالا لہٰذا اس میں کوئی تاویل قبول نہیں کی جائے گی، خامساً یہ کہ اگر یہی واقعہ واقعہ طلاق پر قیاس کیا جائے تو طلاق واقع ہوگی؟ یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی اور بعد میں خطا کا عذر کرے اور کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان میرے قابو میں نہیں تھی تو کیا اس شخص کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی اور ضرور ہوگی تو عجیب بات ہے کہ طلاق واقع ہونے

میں تو یہ عذر مقبول نہ ہو اور مولوی اشرف علی کو اپنا نبی اور رسول اللہ کہنے میں عذر مقبول ہوجائے۔“

اب ہمیں ازروئے قرآن وحدیث وفقہ مندرجہ ذیل امور کی تفصیل مطلوب ہے:

۱:...... ازروئے قرآن وحدیث وفقہ اسلامی ”خطا“ کی صحیح تعریف کیا ہے؟ نیز یہ کہ کیا ”خطا“ ہر حال میں لاشعوری میں ہوتی ہے یا خطا کرنے والے کو کبھی شعور بھی ہوتا ہے؟

۲:...... کیا واقعہ مذکورہ میں باوجود شعور کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ اشرف علی نکل جانا اس کی ”خطا“ تھی؟ اور کیا ”خطا“ لمحہ دو لمحہ رہتی ہے یا عرصہ تک بھی رہ سکتی ہے؟

۳:...... جو شخص اپنی زبان سے کلمہ کفریہ بکے اور پھر یہ کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان میرے قابو میں نہیں تھی اور مجھ سے خطا سرزد ہوئی تو کیا شریعت اسلامیہ میں اس کا یہ دعویٰ بے اختیاری وخطا کا مقبول ہے؟ مقبول ہونے کی صورت میں صاحبِ شفا قاضی عیاضؒ کی مندرجہ بالا عبارت جو معترض نے پیش کی ہے اور ”بزازیہ“ اور ”ردالمحتار“ کی مندرجہ بالا عبارتوں کی توجیہ ومطلب کیا ہے؟

۴:...... اگر شریعت اسلامیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے معاملے میں کسی کی نادانی وجہالت، زبان کا بہکنا، بے قابو ہوجانا، کسی قلق اور نشہ کی وجہ سے لاچار ومضطر ہوجانا، قلّتِ نگہداشت یا بے پرواہی اور بے باکی یا قصد ونیت وارادۂ گستاخی نہ ہونا وغیرہ کے اعذار مقبول نہیں اور صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا واقعہ کی صحیح توجیہ کیا ہے؟

۵:...... اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو صریح الفاظ میں طلاق دے اور پھر کہے کہ میں بے اختیار تھا، مجبور تھا، میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، خطأً میری زبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے تو کیا اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی اور ضرور ہوگی تو طلاق واقع ہونے میں یہ عذر مقبول نہ ہو اور الفاظ کفریہ صراحۃً زبان سے نکالنے کے بعد ”خطا“ اور زلل لسانی کا عذر مقبول ہو تو دونوں واقعات میں وجۂ فرق کیا ہے؟ اور اگر الفاظ کفریہ نکالنے کے بعد ”خطا“ کا عذر مقبول نہ ہو تو پھر بتایا جائے کہ صاحب واقعہ جس نے بحالت بیداری شعور کی

حالت میں اور یہ محسوس کرتے ہوئے بھی کہ میں درود پاک غلط پڑھ رہا ہوں کافر ہے یا نہیں؟

ج...... حدیث شریف میں اس شخص کا واقعہ مذکور ہے جس کی سواری گم ہوگئی تھی، اور وہ مرنے کے ارادے سے درخت کے نیچے لیٹ گیا، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس کی سواری بمع زاد و توشہ کے موجود ہے، بے اختیار اس کے منہ سے نکلا "اللّٰھم انت عبدی وانا ربک!" (یا اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا ربّ!)۔

یہ کلمۂ کفر ہے، مگر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ فرمایا: "خطأ من شدة الفرح" شدّتِ مسرت کی وجہ سے اس کی زبان چوک گئی۔ آپ کے مولوی صاحب اس شخص کے بارے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟ اور قرآن کریم میں ہے: "اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ" "لاچاری کی حالت میں کلمۂ کفر زبان سے ادا کرنے پر جبکہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔" اللہ تعالیٰ نے ایمان کا فتویٰ دیا ہے کفر کا نہیں، جو عبارتیں ان صاحب نے نقل کی ہیں ان کا زیرِ بحث واقعہ سے تعلق ہی نہیں۔ ایک شخص اپنے شیخ سے اپنی غیر اختیاری حالت ذکر کرتا ہے اگر اس کے دل میں کفر ہوتا یا زبان سے اختیاری طور پر اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہوتا تو وہ اپنے شیخ سے اس کا اظہار ہی کیوں کرتا؟ جو شخص کسی وجہ سے مسلوب الاختیار ہو اس پر شریعتِ اسلامی تو کفر کا فتویٰ نہیں دیتی، "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا." نصِ قرآنی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مسلوب الاختیار پر کفر کا فتویٰ کس شریعت میں دیا گیا ہے؟ رہا یہ کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسلوب الاختیار ہے اس کا دعویٰ مسموع ہوگا یا نہیں؟ اگر کسی کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ مسلوب الاختیار تھا یا نہیں، وہ کوئی کلمہ کفر بکتا ہے، یا طلاق دیتا ہے اور بعد میں جب پکڑا جاتا ہے تو مسلوب الاختیار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو چونکہ یہ دعویٰ خلافِ ظاہر ہے اس لئے نہیں سنا جائے گا۔ جو عبارتیں مولوی صاحب نے نقل کی ہیں ان کا یہی محمل ہے، لیکن ما نحن فیہ (مسئلۂ زیرِ بحث) کا اس صورت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس کے الفاظ اس سے پہلے کسی نے نہیں سنے تھے، اس نے از خود اپنے شیخؒ سے ان الفاظ کو ذکر کر کے اپنا مسلوب الاختیار ہونا ذکر کیا، بہرکیف صاحبِ واقعہ تو اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں

اور میں قرآن وحدیثِ صحیح کے حوالہ سے ذکر کرچکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں کرتے۔ اس مولوی صاحب کو اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے پر اعتماد نہیں، اور وہ ایک ایسے شخص کے بارے میں کفر کا فتویٰ صادر کرتا ہے تو اس سے کہا جائے کہ اِن شاء اللہ آپ بھی بارگاہ ربّ العالمین میں پیش ہونے والے ہیں، وہاں تمام اُمور کی عدالت ہوگی، آپ کا مقدمہ بھی زیرِ بحث آئے گا، اپنے تمام فتوے اس دن کے لئے رکھ چھوڑیں، ہم بھی دیکھیں گے کہ کون جیتتا ہے، کون ہارتا ہے؟ اللہ تعالیٰ دلوں کے مرض سے نجات عطا فرمائیں۔ بالکل یہی سوال چند دن پہلے بھی آیا تھا اس کا جواب دُوسرے انداز سے لکھ چکا ہوں، اور وہ یہ ہے:

الزامی جواب تو یہ ہے کہ تذکرۃ الاولیاء وغیرہ میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک شخص حضرت شبلیؒ کے پاس بیعت کے لئے آیا، حضرتؒ نے پوچھا کہ کلمہ کس طرح پڑھتے ہو اس نے کہا ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' فرمایا اس طرح پڑھو ''شبلی رسول اللہ'' اس نے بلاتکلف پڑھ دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ شبلی کون ہوتا ہے؟ میں تو تمہارا امتحان کرنا چاہتا تھا۔ فرمائیے! حضرت شبلیؒ اور ان کے مرید کے بارے میں کیا حکم ہے...؟

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ صاحبِ واقعہ کا قصد صحیح کلمہ پڑھنے کا تھا جیسا کہ پورے واقعہ سے ظاہر ہے، گویا عقیدہ جو دل کا فعل ہے وہ صحیح تھا البتہ زبان سے دُوسرے الفاظ سرزد ہو رہے تھے اور وہ ان الفاظ کو کفریہ سمجھ کر ان سے توبہ کر رہا ہے، اور کوشش کر رہا ہے کہ صحیح الفاظ ادا ہوں، مگر زبان سے دُوسرے الفاظ نکل رہے ہیں وہ ان پر رو رہا ہے، گریہ وزاری کر رہا ہے اور جب تک یہ حالت فرو نہیں ہوتی وہ اس اضطراب میں مبتلا ہے۔ اور جب غیراختیاری حالت جاتی رہتی ہے تو وہ اس کی اطلاع اپنے شیخ کو دیتا ہے تاکہ اگر اس غیراختیاری واقعہ کا کوئی کفارہ ہو تو ادا کرسکے۔ اس پورے واقعہ کو سامنے رکھ کر اس کو کلمہ کفر کون کہہ سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے کسی کو غیراختیاری حالت پر مؤاخذہ کرنے کا بھی اعلان فرمایا ہے؟ اگر ہے تو وہ کونسی آیت ہے؟ یا حدیث ہے...؟

ا:...... مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ خطا کا بہانہ بے کار ہے بجا ہے، مگر جو شخص

فہرست

مسلوب الاختیار ہوگیا اس کے بارے میں بھی یہی فتویٰ ہے؟ اگر ہے تو کس کتاب میں؟ "اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ" میں قرآن کا فتویٰ تو اس کے خلاف ہے۔

۲:...... بجا ہے کہ خطا فوری ہوتی ہے، لیکن مسلوب الاختیار ہونا تو اختیاری چیز نہیں کہ اس کے لئے وقت کی تحدید کی جاسکے، اگر ایک آدمی سارا دن مسلوب الاختیار رہتا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے...؟

۳:...... اس نے باختیارِ خود کلمہ کفر بکا ہی کہاں ہے؟ نہ وہ اس کا دعویٰ کرتا ہے، بلکہ وہ تو مسلوب الاختیار ہونے کی بات کرتا ہے، شفا قاضی عیاضؒ کی عبارت کا محمل کیا مسلوب الاختیار ہے؟ نہیں بلکہ قصداً کلمۂ کفر بکنے کے بعد تاویل کرنے والا اس کا مصداق ہے۔

۴:...... جہالت کا، نادانی کا، زبان بہک جانے وغیرہ کا جو حوالہ درمختار اور ردمحتار سے دیا ہے وہ تو اس صورت میں ہے کہ قاضی کے پاس کسی شخص کی شکایت کی گئی، قاضی نے اس سے دریافت کیا، اس نے یہ عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ گستاخی ہے، یا یہ کہ زبان بہک گئی تھی، یا یہ کہ میں مدہوش تھا، اور اس کے اس دعویٰ کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو قاضی اس کے ان اعذارِ باردہ کو نہیں سنے گا، بلکہ اسے سرزنش کرے گا (نہ کہ اس پر سزائے ارتداد جاری کرے گا)۔

جب زیرِ بحث مسئلے میں نہ کسی نے قاضی کے پاس شکایت کی، نہ اس نے اپنے جرم کی تاویل کی، صاحبِ واقعہ پر جو واقعہ غیراختیاری گزرا تھا اور جس میں وہ یکسر مسلوب الاختیار تھا اس کو وہ اپنے شیخ کے سامنے پیش کرتا ہے، فرمائیے مسئلہ قضا سے اس کا کیا تعلق؟

۵:...... زیرِ بحث واقعہ کا تعلق صرف اس کی ذات سے فیمابینہ وبین اللہ ہے، اور طلاق کے الفاظ ایک معاملہ ہے جس کا تعلق زوجہ سے ہے، زوجہ نے اس کی زبان سے طلاق کے الفاظ سنے چونکہ معاملات کا تعلق ظاہری الفاظ سے ہے اس لئے زوجہ اس کی بات کو قبول نہیں کرتی، اور عدالت بھی نہیں کرے گی، لیکن اگر واقعتاً وہ مسلوب الاختیار تھا تو فیمابینہ وبین اللہ طلاق نہیں ہوگی۔ چنانچہ اگر عورت اس کی کیفیت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے مسلوب الاختیار ہونے کو تسلیم کرتی ہے تو فتویٰ یہی دیں گے کہ فیمابینہ وبین اللہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

۶:.....حضرت کشمیریؒ کا حوالہ بجا ہے، مگر یہاں کفر ہی نہیں تھا رضا بالکفر کا کیا سوال...؟

قضا اور دیانت میں فرق

س...... جناب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحبِ واقعہ مسلوب الاختیار تھا اور جو شخص کسی وجہ سے مسلوب الاختیار ہو جائے تو شریعتِ اسلامی اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتی، لیکن جناب کے اس جواب پر کہ ''وہ صاحب مسلوب الاختیار تھا'' کچھ شبہات تحریر کرتا ہوں جو کہ ''فتاویٰ خلیلیہ'' میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مدرّسِ اوّل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے اسی واقعہ کے متعلق تحریر کئے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریر میں بہت وقت صرف ہوتا ہے پھر آپ جیسے مصروف شخص کے لئے تو اور بھی مشکل ہے لیکن اگر ان شبہات کی مفصل تحقیق ہو جائے تو جناب کی تحریر اِن شاء اللہ ہزاروں لوگوں کے لئے، جو اکابرین علمائے دیوبند کثر اللہ سوادہم سے بغض و کینہ رکھتے ہیں رُشد و ہدایت کا ذریعہ بن سکتی ہے، شبہات مندرجہ ذیل ہیں:

شبہ اوّل: یہ ہے کہ اس کا یہ دعویٰ کہ ''میں بے اختیار ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے۔'' اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب من جملہ ان اسباب عامہ کے ہو کہ جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں مثلاً جنون، سکر اکراہ حالت موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سالب اختیار سے ہو، کیونکہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے۔

شبہ دوئم: یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا سبب ہے بھی تو وہ مولاناؒ کی محبت کا غلبہ ہے اور غلبۂ محبت سوالب اختیار میں سے نہیں ہے، غلبۂ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے ممنوع فرمایا ہے: ''لا تطرونی کما اطرت الیھود والنصاریٰ ولکن قولوا عبداللہ ورسولہ.'' اور اگر غلبۂ محبت اور اس کا سبب سالب

اختیار ہوتا تو ''نہی عن الاطراء'' متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا ''نہی عن الاطراء'' خود دال ہے کہ غلبۂ محبت سالب اختیار نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ''اطراء'' سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہی فرمارہے ہیں لہٰذا شرعاً اس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔

شبہ سوئم: یہ ہے کہ یہ شخص اگر اس کی زبان بوقتِ تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کرسکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا۔ لہٰذا ایسی حالت میں اس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شامیؒ نے حاشیہ ردالمحتار باب المرتد میں لکھا ہے:

''وقوله لايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه علىٰ محمل حسن ظاهره انه لايفتى من حيث استحقاقه للقتل ولامن حيث الحكم ببينونة زوجته وقد يقال المراد الاول فقط لان تاويل كلامه للتباعد عن قتل المسلم بان يكون قصد ذالك التاويل وهذا لاينافى معاملته بظاهر كلامه فيما هو حق العبد وهو طلاق الزوجة بدليل ماصرحوا به من انه اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرىٰ علىٰ لسانه كلمة الكفر خطاء بلا قصد لا يصدقه القاضى وان كان لا يكفر فيما بينه وبين ربه تعالىٰ فتامل ذالك.''

اور علامہ شامیؒ دُوسری جگہ باب المرتد میں لکھتے ہیں:

''وفى البحر عن الجامع الصغير اذا اطلق الرجل كلمة الكفر عمدًا لكنه لم يعتقد الكفر قال بعض اصحابنا لايكفر لان الكفر يتعلق بالضمير على الكفر وقال بعضهم يكفر وهو الصحيح عندى لانه استخف بدينه.''

علاوہ ازیں آپ نے صاحبِ واقعہ کی ''مسلوب الاختیاری'' کے ثبوت میں قرآن مقدس کی جو آیت مبارکہ پیش کی ہے یہ آیت مبارکہ تو صاف طور پر مکرہ کے لئے ہے اور صاحبِ واقعہ ظاہر ہے کہ مکرہ نہیں تھا ''اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ''۔

ج...... آپ حضرات کے پہلے گرامی نامہ کا جواب اپنی ناقص عقل و فہم کے مطابق میں نے قلم برداشتہ لکھ دیا تھا، میرا مزاج ردوکد کا نہیں ہے اس لئے جو شخص میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوتا اس کو لکھ دیتا ہوں کہ اپنی تحقیق پر عمل کرے، اس لئے آپ حضرات نے دوبارہ اس کے بارے میں سوال بھیجے تو میں نے بغیر جواب کے ان کو واپس کر دیا، لیکن آپ حضرات نے یہی سوالات پھر بھیج دیئے، اور بضد ہیں کہ میں جواب دوں اس لئے آپ کے اصرار پر ایک بار پھر لکھ رہا ہوں، اگر شفا نہ ہو تو آئندہ کسی اور سے رجوع فرمائیں اس ناکارہ کو معذور سمجھیں۔

ا:...... حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ اس ناکارہ کے شیخ الشیخ ہیں۔ اور میرے لئے سند اور حجت ہیں۔

۲:...... حضرتؒ نے اس نکتہ پر گفتگو فرمائی کہ آیا قضاءً اس شخص کو مسلوب الاختیار تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ حضرتؒ نے خود بھی تحریر فرمایا ہے کہ فیما بینہ وبین اللہ نہ اس شخص پر ارتداد کا حکم کیا جاسکتا ہے اور نہ تجدید ایمان و نکاح کا اور قضا کا مسئلہ میں پہلے صاف کر چکا ہوں اس کا اقتباس پھر پڑھ لیجئے:

> ''...... جہالت کا، نادانی کا، زبان بہک جانے وغیرہ کا جو حوالہ درمختار اور ردمحتار سے دیا ہے وہ تو اس صورت میں ہے کہ قاضی کے پاس کسی شخص کی شکایت کی گئی، قاضی نے اس سے دریافت کیا، اس نے یہ عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ گستاخی ہے، یا یہ کہ زبان بہک گئی تھی، یا یہ کہ میں مدہوش تھا، اور اس کے اس دعویٰ کے سوا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو قاضی اس کے ان اعذار باردہ کو نہیں سنے گا، بلکہ اس کو سرزنش کرے گا (نہ کہ اس پر سزائے ارتداد

جاری کرے گا)۔

جب زیرِ بحث مسئلے میں نہ کسی نے قاضی کے پاس شکایت کی، نہ اس نے اپنے جرم کی تاویل کی، صاحب واقعہ پر جو واقعہ غیر اختیاری گزرا تھا اور جس میں وہ ایک مسلوب الاختیار تھا اس کو وہ اپنے شیخ کے سامنے پیش کرتا ہے فرمایئے مسئلہ قضا سے اس کا کیا تعلق؟''

پس جب حضرت خود تصریح فرماتے ہیں کہ فیما بینہ وبین اللہ اس پر نہ ارتداد کا حکم ہوسکتا ہے، نہ تجدید ایمان ونکاح کا، اور یہ قضیہ کسی عدالت میں پیش نہیں ہوا کہ اس پر گفتگو کی جائے کہ قضاءً اس کا کیا حکم ہے؟ تو اس پر بحث کرنے کا نتیجہ کیا ہوا؟

۳:...... یہیں سے ان تینوں شبہات کا جواب نکل آتا ہے جو آپ نے فتاویٰ خلیلیہ کے حوالے سے کئے ہیں:

اوّل:...... بجا ہے کہ اسباب عامہ سالبۃ الاختیار میں سے بظاہر کوئی چیز نہیں پائی گئی، لیکن سالکین کو بعض اوقات ایسے احوال پیش آتے ہیں، جن کا ادراک صاحب حال کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتا، قاضی تو بے شک احوال عامہ ہی کو دیکھے گا، لیکن شیخ، صاحب حال کے اس حال سے صرف نظر نہیں کرسکتا جو سالک کو پیش آیا ہے، اگر وہ مرید کے خاص حال پر نظر نہیں کرتا تو وہ شیخ نہیں بلکہ اناڑی ہے۔ صاحب فتاویٰ خلیلیہ کی بحث تو قضاءً ہے لیکن سلوکی احوال قضا کے دائرہ میں آتے ہی نہیں۔

دوم:...... ''غلبۂ محبت اطراء میں داخل ہے جو بنص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ممنوع ہے'' بالکل صحیح ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ غلبۂ محبت قصد واختیار سے ہو، اور اگر غلبۂ محبت سے ایسی اضطراری کیفیت پیدا ہوجائے کہ زمام اختیار قبضۂ قدرت سے چھوٹ جائے تو اس پر اطراء ممنوع کے احکام جاری نہیں ہوں گے، بلکہ سکر و مدہوشی کے احکام جاری ہوں گے، اولیاء اللہ کی ہزاروں شطحیات کی توجیہ آخر اس کے سوا کیا ہے؟

سوم:...... ''جب یہ جانتا تھا کہ زبان قابو میں نہیں تو اس نے سکوت اختیار کیوں

فہرست

نہ کیا، تکلم بکلمة الکفر کیوں کیا؟'' جوالفاظ اس نے ادا کرلئے تھے ان کے بارے میں تو جانتا تھا کہ زبان کے بے قابو ہونے کی وجہ سے اس نے کلمہ کفر بک دیا، لیکن اس نے سکوت اختیار کرنے کے بجائے صحیح الفاظ کہنے کی کوشش دو وجہ سے کی، ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے، جس سے گزشتہ الفاظ کی تلافی ہوجائے گی، دُوسرے یہ کہ اس کو یہ غم کھائے جارہا تھا کہ اگر اسی لمحہ اس کی موت واقع ہوگئی تو نعوذ باللہ کلمۂ کفر پر خاتمہ ہوا۔ اس لئے وہ کوشش کررہا تھا کہ زبان سے صحیح الفاظ نکلیں، تاکہ گزشتہ الفاظ کی اصلاح بھی ہوجائے اور سوءِ خاتمہ کے اندیشہ سے نجات بھی مل جائے۔

الغرض یہ تین شبہات جو آپ نے نقل کئے ہیں وہ باب قضا سے ہیں، اور بادنیٰ تامل ان شبہات کو رفع کیا جاسکتا ہے۔

۴:...... رہا یہ کہ صاحب واقعہ تو مکرہ نہیں تھا پھر میں نے آیت شریفہ ''اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ.'' کیوں پڑھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مکرہ میں سلب اختیار نہیں ہوتا، بلکہ سلب رضا ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے تصریح فرمائی ہے، اور اسی بنا پر حنفیہؒ کے نزدیک مکرہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جب کہ صاحب واقعہ مسلوب الاختیار ہے۔ تو آیت شریفہ سے استدلال بطور دلالت النص کے ہے، یعنی جب اکراہ کی حالت میں شرط ''قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ.'' تکلم بہ کلمۂ کفر پر مؤاخذہ نہیں تو جس شخص کی حالت مسلوب الاختیار کی ہو اس پر بدرجۂ اولیٰ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

۵:...... ہمارے بریلوی بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کے رفع درجات کے لئے تجویز فرما رکھا ہے۔ اس لئے ان حضرات کے طرزِ عمل سے نہ ہمارے اکابر کا نقصان ہے، نہ سوائے اذیت کے ہمارا کچھ بگڑتا ہے۔ قرآنِ کریم نے اخیار تک کے بارے میں فرمایا تھا: ''لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ اِلَّا اَذًی'' لیکن اپنے بریلوی دوستوں کی خیرخواہی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ:

۱:...... جن صاحب کے بارے میں گفتگو ہے مدت ہوئی کہ وہ اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں، اور اس احکم الحاکمین نے جو ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف ہیں، ان صاحب

فہرست

کے بارے میں فیصلہ کردیا ہوگا، فیصلہ خداوندی کے بعد آپ حضرات کی بحث عبث ہے، اور عبث اور لایعنی میں مشغول ہونا مؤمن کی شان سے بعید ہے۔

۲:......تمام عدالتوں میں مدعا علیہ کی موت کے بعد مقدمہ داخل دفتر کردیا جاتا ہے، مرحوم کے انتقال کے بعد نہ آپ اس کو تجدید ایمان کا مشورہ دے سکتے ہیں نہ تجدید نکاح کا، یہ مشورہ اگر دیا جاسکتا تھا تو مرحوم کی زندگی میں دیا جاسکتا تھا۔

۳:......اگر آپ ان صاحب کے کفر کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کا فیصلہ فرمایا ہو تو آپ کا فتویٰ فیصلہ خداوندی کے خلاف ہوا، خود فرمایئے کہ اس میں نقصان کس کا ہوا؟

۴:......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

"لاتسبوا الأموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا" (مردوں کو برا بھلا نہ کہو! کیوں کہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا اس کو پاچکے ہیں)۔

آپ حضرات ایک قصہ پارینہ کو اچھال کر ارشادِ نبوی کی مخالفت بھی مول لے رہے ہیں، جس مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ ترین عدالت میں فیصل ہوچکا ہے۔ رجم بالغیب کے ذریعہ اس فیصلہ کی مخالفت کا خدشہ بھی سر لے رہے ہیں، عقل و انصاف کے تقاضوں کو بھی پس پشت ڈال رہے ہیں، اور لایعنی کے ارتکاب میں بھی مشغول ہیں۔

ان وجوہ سے میرا خیرخواہانہ مشورہ ہے کہ آپ دیوبندیوں کی ضد میں اپنے لئے یہ خطرات نہ سمیٹیں، بحث و تکرار ہی کا شوق ہے تو اس کے لئے بیسیوں موضوع دستیاب ہیں۔

وللہ الحمد أوّلًا و اٰخرًا!

مراد ما نصیحت بود و کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

کیا شیعہ اسلامی فرقہ ہے؟

س......آپ کی تألیف کردہ کتاب "اختلاف امت اور صراط مستقیم" کی دونوں جلدوں کا مکمل

فہرست

مطالعہ کیا کتاب بہت ہی پسند آئی اور یہاں ریاض شہر میں اکثریت چونکہ حنابلہ کی ہے جوکہ آمین بالجہر، رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام سب کچھ کرتے ہیں مگر اس کتاب کے مطالعہ سے میں اپنے مذہب حنفیہ میں مزید پختہ ہوگیا ہوں اور چونکہ پاکستان میں بھی میرا تعلق قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی جیسے علماء کے ساتھ رہا ہے اور ان سے بحمداللہ بیعت کا سلسلہ بھی ہے اور انہوں نے اہلِ سنت والجماعت کا صحیح معنوں میں جو راستہ ہے وہ ہمیں بتایا اور مذہبِ شیعہ سے بھی کافی واقفیت ہے کیونکہ حضرت قاضی صاحب نے روافض کے تقریباً ہر عقیدہ پر کتاب لکھی ہے اور آپ نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر شیعہ عقیدہ صحیح ہے تو اسلام معاذ اللہ غلط ہے اور اگر اسلام حق ہے تو شیعہ مذہب کے غلط اور باطل ہونے میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہونا چاہئے، جس کا مطلب یہی ہے کہ شیعہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اسلام کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ اب میں آتا ہوں اپنی مقصودی بات کی طرف کہ شیعہ پکے کافر اور زندیق ہیں تو پھر ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کرنا میرے ذہن کے مطابق درست نہیں ہے جس طرح کہ آپ نے کتاب کے نام کے نیچے لکھا ہے کہ جس میں صراطِ مستقیم کی ٹھیک ٹھیک نشاندھی کرتے ہوئے مشہور اسلامی فرقوں شیعہ سنی...... الخ یعنی شیعہ کے ساتھ ہمارا اُصولی اختلاف ہے کہ جب ان کا کلمہ اور اذان، نماز دیگر عبادات سب کچھ ہم سے جدا ہے تو پھر اسلامی فرقہ کیسے ہوا اور آپ نے بھی اپنی کتاب میں قوی دلائل سے اس فرقہ کو کافر ثابت کیا ہے۔ اور عام لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ شیعہ مسلمان ہیں اور جب وہ کتاب کے پہلے صفحے کو دیکھتے ہیں تو نہایت تعجب ہوتا ہے۔

ج...... ماشاء اللہ! بہت نفیس سوال ہے، اس کا آسان اور سلیس جواب یہ ہے کہ ''اسلامی فرقوں'' سے مراد ہے وہ فرقے جن کو عام طور سے مسلمان سمجھا جاتا ہے، یا اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

شیخ ابومنصور ماتریدیؒ، جو عقائد میں حنفیہ کے امام ہیں، ان کی کتاب کا نام ہے ''مقالات الاسلامیین''، یعنی ''اسلامی فرقوں کے عقائد'' اس میں شیعہ، خوارج وغیرہ ان تمام فرقوں کا ذکر آیا ہے جو اِسلام کی طرف منسوب ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سوں پر کفر کا

فتویٰ ہے۔ میری جس تحریر کا آپ نے حوالہ دیا ہے اور جس پر اِشکال فرمایا ہے، وہ گویا شیخؒ کی کتاب کے نام کا ترجمہ ہے۔

اطلاع:...... اور بھی بعض احباب نے یہی آپ والا اِشکال ذکر کیا تھا، اگرچہ اِشکال کا صحیح جواب موجود ہے جو اُوپر ذکر کرچکا ہوں، تاہم ہم نے کتاب کے نئے ایڈیشن میں ''اسلامی فرقوں'' کا لفظ حذف کردیا ہے۔

اِمام کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھنا

س...... کیا انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور امام کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا صحیح ہے؟ کیونکہ آج کل بچوں کی اسکول کی کتابوں میں جگہ جگہ علیؑ، فاطمہؑ، زینبؑ امام جعفرؑ درج ہوتا ہے پہلے تو مخصوص لوگوں کی کتابوں میں ملتا تھا، لیکن اب پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے جانب سے شائع ہونے والی تمام کتب میں یہ عبارت ملے گی۔

ج...... ان اکابر کے نام پر ''علیہ السلام'' لکھنا بھی شیعی عقیدہ کی ترجمانی ہے۔

شیعہ اثنا عشری کے پیچھے نماز

س...... ہماری ایک تنظیم ہے جس کے اراکین کئی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں، ان اراکین کی کثیر تعداد (بڑی اکثریت) سنی ہے، یہ تنظیم لندن کے امپیریئل کالج میں ہے، کالج نے نماز کے لئے ایک کمرہ دیا ہے، طلبہ میں سے ہی کوئی پنج وقتہ نماز پڑھا دیتا ہے جمعہ کی نماز کے لئے بھی طلبہ میں سے کوئی خطبہ پڑھتا ہے اور پھر نماز جمعہ کی امامت کرتا ہے، اب تک امامت اور خطبہ دینے والے طلبہ سنی ہی رہے ہیں کچھ شیعہ (اثنا عشری) طلبہ کہتے ہیں کہ ہم بھی خطبہ دیں گے اور نماز پڑھائیں گے سوال یہ ہے کہ کیا اثنا عشری شیعہ طلبہ خطبہ دے سکتے ہیں اور کیا یہ نماز کی امامت کرسکتے ہیں، کیا ان کے پیچھے ہماری نماز ہوجائے گی، اگر فتویٰ کے کچھ دلائل بھی تحریر فرمادیں تو نوازش ہوگی۔

ج...... اثنا عشری عقیدہ رکھنے والے حضرات کے بعض عقائد ایسے ہیں جو اسلام کے منافی ہیں، مثلاً:

۱:......ان کا عقیدہ ہے کہ تین چار اشخاص کے سوا تمام صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے، اور یہ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ کافر و منافق اور مرتد تھے، ۲۵ سال تک تمام امت کی قیادت یہی منافق و کافر اور مرتد کرتے رہے، حضرت علیؓ اور دیگر تمام صحابہؓ نے انہی مرتدوں کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

۲:...... اثنا عشری علمائے متقدمین و متأخرین کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھپالیا تھا اس کو صحابہؓ نے قبول نہیں کیا، اور موجودہ قرآن اُنہی خلفائے ثلاثہ کا جمع کیا ہوا ہے، اور اس میں تحریف کردی گئی ہے، اصلی قرآن امام غائب کے ساتھ غار میں محفوظ ہے۔

۳:......اثنا عشری عقیدہ یہ بھی ہے کہ بارہ اماموں کا مرتبہ انبیاء سے بڑھ کر ہے، یہ عقائد اثنا عشری کتابوں میں موجود ہیں۔

ان عقائد کے بعد کسی شخص کو نہ تو مسلمان کہا جاسکتا ہے، اور نہ اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، اس لئے کسی مسلمان کے لئے اثنا عشری عقیدہ رکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں، جس طرح کہ کسی غیرمسلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، واللہ اعلم!

قرآنِ کریم اور حدیثِ قدسی

س...... میں نے خطباتِ بھاولپور مصنفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب پڑھنا شروع کئے ہیں، صفحہ ۶۶ پر ایک سوال کا جواب دیا ہے وہ سوال و جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''سوال ۱۰: حدیث قدسی چونکہ خدائے پاک کے الفاظ ہیں تو حدیث قدسی کو قرآن پاک میں کیوں نہیں شامل کیا گیا؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہیں سمجھا، یہی اصل جواب ہے کیونکہ ضرورت نہیں تھی کہ قرآن مجید کو ایک لامحدود کتاب بنایا جائے، بہتر یہی تھا کہ قرآن مجید مختصر ہو، ساری ضرورت کی چیزیں اس کے اندر ہوں اور وقتاً فوقتاً اس پر زور دینے

کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چیزیں بیان کریں جو حدیث میں بھی آئی ہیں اور حدیثِ قدسی میں بھی، اس سے ہم استفادہ کرسکتے ہیں لیکن اس کو قرآن میں شامل کرنے کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس نہیں فرمائی، حدیثِ قدسی کی جو کتابیں ہیں ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قرآن پر اضافہ سمجھی جاسکتی ہے، بلکہ قرآن ہی کی بعض باتوں کو دُوسرے الفاظ میں زور دے کر بیان کیا گیا ہے۔“

یہاں آکر میں اٹک گیا ہوں کیونکہ ڈاکٹر صاحب قبلہ کی رائے میرے بنیادی عقیدے سے متصادم معلوم ہوتی ہے میرا ایمان ہے کہ قرآن حکیم مکمل طور پر لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے اور جبرئیل علیہ السلام حسب فرمان خداوندی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتے تھے، انہیں یاد کراتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے املا کراتے تھے اور صحابہ کرام کو یاد کرواتے تھے یہ بات کہ کیا چیز قرآن حکیم میں شامل کی جائے اور کون سی چھوڑ دی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہ تھی، اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ قرآن حکیم ان آیتوں پر مشتمل ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب خیال فرمائیں تو ہماری کتاب بھی بائبل کی طرح ہوگی آپ سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں میری راہنمائی فرمائیں۔

ج......آپ کا یہ موقف صحیح ہے، قرآن کریم کے الفاظ اور معنیٰ حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ہیں اور حدیث قدسی کا مضمون تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن اس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں ادا فرمایا ہے، قرآن مجید میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی، اس لئے یہ کہنا کہ احادیث قدسیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں شامل نہیں فرمائیں، غلط بات ہے، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب بیچارے جو کچھ ذہن میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، انہوں نے کسی استاذ سے یہ علوم حاصل نہیں کئے، اور ان خطبات بہاولپور میں بہت سی غلطیاں ہیں۔

جمعہ اور شبِ جمعہ کو مرنے والے کے عذاب کی تخفیف

س......آپ نے جمعہ ۹ راگست کو ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات اگر کوئی انتقال کر جائے تو عذاب قبر سے بچتا ہے، جناب اگر ایک آدمی جواری، شرابی، سود خور، نیز ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو، اور وہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات انتقال کر جائے تو کیا ایسا آدمی بھی عذاب قبر سے بچ سکتا ہے؟ اگر اس قسم کا آدمی مر جائے اور لواحقین اس کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کروائیں، صدقہ و خیرات دیں تو کیا اس قسم کے مرحوم کو اجر ملتا ہے؟

ج......آپ کے اِشکال کو رفع کرنے کے لئے چند باتوں کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

ا:......گنہگار تو ہم سبھی ہیں، کوئی علانیہ گناہوں میں مبتلا ہے، جن کو سب لوگ گناہ گار سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے گناہوں میں ملوث ہیں جن کو عام طور پر گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، مثال کے طور پر غیبت کا گناہ ہے، جس کو زنا سے زیادہ سخت فرمایا گیا ہے، اور مثال کے طور پر کسی مسلمان کی بے حرمتی کا گناہ ہے جس کو سب سے بدتر سود فرمایا گیا ہے، ان گناہوں میں ہم لوگ مبتلا ہیں جو زنا اور شراب نوشی و سود خوری سے بدتر ہیں، اگر ہم ایسے گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے تو کسی گناہ گار کو ہم اللہ کی رحمت سے مایوس کیوں کریں؟

فہرست

۲:......حدیث میں جو فرمایا ہے کہ فلاں فلاں کاموں سے عذاب قبر ٹلتا ہے، اور فلاں فلاں چیزوں پر عذاب قبر ہوتا ہے، یہ سب برحق ہیں، اگر کم فہمی کی وجہ سے ہمیں ان کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے تو ان پر اعتراض کر کے اپنے دین و ایمان کو غارت نہیں کرنا چاہئے۔

۳:......مرنے کے بعد انسان کے اچھے برے اعمال کی مجموعی حیثیت کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں، کس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہے؟ اور کس کی بدیوں کا؟ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے، ہم لوگ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں، بلکہ سب ارحم الراحمین کے فیصلے کے منتظر ہیں، اور امید و خوف کی حالت میں ہیں۔

۴:……خاص دنوں کی آمد پر قیدیوں کی قید میں تخفیف کا قانون دُنیا میں بھی رائج ہے، اگر یوم جمعہ یا شب جمعہ کی عظمت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ شرابیوں اور سودخوروں کی قید میں بھی تخفیف کردیں تو آپ کو، یا مجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟ اور اگر یہ تخفیف اس قسم کے بڑے گناہگاروں کے حق میں نہ ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں، حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جمعہ اور شب جمعہ کو عذابِ قبر موقوف کردیا جاتا ہے، رہا یہ کہ کن کن لوگوں کا عذاب موقوف کیا جاتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

کشف و کرامات حق ہیں

س……ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ ایک بزرگ تھا، ان کے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل مرجاؤں گا، چنانچہ دُوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا اور تھوڑی دور جاکر مرگیا، میں نے اسے غسل دیا اور دفن کیا، جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے، کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی ہوتا ہے۔

یہ کہاں تک صحیح ہے؟ اگر غلط ہے تو ان لوگوں کے بارے میں ہمارا کیا خیال ہونا چاہئے اور ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

ج…… یہ واقعہ صحیح ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات بزرگوں کو کشف ہوجاتا ہے اور مرنے کے بعد باتیں کرنے کے واقعات بھی حدیث میں موجود ہیں۔

کرامتِ اولیاء حق ہے

س……اسی طرح ایک اور قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا ان کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے، نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی، ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا۔

کیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟ جو بزرگ اپنے مریدوں کو ایسی باتیں بتاتا ہے اس کے

بارے میں آپ کا خیال کیا ہے؟ برائے مہربانی مجھے راہنمائی کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کے ہاتھ چڑھ کر ہم اپنا ایمان خراب کرلیں کیونکہ ہمارے دیوبند عقیدے میں تو یہ چیزیں آج تک نہیں سنیں، اس لئے مجھے یہ نئی معلوم ہوتی ہیں، کہلاتے تو یہ لوگ بھی اہلسنّت والجماعت ہیں، لیکن عقیدے بہت زیادہ ہمارے عقیدے کے خلاف ہیں۔

ج...... بطورِ کرامت یہ واقعہ بھی صحیح ہوسکتا ہے، دیوبندی اہلِ سنت ہیں، اور اہلِ سنت کا عقیدہ تمام عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ''اولیاء کی کرامات برحق ہیں'' اس لئے ایسے واقعات کا انکار اہلِ سنت اور دیوبندی مسلک کے خلاف ہے، اور ان واقعات میں عقیدہ کی خرابی کی کوئی بات نہیں، ورنہ اہلِ سنت کراماتِ اولیاء کے برحق ہونے کے قائل نہ ہوتے۔

حضرت مہدیؓ کے بارے میں چند سوالات

س...... تاریخ اسلام میں خلافت بنو فاطمہ کا دور پڑھاتے ہوئے ہماری استانی نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ اثنا عشری کے فرقے کے مطابق ان کے بارہویں امام ''امام محمد المہدی'' جو گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری کے بیٹے تھے یہ اپنے والد کے گھر ''سرمن رائی'' سے بچپن میں روپوش ہوگئے تھے، ان کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قربِ قیامت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آئیں گے، اس لئے امامت کو آگے نہیں بڑھایا اور ان کا لقب ''المنتظر'' رکھا گیا، آپ نے جو امام مہدی کے بارے میں بتایا تو کیا یہ وہی حضرت مہدی ہیں جو امام حسن عسکری کے بیٹے تھے؟

۲:...... آپ نے اپنے جواب میں ''حضرت مہدیؓ'' لکھا، میرے علم کے مطابق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ ہم نے تو عام طور پر صحابہ کرامؓ اور ان خواتین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا دیکھا ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار حاصل ہوا۔

۳:...... امامت کیا ہے؟ کیا یہ خدا کی طرف سے عطا کیا ہوا کوئی درجہ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام یا پھر کچھ اور؟

۴:...... ایک امام وہ ہیں جو مسجد کے امام ہوتے ہیں، ان کے بارے میں تو بہت

کچھ پڑھا ہے لیکن وہ چار امام یعنی امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ اور وہ امام جو اثنا عشری اور اسماعیلی فرقوں کے بارہ امام ہیں ان میں کیا فرق ہے؟ اور احادیث میں ان کا کیا مقام ہے؟

۵:...... میں الحمدللہ مسلمان اور سنّی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں، لیکن میری اکثر سنّی لوگوں سے ہی یہ بحث رہتی ہے اور میرا کہنا ہے کہ سنّی عقائد کے مطابق صرف چار امام ہیں جن کو ہم مانتے ہیں اور وہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ہیں، مجھے یہ بات میرے استادوں سے معلوم ہوئی، ان اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ بارہ امام ہیں جو دُنیا میں آئے ہیں، اور ہم بھی انہیں مانتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح دُنیا میں ہزاروں پیغمبر آئے اور مسلمانوں کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا فرض ہے باقی کی تعلیمات پر نہیں، اب بتائیے کہ ہم میں کون صحیح ہے؟ اور اگر واقعی مسلمانوں کے بھی بارہ امام ہیں تو ان کے کیا نام ہیں؟

۶:...... کانا دجال کون تھا؟ کیا اسے بھی زندہ اُٹھالیا گیا یا وہ غائب ہوگیا تھا؟

ج...... جی نہیں! ہمارا یہ عقیدہ نہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام مہدیؓ پیدا ہوں گے، اور جب ان کی عمر چالیس برس کی ہوجائے گی تو مسلمانوں کے امیر اور خلیفہ ہوں گے۔

۲:...... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اس لئے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہیں ان کو رضی اللہ عنہ کہنا صحیح ہے۔

۳:...... مسلمان جس شخص کو اپنا امیر بنالیں وہ مسلمانوں کا امام ہے، امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد نہیں کئے جاتے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بطور انعام امام بنایا ہے۔

۴:...... مسجد کے امام نماز پڑھانے کے لئے مقتدیوں کے پیشوا ہیں، چار امام اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی وجہ سے مسلمانوں کے پیشوا ہیں، اور شیعہ اور اسماعیلی جن لوگوں کو امام مانتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا معصوم سمجھتے ہیں، اور ان کا درجہ نبی کے برابر بلکہ نبیوں سے بڑھ کر سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ اہل سنت کے نزدیک غلط بلکہ کفر ہے۔

۵:......میں اُوپر چاروں اماموں کا، اور شیعوں کے بارہ اماموں کا فرق بتاچکا ہوں۔

۶:......کانا دجال قربِ قیامت میں نکلے گا، یہ یہودی ہوگا، پہلے نبوت کا پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، دجال کے زندہ اٹھائے جانے کی بات غلط ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے ملائکہ کی مدد کی پیشکش کیوں ٹھکرادی؟

س......ایک حدیث ہے کہ:

۱:......"حدثنا معتمر بن سليمان التيمى عن بعض اصحابه قال جاء جبريل الى ابراهيم عليه السلام وهو يوثق او يقمط ليلقى فى النار قال: يا ابراهيم! الک حاجه؟ قال: اما اليک فلا!"

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ج:۸ ص:۳۴)

۲:......"وروى ابى بن كعب الخ وفيه قال فاستقبله جبريل فقال: يا ابراهيم! الک حاجه؟ قال: اما اليک فلا! فقال: فاسئل ربک! فقال: حسبى من سؤالى علمه بحالى!" (تفسیر قرطبی ج:۱۱ ص:۲۰۳)

۳:......"فاتاه خازن للرياح وخازن المياه يستأذنه فى اعدام النار، فقال عليه السلام: لا حاجة لى اليكم! حسبى الله ونعم الوكيل."

۴:......"وروى ابن كعب الخ وفيه فقال: يا ابراهيم! الک حاجة؟ قال: اما اليک فلا!" (روح المعانی ج:۹ ص:۶۸)

۵:......اسی طرح تفسیر مظہری اُردو ج:۸ ص:۵۴ میں حضرت اُبی بن کعبؓ کی روایت بھی ہے۔

۶:......"وذكر بعض السلف ان جبريل عرض له فى الهواء فقال: الک حاجة؟ فقال: اما اليک فلا!" (البداية والنهاية ج:۱ ص:۱۴۹)

۷:......"وذكر بعض السلف انه عرض له جبريل وهو فى الهواء فقال: الک حاجة؟ فقال: اما اليک فلا! واما من الله فلى." (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۱۸۴)

ان مندرجہ بالا روایات کے پیشِ نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو اس انداز سے بیان کرنا کہ: فرشتے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر حاضر ہوئے اور ابراہیمؑ کو مدد کی پیشکش کی، لیکن ابراہیمؑ نے ان کی پیشکش کو قبول نہ کیا، درست ہے یا نہیں؟

ج:...... یہ تو ظاہر ہے کہ ملائکہ علیہم السلام بغیر اَمر و اِذنِ الٰہی دَم نہیں مارتے، اس لئے سیّدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰات والتسلیمات کو ان حضرات کی طرف سے مدد کی پیشکش بدوں اِذنِ الٰہی نہیں ہوسکتی، لیکن حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰات والتسلیمات اس وقت مقامِ توحید میں تھے، اور غیر اللہ سے نظر یکسر اُٹھ گئی تھی، اس لئے تمام اسباب سے (کہ من جملہ ان کے ایک دعا بھی ہے) دست کش ہوگئے، کاملین میں یہ حالت ہمیشہ نہیں ہوا کرتی: ''گاہے باشد وگاہے نہ، ولکن یا حنظلہ ساعۃ!'' ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!

حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کے متعلق سوالات

س:...... کہا جاتا ہے کہ ہم سب آدمؑ وحواؑ کی اولاد ہیں اس حوالے سے حسبِ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

س:...... حضرت آدمؑ وحواؑ کی کیا کوئی بیٹی تھی؟

ج:...... بیٹیاں بھی تھیں۔

س:...... اگر ان کی کوئی بیٹی تھی؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدم کے بیٹوں سے ہی اس کی شادی ہوئی ہوگی اور اگر ایسا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب یعنی پوری نوعِ انسانی حرامی ہے؟

ج:...... حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ایک پیٹ سے دو اولادیں ہوتی تھیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی، ایک پیٹ کے دو بچے آپس میں سگے بھائی بہن کا حکم رکھتے تھے، اور دُوسرے پیٹ کے بچے ان کے لئے چچازاد کا حکم رکھتے تھے، یہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت تھی، ایک پیٹ کے لڑکے لڑکی کا عقد دُوسرے پیٹ کے لڑکے لڑکی سے کردیا جاتا تھا۔

س:...... قصۂ بنی آدم کی روایتی تشریح کے حوالے سے حسبِ ذیل قرآنی آیات کی کیا تشریح ہوگی؟

الف:......''ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا'' (۲۳/۱۲)

یاد رہے کہ مٹی کا پتلا نہیں کہا گیا ہے۔

ج...... ''مٹی کے خلاصہ'' کا مطلب یہ ہے کہ روئے زمین کی مٹی کے مختلف انواع کا خلاصہ اور جوہر، اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا قالب بنایا گیا، پھر اس میں رُوح ڈالی گئی۔

ب:......تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ سے وقار کے آرزومند نہیں ہوتے اور یقیناً اس نے تمہیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا ہے......اور تمہیں زمین سے اگایا ہے ایک طرح کا اگانا۔ (۱۳،۱۷/۷۱)

یہاں مختلف ''مراحل سے گزار کر پیدا کرنے'' اور ''زمین سے اگانے'' کا کیا مطلب ہے؟

ج...... یہاں عام انسانوں کی تخلیق کا ذکر ہے کہ غذا مختلف مراحل سے گزر کر مادۂ منویہ بنی، پھر ماں کے رحم میں کئی مراحل گزرنے کے بعد آدمی پیدا ہوتا ہے۔

س......سورۂ اعراف کی آیات ۱۱ تا ۲۵ کا مطالعہ کیجئے، ابتداء میں نوع انسانی کی تخلیق کا تذکرہ ہے، پھر آدمؑ کیلئے سجدہ، پھر اس کے بعد ابلیس کا انکار اور چیلنج، لیکن چیلنج کے مخاطب صرف آدمؑ اور اس کی بیوی نہیں، تثنیہ کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا، اس کا مطلب ہے تعداد زیادہ تھی ایسا کیسے ہوگیا؟ جبکہ وہاں صرف آدمؑ وحواؑ ہی تھے، اس کے بعد آدمؑ وحواؑ کا تذکرہ ہے جن کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، لیکن آخر میں جہاں ہبوط کا ذکر ہے وہاں پھر جمع کا صیغہ ہے ایسا کیوں ہے؟

ج......حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے قصہ سے مقصود اولادِ آدم کو عبرت و نصیحت دلانا ہے، اس لئے اس قصہ کو اس عنوان سے شروع کیا کہ ہم نے ''تم کو پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں۔'' یہ بات چونکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ ان کی اولاد کو بھی شامل تھی اس لئے اس کو خطاب جمع کے صیغہ سے ذکر کیا، پھر سجدہ کے حکم، اور ابلیس کے انکار اور اس کے مردود ہونے کو ذکر کر کے ابلیس کا یہ انتقامی فقرہ ذکر کیا کہ میں ''ان کو گمراہ کروں گا۔'' چونکہ شیطان کا مقصود صرف آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنا نہیں تھا، بلکہ اولاد

آدم سے انتقام لینا مقصود تھا، اس لئے اس نے جمع غائب کی ضمیریں ذکر کیں، چنانچہ آگے آیت: ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح فرمائی ہے کہ ''اے اولادِ آدم شیطان تم کو نہ بہکا دے، جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا۔'' اس سے صاف واضح ہے کہ شیطان کی انتقامی کاروائی اولادِ آدم کے ساتھ ہے۔

اور ہبوط میں جمع کا صیغہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم وحواء علیہما السلام کے علاوہ شیطان بھی خطاب میں شامل ہے۔

نیز تثنیہ کے لئے جمع کا خطاب بھی عام طور سے شائع وذائع ہے، اور بایں نظر بھی خطاب جمع ہوسکتا ہے کہ آدم وحوا علیہما السلام کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی خطاب میں ملحوظ رکھا گیا ہو۔

س…… ابتدا میں بشر کا ذکر ہے اور ضمیر واحد غائب کی ہے لیکن جب ابلیس چیلنج دیتا ہے تو ضمائر جمع غائب شروع ہوجاتی ہیں کیوں؟

ج…… اُوپر عرض کرچکا ہوں کہ شیطان کے انتقام کا اصل نشانہ اولادِ آدم ہے، اور شیطان کے اس چیلنج سے اولادِ آدم ہی کو عبرت دلانا مقصود ہے۔

س…… اگر حضرت آدم نبی تھے تو نبی سے خطا کیسے ہوگئی اور خطا بھی کیسی؟

ج…… حضرت آدم علیہ السلام بلاشبہ نبی تھے، خلیفۃ اللہ فی الارض تھے، ان کے زمانہ میں انہی کے ذریعہ احکاماتِ الٰہیہ نازل ہوتے تھے، رہی ان کی خطا! سو اس کے بارے میں خود قرآن کریم میں آچکا ہے کہ: ''آدم بھول گئے'' اور بھول چوک خاصۂ بشریت ہے، یہ نبوت وعصمت کے منافی نہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر روزہ دار بھول کر کھالے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت برحق تھی

س…… اگر ہمارے تین خلفاء کو حضرت علیؓ سے محبت تھی اور جب حضرت علیؓ رسول اللہؐ کے نائب واہلِ بیت اور ان کے عزیز بھائی موجود تھے، اور اگر ان میں کچھ بھی نہ ہو لیکن یہ صفت تو موجود تھی، بقول حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ''جس کا میں مولا اس کا علی مولا۔''

فہرست

اور حضرت عمرؓ نے آکر حضرت علیؓ کو غدیر خم میں مبارک باد دی تھی کہ ''اے علیؓ آپ خدا کے تمام مؤمنین و مؤمنات وکل صحابہ کرامؓ کے مولا مقرر ہوئے۔'' تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرات خلفاء نے حضرت علیؓ کو خلیفہ کیوں نہیں بنایا؟ اور کیوں سقیفہ میں ان تین خلفاء میں سے کسی نے بھی حضرت علیؓ کو نامزد نہیں کیا؟

ج...... غدیر خم میں جو اعلان ہوا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کا تھا، خلافت کا نہیں، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلیٰ پر کھڑا کیا، اور اپنی بیماری میں ان کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا، حضرت ابوبکرؓ امام تھے، اور حضرت علیؓ مقتدی، اس لئے خلافت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔

س...... ہمارے تینوں خلفاء نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارک میں شرکت کیوں نہیں کی؟ اور اگر خلافت کا مسئلہ درپیش تھا تو امر خلافت ملتوی کیوں نہیں کیا؟ کیا رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ان کی خلافت تھی؟ اور کیوں ان حضرات نے خبر نہیں دی کہ یہاں خلافت کا مسئلہ درپیش ہے؟ اور حضرت علیؓ سے اس بارے میں مشورہ کیوں نہ کیا؟

ج...... حضرات خلفائے ثلاثہؓ نے جنازے میں شرکت فرمائی ہے، اور یہ طے شدہ بات ہے کہ کسی حاکم کے انتقال کے بعد سب سے پہلے اس کے جانشین کا تقرر کیا جاتا ہے، امت جانشین اور حاکم کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

س...... جس طرح ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے آپ اس کو اصولاً کیا کہیں گے؟ الیکشن ہو نہیں سکتا، سلیکشن یہ بھی نہیں ہوسکتا، نومینیشن یہ بھی نہیں، تو کیا معاملہ تھا؟ اور اس کا کیا نام رکھا جائے گا؟ اور کس طرح یہ خلافت جائز قرار دی جائے گی؟

ج...... تمام صحابہ کرامؓ نے (جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے) حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی، اس سے بڑھ کر انتخاب (الیکشن) کیا ہوگا...؟ ایک شخص بھی نہیں تھا جو حضرت ابوبکرؓ کے مقابلے میں خلافت کا مدعی ہو۔

س...... جناب فاطمہؓ کی دلی حالت مرتے دم تک ان تین خلفاء سے کیسی رہی؟ اگر آپ رضا

مند تھیں تو آپ نے اور آپ کے شوہر حضرت علیؓ نے اپنی حیات تک بیعت کیوں نہ کی؟ اور اگر آپ ان لوگوں سے ناراض تھیں اور آپ نے اسی حالت میں انتقال فرمایا تو آپ کا اعتقادِ مذہبی وہی ہوا نا جو شیعوں کا ہے؟

ج...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکرؓ سے راضی تھیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت بھی کی تھی۔

س...... مولانا صاحب میرا آخری سوال یہ ہے کہ ابوطالب کافر تھے یا مسلمان؟

ج...... ان کا اسلام نہ لانا ثابت ہے۔

علاماتِ قیامت

س...... ہم آئے دن لوگوں سے سنتے ہیں کہ قیامت آج آئی کہ کل آئی، مگر ابھی تک تو نہیں آئی، کیا اس کی کوئی نمایاں علامتیں ہیں جن کو دیکھ کر آدمی سمجھ لے کہ بس اب قیامت قریب ہے؟ ایسی کچھ نشانیاں بتلادیں تو احسانِ عظیم ہوگا۔

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانے کے بارے میں بہت سے اُمور کی خبر دی ہے، جن میں سے بہت سی باتیں تو صدیوں سے پوری ہوچکی ہیں، بعض کو ہم نے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھا ہے، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک:

”عن ثوبان رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنها الٰی یوم القیامة.“

ترجمہ:...... ”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک اس سے اُٹھائی نہیں جائے گی۔“

”ولا تقوم الساعة حتّٰی یلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتّٰی تعبد قبائل من امتی الاوثان.“

ترجمہ:...... ”اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ

میری امت کے کئی قبائل مشرکوں سے جاملیں گے، اور یہاں تک کہ میری امت کے کئی قبائل بت پرستی کرنے لگیں گے۔“

”وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلٰثون، کلھم یزعم انہ نبی اللہ، وانا خاتم النبیین، لا نبی بعدی.“

ترجمہ:...... ”اور میری امت میں تیس جھوٹے کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں!“

”ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاھرین، لا یضرھم من خالفھم حتٰی یأتی امر اللہ. رواہ ابوداؤد، والترمذی.“ (مشکوٰۃ ص:۴۶۵)

ترجمہ:...... ”اور میری امت میں ایک جماعت غالب حیثیت میں حق پر قائم رہے گی، جو شخص ان کی مخالفت کرے، وہ ان کو نقصان نہیں پہنچاسکے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ (قیامت) آپہنچے۔“

آخری زمانے کی جنگوں کے بارے میں ”ملاحم“ کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد مروی ہے:

”عن ذی مخبر قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ستصالحون الروم صلحا اٰمنا، فتغزون انتم وھم عدوا من ورائکم، فتنصرون وتغنمون وتسلمون ثم ترجعون حتٰی تنزلون بمرج ذی تلول فیرفع رجل من اھل النصرانیة الصلیب فیقول: غلب الصلیب! فیغضب رجل من المسلمین فیدقه، فعند ذالک تغدر الروم وتجمع للملحمة. رواہ ابوداؤد.“ (مشکوٰۃ ص:۴۶۷)

ترجمہ:......''حضرت ذومخبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: تم اہلِ روم (نصاریٰ) سے امن کی صلح کروگے، پھر تم اور وہ مل کر مشترکہ دشمن سے جہاد کروگے، پس تم منصور و مظفر ہوگے، غنیمت پاؤگے اور تم صحیح سالم رہوگے۔ پھر ٹیلوں والی سرسبز و شاداب وادی میں قیام کروگے، پس ایک نصرانی، صلیب اُٹھاکر کہے گا کہ: صلیب کا غلبہ ہوا! اور ایک مسلمان اس سے مشتعل ہوکر صلیب کو توڑ ڈالے گا، تب رومی عہد شکنی کریں گے، اور لڑائی کے لئے جمع ہوں گے۔''

اسلام اور نصرانیت کی یہ جنگ حدیث کی اصطلاح میں ''ملحمۃ الکبریٰ'' (جنگِ عظیم) کہلاتی ہے، اس کی تفصیلات بڑی ہولناک ہیں، جو ''ابواب الملاحم'' میں دیکھی جاسکتی ہیں، اسی جنگ میں قسطنطنیہ فتح ہوگا اور فتحِ قسطنطنیہ کے متصل دجال کا خروج ہوگا۔

جس امر کی طرف یہاں توجہ دلانا مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام اور اہلِ نصرانیت کا وہ مشترکہ دشمن کون ہے، جس سے یہ دونوں مل کر جنگ کریں گے؟ کیا دُنیا کی موجودہ فضا اسی کا نقشہ تو تیار نہیں کر رہی...؟

کچھ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے بارے میں

س......علوی مالکی نام کے ایک مکی عالم کی کتاب کا اردو ترجمہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' آج کل زیرِ بحث ہے، بعض حضرات اس کتاب کو دیوبندی بریلوی نزاع کے خاتمہ میں ممد و معاون قرار دیتے ہیں، تو بعض دُوسرے اسے دیوبندی موقف کی تغلیط اور بریلوی مؤقف کی تائید اور تصدیق سمجھتے ہیں، صحیح صورتِ حال سے نقاب کشائی فرماکر ہماری راہ نمائی فرمائی جائے۔

ج......جی ہاں! مکہ مکرمہ کے ایک عالم شیخ محمد علوی مالکی کی کتاب ''مفاهيم يجب ان تصحح'' کافی دنوں سے معرکۃ الآراء بنی ہوئی ہے، پاکستان میں اس کا ترجمہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے نام سے شائع کیا گیا، اور اب ہمارے حلقوں میں اس پر اچھا خاصا نزاع برپا ہے۔ ''انوارِ مدینہ، لاہور''، ''الخیر، ملتان'' اور ''حق چار یار، چکوال'' میں اس سلسلہ میں کافی مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ کتاب کے ناشر جناب پروفیسر الحاج احمد عبدالرحمٰن زید لطفہٗ نے اس سلسلہ میں اس ناکارہ کی رائے طلب فرمائی، راقم الحروف نے ان کے خط کے جواب میں اس کتاب پر مفصل تبصرہ کا ارادہ کیا، اور چند اوراق لکھے بھی، لیکن پھر خیال آیا کہ اس کے لئے طویل فرصت درکار ہوگی، اس لئے ایک مختصر سا خط ان کی خدمت میں لکھ دیا، چونکہ اس بارے میں استفسارات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، چنانچہ حال ہی میں ایک صاحب کا خط آیا اور اس بارے میں اس ناکارہ سے مشورہ طلب کیا گیا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کردیا جائے۔

لہٰذا ذیل میں پہلے وہ مختصر سا خط دیا جارہا ہے جو جناب پروفیسر احمد عبدالرحمٰن کے نام لکھا گیا تھا، اس کے بعد وہ مفصل خط پیشِ خدمت ہے، جو انہی کے نام لکھنے شروع کیا تھا، لیکن اسے اَدھورا چھوڑ کر مختصر خط لکھنے پر اکتفا کیا گیا، اور اس کی تکمیل بعد میں کی گئی اور آخر میں چند حضرات کے خطوط اور اس ناکارہ کی جانب سے ان کے جوابات درج کئے جارہے ہیں، والله الموفق لكل خير وسعادة!

پہلا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم ومکرم جناب پروفیسر احمد عبدالرحمٰن صاحب زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نامہ کرم مع ہدیہ مرسلہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کافی دنوں سے آیا رکھا تھا، کثرتِ مشاغل نے کتاب اُٹھا کر دیکھنے کی بھی مہلت نہ دی، ادھر خود طبیعت بھی اس طرف مائل نہ ہوئی، یہ ناکارہ تو طاقِ نسیان میں بحفاظت رکھ چکا تھا، یکایک خیال آیا کہ آنجناب منتظرِ جواب ہوں گے، چنانچہ کتاب کو پڑھا، داعیہ پیدا ہوا کہ اس پر کسی قدر مفصل تبصرہ کروں، مگر مشاغل اس کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے مختصراً لکھتا ہوں کہ کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افروز ہیں، مگر جنابِ مصنف نے جگہ جگہ مخمل میں ٹاٹ کی پیوندکاری کی ہے، اور شکر میں اپنے منفرد افکار ومفاہیم کا زہر ملا دیا ہے، لہٰذا کتاب کے بارے میں اس ناکارہ کی رائے جناب محترم مولانا الحاج الحافظ مفتی عبدالستار دام مجدہٗ (صدر مفتی جامعہ خیرالمدارس، ملتان) کے ساتھ متفق ہے، یہ کتاب ہمارے اکابرِ دیوبند کے مسلک ومشرب کی ہرگز ترجمان نہیں، اور اس سے امت کے درمیان اتحاد واتفاق کی جو اُمیدیں وابستہ کی گئی ہیں وہ نہ صرف موہوم بلکہ معدوم ہیں۔ اس کے برعکس اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ امت تو امت، یہ کتاب ہمارے احباب کے درمیان منافرت ومغایرت اور تشتت وانتشار کی موجب ہوگی، اگر کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت سے قبل اس ناکارہ سے رائے لی جاتی تو یہ ناکارہ نہ ترجمہ کا مشورہ دیتا، نہ اشاعت کا۔ جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں، اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بے پڑھے محض مؤلف کے ساتھ حسنِ ظن اور عقیدت سے مغلوب ہوکر لکھ دی ہیں، اور اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں، نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے، بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک ''حسنِ ظن'' ہے کہ بہت سے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا، اگر ان سے دریافت کرلیا جائے کہ ''مفاھیم یجب ان تصحح'' کا کیا مطلب ہے؟ تو شاید

تیر نشانہ پر نہ لگا سکیں۔ چنانچہ اس کا اُردو نام ''اِصلاحِ مفاہیم'' غمازی کرتا ہے کہ فاضل مترجم اس کا مطلب نہیں سمجھے، اُمید ہے کہ ان اجمالی معروضات کے بعد مفصل تبصرے کی حاجت نہ ہوگی، دعواتِ صالحہ کا محتاج اور ملتجی ہوں، والسلام!

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۰/۷/۱۴۱۵ھ

دوسرا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مخدوم و مکرم زیدت الطافہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب کا گرامی نامہ موصول ہوئے کئی دن ہوئے، جس میں اس ناکارہ سے ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے بارے میں رائے طلب کی گئی تھی، مگر یہ ناکارہ جناب کے حکم کی تعمیل سے بوجوہِ چند قاصر رہا:

۱:...... یہ ناکارہ اپنے مشاغل میں اس قدر اُلجھا ہوا تھا کہ ڈاک کا جواب نمٹانے سے بھی عاجز رہا، اور بعض سوالات ایسے تھے جو ایک مقالے کا موضوع تھے، یہ خیال رہا کہ ذرا ان مشاغل سے فرصت ملے تو کتاب کو دیکھوں تب ہی کوئی رائے عرض کرسکوں گا۔ ایسی عدیم الفرصتی میں ایک ضخیم کتاب کا سرسری پڑھنا بھی مشکل تھا، چونکہ آنجناب کا تقاضا بھی سوہانِ رُوح بنا ہوا ہے، اس لئے دُوسرے مشاغل سے صرفِ نظر کرکے کتاب کو دیکھا اور جواب لکھنے کی نوبت آئی۔

۲:...... اس ناکارہ کو اکابرِ سلف کی کتابوں سے اُکتاہٹ نہیں ہوتی، نہ ان کے مطالعہ سے سیری ہوتی ہے، لیکن ہمارے جدید محققین کے اسلوب و انداز سے ایسی وحشت ہوتی ہے کہ ان کی کتابوں کے چند صفحے دیکھنا بھی اس ناکارہ کے لئے اچھا خاصا مجاہدہ ہے، اس لئے اس کتاب کو اُٹھاکر دیکھنے ہی کو جی نہیں چاہا۔

۳:...... یہ ناکارہ، زندگی بھر ملحدین و مارقین سے نبرد آزما رہا، اور اس کا ہمیشہ یہ ذوق رہا کہ:

فہرست

تیغ براں بہر ہر زندیق باش

اے مسلماں! پیرو صدیق باش!

لیکن اپنوں کی لڑائی میں ''دخل در معقولات'' سے یہ ناکارہ ہمیشہ کتراتا رہا، ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے بارے میں بھی اپنی رائے ظاہر کرنے سے ''پُرحذر'' رہا، کیونکہ یہ کتاب خود ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے حلقہ میں بھی متنازع فیہ بنی ہوئی ہے۔ میرے محترم بزرگ جناب صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی اس کے پُرزور حامی و مؤید ہیں، انہی کے حکم سے یہ کتاب عربی سے اُردو میں نقل کی گئی، اور انہی کے حکم سے پاکستان میں شائع کی گئی۔ دُوسری طرف حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے عقیدت مندوں کا ایک بڑا حلقہ اس کتاب کو ''شکر میں لپٹا ہوا زہر'' قرار دیتا ہے۔ اس ناکارہ کا یہ خیال رہا کہ تیری حیثیت ''نہ تین میں، نہ تیرہ میں!''، اس لئے اگر تو اس معرکہ سے گریز ہی کرے تو بہتر ہے، بقول شاعر:

فقلت لمحرز لما التقينا

تجنب لا يقطرك الزحام

چنانچہ قبل ازیں صوفی صاحب زیدمجدہٗ کے احباب کی جانب سے ایک رسالہ ''اکابر کا مسلک و مشرب'' شائع ہوا، اور پھر انہی مضامین کو ''اسلامی ذوق'' نامی رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا، اور اس ناکارہ سے ان دونوں رسالوں کے بارے میں رائے طلب کی گئی، لیکن ''ایاز! بقدرِ خویش بہ شناس'' کے پیشِ نظر اس ناکارہ نے مہرِ سکوت نہیں توڑی، اور ان دونوں رسالوں کے بارے میں کچھ لکھنے سے اغماض کیا۔

۴:...... دراصل سکوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں کوئی کسی کی سننے کو تیار نہیں، ہر شخص اپنی رائے ایسے جزم اور اتنی پختگی کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ گویا ابھی ابھی جبریل علیہ السلام حکمِ خداوندی سے نازل ہوئے ہیں، جب اپنی رائے پر جزم و وثوق کا یہ عالم ہو تو دُوسرے کی رائے کو کون اہمیت دیتا ہے؟ اختلاف کرنے والا خواہ کتنا بڑا عالم ربانی ہو، اور نہایت اخلاص کے ساتھ اختلافِ رائے کا اظہار کرے اس کو- اِلَّا ماشاء اللہ- ہوائے نفس اور کبر و حسد پر محمول کیا جاتا ہے، ایسی فضا میں تنقیدی و اصلاحی رائے تو مفید و کارگر ہوگی

نہیں، البتہ قلوب میں منافرت اور فتنہ میں اضافہ کا سبب ضرور بنے گی، اس لئے اس ناکارہ نے ایسے نزاعی اُمور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو حرزِ جان بنا رکھا ہے:

”بل ائتمروا بالمعروف وتناهوا عن المنكر، حتّٰی اذا رأيت شحًا مطاعًا وهوى متبعًا دنيًا مؤثرة، واعجاب كل ذی رأی برأيه، ورأيت امرا لا بد لک منه فعليک نفسک، ودع امر العوام!“ (مشکوٰۃ ص:۴۳۷)

ترجمہ:......”نیکی کا حکم کرتے رہو، اور برائی سے بچتے رہو، یہاں تک کہ جب دیکھو کہ حرص و آز کی اطاعت اور خواہشات کی پیروی کی جارہی ہے، اور دنیوی مفاد کو ترجیح دی جارہی ہے، اور ہر صاحبِ رائے اپنی رائے پر نازاں ہے، اور تم دیکھو کہ کام ایسا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، تو اپنی فکر کرو، اور عوام کے قصہ کو چھوڑ دو!“

حضراتِ سلف میں یہ مقولہ معروف تھا کہ اپنی رائے کو متہم سمجھو، یہ حضرات اپنی فہم کو ناقص اور اپنی رائے کو علیل جانتے تھے، اور ہمیشہ اس کے منتظر رہتے تھے کہ کوئی ان کو غلطی سے آگاہ کرے تو وہ اس سے رجوع کرلیں۔ حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ اپنی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت کے باوصف فرماتے تھے کہ: ابتدائی دور میں (حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق سے قبل) مجھ سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ آپ (حضرت بنوریؒ) جیسے حضرات میری کتابوں کو دیکھ کر غلطیوں کی نشاندہی کردیں تو میں اپنی زندگی میں ان سے رجوع کا اعلان کردوں۔

عارف باللہ حضرتِ اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ: ایک بار مولانا بنوریؒ نے ”بینات“ میں ایک مضمون لکھا، بعد میں مجھ سے ملنے کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ: یہ بات جو آپ نے لکھی ہے، یہ آپ کی شان کے خلاف ہے! فوراً کہنے لگے کہ: ”غلطی ہوئی، معاف کردیجئے! آئندہ نہیں ہوگی۔“ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اس بات کو نقل کرکے فرماتے تھے کہ: ”بھئی! مولانا بنوریؒ بڑے آدمی تھے!“ حضرتؒ بار بار یہ فقرہ دہراتے۔

فہرست

یہ ہمارے ان اکابرؒ کے واقعات ہیں جن کو ان گناہگار آنکھوں نے دیکھا، ہمارے شیخ برکۃ العصر، قطب العالم مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے یہاں تو مستقل اُصول تھا کہ جب تک ان کی تحریر فرمودہ کتاب کو دو محقق عالم دیکھ کر اس کی تصدیق وتصویب نہیں فرمادیتے تھے وہ کتاب نہیں چھپتی تھی۔ اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے اسلاف سلف صالحینؒ کی بےنفسی، اخلاص وللّٰہیت اور فنائیت کا کیا عالم ہوگا؟ لیکن اب ہمارے یہاں استبدادِ رائے کا ایسا غلبہ ہے کہ نہ کوئی کسی کی سننے کو تیار، نہ ماننے کو- اِلَّا ماشاء اللہ- اس لئے یہ ناکارہ اپنے احباب کے درمیان متنازع فیہ مسائل میں اظہارِ رائے سے ہچکچاتا ہے، کہ اوّل تو اس ناکارہ کی رائے کی کوئی قیمت ہی نہیں، پھر اظہارِ رائے سے اِصلاح کی توقع بہت کم ہوتی ہے، بلکہ اگر اپنی رائے کسی صاحب کے خلاف ہوئی تو قلوب میں منافرت پیدا ہونے کا خطرہ قوی ہے۔

حیاۃ الصحابہ (ج:۲ ص:۱۲۰) میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کا ایک خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام نقل کیا ہے، جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

''ہمیں بتایا جاتا تھا کہ آخری زمانہ میں اس امت کا یہ حال ہوجائے گا کہ ظاہر میں بھائی بھائی ہوں گے، اور باطن میں ایک دُوسرے کے دشمن ہوں گے، ہم نے یہ خط آپ کی ہمدردی وخیرخواہی کے لئے لکھا، خدا کی پناہ! کہ آپ اس کو کسی اور چیز پر محمول کریں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

> ''آخری زمانے کے بارے میں آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے، آپ اس کے مصداق نہیں اور نہ یہ وہ زمانہ ہے، یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں رغبت ورہبت ظاہر ہوجائے گی، اور لوگوں کی رغبت ایک دُوسرے سے دنیاوی مفادات کی غرض سے ہوگی، بلاشبہ آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے وہ خیرخواہی و ہمدردی کے طور پر لکھا ہے، اور مجھے اس سے استغنا نہیں، اس لئے ازراہِ کرم مجھے لکھتے رہا کیجئے!''

الغرض! مذکورہ وجوہات کی بناپر یہ ناکارہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے بارے میں آپ

کے حکم کی تعمیل کرنے میں متأمل تھا، اور جی یہی چاہتا کہ میں کچھ نہ لکھوں، لیکن پھر خیال ہوا کہ آپ منتظرِ جواب ہوں گے، اور آپ کو جواب نہ ملنے کی شکایت ہوگی۔ اس لئے محض امتثالِ حکم کے لئے لکھتا ہوں، ورنہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا اور میری تحریر کیا؟ دعا کرتا ہوں کہ میری یہ تحریر فتنہ میں اضافہ کا باعث نہ بنے۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من شر نفسی! وہ رحیم وکریم میری تحریر کے شر سے اپنے بندوں کو محفوظ فرمائے، اور میری غلطیوں کی پردہ پوشی فرمائے، انہ رحیم ودود!

کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے سرسری مطالعہ سے اس ناکارہ نے جو اُمور نوٹ کئے، اگر ان پر مفصل گفتگو کی جائے تو اچھی ضخیم کتاب بن جائے گی، اس لئے جزئیاتِ مسائل پر گفتگو کرنے کے بجائے چند اُصولی اُمور کی نشاندہی پر اکتفا کروں گا، واللہ ولی التوفیق!

اوّل:...... جناب مصنف سعودیہ میں اقامت پذیر ہیں، اور اس ماحول میں ایسے حضرات کی آواز غالب ہے جو ذرا ذرا سی باتوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں، توسل کا شدّ ومدّ سے انکار کرتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنے کو بھی روا نہیں سمجھتے، جناب مصنف کا مطمحِ نظر ان حضرات کی تشدد پسندی کی اصلاح ہے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ دلائل کے ساتھ ان حضرات کے رویہ میں لچک اور اعتدال پیدا کیا جائے۔ ہندوپاک کا خرافاتی ماحول جناب مصنف کے سامنے نہیں، اور وہ اس سے واقف نہیں کہ برصغیر پاک وہند کے عوام کیسی کیسی بدعات وخرافات میں مبتلا ہیں، اس لئے ان عوام کی اصلاح جناب مصنف کے پیشِ نظر نہیں۔ اس لئے فطری بات ہے کہ جناب مصنف کی تحریر میں سلفی حضرات کی شدتِ بے جا کی اصلاح کی کوشش تو نظر آتی ہے- کہ یہی ان کی کتاب کا اصل موضوع ہے- لیکن عوام کی غلط روی وکج فکری کی اصلاح ان کی تحریر میں نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس ہمارے اکابرِ دیوبند کو دونوں فریقوں کے افراط وتفریط سے واسطہ رہا، سلفی حضرات کی شدت وخشکی سے بھی، اور عوام کی عامیانہ رَوِش سے بھی، اس لئے ہمارے اکابرؒ افراط وتفریط کے درمیان راہِ اعتدال پر قائم رہے اور انہوں نے بڑی خوبصورتی وکامیابی کے ساتھ میزانِ اعتدال

کے دونوں پلوں کو برابر رکھا:

در کفے جامِ شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام و سندان باختن

الغرض! ان متنازع فیہ مسائل میں جو اعتدال و توازن ہمارے اکابرؒ کے یہاں نظر آتا ہے، اسے یہ ناکارہ "لسان المیزان" سمجھتا ہے۔ یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف کی یہ کتاب ہمارے اکابرؒ کے ذوق و مسلک کی ترجمان نہیں، بلکہ اس کا پلہ اہلِ بدعت کی طرف جھکا ہوا ہے، لہٰذا جن حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ مالکی صاحب کی یہ کتاب ہمارے اکابرؒ کے مسلک کی ترجمانی کرتی ہے، اس ناکارہ کے خیال میں ان حضرات نے نہ تو ہمارے اکابرؒ کے مسلک و مشرب کو ٹھیک طرح سے ہضم کیا ہے اور نہ انہوں نے مالکی صاحب کی کتاب ہی کو دقتِ نظر سے پڑھا ہے۔

دوم:...... کتاب پر بہت سے بزرگوں کی تقریظیں ثبت ہیں، جن کو ایک نظر دیکھنے کے بعد قاری مرعوب ہو جاتا ہے، ان بزرگوں کی تقریظ و تصدیق کے بعد مجھ ایسے کم سواد کے لئے بظاہر اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی، لیکن اس ناکارہ کے خیال میں جن بزرگوں نے اس کتاب پر تقریظیں ثبت فرمائی ہیں، انہوں نے حرفاً حرفاً اس کتاب کا مسودہ پڑھنے اور جناب مصنف کے مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی، یا تو ان بزرگوں نے کتاب کا مسودہ دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی، یا ان کو غور و تأمل کا موقع نہیں ملا، محض جناب مصنف کی عقیدت و احترام میں یا بعض کسی لائقِ احترام بزرگ کی تقریظ دیکھ کر انہوں نے بھی کتاب پر صاد کر دیا، ایسی تقریظیں لائقِ اعتنا نہیں۔

آج کل محض مصنف کے ساتھ حسنِ ظن کی بنیاد پر تقریظیں لکھنے کا عام رواج ہے، اور اس ناکارہ کے نزدیک یہ رَوِش لائقِ اِصلاح ہے، اور یہ رواج لائقِ ترک ہے۔ خود اس ناکارہ کو ذاتی طور پر اس کے ناخوشگوار نتائج کا تجربہ ہوا ہے، اس ناکارہ کا ذوق خود اپنی کتابوں کے بارے میں یہ رہا ہے کہ اپنی کسی کتاب پر اپنے بزرگوں کو بطورِ "تبرک" چند کلمات لکھنے کی کبھی زحمت نہیں دی، نہ اس کی فرمائش کی، کیونکہ ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ان اکابر

کے بے حد قیمتی اوقات میں اتنی گنجائش کہاں؟ کہ مجھ ایسے نابکار کی ژولیدہ تحریر پڑھیں اور اپنے قیمتی اوقات کا خون کریں۔ لامحالہ بغیر پڑھے ہی ''کلماتِ تبرک'' تحریر فرمائیں گے، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نادان کی غلطیاں میرے بزرگوں کے سر آن پڑیں گی۔ چنانچہ اس ناکارہ کا رسالہ ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' جو تمام اکابر نے پسند فرمایا، اور ہند و پاک کے بہت سے ناشرین نے ہزاروں کی تعداد میں اسے شائع کیا، مگر اس ناکارہ نے کسی بزرگ سے تقریظ نہیں لکھوائی، سنا ہے کہ ہمارے شیخ برکۃ العصر نوراللہ مرقدہٗ کی مجلس میں بھی یہ پورا رسالہ حرفاً حرفاً پڑھا گیا، اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے سامعہ مبارک سے گزرا، لیکن اس ناکارہ کے دل میں کبھی اس کی ہوس پیدا نہیں ہوئی کہ کسی بزرگ سے اس پر تقریظ لکھوائی جائے، اور اپنے کھوٹے سکوں کو بزرگوں کی تقریظات کی مہر سے چالو کیا جائے (اس ناکارہ کی دو کتابوں پر میرے حضرت بنوریؒ نے مقدمہ تحریر فرمایا تھا، مگر میری خواہش اور فرمائش کے علی الرغم، اس کی تفصیل کا موقع نہیں)۔

الغرض کتاب پڑھے بغیر اس پر تقریظیں لکھوانے اور لکھنے کا رواج اس ناکارہ کے خیال میں صحیح نہیں، یہ رَوِش لائقِ اِصلاح ہے، اس ناکارہ کا خیال ہے کہ جناب علوی مالکی صاحب کی کتاب ''مفاهيم يجب أن تصحح'' (عربی) پر تقریظات کا جوانبار نظر آرہا ہے، یہ جناب مصنف کے احترام میں بغیر کتاب پڑھے لکھی گئی ہیں، یا کسی لائقِ احترام شخصیت کو دیکھ کر ان کی تقلید میں صادر کردیا گیا ہے، اس لئے اگر یہ ناکارہ اس کتاب کے بارے میں ایسی رائے کا اظہار کر رہا ہے جو تقریظ لکھنے والے بزرگوں کی توثیق و تصدیق کے خلاف ہو تو اس کو ان بزرگوں کے حق میں سوٴادب کا ارتکاب نہ سمجھا جائے، اور نہ ان اکابر کے علم و فضل کے منافی قرار دیا جائے، کیونکہ بزرگوں ہی کا ارشاد ہے کہ:

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بہ غلط بر ہدف زند تیرے

سوم:...... اُوپر عرض کرچکا ہوں کہ جناب مصنف کا اصل مدعا سلفی حضرات کے تشدد کی اِصلاح ہے، جو زیرِ بحث مسائل میں ان کے یہاں پایا جاتا ہے، اور جس میں وہ کسی

نرمی اور لچک کے روادار نہیں، جناب مصنف ان کو اپنی اس شدت میں فی الجملہ معذور بھی سمجھتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''ان کو ہم اپنے حسنِ ظن کی بنا پر معذور سمجھیں گے، اور کہیں گے کہ نیت تو ان کی صحیح ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس طرح ان لوگوں نے کیا ہے، لیکن ہم کہیں گے کہ ان حضرات سے ایک بات رہ گئی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں حکمت و مصلحت اور عمدہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔''
>
> (اِصلاحِ مفاہیم ص:۴۹)

یہ دو اُصول جو جناب مصنف نے کتاب کے آغاز ہی میں قلم بند کئے ہیں، بڑے ہی قیمتی اور زرّیں اُصول ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ داعیانہ اسلوب کی رُوحِ رواں ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے مخالفین، ناقدین بلکہ مکفّرین تک کے بارے میں بھی یہ حسنِ ظن رکھا جائے کہ ان کی تنقید کا منشا اگر اخلاص ہے، اور وہ واقعتاً رضائے الٰہی کے لئے ایسا کر رہے ہیں، تو نہ صرف یہ کہ وہ معذور ہیں، بلکہ اِن شاء اللہ مأجور بھی۔

دوم یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے بلند پایہ کام میں بھی حکمت و مصلحت کے مطابق احسن سے احسن طریق اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

مجھے یہ توقع تھی کہ جناب مصنف نے جس داعیانہ اسلوب کی نشاندہی فرمائی ہے، وہ خود بھی اس کی پابندی فرمائیں گے اور ان کی یہ کتاب اسلوبِ دعوت کا شاندار مرقع ہوگی، اور وہ متنازع فیہ مسائل کو قلم بند کرتے ہوئے ایسا عمدہ طریق اپنائیں گے کہ ان کی بات بڑی خوشگواری سے ان کے قاری کے گلے سے اُتر جائے۔ بلاشبہ فطری طور پر ہماری یہ خواہش ہوگی کہ جس بات کو ہم حق اور صحیح سمجھتے ہیں، دُوسرے لوگ بھی اس کی حقانیت کے قائل ہوجائیں، لیکن ہم اپنی بات احسن طریق سے مخاطب کو سمجھانے کے مکلّف ہیں، اس کو منوانے کے ہم مکلّف نہیں، ہم نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنی بات مخاطب کے سامنے پیش کردی، ہم اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوگئے، آگے اسے مخاطب مانتا ہے یا نہیں؟ یہ اس کی

ذمہ داری ہے، اور اس کی صوابدید ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب مصنف، جن حضرات کو حسنِ ظن کی بنا پر معذور سمجھتے ہیں، انہی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے داعیانہ اور مصلحانہ اندازِ تخاطب اختیار نہیں فرمایا، بلکہ مناظرانہ ومجادلانہ انداز اختیار کیا ہے۔ اور اگر یہ بات یہیں تک محدود رہتی تب بھی فی الجملہ اسے گوارا کیا جاسکتا تھا، مگر افسوس ہے کہ جناب مصنف نے اپنی تحریر میں ترشی بلکہ تلخی کا عنصر اس قدر تیز کردیا ہے کہ یہ توقع از بس مشکل ہے کہ ان کی بات ان کے مخاطب کے گلے سے بہ آسانی اُتر جائے گی، مصنف نے شاید ہی کوئی نکتہ ایسا اُٹھایا ہو جس میں انہوں نے اپنے مخالفوں کو جاہل، غبی، کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، بدفہم جیسے ''خطابات'' سے نہ نوازا ہو۔

مثلاً: ''خالق ومخلوق کا مقام'' کے زیرِ عنوان یہ ذکر کرتے ہوئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائی ہیں، جن کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُوسرے افرادِ بشر سے ممتاز ہیں، مصنف لکھتے ہیں:

> ''یہ اُمور بہت لوگوں پر، ان کی کم عقلی، کم فہمی، تنگ نظری اور بدفہمی کی وجہ سے مشتبہ ہوگئے، تو انہوں نے جلدی سے ان اُمور کے قائلین پر کفر اور ملتِ اسلامیہ سے خروج کا حکم لگادیا۔''
>
> (اِصلاحِ مفاہیم ص:۵۷)

ایک جگہ مخالفین کے موقف کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

> ''یہ واضح جہالت ہے۔'' (اِصلاحِ مفاہیم ص:۶۵)

مترجم کا یہ ترجمہ اصل عربی متن کے مطابق نہیں، اصل متن کے الفاظ یہ ہیں: ''وھذا جھل محض'' (اور یہ ''محض جہالت ہے'' یا ''خالص جہالت ہے'')۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''حالانکہ حقیقت میں یہ جہالت وتعنت ہے۔''
>
> (مفاہیم عربی ص:۹۲)

الغرض! کتاب میں مسلسل یہی انداز چلا گیا ہے، اور جناب مصنف نے اپنے

موقف سے اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیا ہے، ظاہر ہے کہ اگر جناب مصنف کے پیشِ نظر واقعی اس طبقہ کی اِصلاح ہے تو ان کی اِصلاح اس اندازِ گفتگو سے مشکل ہے، بقول غالب:

نکالا چاہتا ہے کام طعنوں سے تو اے غالب!
ترے بے مہر کہنے پر بھلا وہ مہرباں کیوں ہو؟

اس ناکارہ کا خیال ہے کہ سعودیہ کے جن متشدد حضرات کی اِصلاح کے لئے جناب مصنف نے خامہ فرسائی کی ہے، وہ اس کتاب کے مطالعہ سے اِصلاح پذیر نہیں ہوں گے بلکہ ان متوحش الفاظ وخطابات کو پڑھ کر ان کے موقف میں مزید شدت پیدا ہوجائے گی، اس کتاب کے خلاف جوابی کتب و رسائل کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوجائے گا، ادھر کچھ عرب حضرات مصنف کی تائید وحمایت میں کھڑے ہوجائیں گے، اور قلمی جہاد کریں گے، یوں یہ کتاب متعلقہ حلقہ کی اِصلاح کے بجائے ایک نئے معرکہ کارزار کی راہ ہموار کرے گی۔

یہ تو سعودی ماحول میں اس کتاب کے آثار ونتائج ظاہر ہوں گے، جہاں تک ہمارے ہندوپاک کے ماحول کا تعلق ہے! میں اُوپر ذکر کرچکا ہوں کہ ان متنازع فیہ مسائل میں یہاں تین فریق پہلے سے موجود ہیں، ایک گروہ انہی سلفی حضرات کا ہے جن کا تذکرہ اُوپر آچکا ہے، ان پر تو وہی اثرات ہوں گے جو ابھی ذکر کرچکا ہوں، دُوسرا گروہ ہمارے اکابرِ دیوبند کا ہے، میں بتاچکا ہوں کہ یہ کتاب ہمارے اکابرؒ کے ذوق ومشرب کے ساتھ کوئی میل نہیں کھاتی، دیوبندی حلقہ میں یہ کتاب افتراق وانتشار کو جنم دے گی، کچھ حضرات اس کتاب کی تائید وحمایت میں اکابرِ دیوبند کے مسلک کو اس کتاب کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرمائیں گے، اور کچھ حضرات اس سے براءت کا اعلان واظہار فرمائیں گے۔ یوں اہلِ حق کے طبقہ میں ایک نئے انتشار وخلفشار کا دروازہ کھلے گا۔ البتہ تیسرا گروہ بریلوی حضرات کا ہے، وہ اپنے موقف کی تائید وحمایت اور ہمارے اکابرؒ کی تجہیل وتحمیق کے لئے اس کتاب کے خوب حوالے دیں گے، اور کتاب پر ثبت شدہ بھاری بھرکم تقریظات کے ذریعہ ان کو دیوبندی حلقہ پر الزام قائم کرنے میں اچھی خاصی آسانی ہوجائے گی۔ کاش! کہ طباعت

فہرست

سے پہلے اس سلسلہ میں مشورہ کرلیا جاتا تو اس ناکارہ کی رائے میں اس کی اشاعت آپ کی جانب سے نہ ہوتی۔

چہارم:...... جس طرح ہر شیخ کی ''نسبت'' اپنا ایک خاص رنگ رکھتی ہے، جو اس شیخ کے حلقہ کے اکثر منتسبین پر نمایاں ہوتی ہے، مثلاً: رائے پوری حضرات کی نسبت کا رنگ ان کے حلقہ پر اس قدر نمایاں ہے کہ آدمی دور ہی سے دیکھ کر پہچان جاتا ہے کہ یہ حضرات رائے پوری سلسلہ سے منسلک ہیں۔ اسی طرح حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے حلقہ پر حضرتؒ کی نسبت کا رنگ اتنا نمایاں ہے کہ ایک صاحبِ بصیرت آسانی سے پہچان لیتا ہے کہ ان حضرات پر حضرت حکیم الامتؒ کا رنگ غالب ہے، وعلیٰ ہذا۔ الغرض! جس طرح ہر شیخ کی نسبت کا ایک رنگ ہوتا ہے، اسی طرح ہر مصنف کا بھی ایک خاص رنگ ہوتا ہے، جو اس کے حلقۂ عقیدت پر غالب اور نمایاں ہوتا ہے۔ مودودی صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے، ڈاکٹر اسرار صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے، وغیرہ، وغیرہ۔

جناب علوی مالکی صاحب نے بھی زیرِ گفتگو کتاب ''مفاہیم'' میں اپنا ایک خاص رنگ بھرا ہے، جس کی طرف اُوپر اشارہ کرچکا ہوں، یعنی اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والوں کو کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، جاہل، بدفہم اور متعنت سمجھنا، اب جو حضرات جناب مالکی صاحب سے عقیدت وارادت رکھتے ہوں گے وہ اسی رنگ کو اپنائیں گے، اور یہی رنگ ان پر غالب ہوجائے گا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جناب مصنف سے فرطِ عقیدت کی بنا پر ان سے ذرا سا اختلاف کرنے کو بھی تنگ نظری، جہالت و بدفہمی پر محمول کریں گے، یا اس اختلاف کا منشا ضد وعناد اور تعنت وہٹ دھرمی کو قرار دیں گے۔ ظاہر ہے کہ جن حضرات پر یہ رنگ غالب ہو وہ دُوسرے کی بات کو نہ تو صبر وتحمل سے سنیں گے، نہ مسئلے کے دلائل پر غور کریں گے، نہ ان کے لئے ہمارے اکابرؒ کا حوالہ مفید ہوگا، کیونکہ جب ان حضرات کے دل میں بطورِ عقیدت یہ بات جم گئی ہے کہ جناب محمد علوی مالکی صاحب ہی عاقل وفہیم ہیں، وہی عالم وخوش فہم ہیں، اور وہی منصف ووسیع النظر ہیں، تو ان کے مقابلہ میں دوسروں کی بات کیا وقعت رکھے گی؟

یہ ایک ایسی صورتِ حال ہے جس کے تصور ہی سے یہ ناکارہ پریشان ہے کہ

فہرست

جناب علوی صاحب کے عقیدت مندوں سے افہام وتفہیم کی کیا صورت کی جائے؟ اور ان کے دل پر کس طرح دستک دی جائے؟ واللہ المستعان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ! اوراس پریشانی میں اس وقت دوچند اضافہ ہوجاتا ہے جب دیکھتا ہوں کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حلقہ ہی کے حضرات، جناب مالکی صاحب کے دامِ عقیدت ومحبت کے اَسیر ہیں، اوراپنے اکابرؒ کے مسلک ومشرب کوعلوی صاحب کے نظریات پر ڈھال رہے ہیں، فالی اللہ المشتکی! کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں تواضع اور فنائیت جو ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا خصوصی رنگ تھا، اس کا کوئی شمہ بھی نصیب فرمادے، تو آپس کے تشتت وانتشار کے منحوس سائے سے ہم محفوظ رہیں۔

پنجم:......اس ناکارہ نے یہاں تک جو کچھ لکھا وہ یہ سمجھ کر لکھا کہ جناب شیخ محمد علوی مالکی صاحب خوش عقیدہ عالم ہیں، اوران کے پیشِ نظر صرف متشدد حضرات کی اِصلاح ہے، لیکن ''حق چار یار'' میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی نے بریلوی مکتب کے رسالہ ماہنامہ ''جہانِ رضا، لاہور'' کے حوالہ سے یہ عجیب وغریب انکشاف کیا ہے کہ جناب مصنف محمد علوی مالکی دراصل بریلوی عقیدہ کے حامل اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان مرحوم کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں، اور جناب علوی صاحب کی فاضل بریلوی سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ علوی صاحب ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ''نحن نعرف تصنيفاته وتأليفاته فحبه علامة السنة، وبغضه علامة البدعة.''
>
> ترجمہ:......''ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تألیفات کے ذریعہ جانتے ہیں، پس ان سے محبت رکھنا سنت کی علامت، اوران سے عناد، بدعت کی نشانی ہے۔''

(اس تحریر کے بعد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی کے پورے مضمون کا فوٹو ماہنامہ ''حق چار یار'' سے نقل کیا جارہا ہے۔)

حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کے اس انکشاف کے بعد غور وفکر کا زاویہ یکسر

بدل جاتا ہے، اور صاف نظر آنے لگتا ہے کہ:

ا:...... "اِصلاحِ مفاہیم" دراصل بریلوی مکتبِ فکر کے ایک فاضل اور جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم کے ایک غالی عقیدت مند کی تالیف ہے، جو بریلوی عقائد ونظریات کی نشر واشاعت کے لئے مرتب کی گئی ہے۔

۲:...... اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدد کی اِصلاح نہیں (جیسا کہ میں نے بطورِ حسنِ ظن اس کا اُوپر اظہار کیا تھا) بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات کے مقابلہ میں بریلوی حضرات کے نقطۂ نظر کی بھرپور حمایت وتائید ہے۔

۳:...... جاہل، غبی، کم فہم، بدفہم اور متعنت وغیرہ الفاظ کی تکرار سے مقصود دراصل اکابرِ دیوبند (حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہمارے شیخ برکۃ العصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی تک تمام اکابر، نور اللہ مراقدہم) کی تجہیل وتحمیق ہے۔

۴:...... جناب مصنف نے دیوبندی حضرات کی تقریظوں کا جو انبار لگایا ہے اس کی اصل غرض بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تقریظات کا یہ اہتمام دراصل اکابرِ دیوبندؒ کے خلاف خود دیوبندی حضرات سے "اجتماعی فتویٰ" لینا ہے، تاکہ یہ تمام تقریظ کنندگان بھی اپنے اسلاف کو جاہل ونادان قرار دینے میں متفق ہوجائیں۔

۵:...... بریلوی حضرات کے خیالات سعودی مشائخ کے بارے میں سب کو معلوم ہیں، لیکن جناب مصنف علوی مالکی نے ازراہِ احتیاط شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کا نام بڑے احترام سے لیا ہے، اور جگہ جگہ ان کے حوالوں سے اپنی کتاب کو مرصع ومزین کیا ہے۔

ایک ایسا شخص جو مولانا احمد رضا خان بریلوی کی محبت کو سنی ہونے کی اور ان کی مخالفت کو بدعتی ہونے کی علامت قرار دیتا ہو، اس سے ان سعودی اکابر کی مدح وتحسین کچھ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ شاید ان کی مجبوری ہے کہ اس کے بغیر سعودی ماحول میں اس کتاب کا شائع ہونا مشکل تھا۔

۶:...... میرے محترم بزرگ جناب صوفی اقبال صاحب زید مجدہٗ اور ان کے رفقا

جو جناب مصنف علوی مالکی صاحب کی کتاب کے بے حد مداح ہیں، اور اس کی نشر و اشاعت میں سعیٔ بلیغ فرما رہے ہیں، ان کو بھی اس ناکارہ کی طرح جناب مصنف سے حسنِ ظن رہا ہوگا، اور یہ خیال ہوا ہوگا کہ یہ بزرگ (جو بہت سی نسبتوں کے جامع ہیں) سلفی تشدد کے مقابلہ میں "جہادِ کبیر" فرما رہے ہیں، اس لئے حتی الامکان ان کی اعانت واجب ہے۔

ان حضرات کو جناب مصنف کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی، کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ:

خبث باطن نہ گردد سالہا معلوم!

اگر یہ روایت صحیح ہے کہ جناب صوفی صاحب زید مجدہٗ جناب علوی مالکی صاحب کے باقاعدہ حلقہ بگوش بن گئے ہیں، تو یہ بھی اسی ناواقفی اور حقیقت تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مجھے توقع ہے کہ جلد یا بدیر جیسا ان پر اصل حقائق منکشف ہوں گے تو یہ حضرات اپنے موقف پر نظرِ ثانی میں کسی پس و پیش کا اظہار نہیں فرمائیں گے۔

۷:...... جب شیخ علوی مالکی صاحب کا بریلوی طبقہ سے منسلک ہونا عالم آشکارا ہو چکا ہے، تو ان کی کتاب کے نکات پر دیوبندی بریلوی اتحاد و مفاہمت کی دعوت دینا دراصل دیوبندیوں کو بریلوی حضرات کے موقف کی حقانیت کے تسلیم کرنے کی دعوت دینا ہے، اور یہ بات بھی کچھ کم اعجوبہ نہیں کہ یہ یک طرفہ دعوت دیوبندی اکابر کے منتسبین کی طرف سے دی جارہی ہے۔ مولانا احمد رضا خان مرحوم کی جماعت کا ایک فرد بھی اس دعوت میں نمایاں نہیں، اس لئے دُوسرے لفظوں میں بلاتکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دیوبندیوں کو بریلوی بن جانے کی دعوت ہے، اور یہ کہ ہمارے اکابر جو بدعات کے طوفان کے مقابلہ میں اب تک سدِ سکندری بنے رہے ہیں، اب اس دیوار کو توڑ دیا جائے، اور عوام کو بدعات کی وادیوں میں بھٹکنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا جائے، **ولا فعل الله ذالک!**

یہ اس ناکارہ نے ارتجالاً چند نکات عرض کردیئے ہیں، دل کو لگیں تو قبول فرمائیے، ورنہ "کلائے بد بریش خاوند!" امید ہے مزاجِ سامی بعافیت ہوں گے۔

والسلام!

محمد یوسف عفا اللہ عنہ
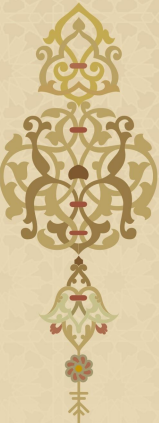
تیسرا خط

''جناب حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہٗ، اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی مبارک میں برکتیں عطا فرمائے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد عرض ہے کہ میں یہ عریضہ نہایت دکھ کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ایک عرصہ سے حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا مرید ہوں اور حضرت سے محبت بھی ہے۔ ان کے بارے میں دل بالکل صاف ہے، لیکن کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' کی تائید کی وجہ سے ایک عالم دین کہتے ہیں کہ: اب ان کا عقیدہ ٹھیک نہیں رہا، لہٰذا تمہاری بیعت درست نہیں، حضرت نے مجھے جو معمولات بتائے ان پر عمل کر رہا ہوں۔ آپ بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے عرض ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میرے لئے جو راستہ اختیار کرنا چاہئے، ارشاد فرمائیں! کیونکہ آپ کو بھی حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ سے دولتِ خلافت نصیب ہوئی ہے، اس لئے بہتر رائے دیں گے، شکریہ!

آپ بزرگوں کا عقیدت مند ایک بندۂ خدا

نوٹ:...... یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف بھی ذہن بناتے ہیں، اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔''

جواب

محترم و مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مولانا عزیزالرحمٰن مدظلہٗ کے ساتھ اس ناکارہ روسیاہ کو بھی نیازمندی کا

تعلق ہے، وہ میرے خواجہ تاش ہیں، اور اس ناکارہ سے کہیں بہتر و افضل ہیں، تاہم ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے مضامین سے اس ناکارہ کو اتفاق نہیں، اور یہ ہمارے اکابرؒ حضرت قطب العالم گنگوہی نوراللہ مرقدہ سے لے کر ہمارے شیخ برکۃ العصر قطب العالم قدس سرہٗ تک کے مذاق و مشرب کے قطعاً خلاف ہے۔ اس ناکارہ نے کتاب کے ناشر مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی زید لطفہٗ کے اصرار پر اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان کے نام ایک خط میں کردیا ہے۔

کتاب کے مصنف جناب علوی مالکی صاحب دراصل بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، سنا ہے کہ ہمارے صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہٗ ان سے باقاعدہ بیعت ہوگئے، اس لئے ان کی کتاب کی اشاعت کرنے لگے، واللہ اعلم! یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟ جناب مولانا عزیزالرحمٰن صاحب زیدہ مجدہٗ صوفی صاحب سے بہت ہی اخلاص رکھتے ہیں، اس لئے وہ بھی اپنے رفقا کے ساتھ اس کے پُرزور مؤید ہوگئے، اور اس تحریک کا نام ''دیوبندی بریلوی اتحاد کی مخلصانہ کوشش'' رکھ لیا، حالانکہ ہمارے اکابرؒ کی طرف سے تو کبھی افتراق ہوا ہی نہیں تھا کہ ان کو اتحاد کی دعوت دی جائے، جن حضرات (بریلویوں) کی طرف سے افتراق ہوا تھا ان کو اتحاد کی دعوت و تلقین ہونی چاہئے۔

بہرحال اس ناکارہ کے خیال میں یہ بزرگ جو ''اِصلاحِ مفاہیم'' کی بنیاد پر ''دیوبندی بریلوی اتحاد'' کی دعوت لے کر اُٹھے ہیں، یہ بزرگ اپنی اس تحریک میں مخلص ہیں، تاہم ان کا موقف چند وجوہ سے درست نہیں، والعلم عند اللہ!

اوّل:...... یہ کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سالہا سال رہنے اور خلافت و اجازت کی خلعت سے سرفراز ہونے کے بعد ان کا کسی علوی مالکی سے رشتۂ عقیدت و بیعت استوار کرنا چہ معنی؟ کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے تھا، یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے تعلق و وابستگی سے بے وفائی ہے۔

دوم:...... ان حضرات نے جناب علوی مالکی صاحب کی حقیقت اور ان کے

نظریات کی گہرائی کو نہیں سمجھا، اور یہ کہ ان صاحب کی شخصیت کی تکوین کن کے ہاتھ سے ہوئی؟ اگر ان حضرات کو علم ہوتا کہ یہ حضرت دراصل جناب مولانا احمد رضا خان کے خانوادہ کے ساختہ پرداختہ ہیں، تو مجھے یقین ہے کہ یہ حضرات ان صاحب کے حلقۂ عقیدت میں شامل نہ ہوتے، اور ان کے نظریات کی ترویج و تشہیر میں اپنی صلاحیتیں صرف نہ فرماتے۔

سوم:...... ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے ذریعہ ان حضرات نے دیوبندی حلقہ کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف و نزاع کا جو میدانِ کارزار پون صدی سے گرم رہا ہے، اس میں غلطی اکابرِ دیوبند ہی کی تھی، اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو ان کی غلطی کا احساس دلاکر اس غلطی کی اصلاح پر آمادہ کیا جائے۔ دُوسری طرف بریلوی حضرات کی اصلاح کی کوشش نام کو بھی نہیں، گویا سارا قصور اکابرِ دیوبند کا تھا، اہلِ بدعت اپنے طرزِ عمل میں سراسر معصوم اور حق بجانب ہیں، چنانچہ بریلوی حضرات اس کو اپنی فتح قرار دے رہے ہیں، اور رسائل میں اس کا برملا اظہار کرنے لگے ہیں، غور کیا جاسکتا ہے کہ اصلاح کی یہ یک طرفہ ٹریفک –خواہ وہ کتنے ہی جذبۂ اخلاص پر مبنی ہو– کہاں تک مبنی برحق اور مثمرِ خیر ہوسکتی ہے؟

چہارم:...... اصاغر کا کام اکابر کی اتباع و تقلید اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا ہے، نہ کہ ان کی اصلاح! یہ ناکارہ اپنے اکابر کا کمترین نام لیوا ہے، اور اپنے اکابر کو اربابِ قوتِ قدسیہ سمجھتا ہے۔ دُوسرے لوگ برسوں کی جھک مارنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچیں گے، میرے یہ اکابرؒ اپنی فراست اور قوتِ قدسیہ کی برکت سے پہلے دن اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے، لیکن ''اِصلاحِ مفاہیم'' کی تحریک کی رُوح یہ ہے کہ ہمارے اکابرؒ نے غلطی کی تھی، اب ان کے اصاغر کو چاہئے کہ اپنے بڑوں کی غلطی کی اصلاح کریں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

پنجم:...... ان حضرات نے یہ تو دیکھا کہ اگر دیوبندی، ردِّ بدعات میں ذرا ڈھیلے ہوجائیں تو دونوں گروہوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کا خوشنما شیش محل تیار ہوسکتا ہے، مگر ان حضرات کی نظر اس طرف نہیں گئی کہ پھر تجدیدِ دین اور ردِّ بدعات کا فرض کون انجام دے گا؟

اور سنت کے اسلحہ سے لیس ہوکر حریمِ دین کی پاسبانی کون کرے گا؟ پھر تو عرس، قوالی اور اس قسم کی چیزیں ہی دین کے بازار میں رہ جائیں گی، ولا فعل اللہ ذالک!

ششم:......علوی مالکی نسبت ہی کا اثر ہے کہ یہ حضرات جلی یا خفی انداز سے تبلیغ کی مخالفت کرتے ہیں، اور لوگوں کو اس "بیماری" سے بچانے کے لئے فکرمند رہتے ہیں، حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہٗ تبلیغ کے ستونِ اعظم تھے، اور اہلِ تبلیغ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی کتابوں اور آپ کی تعلیمات کو حرزِ جان بنائے ہوئے نقل و حرکت کر رہے ہیں، اگر علوی مالکی صاحب کی نسبت کے بجائے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی نسبت کا رنگ غالب رہتا تو ان حضرات سے بڑھ کر تبلیغ کا کوئی مؤید نہ ہوتا۔

بہرحال یہ ناکارہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرات اپنی جگہ مخلص ہیں، لیکن اس تحریک میں ان کی نظر سے کئی چیزیں اُوجھل ہوگئی ہیں، اور میں اب بھی توقع رکھتا ہوں کہ جلد یا بدیر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے گا۔

آپ کے لئے اس روسیاہ کا مشورہ یہ ہے کہ آپ، حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب کی بیعت میں بدستور شامل رہیں، اور ان کے بتائے ہوئے معمولات کو پوری پابندی سے بجالائیں، لیکن علوی مالکی نسبت کا رنگ قبول نہ کریں، بلکہ اپنے اکابر کے ذوق و مشرب پر رہیں، اگر مولانا موصوف آپ کو خود ہی اپنی بیعت سے خارج کردیں تو کسی دُوسرے بزرگ سے تعلق وابستہ کرلیں، اس کے بعد بھی مولانا موصوف کے حق میں ادنیٰ سے ادنیٰ بے ادبی کا ارتکاب نہ کریں۔

بلاقصد جواب طویل ہوگیا، سمع خراشی پر معذرت چاہتا ہوں، اور کوئی لفظ آپ کے لئے یا آپ کے شیخ کے لئے ناگوار ہو تو اس پر بلاتکلف معافی کا خواستگار ہوں۔ والسلام!

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۵/۱۲/۱۴۱۵ھ

ضمیمہ جات

ا:......قاضی مظہر حسین مدظلہ کے انکشافات، ماہنامہ ''حق چاریار'' کا عکس ''مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں'':

مولانا محمد بن علوی مالکی موصوف کی تصانیف ''حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف'' اور زیرِ بحث کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موصوف بریلوی مسلک کے عالم ہیں، یہی وجہ ہے کہ حول الاحتفال کا ترجمہ بھی ''میلادِ مصطفیٰ'' کے نام سے ایک بریلوی عالم نے لکھا ہے اور اس کتاب کی اشاعت بھی بریلوی مسلک والوں نے کی ہے۔ اسی طرح ان کی بعض دُوسری تصانیف کا ترجمہ بھی بریلوی علماء نے کیا ہے۔

۲:......لیکن بریلوی مسلک کے ماہنامہ ''جہانِ رضا'' فروری ۱۹۹۲ء کے مطالعہ سے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ کٹر بریلوی عالم ہیں، چنانچہ اس شمارہ کے ص:۲۶ پر حسبِ ذیل عنوان سے مولانا مکی مالکی کے حالات بیان کئے گئے ہیں:

''خانوادۂ بریلی کا ایک عرب مفکر''

فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی مدظلہ

از جناب مفتی محمد خان صاحب قادری مدظلہ العالی

آپ کا اسمِ گرامی محمد، والد کا نام علوی اور دادا کا نام عباس ہے، آپ کا تعلق خاندانِ سادات سے ہے، سلسلۂ نسب ۲۷ واسطوں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ مسلکاً مالکی اور مشرباً قادری ہیں، کیونکہ آپ کے دادا اور والد گرامی دونوں شہزادہ اعلیٰ حضرت اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا تھے، اور آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت خطیبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ہیں، وہیں پرورش پائی، مسجد حرام مدرسۃ الفلاح اور مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ آپ نہایت قد آور شخصیت کے مالک ہیں۔

بیاد امام اہلِ سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
بانیِ مجلس تکریم اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ﷫

بارگاہ رضویت سے عقیدت علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنے علم و فضل کو نورانیت دینے کے لئے بارگاہ رضویت سے اپنا حصہ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے علم و فضل کے بڑے مدعا ہیں۔ بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں۔ حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علماء و مشائخ کو خلافت اجازت نے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم (ڈھاکہ) حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ملاقات کی مفتی سعد اللہ مکی کے ایماء پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا دوران ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سروقد اٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی شربت پلایا گیا، قہوہ پیش کیا گیا انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرما دی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا "سیدی علامہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیقات کے ذریعے جانتے ہیں۔ وہ اہلسنت کے علامہ تھے۔ ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے"

مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق:

خود مولانا مالکی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں نے سندِ حدیث حاصل کی ہے، ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے، مولانا ضیاء الدین قادری ہیں، ان کی سند نہایت اعلیٰ و افضل ہے، انہوں نے جن بزرگوں سے روایت کی ہے ان میں سے ہندوستان کی مشہور شخصیت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ ہے، جو شیخ زینی دحلان مفتی مکہ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی کتاب ''الطالع السعید'' کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ (ص:۲۷)

یہ مولانا ضیاء الدین صاحب قادری جو مولانا احمد رضا خان کے شاگرد و مرید ہیں، وہی ہیں جن کے مکی مالکی صاحب خلیفہ ہیں۔

فنِ حدیث میں ڈاکٹریٹ:

آپ نے جامعہ ازہر مصر میں فنِ حدیث اور اُصولِ حدیث کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی۔ (ایضاً ص:۲۷)

آپ نے مختلف تعلیمی، تدریسی، تربیتی اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تیس سے زائد کتب تصنیف کی ہیں، جو عالم اسلام کے لئے رہتی دُنیا تک رہنمائی کا کام دیں گی۔ (ایضاً ص:۳۰)

نمبر:۹...... حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف، جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر لاجواب کتاب ہے۔ (ایضاً ص:۳۲)

نمبر:۲۲...... مفاهيم يجب ان تصحح الذخائر المحمديه، پر لوگوں نے جو اعتراض وارد کر کے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی، ان کا جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ (ایضاً ص:۳۵)

بارگاہِ رضویت سے عقیدت: علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنے علم و فضل کو نورانیت دینے کے لئے بارگاہِ رضویت سے اپنا حصہ لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں

فہرست

اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے علم و فضل کے بڑے مدعا ہیں۔

بیعت غالبًا اپنے والد بزرگوار سے ہیں، حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں بہت سے علماء و مشائخ کو خلافت اجازت سے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔ (ایضاً ص:۴۱)

نوٹ: یہ مولانا غلام مصطفیٰ رضا بریلوی، لڑکے ہیں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت: مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم (ڈھاکہ) حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ملاقات کی، مفتی سعد اللہ مکی کے ایما پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا، دورانِ ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سروقد اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی، شربت پلایا گیا، قہوہ پیش کیا گیا، انہوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا: ''سیدی علامہ مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیقات کے ذریعہ جانتے ہیں، وہ اہلسنّت کے علامہ تھے، ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت اور ان سے بغض رکھنا اہل بدعت کی نشانی ہے۔'' (ایضاً ص:۴۱)

تبصرہ

مندرجہ بالا حالات و واقعات سے واقف ہونے کے بعد تو یقین کرنا پڑتا ہے کہ مولانا مکی مالکی جو فنا فی البریلویت ہیں، آپ کو مولانا ضیاء الدین صاحب قادری کے علاوہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے لڑکے مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب سے بھی اجازت و

فہرست

خلافت حاصل ہے، اور آپ اس حد تک مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے عقیدت مند ہیں کہ ان کو اہلِ حق واہلِ باطل اور اہلِ سنت واہلِ بدعت کے لئے معیارِ حق قرار دیتے ہیں، اور غیرمبہم الفاظ میں کہتے ہیں کہ:

"ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا اہلِ بدعت کی نشانی ہے۔"

۲:...... مولانا احمد رضا خان بریلوی کی علمِ غیب کے موضوع پر تصنیف "الدولة المكية بالمادة الغيبية" (عربی طبع جدید ۱۹۸۷ء) کے افتتاحیہ میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا کی محبوبیت اور مرجعیت کا جو اس وقت عالم تھا اس کے کچھ آثار اب بھی نظر آتے ہیں۔

آیئے مولانا غلام مصطفیٰ (مدرس مدرسہ عربیہ شرف العلوم راجشاہی بنگلہ دیش) کی زبانی سنئے:

"۱۳۷۲ء میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی (مکہ معظّمہ) کے در دولت پر حاضر ہوئے، جب اپنا تعارف ان الفاظ سے کرایا نحن تلاميذ اعلىٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بريلوى رحمة الله عليه (غلام مصطفیٰ، سفرنامہ حرمین شریفین، بنگلہ دیش مطبوعہ ۱۹۶۰ء ص:۶۶) تو سید محمد علوی سروقد کھڑے ہوگئے اور ایک ایک سے معانقہ ومصافحہ کیا اور پھر فرمایا:

"نحن نعرف تصنيفاته وتأليفاته فحبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة."

ہم امام احمد رضا خان کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں، ان سے محبت سنت کی علامت ہے، اور ان سے

عناد بدعت کی نشانی ہے۔“ (ایضاً ص:۳۲)

اکابرِ دیوبند، مولانا احمد رضا خان کی نظر میں

یہ حقیقت کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب ”حسام الحرمین“ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، مؤلف ”بذل المجھود“ شرح ابی داؤد و مؤلف ”براہینِ قاطعہ“ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، رحمہم اللہ، پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ چونکہ اکابر کی عبارتوں میں قطع و برید کرکے تکفیر کی مہم چلائی گئی تھی، اس لئے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے جواب میں ”الشہاب الثاقب“ لکھی، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علمائے دیوبند نے ان کے ردّ میں کتابیں لکھیں۔ ”حسام الحرمین“ کے تکفیری فتووں کی بنا پر ہی علمائے حرمین شریفین نے اکابر علمائے دیوبند کو ۲۶ سوالات بھیجے جن کے جوابات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھے، جن پر اس وقت کے اکابرِ دیوبند اور علمائے حرمین شریفین نے اپنی تصدیقات لکھی ہیں، ہم دیوبندی بریلوی محاذ آرائی نہیں چاہتے اور نہ ہی ہماری یہ بحث بریلوی علماء سے ہے۔

اس وقت ہماری بحث خصوصی طور پر جناب صوفی محمد اقبال صاحب (مقیم مدینہ منورہ)، مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی سے ہے، جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور خلفاء میں سے ہیں، کیونکہ ان حضرات نے مولانا مکی مالکی کی کتاب مفاہیم کا اُردو ترجمہ ”اِصلاحِ مفاہیم“ کے نام سے شائع کیا ہے، اور جناب صوفی محمد اقبال صاحب موصوف نے مولانا احمد عبدالرحمٰن صاحب صدیقی (نوشہرہ) کے نام بعنوان ”اُردو ترجمہ شائع کرنے کا مقصد“ اس کتاب کی مکمل تائید کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”زیرِ نظر کتاب ”المفاہیم“ کے اُردو ترجمہ میں فیصلہ ہفت

مسئلہ اور المہند والے ہی مسائل کو علمی دلائل کے ساتھ خوب واضح کیا گیا ہے، جس کو عرب وعجم میں فریقین کے جید علمائے کرام نے خوب سراہا ہے۔'' (ص:۱۲)

اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد صدیق اکبر، چوہڑ (راولپنڈی) نے بھی اپنی تقریظ میں لکھا ہے:

''ہم نے فضیلۃ العلامۃ الجلیل السید محمد بن العلوی المالکی الحسنی المکی دامت برکاتہم کی کتاب ''مفاھیم یجب ان تصحح'' کا مطالعہ کیا، ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علماء کے وقار اور حکماء کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ انداز میں جمع کیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرًا کثیرًا! اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین ومتأخرین جمہور اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے..... الخ۔'' (ص:۲۱)

حالانکہ انہوں نے جو نظریات عرس، انعقادِ محفلِ میلاد اور روحِ نبویؐ کا ان مجالسِ مولود میں حاضر ہونے وغیرہ کے پیش کئے ہیں، ان کے ردّ میں اکابر علمائے دیوبند کتابیں شائع کرچکے ہیں، تو کیا مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے نزدیک یہ اکابر علمائے دیوبند، جمہور اہلِ سنت والجماعت میں شامل نہیں ہیں۔

۲:...... مولانا مکی مالکی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی محبت کو اہلِ سنت کی، اور ان کے ساتھ بغض کو اہلِ بدعت کی نشانی قرار دیا ہے، ان کے نزدیک مولانا احمد رضا خان صاحب معیارِ حق ہیں اور مولانا احمد رضا صاحب اکابرِ دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں۔

قولِ فیصل

ہم دیوبندی، بریلوی تنازع بڑھانا نہیں چاہتے، لیکن جب کوئی مسئلہ درپیش آئے گا تو اس کو ہم اکابر علمائے دیوبند کی تحقیق کے مطابق حل کریں گے۔ ہم ان حضراتِ اکابر علمائے دیوبند کو، حضرات خاندان ولی اللّٰہی کے بعد مذہباً اہلِ سنت والجماعت کا

ترجمان اور وارث تسلیم کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات دو کشتیوں میں پاؤں نہ لٹکائیں، حق واضح ہے، ہم آپ حضرات کو اس وقت تک سابق دیوبندی قرار دیتے رہیں گے جب تک کہ آپ مولانا مکی مالکی موصوف کی کتاب ''المفاہیم'' اور ''حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف'' سے صاف طور پر براءت کا اعلان نہیں کرتے، وما علینا الا البلاغ!

خادمِ اہلِ سنت مظہر حسین غفرلہٗ

۲۶؍شعبان ۱۴۱۵ھ۔''

۲:...... فضیلۃ الشیخ ملک عبدالحفیظ مکی کا خط:

''مخدوم مکرم ومحترم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، رزقکم اللہ وایانا محبتہ ورضوانہ، آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد!

کچھ دنوں قبل لندن پہنچا تھا، وہاں کچھ دوستوں نے رسالہ ''بینات'' محرم الحرام ۱۴۱۶ھ کا دکھایا، جس میں آں مخدوم کا مضمون بعنوان ''کچھ اِصلاحِ مفاہیم کے بارے میں'' دیکھا پڑھا، اس کتاب اور اس کے مصنف سے متعلق کافی کچھ معلومات چونکہ اس سیاہ کار کے ذہن میں ہیں، آنجناب کا مضمون چونکہ کئی جگہ ایسا رُخ اختیار کرگیا ہے جو نہیں ہونا چاہئے تھا (اس سیاہ کار کے خیال میں)، اور وجہ اس کی بظاہر صحیح معلومات کی عدم دستیابی ہے۔ اس لئے خیرخواہی کے طور پر یہ سوچا کہ آں مخدوم کی وسیع النظری اور وسعتِ صدری و کریمانہ اخلاق سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ضرور یہ چیزیں خدمتِ عالی میں عرض کردوں، ویسے یہ سیاہ کار بھی ہمیشہ یہی کوشش کرتا رہا ہے کہ جھگڑوں میں نہ پڑے اور جو آپ نے اس بارے میں فرمایا ہے، آج کل کے حالات کے بارے میں پورا پورا اس کا مؤید ہے۔ مگر یہاں چونکہ مشکل یہ پڑگئی کہ بظاہر یہ معلومات شاید کسی اور ذریعہ سے آں مخدوم تک نہ پہنچ سکتیں اس لئے جلدی میں بے ترتیبی سے ہی سہی چند ملاحظات نمبروار عرض کروں گا۔ آنجناب اپنی عالی حوصلگی وقوی استعداد سے اِن شاء اللہ خود ہی اس کا منشا ومقصد حاصل کرلیں گے۔

۱:...... آں مخدوم نے کئی جگہ پہلے دُوسرے اور تیسرے خط میں یہ اظہار فرمایا ہے کہ (جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں، اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بے پڑھے مؤلف کے ساتھ حسنِ ظن کی وجہ سے لکھ دی ہیں .....الخ) حالانکہ یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے، چونکہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں بھی اس سیاہ کار کو یہ اندازہ ہوا تھا کہ ان کو بھی بعض لوگوں نے اس کے خلاف مختلف انداز سے اُبھارا اور یہی تأثر دیا تو انہوں نے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہٗ کے خلاف باقاعدہ بعض حضرات کو خط لکھا، جس کا اس سیاہ کار کو بہت افسوس ہوا۔ مگر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کو اس سیاہ کار نے معذور جانا کہ انہیں صحیح معلومات نہیں تھیں اور لوگوں نے غلط انداز سے بھڑکایا، لہٰذا حضرت کی خدمت میں اس سیاہ کار نے اس بارے میں مفصل عریضہ تحریر کیا، جس کی ایک فوٹو اسٹیٹ اس عریضے کے ساتھ ارسال ہے، آں مخدوم سے گزارش ہے کہ اس عریضے کو ضرور اہتمام سے پڑھ لیں، تاکہ تقریظات کے بارے میں حقیقتِ حال واضح ہوجائے۔

۲:...... پہلے خط میں جو آنجناب نے اخیر میں لکھا ہے کہ (اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں، نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک ''حسنِ ظن'' ہے کہ بہت سے دُوسرے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا.....الخ) یہ سب کچھ آں مخدوم نے لکھ دیا - یاللعجب - حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ مقرظین میں حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا سید حامد میاں، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، اور حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم العالی جیسے حضرات ہیں۔ یہ سیاہ کار اس پر کیا تبصرے کرے...؟ بہرحال آنجناب جو کہ مجسمہ تواضع ہیں، طبیعتِ مبارکہ کے لحاظ سے ایسے جملے ایسے حضرات کے بارے میں باعثِ حیرت و تعجب ہیں، اس لئے یہ شبہ پڑتا ہے کہ کسی نے آنجناب کو بھی اس بارے میں گرمانہ دیا ہو، ورنہ ایسے کیوں لکھا جاتا؟ واللہ اعلم! لندن میں ایک صاحبِ علم و تحقیق نے آں مخدوم کا مضمون پڑھ کر از خود اس سیاہ کار سے فرمایا

مسکراتے ہوئے (ایسا لگتا ہے کہ کسی نے حضرت مولانا لدھیانوی کو بھڑکایا اور ان سے یہ مضمون لکھوایا ہے) واللہ اعلم!

۳:...... آں مخدوم نے دُوسرے خط کے دُوسرے صفحہ پر "اکابر کا مسلک و مشرب" کا ذکر بھی فرمایا ہے، اس رسالے کا تازہ ایڈیشن بھی یہ سیاہ کار بھجوا رہا ہے، جس میں اس نابکار کا مفصل مقدمہ بھی ہے، اور وہ اسی غرض سے ارسال ہے کہ جیسے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کی خدمت میں بھی عرض کیا ہے، اسی طرح آں مخدوم کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ اسے بغور و اہتمام سے ملاحظہ فرمایا جائے اور مقدمہ یا اصل رسالہ میں جو اصلاحات آپ تجویز فرماویں گے، اِن شاء اللہ ان پر عمل کیا جائے گا، بشرطیکہ مقصودِ رسالہ کے خلاف نہ ہو۔ یہ بات حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے بھی طے ہوچکی ہے، وہ بھی بالکل تیار ہیں کہ جو اصلاح و ردّ و بدل فرماویں گے اِن شاء اللہ کردیا جائے گا، بشرطیکہ رسالہ کا مقصد فوت نہ ہو، اس سے متعلق اصلاحات کے بارے میں چاہے اس سیاہ کار کو مطلع فرمادیا جائے اور چاہے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کو راولپنڈی۔

۴:...... آں مخدوم نے دُوسرے اور تیسرے خط میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ سید علوی مالکی سے بیعت ہوگئے ہیں، تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس سیاہ کار کے علم کے مطابق تو سید محمد علوی مالکی کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے۔ اس سیاہ کار نے ایک دفعہ صراحتاً ان سے پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ: میں کسی کو بیعت نہیں کرتا، البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت و خلافت دی ہے، اور یہ آنجناب کے علم میں ہوگا کہ حضرت صوفی صاحب کو کئی مشائخ نے حضرت کے بعد اجازت مرحمت فرمائی، اس سیاہ کار کے علم کے مطابق ان میں حضرت مولانا محمد میاں، حضرت مولانا فقیر محمد اور ایک نقشبندی بزرگ جو کہ غالباً ڈیرہ غازی خان میں تھے، اسی طرح ایک اور جگہ سے بھی غالباً ہوئی ہے، اور تصوف کے لحاظ سے اس میں بظاہر کوئی حرج بھی نہیں، جیسا کہ خود آں مخدوم کو حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس سرہٗ نے اجازت مرحمت فرمائی، اسی طرح اور حضرات کو کئی اور حضرات نے۔

۵:......حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے ایک مرید نے آں مخدوم کو جو خط لکھا، اس میں انہوں نے نوٹ دیا کہ: ''یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف بھی ذہن بناتے ہیں، اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے'' اور اس کو من وعن آں مخدوم نے مان کر یہ بھی بے چارے سیّد محمد علوی مالکی کے کھاتے میں ڈال دیا، حالانکہ اس سیاہ کار کے یقینی علم کے مطابق سیّد محمد علوی مالکی تبلیغی کام اور تبلیغی اکابرین سے قلبی تعلق رکھتے ہیں، اور خود وہ سعودی حضرات مکہ مکرمہ، جدہ و مدینہ منورہ والے جو پختگی سے تبلیغی کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ ہمیشہ ان کی مجلس میں پابندی واہتمام سے آتے ہیں، بلکہ سیّد محمد علوی صاحب کے ہاں سبقاً سبقاً اور درساً درساً ''حیاۃ الصحابہ'' پڑھائی جاتی ہے، جسے سیّد صاحب طلبہ کو خود پڑھاتے ہیں۔

بہرحال حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم العالی کے متعلق یہ الزام کہ وہ تبلیغ کے خلاف ذہن بناتے ہیں، اس سیاہ کار کے خیال میں غلط فہمی پر مبنی ہے۔ چونکہ رائے ونڈ والوں نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے انتقال کے فوراً بعد تبلیغی نصاب سے ''فضائلِ درود شریف'' کو نکال دیا تھا، اور جب ان کا محاسبہ کیا گیا تو ان میں سے ایک صاحب نے غلط بیانیوں سے پُر ایک خط لکھا، جس کے جواب میں ان کی غلط بیانیاں واضح کی گئیں اور یہ کہ یہ کام تبلیغی اُصول کے بھی خلاف ہے.....الخ۔ چونکہ ایسے عناصر کی مخالفت ہوگئی ہوگی اس لئے اس مرید نے یہ سمجھ لیا کہ نعوذ باللہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ نے نفسِ تبلیغی کام کی مخالفت کی ہے۔ حالانکہ یہ سیاہ کار جانتا ہے کہ حضرت مولانا کے کتنے ہی مریدین اگر کہا جائے کہ ان کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مریدین تبلیغی جماعت میں اہتمام سے لگے ہوئے ہیں اور حضرت مولانا خود ان کا تعارف کئی بار اس سیاہ کار سے کرواچکے ہیں، کئی ان میں سے اپنے اپنے محلوں اور علاقوں کے امیر و ذمہ دار ہیں۔ یہ سیاہ کار یہ سب چیزیں خود دیکھ چکا ہے تو کیسے یقین کرلیا جائے اس الزام کا؟ ہاں! البتہ وہ بات برحق ہے کہ بعض ایسے افراد وعناصر کی ضرور مخالفت کرتے ہوں گے اور کی ہوگی جنھوں نے فضائلِ درود شریف نکالا یا اور کوئی بے اُصولی کی ہو، اور اس طرح کی تنقید واَفراد کی مخالفت، جماعت کی مخالفت تو نہیں ہوتی، وحاشا ان یکون ذالک! اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب تو حضرت شیخ

قدس سرہٗ کے عاشقِ صادق ہیں، ان سے کیسے ایسی توقع کی جاسکتی ہے؟ نعوذ باللہ!

۶:...... آخری اور اہم بات یہ کہ آنجناب نے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے ''حق چاریار'' میں مضمون کی وجہ سے یہ طے کرلیا کہ ''سیّد محمد علوی مالکی دراصل بریلوی عقیدہ کے حامل اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان مرحوم کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں'' اھ۔

اس بارے میں یہ سیاہ کار اپنی معلومات آں مخدوم کی خدمت میں بھی اور آپ کے توسط سے حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں بھی پیش کرنا چاہتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں (پھر اس کے بعد اِن شاء اللہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات و دلائل پر بھی کچھ عرض کروں گا):

عرض ہے کہ سیّد محمد علوی مالکی جن کی پیدائش غالباً ۱۳۶۴ھ یا ۱۳۶۵ھ کی ہے، مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے، سادات حسنی خاندان ہے، دسیوں پشتوں سے ان کے ہاں علم کا سلسلہ چلا آرہا ہے، علمی لحاظ سے نہایت وجیہ خاندان ہے، ان کے والد سید علوی بن عباس مالکی مرحوم کے ہمارے تمام اکابر سے تعلقات تھے، اور ہمارے اکابر کے بہت زیادہ مداح تھے۔ بچپن سے یہ سیاہ کار خود دیکھ رہا ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں ان کا ہمیشہ آنا جانا رہتا تھا، ہمارے آقا حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں جب تک حیات رہے ہمیشہ بہت ہی محبت و تعلق سے آتے رہے، طرفین سے عجیب مودت و محبت کا معاملہ ہوتا، مرحوم سید علوی صاحب کی طرف سے بہت ہی زیادہ حضرت کا اکرام ہوتا، بالکل حضرت کے شایانِ شان۔ اسی طرح حضرت مولانا خیر محمد صاحب بہاولپوری مکی کے ہاں بھی ان سیّد علوی مالکی صاحب کی ہمیشہ آمد و رفت رہتی تھی، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کا ان کے ہاں ہمیشہ جانا اور ان کا بہت اہتمام سے ان کے ہاں آنا۔ ایک دفعہ یہ سیہ کار بھی حضرت مولانا کے ساتھ سیّد صاحب مرحوم کے ہاں تھا تو سیّد صاحب نے حضرت مولانا سعید صاحب کے بہت محبت سے ہاتھ پکڑے اور سب لوگوں کو (حاضرین کو) مخاطب کرکے فرمایا: ''اشھدوا انی احب ھذا الرجل!'' کئی بار جوش وجذبہ میں یہ جملے دہرائے۔ اسی طرح جو بھی اپنے اکابر

ہندو پاک سے مکہ مکرمہ جاتے سب ہی سے تعلق و محبت کا معاملہ فرماتے، اسی وجہ سے جب ان کے بیٹے یہ سیّد محمد علوی مالکی مصنف ''مفاہیم'' تعلیم سے فارغ ہوگئے تو انہوں نے ان کو دارالعلوم دیوبند تکمیلِ تعلیم کے لئے بھیجا اور جیسا کہ سیّد محمد علوی صاحب نے اس سیاہ کار کو خود سنایا کہ وہ چھ ماہ تک دارالعلوم دیوبند میں مقیم حضرت مولانا معراج الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مہمانی و نگرانی میں رہے اور سب اساتذہ خصوصاً حضرت مولانا سیّد فخرالدین صاحب اور حضرت مولانا فخرالحسن وغیرہ سے استفادہ کیا، مگر وہاں طبیعت سخت خراب ہوگئی جس کی وجہ سے رہنا مشکل ہوگیا اور مجبوراً حسرت سے رخصت لے کر پاکستان سے ہوتے ہوئے واپس مکہ مکرمہ چلے گئے اور پھر جامعہ الازہر سے پی ایچ ڈی کیا۔

خود ان سیّد محمد علوی مالکی کا حال یہ ہے کہ بہت محبت سے اپنے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے قصے سناتے ہیں، بلکہ جب رابطہ کی طرف سے ندوۃ العلماء کے پچاس سالہ جشن میں گئے تو اس کے بعد خاص طور سے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم وہاں کے اکابر سے ملنے و استفادہ کرنے کے لئے گئے۔

حضرت مفتی شفیع صاحب اور حضرت بنوری قدس سرہٗ سے بہت زیادہ تعلق تھا اور ہے، ہمیشہ ان کے تذکرے کرتے ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب نے اپنی تقریظ میں اس تعلق کا حوالہ بھی دیا ہے، جب حضرت بنوریؒ ختم نبوت کی تحریک سے قبل حرمین شریفین آئے تو اس وقت اس سیاہ کار نے خود دیکھا کہ مدینہ منورہ میں کئی روز تک لگاتار سیّد محمد علوی مالکی بڑے اہتمام سے حضرت بنوری قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔

اسی طرح جتنے بھی اکابر علمائے دیوبند ہندو پاک سے حرمین میں آتے، سیّد محمد علوی کا معمول ہے کہ ان کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ رہا ہمارے حضرت شیخ کے ساتھ ان کا تعلق، تو وہ بیان سے باہر ہے، ہمیشہ اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد سے حضرت شیخ کو اپنے والد کی جگہ جانا، بلکہ ''ابی'' کہہ کے ہی مخاطب کرتے، جب بھی حضرت کی خدمت میں آتے (اور اکثر آتے ہی رہتے تھے) ہمیشہ پہلے حضرت شیخ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیتے، پھر کبھی کندھے کو بوسہ دیتے، پھر ماتھے پر بوسہ دیتے، پھر کبھی گھٹنوں کو

اور کبھی پاؤں کو بھی بوسے دے دیتے، اور حضرت اس پر محبت وشفقت سے ان کو لپٹا لیتے، حضرت شیخ ان سے بہت بے تکلف رہتے اور مزاح بھی فرماتے، بالکل جیسے اپنے خواص کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے تقریباً تمامی خدام اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت نے ہمیشہ سید محمد علوی مالکی کے ساتھ باپ کی طرح معاملہ فرمایا اور انہوں نے بیٹے کی طرح۔ حضرت ہی کی نسبت سے انہیں اس سیاہ کار اور دیگر حضرات کے خدام و متعلقین سے نہایت زیادہ اُنس ومحبت ہے، ان کے اسباق میں ہمیشہ موقع بموقع اکابر علمائے حرمین وسلف صالحین کے ساتھ ساتھ ہمارے اکابر کا بھی تذکرہ آتا رہتا ہے، اسی ذیل میں ایک واقعہ سناتا جاؤں کہ کئی سال قبل مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ: سید محمد علوی مالکی صاحب سے وقت لے لیں، ہم نے ملاقات کرنی ہے اور چونکہ وقت تھوڑا ہے اس لئے مختصر ملاقات ہوگی۔ میں نے وقت لے لیا مغرب سے عشاء تک، یہ حضرات یعنی مولانا آزاد صاحب اور ان کے ساتھی مولانا حنیف جالندھری، مولانا عبدالقوی ملتان اور مولانا ضیاء القاسمی عین مغرب کے قریب آئے، چائے کے بعد مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے فرمایا کہ: آزاد صاحب فرمارہے ہیں کہ سیّد محمد علوی سے ملنے جانا ہے، اور میرا دل تو نہیں چاہ رہا چونکہ سنا ہے کہ وہ بریلوی ہے اس کے ہاں مولود ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ: بریلوی دیوبندی جھگڑا ہندوپاک کا ہے! ایک بات یاد رکھیں کہ عرب نہ کوئی پکا دیوبندی ہوتا ہے نہ بریلوی، البتہ اگر آپ مولود شریف کی مجلس ان کے ہاں ہونے کی وجہ سے انہیں بریلوی کہتے ہیں یا جس نے آپ کو بتایا ہے تو یہ بڑی مشکل پڑ جائے گی کیونکہ مولود تو عربوں میں عام ہے۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ بھی ان میں شریک ہوتے ہیں، شیخ محمد علی صابونی جن کی کتابیں مختصر تفسیر وغیرہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھائی جاتی ہیں، ان کے ہاں بھی مولود ہوتا ہے، اور شیخ زینی دحلان وشیخ سید برزنجی جن کی اسانیدِ حدیث ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے لی ہیں، ان کے ہاں بھی ہوتا تھا اور خود سیّد الطائفہ مکہ مکرمہ میں شرکت فرماتے تھے اور خود حضرت امام ربانی گنگوہی قدس سرہٗ کو مکہ مکرمہ کے مولود پر اِشکال نہیں تھا، ہندوستان میں وہاں کے حالات کی وجہ سے منع فرمایا تھا..... الخ۔ اس طرح کی بات کی اور

یہ صاف کہہ دیا کہ دیکھئے! بہرحال سیّد محمد علوی مالکی میری معلوماتِ یقینیہ کے مطابق بریلوی تو قطعاً نہیں ہیں، البتہ کٹر دیوبندی بھی نہیں ہیں، البتہ انہیں ہمارے حضراتِ اکابر و اصاغر سے خوب تعلق ہے، اگر شرحِ صدر سے جانا چاہیں تو بسم اللہ، ورنہ میں فون کرکے معذرت کرلیتا ہوں کہ یہ حضرات نہیں آرہے۔ انہوں نے آخر طے کیا کہ نہیں، چلتے ہیں، چلنے میں کیا حرج ہے؟ لہٰذا گئے، وہاں پہنچے مغرب کو تقریباً آدھا گھنٹہ ہوچکا تھا، سیّد محمد علوی صاحب ہمارے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے طلبہ کو درس دے رہے تھے، غالباً حدیث شریف ہی کا درس تھا، ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے اعلان کردیا کہ سبق ختم، چونکہ مہمان حضرات آگئے ہیں، طلبہ نے جو کہ تیس چالیس غالباً ہوں گے، تپائیاں اُٹھانی شروع کردیں۔

اور ہم لوگوں نے آگے بڑھ کر باری باری مصافحہ شروع کیا سب سے پہلے سید عبدالقادر آزاد صاحب کا تعارف ہوا، پھر مولانا محمد حنیف جالندھری کا، جس پر خیرالمدارس کا بھی تذکرہ آیا اور ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور حضرت اقدس تھانوی کا بھی، پھر اخیر میں مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے مصافحہ کیا، جب اس سیاہ کار نے ان کا نام بتایا تو سیّد صاحب نے فرمایا: ''القاسمی نسبة الیٰ من؟'' تو عرض کیا گیا کہ: ''الیٰ قاسم العلوم مدرسة فی ملتان'' تو سیّد صاحب نے فرمایا: ''والمدرسة نسبة الی الشیخ محمد قاسم النانوتوی الیس ھٰکذا؟'' تو ہم نے کہا کہ: ''نعم!'' تو جھٹ سیّد صاحب نے اپنے ایک شاگرد کو جو تپائی اُٹھا رہا تھا پوچھا: ''تذکر الشیخ محمد قاسم النانوتوی این ذکرناہ الیوم فی الدرس؟'' تو طالب علم نے تپائی دُوسرے کو پکڑا کر کہا کہ: ''نعم....'' اور پھر تفصیل بتائی کہ فلاں مسئلہ چھڑا تھا تو آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی رائے بتائی تھی اور اس پر اعتراض اور پھر اس اعتراض کا جواب۔ یہ ساری بات ہورہی تھی اور سیّد صاحب نے مولانا قاسمی کا ہاتھ محبت سے پکڑا ہوا تھا چھوڑا نہیں، سیّد صاحب نے پوچھا طالب علم سے کہ اور کن علماء و مشائخِ ہند کا ہم نے اس بحث میں تذکرہ کیا؟ تو انہوں نے حضرت انور شاہ صاحبؒ اور حضرت بنوریؒ کا بھی نام لیا تو اس پر پھڑک کر مولانا ضیاء القاسمی نے اپنے انداز میں ہاتھ لہرا کر فرمایا: ''واہ قاسم نانوتویؒ! تیرے ڈنکے مکے تے مدینے!''

سیّد صاحب نے قاسمی صاحب کا جوش دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ کیا کہا انہوں نے؟ تو میں نے ٹالا کہ ''انہوں نے خوشی کا اظہار کیا ہے!'' تو سیّد صاحب اَڑ گئے کہ انہیں ان کے جوش والے جملے کا لفظی ترجمہ کرکے بتائیں، تو اس سیاہ کار نے اس کا حرفاً حرفاً ترجمہ کردیا، تو اس پر سیّد صاحب سنجیدہ ہوگئے اور جوش میں فرمایا کہ: ''**نعم! کیف لا هو الامام الکبیر المجاهد العظیم الذی جمع بین العلم والعمل والجهاد والرد علی النصاریٰ والهندوس ..... الخ.**'' بہت کچھ تقریباً دو چار منٹ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی ہی سیرتِ مبارکہ، ان کے کارنامے، ان کے علوم و معارف کو ہی بیان کرتے رہے، جس کا ردِّعمل یہ ہوا کہ جب مجلس برخاست ہوئی تو مولانا ضیاء القاسمی مصر ہوئے کہ سیّد صاحب انہیں کوئی ہدیہ دیں اور انہوں نے اپنے سبز ردا جو کندھوں پر تھا (غالباً) وہی ان کو پیش فرمادیا۔

بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جس کے گواہ سب کے سب زندہ سلامت ہیں، ان سے تحقیق کی جاسکتی ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ چونکہ اس وقت سعودی عرب و خلیجی ممالک میں جو ایک فکری و عقائدی معرکہ برپا ہے، اس میں اگر سلفی حضرات کے بڑے شیخ بن باز ہیں تو اہلِ حق و جمہور اہلِ سنت کے بڑے سیّد محمد علوی مالکی ہی لوگوں کی نظروں میں شمار ہوتے ہیں، اس وجہ سے بریلوی حضرات کی یہ پوری کوشش ہے کہ وہ سیّد محمد علوی مالکی کو بریلوی ثابت کردیں، اس لئے بعض جگہ غلط بیانیاں بھی ہورہی ہیں اور کہیں مبالغہ بھی (جیسے کہ اخیر میں یہ سیاہ کار ثابت کرے گا) لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ خود سیّد محمد علوی مالکی صاحب اپنے آپ کو کس پلڑے میں ڈالتے ہیں؟ اس سیاہ کار کی یقینی و حتمی معلومات کے مطابق وہ اکابرِ دیوبند کی طرف مائل ہیں، خود اسی تقاریظ کے مسئلے میں دیکھئے کہ انہوں نے صرف علمائے دیوبند ہی کی تقاریظ لی ہیں، یہ نہ کہا جائے کہ بریلوی علماء کی تقاریظ شاید اس لئے نہ لی ہوں کہ ''یہ نجدی سلفی علماء کے مخالف مشہور ہیں، تو اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکتے'' چونکہ انہوں نے عرب کے کئی ملکوں کے ایسے علماء کی تقاریظ لی ہیں جو کہ بریلویوں ہی کی طرح ان حضرات نجدی سلفی علماء کے کٹر مخالف سمجھے جاتے ہیں۔

بلکہ اسی سیاہ کار کی قطعی رائے ہے کہ انہوں نے قصداً و عمداً ایسا کیا ہے تاکہ عملاً وہ اکابر علمائے اہلِ سنت و جماعت (دیوبند) ہی کے پلڑے میں پڑیں، اس کی تائید میں عرض کروں کہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی تقریظ میں جو یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

”فقد رأينا دائمًا شيخنا الامام القطب محمد زكريا الكاندهلوى المدنى قدس الله سرهٗ يحبه حبًّا شديدًا ويعتبره كأحد ابنائه وهو ايضًا من اعظم المحبين لشيخنا فى حياته وبعد مماته كما انه عظيم المحبة والتقدير لمشايخه ومشايخنا الذين استفاد من علومهم وفاضت عليه بركاتهم كامام العصر المحدث الجليل السيد محمد يوسف البنورى الحسينى، والامام المحدث الكبير السيد فخر الدين المرادآبادى شيخ الحديث بدار العلوم ديوبند، والامام المفتى محمد شفيع الديوبندى المفتى الاعظم لباكستان، والامام الداعية المحدث الشيخ محمد يوسف الكاندهلوى وامثالهم قدس الله سرهم، والارواح جنود مجندة ما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف.“

تو جب یہ جملے سیّد صاحب نے تقریظ میں پڑھے تو ہمارے سامنے تقریظ والے ورق کو محبت و عقیدت سے اپنے سر پر رکھا اور یہ الفاظ فرمائے: ”نعم! على الرأس والعين!“ تو بتائیے ایسے کوئی بریلوی کرسکتا ہے؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ چونکہ یہ دیوبندی بریلوی جھگڑا ہند و پاک کا ہے، انہیں ان زیادتیوں کی خبر نہیں جو بریلوی حضرات نے اکابرِ دیوبند کے ساتھ کی ہیں، اس لئے علمائے عرب کے دل میں بریلویوں کے بارے میں وہ حساسیت (الرجک) بھی نہیں جو عام طور پر دیوبندیوں میں ہوتی ہے، اور یہ ایک طبعی امر ہے اس لئے جب کوئی بریلوی عالم ان کے ہاں جاتا ہے تو وہ حضرات نقاءِ قلب سے اس

سے ملتے ہیں اور اگر وہ عقیدت و محبت کا اظہار بھی کرے اور ان کے فکری و عقائدی مخالفین کے ساتھ اپنی بدعقیدگی اور دشمنی کا کھل کر اظہار بھی کرے تو وہ ان سے کھل جاتے ہیں۔

ہر علاقے کے کچھ معروضی حالات ہوتے ہیں، جن کے اثرات لازمی ہوتے ہیں، عرب علاقوں خصوصاً سعودیہ اور خلیجی علاقوں میں و مصر و شام میں تین مسائل میں اختلافات چوٹی پر ہیں:

۱:......سلفیت اور اس کے مقابل اشعریت و ماتریدیت۔

۲:......تقلید و عدمِ تقلید۔

۳:......تصوف کی حقانیت اور انکارِ تصوف۔

خود ہمارا حال یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس سیاہ کار کے پاس مصر و شام و عرب کا آتا ہے تو حکمتِ عملی سے ان تینوں چیزوں کے بارے میں تحقیق کرتا ہوں کہ وہ ہمارا موافق ہے یا مخالف؟ تو جب کوئی ان تینوں اُمور میں ہمارے اکابر کے موافق ہوتا ہے تو اگر ایسا شخص اجازتِ حدیث وغیرہ مانگتا ہے تو دے دیتا ہوں اور ایسوں سے بے تکلفی ہوجاتی ہے۔ اب کوئی مصر و شام وغیرہ ان ملکوں میں ان کا کوئی مقامی جھگڑا یا اختلافات ہوں اور ان میں سے کسی میں کوئی گمراہی ہونی بھی ممکن ہے تو یہ سیاہ کار معذور ہوگا کہ اس سے لاعلم تھا، اسی طرح وہاں کے علمائے حرمین شریفین کا عموماً حال ہے، گو اب بہت سی باتیں کھل کر سامنے آرہی ہیں۔ سیّد محمد علوی مالکی کے بارے میں یہ سیاہ کار اپنی یقینی معلومات کے مطابق عرض کرتا ہے کہ وہ اپنے اکابر کے بہت ہی قریب اور انتہائی محبّ و چاہنے والے اور ان کے علم و بزرگی کے نہایت اعلیٰ درجے کے مداح، اور ان کے دین و معرفت میں قربِ خداوندی میں اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے مقر و معترف ہیں۔ دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ ان کو علم ہے اور دل سے چاہتے ہیں کہ یہ اختلافات ختم ہونے چاہئیں اور ان حضرات (بریلویوں) کی طرف سے اکابرِ دیوبند کی تکفیر کا انہیں علم ہے، جس کی وجہ سے اس امر کی شدید اور پُرزور مذمت کرتے ہیں اور اس پر شدید ترین نکیر کرتے ہیں، البتہ یہ چاہتے ہیں دل سے کہ اس وقت جبکہ عالمی کفر، اسلام و مسلمانوں کے خلاف متحد ہوچکا ہے تو دیوبندی

بریلوی اختلافات کو بھی ختم ہونا چاہئے (یہ ان کی خواہش ہے جس کا وہ ہمیشہ اس سیاہ کار سے اظہار کرتے رہتے ہیں)، گو اس کتاب مفاہیم میں یہ جذبہ کارفرما نہیں تھا، بلکہ یہ کتاب تو سلفی حضرات کی طرف سے جب تکفیر بازی کی گئی تو اس کے ردّ میں یہ لکھی گئی کہ تکفیر کرنی غلط ہے۔

اب یہ سیاہ کار حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ کے دلائل کی طرف آتا ہے، جس سے انہوں نے سیّد محمد علوی مالکی کا بریلوی بلکہ ''کٹر بریلوی'' ہونا مستنبط فرمایا ہے۔ یہاں سفر میں یہ سیاہ کار اصل رسالہ ''حق چار یار'' کی طرف تو رجوع نہ کرسکا، البتہ آنجناب نے جو ''بینات'' میں ان کا پورا مضمون اس امر سے متعلق نقل فرمایا ہے، اسی پر اکتفا کیا گیا ہے، اور اسی لئے ''بینات'' ہی کے صفحات وسطور کے حوالے ہوں گے۔

دعویٰ نمبر:۱:...... بینات ص:۴۸ سطر:۱۹ پر ہے کہ: ''آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت خطیبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں.....الخ۔''

یہ تو دعویٰ ہے جناب مفتی محمد خان صاحب قادری کا، ماہنامہ ''جہانِ رضا'' میں، مگر اس دعویٰ کی دلیل جو چند سطروں کے بعد دی گئی ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمایئے ''بینات'' ص:۴۸ سطر:۲۴ جو بلفظہٖ یہ ہے:

> ''خود مولانا مالکی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں نے سندِ حدیث حاصل کی ہے، ان میں سے ایک معمر ترین بزرگ جن کی عمر سو سال سے زائد ہے مولانا ضیاء الدین قادری ہیں.....الخ۔''

تو قصہ اجازتِ طریق وخلافت کا نہیں ہے، بلکہ اجازتِ حدیث کا ہے، اور اس سے کوئی کسی کا خلیفہ نہیں بنتا، بلکہ اجازتِ حدیث کے لئے معتقد ہونا اور ہم مذہب اور ہم عقیدہ ہونا کچھ بھی ضروری نہیں ہے، جیسا کہ اہلِ فن سے مخفی نہیں، لہٰذا یہ دعویٰ تو باطل ہوگیا کہ سیّد محمد علوی مالکی صاحب مولانا ضیاء الدین قادری مدنی کے خلیفہ ہیں۔

دوسرا دعویٰ:...... ملاحظہ ہو بینات ص:۵۰ سطر:۲۴:

> ''بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں، حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ تیسری بار جب

فہرست

حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں بہت سے علماء ومشائخ کو خلافت واجازت سے نوازا وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی تمام سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔“

اس سیاہ کار کی رائے یہاں بھی یہی ہے کہ یا تو یہ بھی اجازتِ حدیث ہے، جس کو خلافت وطریقت پر محمول کیا گیا ہے، پھر یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے؟ اس کی بھی کچھ خبر نہیں، اور کیا نوعیت ہوئی؟ بہرحال دعوے کی کوئی دلیل نہیں ذکر کی گئی۔

بہرحال تیسرے دعوے و دلیل کو ملاحظہ فرمائیے اور بریلویوں کی غفلت اور ہمارے حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی سادگی بھی ملاحظہ ہو:

تیسرا دعویٰ:...... بینات ص:۵۱ سطر:۸ اور اسی طرح ص:۵۳ سطر:۸ پر اور ص:۴۹ سطر:۱۵ پر یہ ہے کہ:

”مولانا غلام مصطفیٰ مدرس شرف العلوم ڈھاکہ حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا مفتی سعداللہ مکی سے ملاقات کی، مفتی سعداللہ مکی کے ایما پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لئے گیا، دورانِ ملاقات مولانا غلام مصطفیٰ نے کہا کہ: ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، اتنا سنتے ہی علامہ مالکی سروقد اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ ومعانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی، شربت پلایا گیا، قہوہ پیش کیا گیا، انہوں نے پوری توجہ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا:

سید علامہ احمد رضاخان صاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تعلیقات کے ذریعہ جانتے ہیں، وہ اہلِ سنت کے علامہ تھے، ان سے محبت سنی ہونے کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا

اہلِ بدعت کی نشانی ہے۔‘‘

اسی طرح ص:۵۱ اور ص:۴۹ پر ہے، مگر دیکھئے ص:۵۲ پر بعینہٖ یہی قصہ جب ڈاکٹر محمد سعود احمد صاحب ’’الدولۃ المکیہ‘‘ کے افتتاحیہ میں نقل فرماتے ہیں تو ذرا تحقیقی انداز سے اس کا سن بھی درج فرماتے ہیں، تو لکھتے ہیں بلفظہٖ بینات ص:۵۲ سطر:۶ ملاحظہ ہو:

> ’’آیئے مولانا غلام مصطفیٰ مدرسہ عربیہ اشرف العلوم راجشاہی بنگلہ دیش کی زبانی سنئے، ۱۳۷۲ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سیّد محمد علوی مالکی (مکہ معظّمہ) کے در دولت پر حاضر ہوئے.....الخ۔‘‘

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ حاضری ۱۳۷۲ھ میں ہوئی، یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ممکن ہے کہ سہو ہوگیا ہو اور یہ حاضری ۱۹۷۲ عیسوی سن میں ہوئی ہو، اس لئے کہ جس سفرنامہ سے یہ حکایت نقل کی جارہی ہے وہ ۱۹۰۶ء میں چھپا ہے جیسا کہ اسی بینات ص:۵۲ سطر:۱۱ پر مذکور ہے۔

اب آیئے دیکھئے ۱۳۷۲ھ میں سیّد محمد علوی مالکی کی عمر شریف مشکل سے آٹھ سال کی ہوگی، اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں مذکورہ وفدان سے ملنے نہیں آیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وفدان کے والد بزرگوار سیّد علوی بن عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا ہوگا اور انہوں نے حرمین شریفین کے عام علماء و اشراف کے طریقہ پر جیسے ہر مہمان خصوصاً اگر علماء ہوں تو ان کا بھی اکرام شربت وقہوہ سے کیا، البتہ جو عبارت نقل کی گئی وہ ’’اگر ثابت ہوجائے‘‘ اور اس میں بھی مبالغہ نہ ہو تو اسی پر محمول کی جائے گی کہ اس سے مراد انہی مذکورہ تین مسائل ’’سلفیت، تقلید، تصوف‘‘ کی بنا پر، بربنائے مخاصمت سلفیوں غالیوں کے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہوں نہ کہ بمقابل اکابرِ دیوبند، چونکہ ۱۳۷۲ھ یعنی آج سے تقریباً چوالیس سال پہلے علمائے نجد وہابیین سلفیین اور علمائے حجاز اہل سنت و جماعت کا آپس میں اختلاف بہت زوروں پر نہایت گرم تھا۔ دیکھئے ’’الشہاب الثاقب‘‘ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ

کے قلمِ مبارک سے اس کا کچھ نمونہ مل جائے گا۔

بہرحال یہ ملاقات جو کہ سیّد محمد علوی کی طرف منسوب کی گئی اور حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بھی اس کے دھوکے میں آگئے اور اس کی بنا پر سیّد محمد علوی پر کٹر بریلویت کا الزام لگاتے ہیں اور اپنی معلومات کے مطابق ''حق واضح'' قرار دیتے ہیں، یہ صاف صاف ثابت ہوگیا کہ نہ ملاقات ہمارے ان سیّد محمد علوی سے ہوئی اور نہ ہی وہ عبارت انہوں نے کہی۔

اس لئے اس سیاہ کار کا یہ پختہ خیال ہے کہ جیسے پہلے دعویٰ میں خلافت مولانا ضیاء الدین سے قطعاً غلط ہے، وہ صرف اجازتِ حدیث ہے، اور یہ تیسرا دعویٰ بھی قطعاً غلط ہے، اسی طرح دُوسرا دعویٰ بھی یا تو اجازتِ حدیث پر ہی محمول ہے اور یا وہ ان کے والد صاحب کا قصہ ہے ان کا نہیں، اور ہے بھی اس زمانے کا جب سارے اُمور مخفی تھے اور وہ تین اُمور جو اُوپر اس سیاہ کار نے ذکر کئے ہیں کہ انہی کو اصل سب سمجھتے ہیں، چونکہ سیّد علوی کو پتہ چلا ہوگا کہ یہ لوگ (بریلوی) ا:...غالی سلفی نہیں، اشعری یا ماتریدی ہیں۔ ۲:...حنفی کٹر ہیں۔ ۳:...تصوف کو مانتے ہیں بلکہ قادری ہیں، تو انہوں نے ان کو بتایا کہ ہم ان کو اہل سنت سمجھتے ہیں، یقین کرتے ہیں اور یہ سب کچھ بمقابل سلفی منکرینِ تصوف وتقلید کے، نہ کہ بمقابلہ اکابرِ دیوبند کے، چونکہ سیّد علوی مالکی مرحوم کی زندگی بھی ساری ہمارے سامنے ہے کہ ہمارے اکابر کے ہمیشہ مداح ومعترف واکرام وتعظیم میں ہمیشہ مبالغہ کرنے والے رہے، خود اپنے بیٹے کو دارالعلوم دیوبند بھیجا، تو کیسے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ یہ عبارت انہوں نے مقابلہ علمائے دیوبند کہی ہوگی؟

یہ کچھ معلومات ہیں جو عرض کردی گئی ہیں، آں مخدوم سے گزارش ہے کہ اسے خالی الذہن ہوکر ماحول سے متأثر ہوئے بغیر پڑھیں، اور ارشادِ ربانی:

''یٰأیھا الذین اٰمنوا اذا جاء کم فاسق بنبإٍ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین۔''

کو ملحوظ رکھا جائے، مزید کسی استیضاح کی ضرورت سمجھیں تو یہ سیاہ کار حاضر ہے، البتہ جو کچھ غلط بنا پر لکھا گیا، گزارش ہے کہ احسن انداز سے اس کا تدارک ضرور فرمالیا جائے، یہی

آں مخدوم سے اُمید ہے۔

وزادکم اللہ توفیقا لمحابہ وقربا لدیہ بفضلہ وکرمہ، اٰمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالحفیظ، لندن

۱۹؍جولائی ۱۹۹۵ء۔“

راقم الحروف کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

بخدمت عالی قدر مخدوم ومعظم جناب الشیخ المحترم مولانا عبدالحفیظ مکی، حفظہ اللہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کرامت نامہ بسلسلہ ”اِصلاحِ مفاہیم“ جناب محترم حافظ صغیر احمد زید لطفہٗ کے ذریعہ موصول ہوا تھا، اور لندن سے واپسی پر اس کی نقل مولوی محمد رفیق میمن کے ہاتھ بھی موصول ہوئی، جواب لکھنے بیٹھا تو ہجومِ مشاغل نے آدبوچا، بقول صائب:

دیدن یک روئے آتشناک را صد دل کم است

من بیک دل عاشق صد آتشیں رخسارہ ام

بہرحال مختصراً عرض کرتا ہوں:

۱،۲:...... آنجناب نے پہلے اور دُوسرے نمبر میں حصولِ تقریظات کی تفصیل (بحوالہ خط بنام مولانا عاشق الٰہی مدظلہٗ) درج فرمائی ہے، اسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ان تقریظات کا مہیا ہونا دراصل آنجناب کی جدوجہد اور وجاہت وشہامت کی کرامت ہے:

کارِ زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں

مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

قارئین کی سہولت کے لئے مناسب ہوگا کہ آنجناب کے مکتوب بنام مولانا عاشق الٰہی مدظلہٗ کا وہ حصہ جس میں آپ نے حصولِ تقریظات کی تفصیل تحریر فرمائی ہے، یہاں نقل

کردیا جائے:

''......جس زمانے میں یہ سیاہ کار مدینہ منورہ میں مقیم تھا تو غالباً ربیع الاول یا ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ کے کسی دن سید محمد علوی مالکی کا لندن سے فون آیا کہ میں کچھ دن کے لئے لندن آیا ہوا ہوں، حضرت مولانا یوسف متالا صاحب کے ہاں دو روز دارالعلوم بری گزار کر آیا ہوں، انہوں نے جزاہ اللہ خیراً میری بہت خاطر مدارات کی، بڑا جلسہ بھی کرایا، جس میں ہزاروں کا مجمع ہوا، وغیرہ وغیرہ...... پھر یہ بھی بتایا کہ میں نے اپنی کتاب ''**مفاهيم يجب ان تصحح**'' کا ایک نسخہ بھی انہیں ہدیہ دیا جسے پڑھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور خصوصاً جو عالم اسلام کے مختلف علمائے کرام نے تقاریظ لکھی ہیں، ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، تو میں نے کہا کہ: گویا یہ اجماع ہے علمائے اسلام کا نجدیوں کے غلط عقائد و نظریات کے خلاف۔ جس پر حضرت مولانا یوسف متالا نے ہنس کر کہا: مگر اس میں ایک کمی ہے! میں نے پوچھا: وہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ: اس میں علمائے اہل السنّت والجماعہ دیوبندی حضرات کی تقاریظ نہیں اور ان کے بغیر اجماع نہیں ہوسکتا، چونکہ ایک عالم ان کے علم کا لوہا مانتا ہے۔ جس پر میں نے کہا کہ: یہ آپ نے سچ کہا اور میں اب فوراً اس کی کوشش کروں گا۔ کچھ اور تفصیل بھی اس ذیل کی بتائی اور پھر یہ کہا کہ: میں ابھی تو فوراً انڈونیشیا، سنگاپور وغیرہ جارہا ہوں، غالباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد فلاں فلاں تاریخوں میں چار پانچ دن میرے پاس ہیں، اگر تم بھی ان تاریخوں میں فارغ ہو تو میں سنگاپور سے کراچی آجاؤں گا اور کراچی سے لاہور اکٹھے چلیں گے، چونکہ مجھے تقاریظ میں زیادہ اہمیت ایک تو حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی کی ان کے علم کی وجہ سے، اور

دُوسرے مولانا عبدالقادر آزاد کی ان کی سیاسی وجاہت کی بنا پر۔ میں (عبدالحفیظ) نے ان سے وعدہ کرلیا کہ آپ احتیاطاً ایک ہفتہ اس تاریخ سے قبل مجھے فون کرلیں تاکہ بات پکی ہونے پر ان شاء اللہ پاکستان پہنچ جاؤں گا۔

لہٰذا ایک ہفتہ قبل ان کا فون آگیا اور متعین تاریخ سے ایک روز قبل یہ سیاہ کار کراچی پہنچ گیا۔ معہد الخلیل میں حضرت مولانا یحییٰ مدنی مدظلہ کے ہاں مہمان رہے، وہاں سے میں نے سید محمد علوی مالکی سے کہا کہ یہاں کراچی میں ہمارے تین بڑے علمی مراکز ہیں (دارالعلوم، فاروقیہ، بنوری ٹاؤن)، ان کی بھی اگر تقاریظ لے لیں تو بہتر ہوگا، تو انہوں نے اس کو مناسب جانا لہٰذا رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب تو وہاں نہیں ہیں، البتہ دونوں جگہ وقت طے کرکے ہم دونوں مع حضرت مولانا یحییٰ مدنی صاحب کے گئے، دونوں جگہ کے حضرات نے نہایت محبت واکرام کا معاملہ فرمایا اور دونوں نے یہ مناسب سمجھا کہ کتاب ہمیں دے دی جائے، جب آپ پنجاب سے واپس آویں گے تو ہم اچھی طرح مطالعہ کرکے تقریظ لکھ دیں گے۔ سید صاحب اس پر راضی ہوگئے اور ہم لاہور روانہ ہوگئے، وہاں ہم رات کو پہنچے، حضرت حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ حضرات لینے آئے ہوئے تھے، مطار لاہور پر حضرت حافظ صاحب سے پتہ چلا کہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی تو اگلے دن کسی سفر پر جارہے ہیں، لہٰذا مطار لاہور سے سیدھا حضرت مولانا کاندھلوی کے گھر ہی گئے، وہ منتظر تھے کہ انہیں خبر کردی گئی تھی، مل کر بہت خوش ہوئے، اور جب سید صاحب نے مقصود بتایا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ ابھی تو مجھے کتاب دے دیں رات کو اِن

شاء اللہ مطالعہ کرلوں گا اور صبح آپ میرے ہاں ناشتہ کریں، اسی وقت تقریظ بھی دے دوں گا۔ صبح ہم لوگ ناشتہ کے لئے پہنچے تو حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بہت ہی زیادہ اس کتاب پر خوشی کا اظہار فرمایا، وہاں کے بعض نجدیوں کے غلو کے کچھ لطیفے بھی سنائے اور کتاب کو بہت سراہا، پھر اپنے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی تقریظ مرحمت فرمائی، جس کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”وفی الحقیقة ان هذا الکتاب یحتوی علٰی موضوع مبتکر ومضامین عالیة تحتاج الیه العلماء والطلاب، وفیه من حسن ذوق المؤلف وعلو فکرته ما تحل به المغلقات فی موضوعات کثیرة فی اصول الدین، ولا شک ان هذا الکتاب کشف الحجاب عن نکات مستورة وبعیدة عن انظار العلماء فجزاه الله احسن الجزاء واسبغ علیه من نعمه الظاهرة وباطنة. نسأل الله تعالٰی ان یمتع المسلمین وخاصة اهل العلم به ویعلوه دائما فی مشارق الارض ومغاربها.“

یہ الفاظ اپنے قلمِ مبارک سے شیخ الحدیث علامۂ جلیل حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی قدس سرہٗ نے لکھے ہیں، اور خوشی ومسرت کے اس بارے میں جو آثار ان کے چہرے مبارک پر تھے وہ بیان سے باہر ہیں، اور بہت ہی محبت وشفقت اور اکرام واعزاز کا معاملہ سید محمد علوی صاحب سے کیا جس سے سید صاحب بہت مجوب بھی ہوئے، پھر حضرت مولانا عبیداللہ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کے ہاں دار الاہتمام میں گئے، انہوں نے بھی بہت زیادہ اعزاز و اکرام فرمایا، جامعہ اشرفیہ دکھایا اور دونوں

حضرات نے حضرت کاندھلوی کی تقریظ کی تائید وتصدیق کی۔ پھر یہاں سے مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب سے وعدہ تھا، وہاں گئے، انہوں نے جب حضرت کاندھلوی کی تقریظ دیکھی تو بہت خوش ہوئے، اس وقت مولانا آزاد صاحب نے اپنے کچھ رفقاء وعلماء کو بھی مدعو کر رکھا تھا، جن میں حضرت شاہ نفیس صاحب، مولانا عبدالغنی صاحب، مولانا علی اصغر صاحب اور مولانا عبدالواحد صاحب بھی تھے، مولانا آزاد صاحب نے سید صاحب کو پیشکش کی کہ جن الفاظ میں آپ چاہیں ہم تقریظ لکھنے کے لئے تیار ہیں۔ جب ہمارے علمی پیشوا حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی نے پوری رات مطالعہ کے بعد اس کتاب پر یہ تقریظ لکھ دی ہے تو پھر جو چاہیں اس کے بارے میں ہم سے لکھوالیں، مگر سید صاحب نے کہا کہ: نہیں! جس طرح آپ لوگ مناسب سمجھیں لکھ دیں، پھر سب نے مشورہ سے ایک مختصر جامع مضمون تیار کیا، جسے اسی وقت ہاتھوں ہاتھ حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہ العالی نے تحریر فرمادیا، جس کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

”بانی اصالة عن نفسی و نیابة عن مجلس علماء باکستان واعضائه المنتشرین بفضل اللّٰه فی کل مدینة من مدن باکستان وخارجها والذی یضم نحو عشرین الف عالم لقد اطلعنا علیٰ کتاب مفاهیم یجب ان تصحح الذی صنفه فضیلة العلامة السید الشریف محمد بن السید علوی مالکی المکی فوجدناه یحتوی علیٰ ما علیه اهل السنة والجماعة سلفًا وخلفًا، وقد اجاد فیه وافاد بالادلة القرآنیة والحدیثیة ونرجوا من

اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ ان یجمع کلمۃ المسلمین علی الحق المبین ونحن معہ فی جہادہ فی الدعوۃ الی اللّٰہ ونصرۃ اہل الحق، اہل السنۃ والجماعۃ ..... الخ."

مولانا عبدالقادر آزاد صاحب نے تقریظ پر دستخط کئے اور اُوپر مذکورہ بالا چاروں حضرات نے اس پر تائید وتصدیق فرمائی.....۔"

نیز یہ بھی اندازہ ہوا کہ اس ناکارہ نے تقریظات کے بارے میں جو بات محض ظن وتخمین سے کہی تھی، وہ بڑی حد تک صحیح نکلی، چنانچہ جناب نے مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہ کی تقریظ کا بھی حوالہ دیا ہے، یہ اس ناکارہ کی نظر سے نہیں گزری، مگر اب "البلاغ" (ربیع الاول ۱۴۱۶ھ، اگست ۱۹۹۵ء) میں شائع ہوچکی ہے، اس کی تمہید سے واضح ہے کہ یکسوئی کے ساتھ کتاب کو دیکھنے کا موقع ان کو نہیں ملا، یہ ان کی ذہانت و دقیقہ رسی تھی کہ انہوں نے ایک شب کے طائرانہ مطالعہ میں بھی کتاب کے اصلاح طلب چند پہلوؤں کی نشاندہی کردی، ورنہ ان کے لمحاتِ فرصت میں اس کی گنجائش نہیں تھی، اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ "البلاغ" ۱۴۱۶ھ میں شائع شدہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کی تقریظ مع ترجمہ اور اس کے ملاحظات بھی یہاں نقل کردیئے جائیں۔

وہ لکھتے ہیں:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

شیخ محمد علوی مالکی کی عربی کتاب "المفاہیم یجب ان تصحح" آج کل بعض علمی حلقوں میں موضوعِ بحث بنی ہوئی ہے، بالخصوص اس کے اُردو ترجمہ کی اشاعت کے بعد یہ بحث شدت اختیار کرگئی ہے، اس بحث کے دوران یہ حوالہ بھی دیا جارہا ہے کہ احقر نے اس کتاب پر کوئی تقریظ لکھی تھی، اس بنا پر صورتِ حال کی وضاحت کے لئے درج ذیل تحریر شائع کی جارہی ہے:

اس کتاب کے مصنف شیخ محمد علوی مالکی مکہ مکرمہ کے ایک

ممتاز و مشہور عالم شیخ سیّد علوی مالکیؒ کے صاحبزادے ہیں، ان کے والد سے اکابر علمائے دیوبند مثلاً: احقر کے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب، حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری صاحب، رحمہم اللہ، کے تعلقات رہے ہیں، اور انہی تعلقات کی بنا پر ان کے صاحبزادے محمد علوی مالکی علومِ دین کی تحصیل کے لئے کچھ مدت پاکستان میں رہے، اور احقر کے والدِ ماجدؒ اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری صاحبؒ سے تلمذ اور استفادے کا شرف حاصل کیا۔ اس زمانہ میں ان سے احقر کی بھی ملاقاتیں رہیں، لیکن ان کے واپس سعودی عرب جانے کے بعد مدتوں ان سے کوئی رابطہ نہ ہوا۔

اب سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ اچانک ان کا فون آیا کہ میں کراچی میں ہوں، اور انڈونیشیا سے سعودی عرب جاتے ہوئے صرف آپ سے ایک ضروری بات کرنے کے لئے کراچی میں ٹھہرا ہوں، اور ملاقات کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ وہ دارالعلوم تشریف لائے، ان کے ساتھ محترم مولانا ملک عبدالحفیظ صاحب بھی تھے، اس وقت انہوں نے ذکر کیا کہ نجد کے علماء جن مسائل میں غیر ضروری تشدد کرتے ہیں، ان کی وضاحت کے لئے انہوں نے "مفاهيم يجب ان تصحح" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کتاب پر برادرِ معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم اور احقر تقریظ لکھے، اتفاق سے اس وقت میں انتہائی مصروف تھا اور ایک دن بعد ایک سفر پر جانے والا تھا۔ احقر نے عذر کیا کہ اس مختصر وقت میں کتاب کو پڑھنا اور تقریظ لکھنا میرے لئے مشکل ہوگا، اس پر انہوں نے عالمِ عرب اور پاکستان کے بعض علماء کی تقریظات دکھائیں، جن

میں کتاب کی بڑی تعریف کی گئی تھی، ان کا کہنا تھا کہ آپ ان تحریروں میں سے کسی پر دستخط کرسکتے ہیں، یا ان کی بنیاد پر چند تائیدی سطریں لکھ سکتے ہیں، جس کے لئے زیادہ وقت درکار نہ ہوگا۔

اس کے جواب میں احقر نے عرض کیا کہ: اگرچہ یہ حضراتِ علماء احقر کے لئے قابلِ احترام ہیں، لیکن تقریظ ایک امانت ہے، اور کتاب کو دیکھے بغیر اس کے بارے میں کوئی مثبت رائے ظاہر کرنا میرے لئے جائز نہیں! انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا، لیکن ساتھ ہی یہ اصرار بھی فرمایا کہ میں کسی نہ کسی طرح کتاب پر نظر ڈال کر اس پر ضرور کچھ لکھوں۔

وقت کی تنگی کے باوجود میں نے ان کے اصرار کی تعمیل میں کتاب کے اہم مباحث کا مطالعہ کیا، اس مطالعہ کے دوران جہاں مجھے ان کی بہت سی باتیں درست اور قابلِ تعریف معلوم ہوئیں، وہیں بعض اُمور قابلِ اعتراض بھی نظر آئے، اس لئے میں نے انہیں فون کیا کہ میں کتاب کی کلی تائید وتقریظ سے قاصر ہوں، کیونکہ اس میں بعض اُمور ایسے موجود ہیں جو قابلِ اعتراض ہیں۔ فاضل مؤلف نے مجھ سے کہا کہ میں وہ قابلِ اعتراض اُمور بھی اپنی تقریظ میں شامل کردوں۔ احقر نے پھر یہ درخواست کی کہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ میری تحریر پوری شائع کی جائے اور اس میں کوئی حصہ چھوڑا نہ جائے۔ انہوں نے اس بات کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد میں نے ایک تحریر لکھی جس میں کتاب کے قابلِ تعریف اور قابلِ اعتراض دونوں پہلوؤں کی ممکنہ حد تک وضاحت کی کوشش کی۔ میرے برادرِ بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے بھی کتاب کے متعلقہ حصوں کو دیکھنے کے بعد اس تحریر سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر

دستخط فرمائے، اور یہ تحریر مؤلف کے حوالے کردی گئی۔

اس کے بعد مجھے اس بات کا انتظار رہا کہ کتاب کے نئے ایڈیشن میں یہ تحریر شائع ہو، لیکن باوجودیکہ کتاب کے کئی ایڈیشن اب تک نکل چکے ہیں، غالباً اس کے کسی ایڈیشن میں میری یہ تحریر شامل نہیں کی گئی۔

اب جبکہ بعض حضرات نے اس کتاب کا اُردو ترجمہ کرکے اسے پاکستان میں شائع کیا تو میرے بارے میں بعض جگہ یہ حوالہ بھی دیا گیا کہ ہم نے بھی اس کتاب پر تقریظ لکھی تھی۔ اس لئے عزیز گرامیٔ قدر مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب سلّمہ، نے ضرورت محسوس کی کہ ہماری اس تحریر کا اُردو ترجمہ شائع کردیا جائے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہوسکے کہ ہماری تحریر میں کیا بات لکھی گئی تھی۔

چنانچہ انہوں نے ہماری اس عربی تحریر کا سلیس اور واضح ترجمہ کیا ہے، جو ذیل میں پیش کیا جارہا ہے، اس کے ساتھ ہی شروع میں اہلِ علم کے لئے اصل عربی تحریر کا متن بھی شائع کیا جارہا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا ضروری ہے کہ جب میں نے یہ تحریر لکھی تھی تو کتاب عربی میں شائع ہورہی تھی، اور اس کے مخاطب اہلِ علم تھے، اس لئے کتاب کے اچھے یا برے پہلوؤں کی طرف مختصر اشارہ کرکے کتاب میں اس تحریر کی اشاعت میں ہم نے کوئی حرج نہیں سمجھا۔ لیکن چونکہ کتاب کے قابلِ اعتراض پہلو عوام کے لئے مضر اور مغالطہ انگیز ہوسکتے تھے، اس لئے ہماری رائے میں اس کے اُردو ترجمہ کی اشاعت مناسب نہیں تھی، لہٰذا اس تحریر کے اُردو ترجمہ کو کتاب کے اُردو ترجمہ پر تقریظ ہرگز نہ سمجھا جائے، اور نہ تقریظ کی حیثیت میں اسے شائع کرنے کی ہماری طرف سے اجازت ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اصل عربی تحریر مصروفیت اور عجلت کی حالت میں لکھی گئی تھی، جس میں اشارے کافی سمجھے گئے۔ کتاب کے ہر ہر جز پر تبصرہ اس وقت پیشِ نظر نہیں تھا، لہٰذا یہ بات خارج از امکان نہیں کہ جن باتوں پر اس تحریر میں تنقید کی گئی ہے، کتاب میں اس کے علاوہ بھی قابلِ تنقید حصے موجود ہوں، واللہ سبحانہ وتعالی الموفق!

محمد تقی عثمانی

۵؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ علیٰ کتاب
"مفاهیم یجب ان تصحح"

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا ومولانا محمد النبی الامین، وعلیٰ آله واصحابه اجمعین، وعلیٰ کل من تبعهم باحسان الیٰ یوم الدین.

وبعد! فقد طلب منا الاخ الکریم فضیلة العلامة المحقق الشیخ السید محمد علوی المالکی، حفظه اللہ ورعاه، ان اتقدم الیه برأی فی کتابه "مفاهیم یجب ان تصحح" وما ذالک الا من تواضعه للہ، فانه من اسرة علمیة نبیلة هی اجل من ان تحتاج الیٰ تقریظ مثلنا لمؤلفاته، وان والده رحمه اللہ تعالیٰ معروف فی عالم الاسلام بعلمه وفضله، وورعه وتقواه، وانه بفضل اللہ تعالیٰ خیر خلف لخیر سلف، بارمه، ورجاء

لدعواته، وابداء لما اخذنا من السرور والاعجاب بأكثر مباحثه، وما سنح لنا من الملاحظات فى بعضها.

ان الموضوعات التى تناولها المؤلف بالبحث فى هذا الكتاب موضوعات خطيرة ظهر فيها من الافراط والتفريط ما فرق كلمة المسلمين، وآثار الخلاف والشقاق بينهم بما يتألم له كل قلب مؤمن، وقلما يوجد فى هذه المسائل من ينقحها باعتدال واتزان، ويضع كل شىء فى محله، سالكا مسلك الانصاف، محترزا عن الافراط والتفريط.

وان كثيرا من مثل هذه المسائل مسائل فرعية نظرية ليس مدارا للايمان، ولا فاصلة بين الاسلام والكفر، بل وان بعضها لا يسئل عنها فى القبر، ولا فى الحشر، ولا عند الحساب، ولو لم يعلمها الرجل طول حياته لم ينقص ذالک فى دينه ولا ايمانه حبة خردل، مثل حقيقة الحياة البرزخية وكيفيتها، وما الى ذالک من المسائل النظرية والفلسفية البحتة، ولكن من المؤسف جدا انه لما كثر حولها النقاش وطال الجدال، اصبحت هذه المسائل كأنها من المقاصد الدينية الاصلية، او من عقائد الاسلام الاساسية فجعل بعض الناس يتشدد فى امثال هذه المسائل، فيرمى من يخالف رأيه بالكفر والشرک والضلال، وان هذه العقلية الضيقة ربما تتسامح وتتغاضى عن التيارات الهدامة التى تهجم اليوم علٰى اصول الاسلام واساسه، ولكنها

تتحمس لهذه الابحاث النظرية الفرعية اكثر من حماسها ضد الالحاد الصريح، والاباحية المطلقة، والخلاعة المكشوفة، والمنكرات المستوردة من الكفار والاجانب.

لقد تحدث اخونا العلامة السيد محمد علوى المالكى حفظه الله عن هذه العقلية بكلام موفق، واثبت ان من يؤمن بكل ما علم من الدين بالضرورة، فانه لا يجوز تكفيره لاختياره بعض الآراء التى وقع فيها الخلاف بين علماء المسلمين قديما.

ثم تحدث عن بعض هذه المسائل الفرعية التى وقع فيها الخلاف بين المسلمين، وطعن من اجلها بعضها بعضا بالتكفير والتضليل، مثل مسئلة التوسل فى الدعاء، والسفر لزيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم، والتبرک بآثار الانبياء والصحابة والصالحين، وحقيقة النبوة والبشرية، والحياة البرزخية، وان الموقف الذى اختاره فى هذه المسال موقف سليم مؤيد بالدلائل الباهرة من الكتاب والسنة، وتعامل الصحابة والتابعين والسلف الصالحين، وقد اثبت بادلة واضحة واسلوب رصين، ان من يجيز التوسل فى الدعاء، او التبرک بآثار الانبيا والصلحاء، او يسافر لزيارة روضة الرسول صلى الله عليه وسلم ويعتقده من اعظم القربات، او يؤمن بحياة الانبياء فى قبورهم حياة برزخية تفوق الحياة البرزخية الحاصلة لمن سواهم، فانه لا يقترف اثما

فضلا عن ان يرتكب شركا او كفرا، فان كل ذالک ثابت بادلة القرآن والسنة، وتعامل السلف الصالح واقوال جمهور العلماء الراسخين فى كل زمان.

وكذالک تحدث المؤلف عن الاشاعرة ومسلكهم فى تأويل الصفات، لا شک ان الموقف الاسلم فى هذا هو ما يعبر عنه المحدثون بقولهم: "امرها بلا كيف" ولكن التأويل اتجاه ادّى اليه اجتهاد الاشاعرة حفاظا على التنزيه، ومعارضة للتشبيه، وما اداهم الىٰ ذالک الا شدة تمسكهم بعقيدة التوحيد، وصيانتها عن شوائب التجسيم، وقد نحا هذا المنحى كثير من فطاحل العلماء المتقدمين الذين لا ينكر فضلهم الا جاهل او مكابر، فكيف يجوز رمى هؤلاء الاشاعرة بالكفر والضلال، واخراجهم من دائرة اهل السنة، واقامتهم فى صف المعتزلة والجهمية، اعاذنا الله من ذالک!

وما احسن ما قاله اخونا المؤلف فى هذا الصدد:

افما كان يكفى ان يقول المعارض: انهم رحمهم الله اجتهدوا فأخطاؤا فى تأويل الصفات، وكان الاولٰى ان لا يسلكوا هذا المسلک، يدل ان ترميهم بالزيغ والضلال، نغضب علٰى من عدهم من اهل السنة والجماعة. (ص:٣٩)

وان هذا المنهج للتكفير الذى سلكه المؤلف

سلمه الله فی امثال هذه المسائل، لمنهج عادل لو اختاره المسلمون فی خلافاتهم الفرعیة بکل سعة فی القلب ورحابة فی الصدر، لانحلت کثیر من العقد، وفشلت کثیر من الجهود التی یبذلها الاعداء فی التفریق بن المسلمین.

ثم لا بد من ذکر الملاحظات التی سنحت لنا خلال مطالعة هذا الکتاب، ولا منشأ لها الا اداء واجب الود والنصح لله، وامتثال امر المؤلف نفسه، وهی کالتالی:

۱:...... ان المباحث التی تکلم عنها المؤلف حفظه الله، مباحث خطیرة قد اصبحت حساسة للغایة ووقع فیها من الافراط والتفریط ما وقع، وان ترمیم ناحیة ربما یفسد الناحیة الاخری والترکیز علی جهة واحدة قد یفوت حق الجهة الثانیة، فالمطلوب من المتکلم فی هذه المسائل ان یأخذ باحتیاط بالغ، ورعایة للجانبین، ویکون علیٰ حذر ممن یستغل عباراته لغیر حق.

وبما ان هذا الکتاب متجه الیٰ ردّ الغلو فی تکفیر المسلمین ورمیهم بالشرک من اجل تعظیمهم ومحبتهم للرسول الکریم صلی الله علیه وسلم، او الاولیاء والصلحاء، فمن الطبیعی ان لا یکون فیه ردّ مبسوط علیٰ من یغلو فی هذا التعظیم غلوا نهی عنه الکتاب والسنة، وعلماء الشریعة فی کل زمان ومکان،
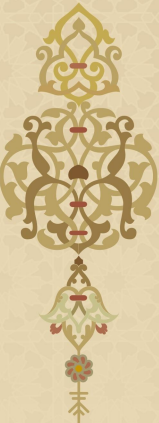
ومع ذالک، کان من الواجب فیها اریٰ نظرا الٰی خطورة الموضوع، ان یکون فیه المام بهذه الناحیة ایضا، فیرد فیه، ولو بایجاز، علٰی من یجاوز الحد فی هذا التعظیم بما یجعله موهما للشرک علی الاقل.

۲:...... وجدنا فی بعض مواضع الکتاب اجمالا فی بعض المسائل المهمة ربما یخطی بعض الناس فهمه، فیستدلون بذالک علٰی خلاف المقصود، ویستغلونه لتأیید بعض النظریات الفاسدة، ومنها مسئلة "علم الغیب"، فان المؤلف حفظه الله تعالٰی مر علیها مرا سریعا، فذکر ان علم الغیب لله سبحانه وتعالٰی، ثم اعقبه بقوله: "وقد ثبت ان الله تعالٰی علم نبیه من الغیب ما علمه، واعطاه ما اعطاه" وهذا کلام حق ارید به انباء الغیب الکثیرة التی اوحاها الله سبحانه وتعالٰی الٰی نبیه الکریم صلی الله علیه وسلم، ولکن من الناس من لا یکتفی بنسبة هذه الانباء الیه صلی الله علیه وسلم، بل یصرح بکونه علیه السلام عالم الغیب، علما محیطا بجمیع ما کان وما یکون الی قیام الساعة، فنخشی ان یکون هذا الاجمال موهما الی هذه النظریة التی طال رد جمهور علماء اهل السنة علیها.

۳:...... وکذالک قال المؤلف فی نبینا الکریم صلی الله علیه وسلم: "فانه حی الدارین دائم العنایة بامته، متصرف باذن الله فی شؤونها، خبیر بأحوالها، تعرض علیه صلوات المصلین علیه من امته ویبلغه

سلامهم علٰی کثرتهم." (ص: ۹۱) والظاهر انه لم یرد من التصرف التصرف الکلی المطلق، ولا من کونه "خبیرا بأحوالها" العلم المحیط التام بجمیع الجزئیات، فان ذالک باطل لیس من عقائد اهل السنة، وانما اراد بعض التصرفات الجزئیة الثابتة بالنصوص، کما یظهر من تمثیله بعرض الصلوات والسلام علیه، واجابته علیها، ولکن نخشی ان یکون التعبیر موهما لخلاف المقصود، ومتمسکا لبعض المغالین فی الجانب الآخر.

٤ :...... لقد احسن المؤلف، کما سبقت الاشارة منا الٰی ذالک، فی تأکیده علی الاحتیاط اللازم فی امر تکفیر مسلم، فلا یکفر مسلم ما دام یوجد لکلامه محمل صحیح، او محمل لا یوجب التکفیر علی الاقل، ولکن التکفیر شیء، ومنع الرجل من استعمال الکلمات الباطلة او الموهمة شیء آخر، والاحتیاط فی التکفیر الکف عنه ما وجد منه مندوحة، ولکن الاحتیاط فی الامر الثانی هو المنع من مثل هذه الکلمات بتاتا.

ومن ذالک قول المؤلف: "فالقائل: یا نبی الله اشفنی واقض دینی، لو فرض ان احدا قال هذا، فانما یرید اشفع له فی الشفاء، وادع لی بقضاء دینی، وتوجه الی الله فی شأنی، فهم ما طلبوا منه الا ما اقدرهم الله علیه وملکهم ایاه من الدعاء والتشفع، فالاسناد فی

کلام الناس من المجاز العقلی.“ (ص: ۹۵) وھذا تأویل حسن للتخلص من التکفیر، وھو من قبیل احسان الظن بالمؤمنین، ولکن حسن الظن ھذا انما یتاتی فیمن لا یرفض تأویل کلامہ بذالک، اما من لا یرضی بھذا التأویل بنفسہ، کما ھو واقع من بعض الناس، فیما اعلم، فکیف یؤول کلامہ بما لا یرضٰی بہ ھو؟

وبالتالی، فان ھذا التأویل وان کان کافیا للکف عن تکفیر القائل، ولکنہ ھل یشجّع علی استعمال ھذہ الکلمات؟ کلا! بل یمنع من ذالک تحرزا من الابھام والتشبہ علی الاقل، کما نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن استعمال لفظ ”عبدی“ للرقیق لکونہ موھما، فالواجب عندی علٰی من یلتمس التأویل لھؤلاء القائلین ان یصرح بمنعھم عن ذالک، لئلا یشجعھم تأویلہ علی استعمال الکلمات الموھمة، فان من یرعی حول الحمٰی اوشک ان یقع فیہ، ومثل ذالک یقال فی کل توسل بصورة نداء، وباطلاق ”مفرج الکربات“ و ”قاضی الحاجات“ علٰی غیر اللہ سبحانہ وتعالٰی.

۵:...... قد ذکر المؤلف حفظہ اللہ ان البدعة علٰی قسمین: حسنة وسیئة! فینکر علی الثانی دون الاول، وان ھذا التقسیم صحیح بالنسبة للمعنی اللغوی لکلمة البدعة، وبھذا المعنی استعملھا الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہ حین قال: ”نعمت البدعة ھذہ!“

واما البدعة بمعناها الاصطلاحی، فليست الا سيئة، وبهذا المعنى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل بدعة ضلالة!“

٦:...... لقد كان المؤلف موفقا فی بيان الخصائص النبوية حيث قال: ”والانبياء صلوات الله عليهم وان كانوا من البشر يأكلون ويشربون ..... وتعتريهم العوارض التی تمر على البشر من ضعف وشيخوخة وموت، الا انهم يمتازون بخصائص ويتصفون بأوصاف عظيمة جليلة هی بالنسبة لهم من الزم اللوازم ..... الخ.“ (ص: ١٢٧) ثم ذكر عدة خصائص الانبياء، ولا سيما خصائص النبی الكريم صلى الله عليه وسلم لئلا يزعم زاعم انه عليه السلام يساوی غيره فی الصفات والاحوال، والعياذ بالله! والحق ان خصائصه صلى الله عليه وسلم فوق ما نستطيع ان نتصوره ولكننا نعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجل من ان نحتاج فی اثبات خصائصه الى الروايات الضعيفة، فان خصائصه الثابتة بالقرآن والسنة الصحيحة اكثر عددا، واعلٰى منزلة، واقویٰ تأثيرا فی القلوب من الخصائص المذكورة فی بعض الروايات الضعيفة، مثل ما روی انه لم يكن له ظل فی شمس ولا قمر، فانه رواية ضعيفة عند جمهور العلماء والمحدثين.

٧:...... يقول المؤلف سلمه الله تعالٰى: ”ان

الاجتماع لأجل المولد النبوى الشريف ما هو الا امر عادى، وليس من العبادة فى شىء، وهذا ما نعتقده وندين الله تعالٰى به." ثم يقول: "ونحن ننادى بأن تخصيص الاجتماع بليلة واحدة دون غيرها هو الجفوة الكبرىٰ للرسول صلى الله عليه وسلم."

ولا شک ان ذكر النبى الكريم صلى الله عليه وسلم وبيان سيرته من اعظم البركات، وافضل السعادات اذا لم يتقيد بيوم او تاريخ، ولا صحبه اعتقاد العبادة فى اجتماع يوم مخصوص بهيئة مخصوصة، فالاجتماع لذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم بهذه الشروط جائز فى الاصل، لا يستحق الانكار ولا الملامة.

ولكن هناک اتجاها آخر ذهب اليه كثير من العلماء المحققين المتورعين، وهو ان هذا الاجتماع، وان كان جائزا فى نفس الامر، غير ان كثيرا من الناس يزعمون انه من العبادات المقصودة، او من الواجبات الدينية، ويخصون له اياما معينة، علٰى ما يشو به بعضهم باعتقادات واهية، واعمال غير مشروعة، ثم من الصعب علٰى عامة الناس ان يراعوا الفروق الدقيقة بين العادة والعبادة.

فلو ذهب هؤلاء العلماء، نظرا اليه هذه الامور التى لا ينكر اهميتها، الٰى ان يمتنعوا من مثل هذه الاجتماعات رعاية لاصل سد الذرائع، وعلما بأن درء

المفاسد اولٰی من جلب المصالح، فانهم متمسکون بدلیل شرعی، فلا یستحقون انکارا ولا ملامة.

والسبیل فی مثل هذه المسائل کالسبیل فی المسائل المجتهد فیها، یعمل کل رجل ویفتی بما یراه صوابا ویدین الله علیه، ولا یفوق سهام الملامة الی المجتهد الآخر الذی یخالفه فی رأیه.

وبالجملة فان فضلیة العلامة المحقق السید محمد علوی المالکی حفظه الله تعالٰی ونفع به الاسلام والمسلمین، علی الرغم من بعض هذه الملاحظات، نقح فی هذا الکتاب کثیرا من المسائل التی ساء عند بعض الناس فهمها، فاتی بمفاهیمها الحقیقة، وادلتها من الکتاب والسنة، فارجوا ان یدرس کتابه بعین الانصاف، وروح التفاهم، لا بعماس الجدل والمراء، واسأل الله تعالٰی ان یوفقنا نحن وجمیع المسلمین ان نکون قائمین بالقسط شهداء لله ولو علٰی انفسنا، انه تعالٰی سمیع قریب مجیب الداعین، وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعین!

مفتی محمد رفیع عثمانی   مفتی محمد تقی عثمانی

رئیس دارالعلوم کراتشی ١٤   خادم طلبه بدارالعلوم کراتشی

ترجمہ:...

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا ومولانا محمد النبی الامین، وعلی آله واصحابه

اجمعین، وعلی کل من تبعهم باحسان الی یوم الدین!

برادرِ مکرم، علامہ محقق جناب شیخ السید محمد علوی مالکی، حفظہ اللہ ورعاہ، نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ ان کی کتاب "مفاهیم یجب ان تصحح" پر ہم اپنی رائے تقریظ کی صورت میں پیش کریں، وہ جس شریف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اس کی بنا پر وہ اپنی تصانیف میں ہم جیسوں کی تقریظ سے بے نیاز ہیں، ان کے والدؒ اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بدولت عالمِ اسلام میں معروف شخصیت کے حامل تھے اور خود مصنف بحمداللہ اپنے والدِ گرامی کے جانشین ہیں۔ اس لئے ان کی یہ خواہش درحقیقت ان کی تواضع فی اللہ، علم اور طالبانِ علم سے ان کی محبت، اور ان کی طرف سے تلاشِ حق کی آئینہ دار ہے۔

بہرحال آئندہ سطور کی تحریر کا مقصد ان کی خواہش کی تکمیل بھی ہے اور ان کی دعاؤں کا حصول بھی، نیز جہاں اس تحریر کا مقصد اپنی مسرت کو ظاہر کرنا ہے، کیونکہ کتاب کے اکثر مباحث کو دیکھ کر ہمیں بہت مسرت ہوئی وہاں اس تحریر کے ذریعہ کتاب کے بعض مباحث کے بارے میں اپنا تبصرہ ظاہر کرنا بھی پیشِ نظر ہے۔

مؤلف نے اپنی کتاب میں جن مسائل کو موضوعِ بحث بنایا ہے، بلاشبہ وہ نازک موضوعات ہیں، ان مباحث میں افراط و تفریط نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے ان میں اختلاف و افتراق کی فضا کو جنم دیا ہے، جس سے آج ہر مؤمن کا دل دکھا ہوا ہے، ان مباحث میں ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے، جو اعتدال اور توازن کے ساتھ ان مسائل کو پرکھیں، ہر بات کو اپنی صحیح جگہ پر رکھیں، اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے انصاف کا راستہ اختیار کریں۔

ان مسائل میں اکثر مسائل وہ ہیں جو فروعی بھی ہیں اور

نظریاتی بھی، نہ ان پر ایمان کا دار و مدار ہے، نہ یہ مسائل اسلام اور کفر کے درمیان حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض مسائل تو وہ ہیں کہ ان کے بارے میں نہ قبر میں سوال ہوگا، نہ حشر میں، نہ حساب و کتاب کے وقت ان کے بارے میں باز پُرس کی جائے گی۔ اگر کسی شخص کو عمر بھر ان مسائل کا علم نہ ہو تو نہ اس کے دین میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ اس کے ایمان میں رائی برابر فرق آتا ہے، جیسے مثلاً: یہ مسئلہ کہ حیاتِ برزخی کی کیا حقیقت اور اس کی کیا کیفیت ہے؟ اس جیسے مسائل محض نظریاتی اور فلسفیانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ انہی جیسے مسائل میں جب بحثیں کھڑی ہوجاتی ہیں اور طویل مناظرے کئے گئے تو یہی مسائل ''دین کے اصلی مقاصد'' یا ''اسلام کے بنیادی عقائد'' سمجھے جانے لگے اور کتنے ہی لوگ ان جیسے مسائل میں تشدد کی راہ اختیار کرکے اپنے مخالفین پر کفر، شرک اور گمراہی کے الزامات عائد کرنے لگے۔ بسا اوقات اس انتہا پسندانہ تنگ نظری کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ ان جیسے فروعی نظریاتی مسائل میں تو بہت پرجوش ہوتی ہے، مگر اسلام کے اساسی اصولوں پر حملہ آور ان قوتوں کے مقابلہ میں چشم پوشی سے کام لے کر ان سے صرف نظر کرلیتی ہے جو کھلی دہریت، مادر پدر آزادی اور کھلی عریانی کو پھیلانا، اور کفار و اغیار سے درآمد شدہ منکرات کو فروغ دینا چاہتی ہوں۔

برادرم جناب علامہ سیّد محمد علوی مالکی -حفظہ اللہ- نے اس ذہنیت کے بارے میں خاص توفیق کے ساتھ گفتگو کی ہے اور یہ بات ثابت کی ہے کہ جو آدمی دین کی تمام ضروریات پر ایمان رکھتا ہو تو محض اس بنا پر اس کی تکفیر جائز نہیں کہ اس نے ان اختلافی مسائل میں کسی

ایک جانب کی رائے کو اختیار کرلیا ہے، جن میں علمائے اسلام کے مابین شروع سے اختلاف رہا ہے۔

پھر مؤلف نے ان فروعی مسائل میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، جن میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہوا، اور کچھ لوگوں نے محض ان مسائل کی وجہ سے دوسروں کو کافر یا گمراہ قرار دیا۔ ان مسائل میں دعا میں وسیلہ کا جواز، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کی اجازت، انبیائے کرامؑ، صحابہؓ اور صلحاء کی نشانیوں سے برکت حاصل کرنا، نبوت، بشریت اور حیاتِ برزخی کی حقیقت میں اختلاف جیسے مسائل شامل ہیں۔

مؤلف نے ان جیسے مسائل میں جو درست موقف اختیار کرلیا وہ بلاشبہ قرآن وسنت کے روشن دلائل، اور صحابہؓ اور سلف صالحینؒ کے تعامل سے ثابت ہے، مؤلف نے واضح دلائل اور قوی اسلوب کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ جو شخص دعا میں توسل کو جائز سمجھتا ہو، یا انبیاء اور صلحاء کی باقی ماندہ نشانیوں کو باعثِ برکت جانتا ہو، یا روضۂ اطہر کی زیارت کو باعثِ ثوابِ عظیم سمجھ کر اس کے لئے سفر کرتا ہو، یا انبیاء علیہم السلام کے لئے قبروں میں ایسی حیاتِ برزخی پر ایمان جو دوسروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے، تو ایسا شخص کسی گناہ کا بھی مرتکب نہیں چہ جائیکہ وہ شرک یا کفر میں مبتلا گردانا جائے، چونکہ یہ سب باتیں قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت ہیں، سلف صالحین کا ان پر عمل رہا ہے، اور جمہور علمائے راسخین ہر زمانہ میں اس کے قائل رہے ہیں۔

اسی طرح مؤلف نے اشاعرہ اور ان کی جانب سے صفاتِ باری تعالیٰ میں تأویل کے مسلک پر بھی گفتگو کی ہے، اس میں

تو کوئی شک نہیں کہ سب سے بہتر سلامتی کا موقف تو وہی ہے جسے محدثین نے اپنے اس قول سے تعبیر کیا ہے: ”امروھا بلا کیف“ یعنی بلا کیفیت بیان کئے ان کے قائل رہو، لیکن بہرحال تأویل کا وہ مسلک جسے اشاعرہ نے تشبیہ کے بالمقابل تنزیہ باری تعالیٰ کے پیشِ نظر اجتہادی طور پر اختیار کیا ہے وہ بھی ایک جائز توجیہ ہے، جسے اشاعرہ نے محض عقیدۂ توحید پر مکمل تمسک اور تجسیم کے شبہات سے بچنے کے لئے اختیار کیا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ متقدمین میں سے بہت سے ایسے اکابر علماء نے اس مسلک کو اختیار فرمایا ہے، جن کے علم و فضل سے وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو یا جاہل ہو، یا حقائق کا منکر، اس لئے ان اشاعرہ پر کفر و گمراہی کی تہمت لگانا یا انہیں اہلِ سنت کے دائرہ سے نکال کر معتزلہ اور جہمیہ کی صف میں لا کھڑا کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اعاذنا اللہ من ذالک!

برادر مؤلف نے اس سلسلہ میں کتنی اچھی بات کہی ہے:

”کیا معترض کے لئے اتنا کافی نہیں کہ وہ یہ کہہ دے کہ ان (علمائے اشاعرہ) نے اجتہاد کیا تھا، جس میں ان سے تأویلِ صفات کے مسئلے میں چوک ہوگئی، اور بہتر یہ تھا کہ وہ یہ راستہ اختیار نہ کرتے، بجائے اس کے کہ ہم ان پر کجی اور گمراہی کی تہمتیں لگائیں اور جو شخص انہیں اہل سنت والجماعت میں سے سمجھتا ہو اس پر غضبناک ہوں۔“ (ص:۳۹)

ان جیسے مسائل میں مؤلف سلمہ اللہ نے جو فکری راستہ اختیار کیا ہے بلاشبہ وہ اعتدال کا راستہ ہے، جسے اگر مسلمان کشادہ قلبی اور وسعتِ صدر کے ساتھ اختیار کریں تو بہت سی اُلجھنیں دور ہوسکتی ہیں، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے والی دشمن کی کوششوں پر

پانی پھیرا جاسکتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے دوران بعض ایسے اُمور بھی سامنے آئے جن کے بارے میں اپنا تبصرہ پیش کرنا ضروری ہے اور اس کا مقصد بھی ادائیگیٔ محبت، جذبۂ خیرخواہی نیز مؤلف کے حکم کی اطاعت کے سوا کچھ اور نہیں ہے، وہ اُمور درج ذیل ہیں:

ا:......جن مباحث کے بارے میں مؤلف –حفظہ اللہ– نے گفتگو چھیڑی ہے، وہ مباحث نازک بھی ہیں اور انتہائی درجہ کے حساس بھی، ان مسائل میں افراط و تفریط کی بہت گرم بازاری ہوچکی ہے، ان مسائل میں کسی ایک جانب کی اصلاح بعض اوقات دُوسری جانب میں فساد پیدا کردیتی ہے، اور کسی ایک جہت میں پوری توجہ مرکوز کرلینے سے بھی کبھی دُوسری جہت کا حق بالکل ضائع ہوجاتا ہے، لہٰذا ان مسائل میں گفتگو کرنے کے لئے لازم ہے کہ وہ دونوں جانب کا پورا خیال رکھتے ہوئے انتہائی احتیاط کو اپنائے تاکہ اس کی عبارات خلافِ حق میں استعمال نہ ہوسکیں۔

چونکہ اس کتاب کا موضوع یہ ہے کہ ان لوگوں کے غلو پر رَدّ کیا جائے جو عام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، یا ان لوگوں کو مشرک قرار دیتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء و صلحاء کے ساتھ محبت و تعظیم کا معاملہ کرتے ہیں، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ کتاب میں ان دُوسرے لوگوں پر تفصیلی رَدّ موجود نہ ہو جو اس تعظیم کے اندر ایسے غلو میں مبتلا ہیں، جس سے کتاب و سنت نے بھی منع کیا ہے، اور علمائے شریعت بھی ہر زمانے میں اور ہر جگہ اس پر رَدّ کرتے آئے ہیں، مگر اس کے باوجود ہمارے خیال میں موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر یہ بات ضروری تھی کہ اس جانب بھی توجہ دی جاتی اور

چاہے مختصراً ہی سہی، مگران لوگوں پر ضرور ردّ کیا جاتا جو اس تعظیم میں ایسا غلو کرتے ہیں جو کم از کم موہمِ شرک ضرور ہو جاتا ہے۔

۲:...... ہم نے محسوس کیا کہ بعض اہم مسائل میں اتنے اجمال سے کام لیا گیا ہے کہ جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہوسکتی ہے، اور وہ اس سے خلافِ مقصود پر استدلال کرتے ہوئے (ان مجمل عبارات کو) اپنے فاسد نظریات کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک "علمِ غیب" کا مسئلہ ہے، جس پر مؤلف –حفظہ اللہ– بہت تیزی سے گزر گئے ہیں، انہوں نے اتنا تو ذکر کیا کہ علمِ غیب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے (خاص) ہے، مگر اس کے فوراً بعد لکھا:

"یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غیب کا جو حصہ سکھایا تھا وہ سکھا دیا اور جو دینا تھا وہ دے دیا۔"

یہ بات تو حق ہے جس سے مؤلف کی مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی انباء الغیب کی ایک بڑی تعداد عطا فرمائی۔ لیکن بعض لوگ ان انباء الغیب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس نسبت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ صراحتاً یہ بات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "عالم الغیب" تھے، اور انہیں قیامت تک کا جمیع ما کان وما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علمِ محیط حاصل تھا۔ ہمیں ڈر ہے کہ مؤلف کا یہ اجمال کہیں اس نظریہ کا وہم نہ پیدا کردے جس کی جمہور علمائے اہلِ سنت تردید کرتے چلے آئے ہیں۔

۳:...... اسی طرح مؤلف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

"بے شک وہ دارین میں زندہ ہیں، اپنی امت کی طرف

مسلسل متوجہ ہیں، امت کے معاملات میں اللہ کے حکم سے تصرف فرماتے ہیں، امت کے احوال کی خبر رکھتے ہیں، آپ کی امت کے درود پڑھنے والوں کا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے، اوران کی کثیر تعداد کے باوجودان کا سلام آپ تک پہنچتا رہتا ہے۔''

(ص:۹۱)

ظاہر تو یہی ہے کہ تصرف سے مؤلف کی مراد تصرفِ کلی مطلق نہیں، اور نہ امت کے احوال سے باخبر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزئیات کا علمِ محیط حاصل ہے، کیونکہ ایسا سمجھنا بالکل باطل بھی ہے اور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف بھی۔ بظاہر مؤلف کی مراد یہ ہے کہ آپؐ کے لئے بعض جزئی تصرفات، نصوص سے ثابت ہیں جیسا کہ خود مؤلف نے مثال میں صلاۃ وسلام کا پیش ہونا اور آپ کا جواب دینا ذکر کیا ہے۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ یہ تعبیر بھی خلافِ مقصود کا وہم پیدا کرنے والی ہے، اور دُوسری جانب کے بعض غلو پسند افراد اس کو اپنا مستدل بنا سکتے ہیں۔

۴:......ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مؤلف نے یہ موقف بہتر اختیار کیا ہے کہ کسی بھی مسلمان کی تکفیر میں پوری احتیاط لازم رکھی جائے، اور جب تک کسی مسلمان کے کلام کا صحیح محمل ممکن ہو یا کم ازکم اس کے کلام کا ایسا مطلب مراد لینا ممکن ہو جو اسے کفر سے بچاتا ہو، حتی الامکان اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ لیکن (یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے) کہ کسی مسلمان کی تکفیر کرنا اور بات ہے اور مسلمان کو باطل کلمات یا موہم کلمات سے روکنا دُوسرا معاملہ ہے، تکفیر میں تو احتیاط یہ ہے کہ جب تک ممکن ہو سکے تکفیر سے بچا جائے، لیکن دُوسرے معاملے میں احتیاط ہی یہ ہے کہ ان کلمات کے استعمال سے بالکلیہ روکا جائے۔

مؤلف نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

''کہنے والے کا یہ کہنا کہ: ''اے اللہ کے نبی! مجھے شفا دے دے اور میرے قرض ادا کردے''، اگر فرض کرلیا جائے کہ کسی نے یہی کہا تو بھی تو اس کی یہی مراد ہوگی کہ اے نبیؐ! آپ شفا کے لئے سفارش فرمادیں اور میرے قرض کی ادائیگی کے لئے دعا فرمادیں اور میرے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ فرمائیں، تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف وہی چیز طلب کی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قدرت دی اور مالک بنایا ہے، یعنی دعا اور سفارش، تو عوام کے کلام میں یہ اسنادِ مجازِ عقلی کے قبیل سے ہے۔''

(ص:۹۵)

تکفیر سے بچنے کے لئے یہ اچھی تأویل ہے، اور یہ مؤمنین کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے پر مبنی ہے، مگر یہ حسنِ ظن وہیں کام دے سکتا ہے جہاں قائل خود اپنے کلام کی اس تأویل کو ردّ نہ کرتا ہو، لیکن اگر کوئی قائل اس تأویل کو بذاتِ خود قبول نہ کرے، جیسا کہ ہمارے علم کے مطابق بعض حضرات کا یہی حال ہے تو پھر اس کے کلام کی وہ تأویل کیسے ممکن ہے جس پر وہ خود راضی نہیں۔

مزید برآں یہ تأویل اگر اس قائل کو تکفیر سے بچا بھی لے تو کیا ان جیسے کلمات کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ان جیسے کلمات سے اس قائل کو روکا جائے تاکہ ایہامِ شرک اور مشرکین کے ساتھ تشبیہ کم از کم پیدا نہ ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اپنے غلام کو ''عبدی'' کہنے سے صرف اس لئے منع فرمایا کہ یہ لفظ موہم تھا۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص:۴۰۷)

اس لئے ہمارے خیال کے مطابق جو شخص ان قائلین کے کلام میں تأویل کا خواہش مند ہو اس پر واجب ہے کہ وہ صراحتاً انہیں اس جیسے کلام سے روکے تاکہ موہم شرک کلمات کے استعمال کی حوصلہ افزائی نہ ہو، اس لئے کہ جو شخص حمی (سرکاری چراگاہ) کے گرد چراتا ہے اس کے حمی میں چلے جانے کا امکان بہت غالب ہے۔ (اشارة الی الحدیث الذی اخرجه الشیخان وفیه: ”ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام، کراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیه، الا وان لکل ملک حمی الا ان حمی الله محارمه!“ مشکوٰۃ المصابیح ص:۲۴۱)

اسی طرح ہر وہ توسل جس میں الفاظِ ندا اختیار کئے جائیں یا غیراللہ کے لئے ”مفرج مکروبات“ یا ”قاضی الحاجات“ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں، اسی حکم میں داخل ہیں۔

۵:...... مؤلف -حفظہ اللہ- نے ذکر کیا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور سیئہ، دُوسری قسم منکر ہے مگر پہلی نہیں۔ بدعت کے لغوی معنی کے اعتبار سے یہ تقسیم صحیح ہے، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے معروف قول: ”نعمت البدعة هذه!“ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۱۵) میں بدعت کو اسی لغوی معنی میں استعمال کیا ہے، لیکن بدعت اگر اپنے معنی اصطلاحی میں لی جائے تو وہ سیئہ ہی سیئہ ہے، اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کل بدعة ضلالة!“ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ المصابیح ص:۲۷) یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

۶:...... مؤلف نے بتوفیقِ خداوندی اپنی کتاب میں خصائصِ نبویہ کا بھی ذکر کیا اور فرمایا:

''انبیائے کرام علیہم السلام اگرچہ انسانوں میں سے ہوتے ہیں، کھاتے اور پیتے ہیں ...... اور ان پر بھی وہ تمام عوارض پیش آتے ہیں جو باقی انسانوں کو پیش آتے ہیں، کمزوری، بڑھاپا، موت وغیرہ، مگر وہ اپنی بعض خصوصیات کے ذریعہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں، اور ان جلیل القدر عظیم الشان صفات کے حامل ہوتے ہیں جو ان کے حوالہ سے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتی ہیں۔''

(ص:۱۲۷)

پھر مؤلف نے انبیائے کرام علیہم السلام اور خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ذکر فرمائیں تاکہ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ العیاذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفات اور احوال میں دُوسرے عام انسانوں کے برابر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہمارے تصورات سے بھی کہیں بالاتر ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپؐ کی ذاتِ مبارک اس سے بالاتر ہے کہ ہم ضعیف روایات سے آپؐ کی خصوصیات ثابت کریں۔ اس لئے کہ قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ سے آپؐ کی جو خصوصیات ثابت شدہ ہیں وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور فضیلت میں بھی، نیز قلوبِ انسانی میں ان کی تأثیر، روایاتِ ضعیفہ سے ثابت ہونے والی خصوصیات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہے، مثلاً: کتاب میں ذکر کردہ یہ روایت کہ آپؐ کا سایہ مبارک نہ تھا، جمہور علماء اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۷:...... مؤلف سلمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مولد نبوی شریف کے لئے اجتماعات عادت پر مبنی ایک معاملہ ہے، اس کا عبادت سے کوئی تعلق نہیں، ہم اسی کا اعتقاد رکھتے

ہیں اور فیما بیننا وبین اللہ اسی کے قائل ہیں۔‘‘

پھر آگے لکھتے ہیں:

’’ہم اعلان کرتے ہیں کہ صرف ایک رات کے ساتھ اجتماع کو مخصوص کرلینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی بے وفائی ہے۔‘‘ (ص:۲۲۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذِکرِ مبارک اور آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کا بیان انتہائی بابرکت اور اور باعثِ سعادت عمل ہے، جبکہ اسے کسی خاص دن یا خاص تاریخ کے ساتھ مقید نہ کیا جائے، اور یہ بھی اعتقاد نہ ہو کہ کسی خاص دن میں، کسی خاص ہیئت کے ساتھ اجتماع کرنا عبادت ہے، ان شروط کا لحاظ رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذِکرِ مبارک کے لئے اجتماع فی نفسہٖ جائز ہے، جو انکار یا ملامت کا مستحق نہیں۔

لیکن یہاں ایک اور نقطہ نظر ہے جسے محقق اور اہلِ تقویٰ علماء کی ایک بڑی جماعت نے اختیار فرمایا، اور وہ یہ کہ یہ اجتماع خواہ فی نفسہٖ جائز ہو، لیکن بہت سے لوگ اسے عباداتِ مقصودہ یا واجباتِ دینیہ میں سے سمجھتے ہیں، اور اس کے لئے مخصوص دنوں کو متعین کیا جاتا ہے، اور پھر اس میں غلط اعتقادات اور ناجائز افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے، مزید برآں عام لوگوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عادت اور عبادت کے درمیان دقیق فرق کا خیال رکھیں گے، بڑا مشکل ہے، لہٰذا ان مذکورہ بالا اُمور کے پیشِ نظر کہ جن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اگر ان متقی علمائے کرام نے یہ موقف اختیار فرمایا کہ سدِّ ذرائع اور جلبِ مصالح پر دفعِ مفاسد کو مقدم رکھنے جیسے اُصولوں کی بنا پر ان جیسے اجتماعات سے رکنا ہی ضروری ہے، تو یقیناً ان کا موقف

دلیلِ شرعی پر مبنی ہے اور ان پر انکار و ملامت بھی ہرگز جائز نہیں۔

ان جیسے مسائل میں وہی راستہ درست ہے جو مجتہد فیہ مسائل میں اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر آدمی اپنے عمل اور فتویٰ میں وہ راستہ اختیار کرے جو اس کی نگاہ میں درست ہے اور جس کا وہ فیما بینہ وبین اللہ جواب دہ ہوگا، اور اسے چاہئے کہ دُوسرے اجتہادی موقف کے قائل حضرات پر ملامت کے تیر برسانے سے گریز کرے۔

خلاصہ یہ کہ ہم نے مذکورہ تبصرہ میں جو گزارشات پیش کی ہیں، ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے محترم جناب علامہ محقق السید محمد علوی المالکی -حفظہ اللہ ونفع بہ الاسلام والمسلمین- نے اپنی کتاب میں ان بہت سے دلائل کو منقح کیا ہے جن کے سمجھنے میں لوگوں کو غلطی ہوتی ہے۔ مؤلف نے ان کا حقیقی مفہوم کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ان کی کتاب مخاصمت اور مخالفت کے جوش کے بجائے انصاف کی آنکھ سے مفاہمت کی فضا میں پڑھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے حق کی گواہی دیتے ہوئے انصاف قائم کرنے والے بنیں، اگرچہ ہمارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو؟ انہ تعالیٰ سمیع قریب مجیب الداعین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین!''

مفتی محمد رفیع عثمانی
رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

مفتی محمد تقی عثمانی
خادم الطلبہ بدارالعلوم کراچی

یہی قصہ مولانا محمد مالک کاندھلویؒ کے ساتھ ہوا، کہ ان کو بھی ایک رات کی مہلت ملی، چونکہ ان کو کتاب کے اصل ہدف سے پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ یہ کتاب تکفیر کرنے والے سلفی متشددین کی اصلاح کے لئے لکھی گئی ہے، اس لئے انہوں نے اسی نقطہ نظر سے سرسری دیکھا اور راتوں رات تقریظ لکھ کر صبح ناشتہ پر آپ کے حوالہ کردی، مرحوم زندہ ہوتے اور متنازع فیہ نکات کے بارے میں ان سے رجوع کیا جاتا تو ان کی رائے مولانا محمد تقی صاحب سے مختلف نہ ہوتی، باقی بزرگوں نے مولانا مرحوم کی بھرپور تقریظ دیکھ کر ان کے احترام میں کتاب کو پڑھنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی، حد یہ کہ ایک بزرگ نے اپنی طرف سے اصالۃً اور بیس ہزار علماء کی جانب سے نیابتاً صاد کردیا، یہ شاید اپنی نوعیت کی منفرد اور بے نظیر مثال ہوگی۔

۳:...... آنجناب نے ''اکابر کا مسلک ومشرب'' نامی رسالہ کے بارے میں (جس کا ذکر میری تحریر میں استطراداً آگیا تھا) رائے طلب فرمائی ہے، اور یہ کہ ''جو اصلاحات تجویز کی جائیں ان پر عمل کیا جائے گا، بشرطیکہ مقصودِ رسالہ کے خلاف نہ ہو'' یہ ایک مستقل اور تفصیل طلب موضوع ہے، تاہم یہ ناکارہ اتنا عرض کردینا کافی سمجھتا ہے کہ اس ناکارہ کے خیال میں ''مقصودِ رسالہ'' ہی محلِ نظر ہے، جن حضرات نے ہمارے اکابر قدس اللہ اسرارہم کے خلاف فتوے لگائے (اور جن کا سلسلہ تادمِ تحریر پوری حدت وشدت کے ساتھ جاری ہے) ان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی، نہ کہ ہمارے اکابر کے حاشیہ برداروں کو ''ودوا لو تدھن فیدھنون'' کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی جاتی، اور اہلِ بدعت کو اہلِ سنت منوانے کی راہ اختیار کی جاتی، کیا ہمارے ''اکابر کا مسلک ومشرب'' یہی تھا؟

۴:...... جناب صوفی محمد اقبال دام اقبالہٗ کے بارے میں اس ناکارہ نے سماعی روایت نقل کردی تھی کہ وہ جناب سیّد علوی سے بیعت ہوگئے ہیں، میں آنجناب کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس کی اصلاح فرمادی کہ سیّد علوی تو کسی کو بیعت ہی نہیں کرتے، ''البتہ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو سلسلہ شاذلیہ میں اجازت وخلافت دی ہے'' انتھٰی بلفظکم الشریف۔ جن صاحب نے مجھ سے نقل کیا تھا، غالباً انہوں نے خلافت و

اجازت ہی کو بیعت کرنے سے تعبیر کردیا ہوگا، بہرحال اس اصلاح پر جناب کا تہِ دل سے ممنون ہوں، گو اس ناکارہ کی تفریع اب بھی صحیح ہے، یعنی شیخ علوی سے حضرت صوفی صاحب کی ہم مشربی و ہم رنگی، اور ان کے مسلک و مشرب کی اشاعت کا جذبہ۔

۵:...... حضرت مولانا عزیزالرحمٰن کے مسترشد کا نوٹ کہ ''یہ حضرات تبلیغی جماعت کے خلاف ذہن بناتے ہیں'' آنجناب نے غلط فہمی قرار دیا ہے، کیونکہ ''حضرت موصوف کے ہزاروں مرید اس کام میں لگے ہوئے ہیں، ہاں البتہ یہ بات برحق ہے کہ بعض افراد و عناصر کی ضرور مخالفت کرتے ہوں گے، جنھوں نے فضائلِ درود شریف کو تبلیغی نصاب سے نکالا'' چلئے! یہ غلط فہمی ہی سہی، اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے لوگوں میں کوئی اس مبارک کام کی مخالفت کرنے والا نہ ہو، حضرتِ موصوف کو بھی اس غلط فہمی سے جو ان کے مرید کو ہوئی، رنجیدہ نہ ہونا چاہئے کہ بقول عارف:

دریائے فراواں نشود تیرہ بہ سنگ
عارف کہ برنجد تنک آب است ہنوز

۶:...... آنجناب نے شیخ علوی کا ہمارے اکابر خصوصاً ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ والہانہ تعلق بہت ہی تفصیل کے ساتھ زیبِ رقم فرمایا ہے، اور بریلویت کے ساتھ ان کے تعلق کی تردید فرمائی ہے، اور بریلوی ماہنامہ سے ''حق چاریار'' میں جو کچھ نقل کیا ہے، اس کی بھرپور تغلیط فرمائی ہے، اس سے اس ناکارہ کو بہت ہی انشراح ہوا، فجزاکم اللہ احسن الجزاء! چونکہ قاضی مظہر حسین صاحب اس ناکارہ کی طرح سیّد علوی کے حالات سے واقف نہیں ہوں گے اس لئے ان کا بریلوی پرچہ ''جہانِ رضا'' پر اعتماد کرکے ان کو بریلوی قرار دینا ایک فطری امر تھا۔ اس لئے ان کو (اور ان کی تقلید میں اس ناکارہ کو) تو معذور سمجھنا چاہئے، ''جہانِ رضا'' کا یہ پرچہ فروری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا، جس میں بڑے دھڑلے سے سیّد علوی کو بریلوی ثابت کیا گیا، پورے تین سال کے عرصہ میں شیخ علوی کی جانب سے یا ان کے مداحوں کی جانب سے کوئی تردید نہیں آئی، نہ کسی وضاحت کی زحمت کی گئی، پھر سیّد علوی کے رسالہ ''حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف'' کا ترجمہ

بریلوی حلقہ کی جانب سے ''میلادِ مصطفیٰ'' کے نام سے شائع کیا جاتا ہے، ادھر ان کی کتاب کا ترجمہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے نام سے ہمارے سامنے آتا ہے، جس میں متنازع فیہ مسائل میں مصنف کا جھکاؤ بریلویت کی طرف نظر آتا ہے، جبکہ ''جہانِ رضا'' میں ان کا فقرہ بلاخوفِ تردید نقل کیا جاچکا ہے کہ: ''سیدی علامہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات وتعلیقات کے ذریعہ جانتے ہیں، وہ اہلِ سنت کے علامہ تھے، ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے، اور ان سے بغض رکھنا اہلِ بدعت کی نشانی ہے'' اور یہ کہ: ''سیّد علوی کو فاضل بریلوی کے خلیفہ ضیاء الدین قادری سے، جو معمر ترین بزرگ تھے، اور جن کی عمر سو سال سے زائد ہے، تمام سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔''

ان تمام اُمور کو پیشِ نظر رکھ کر انصاف کیجئے کہ ایک خالی الذہن آدمی کو جناب مصنف کے بارے میں کیا رائے قائم کرنی چاہئے؟ جناب قاضی مظہر حسین صاحب پر خفا ہونے کے بجائے ہونا یہ چاہئے تھا کہ خود شیخ علوی مالکی کی جانب سے ''جہانِ رضا'' کے مندرجات کی تردید کرادی جاتی، اور انتساب الی البریلویت سے اظہارِ براءت کرادیا جاتا، جب تک یہ نہ ہو میں یا آپ اس کی ہزار تردید کریں اس کی کیا قیمت ہے...؟ تین سال سے علیٰ رؤس الاشہاد اعلان کیا جارہا ہے کہ وہ بریلوی ہیں، اور جنابِ شیخ اپنے سکوت سے اس پر مہرِ تصدیق ثبت فرمارہے ہیں، آپ کی تردید کو کون مانے گا...؟ اس لئے اگر بریلویت کے انتساب سے ان کی براءت کرانی ہے تو خود انہی کی جانب سے براءت کا اعلان کرائیے، اگر شیخ علوی کی حیات میں یہ کام نہ ہوا تو نہ صرف یہ کہ ہماری توجیہات رائیگاں اور بے سود قرار پائیں گی، بلکہ اندیشہ ہے کہ آپ تینوں بزرگوں (قبلہ صوفی صاحب، آپ اور جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ) کو بھی یار لوگ اسی لپیٹ میں نہ ڈالیں کہ: ''یہ تینوں حضرت شیخ محمد مالکی بریلوی کے حلقہ نشین دراصل دیوبندی نما بریلوی تھے، اسی بنا پر دیوبندیوں کو بریلویوں کے ساتھ متحد ہوجانے کے داعی تھے، لہٰذا دیوبندیوں کے مقابلہ میں بریلوی مذہب برحق ہے۔'' یہ صرف خدشات نہیں بلکہ آپ حضرات کی دعوتِ اتحاد پر بریلوی صاحبان نے ایسے شوشے چھوڑنے شروع کردیئے، مرورِ ایام کے بعد نہ جانے اس کو کیا کیا

فہرست

رنگ دیا جائے گا؟ الغرض جناب کی یہ وضاحتیں ہم خدام کے تو سر آنکھوں پر! آمنا وصدقنا! لیکن جب تک آپ خود جناب شیخ علوی مالکی کی جانب سے بریلویت سے اظہارِ براءت نہیں کراتے، اور خصوصاً اس فقرے سے جو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کے بارے میں ''جہانِ رضا'' نے ان سے منسوب کیا ہے، تب تک مخالفوں پر حجت نہیں قائم ہوگی، اور وہ برابر یہ کہتے رہیں گے کہ فروری ۱۹۹۲ء میں شیخ موصوف کے بریلوی ہونے کا مدلل اعلان کیا گیا، لیکن شیخ نے خود خاموشی اختیار کرکے اس کی تائید کردی، اس کے بعد دوسروں کی وضاحت اور عذر، معذرت کا کیا اعتبار...؟

آخر میں گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر میرے کسی لفظ سے قبلہ صوفی صاحب کی، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی، آپ کی یا کسی اور کی دل آزاری ہوئی ہو، اس سے بصد ندامت غیر مشروط معافی کا خواستگار ہوں، جن ایسے الفاظ کی نشاندہی کردی جائے، نشاندہی کے بعد ان کو قلم زَد کردوں گا، حلفاً کہتا ہوں! مجھے نہ ان بزرگوں سے پرخاش ہے، نہ کدورت، بلکہ جیسا کہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں ان کو اپنے سے بدرجہا افضل جانتا ہوں۔

جہاں تک شیخ علوی کی کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' کا تعلق ہے، وہ آپ کے عرب ماحول میں مفید ہو یا نہ ہو، مگر ہمارے یہاں کے ماحول میں مفید ہونے کے بجائے مضر ہے، کاش! کہ اسے یہاں شائع نہ کیا جاتا۔

آنجناب نے ایک بزرگ کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ لدھیانوی کو بھی کسی نے بھڑکا دیا ہے، یوں تو اس فقرہ کی کوئی اہمیت نہیں، بے چاری مٹی پر ہزار جوتے رسید کردو، اس کو شکایت نہیں ہوگی، تاہم یہ عرض کردینا بے جا نہیں ہوگا کہ مجھے میرے اکابرؒ کے تقدس نے بھڑکایا تھا، بقول عارف رومی:

گفتگوئے عاشقاں در امر ربّ
جوششِ عشق است نے ترکِ ادب

جن ''اکابر'' کے انتساب سے ہماری دُنیا و آخرت وابستہ ہے، ایک طبقہ ان کی عزت و حرمت سے کھیل رہا ہو، اور ہم بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے پلڑے میں اپنا وزن ڈال

رہے ہوں، تو مجھ ایسی مٹی کے لئے بھڑکنا لازم ہے، آپ یا آپ کے محترم بزرگ اس بارے میں جو رائے بھی قائم فرمائیں، آپ کا حق ہے۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رءوف رحیم.

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

کراچی

۳:......مولانا زرولی خان کا خط

محترم ومکرم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ کرے مزاج سامی بخیر ہوں، آنجناب کا بلادِ عرب کے مشہور اور محقق عالم شیخ محمد علوی مالکی پر تبصرہ اور ان کی کتاب مفاہیم اور اس کے ترجمہ اِصلاحِ مفاہیم پر مبسوط تبصرہ نظر سے گزرا، تبصرہ خالص مخلصانہ مگر حد درجہ غیر ناقدانہ اور غیر محتاط ہے، کیونکہ موصوف کی صرف ایک کتاب بلکہ اس کے ترجمہ کو دیکھ کر انہیں بریلوی اور رضاخانی سمجھنا کم از کم ہمارے بزرگوں کا اور آپ جیسے دانش مند شاہکار لکھنے والے کی شان کے لائق نہیں، یہ دیکھ کر حد درجہ حیرت ہوئی کہ تبصرہ نگار کو شیخ علوی اور ان کی مطبوعہ اور متداول کتب کے بارے میں معلومات نہیں ہیں یا ان کے تبصرہ میں کوئی کام نہیں لیا گیا۔ حضرت اقدس قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم بوجوہ ہم سب کے مخدوم اور کریم بزرگ ہیں، مگر ان کی تحریر اور مزاجِ اقدس کی پُرتشدد جولانیوں میں کبھی کبھی اپنے ہی زیروزبر ہوجاتے ہیں۔ حضرت والا ہی کے فاضلانہ قلم سے قافلۂ حق کے سالار محمود الملۃ والدّین حضرت اقدس مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ''احتجاجی مکتوب بنام مولانا مفتی محمود'' جیسا سوہانِ رُوح رسالہ شائع ہوا ہے، جس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ: ہم اہلِ باطل سے

فہرست

مقابلہ کرتے ہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہوتے ہیں، لیکن اپنے جو پیچھے سے چھرا گھونپتے ہیں تو اس سے چلا نہیں جاتا۔ حضرت قاضی صاحب کا اخلاص، تدین، منصب احقاقِ حق و ابطالِ باطل ہم جیسے خوردہ نالائق تو کیا اکابر صلحاء کے ہاں مسلّمہ ہیں، مگر مسلسل ردّ و قدح کے میدان نے شاید ان کی تحریر میں کچھ اس طرح کی شدت بھی پیدا فرمائی ہے۔ آپ نے اپنی پوری تحریر کی اساس و بنیاد حضرت قاضی صاحب کے انکشافات جو مبتدعین کی جاہلانہ اور مقلوب حکایات پر مشتمل ہے، رکھی ہے۔ میرے خیال میں شیخ علوی کی کتاب آپ نے دیکھی ہی نہیں جس میں انہوں نے محدثِ کبیر حضرت اقدس الشیخ السید محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ اپنا شرفِ تلمذ بخاری و ترمذی میں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے موٴطا امام مالک اور سنن ابی داوٴد میں بلکہ صحیح مسلم میں بھی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دیگر اجلہ علمائے دیوبند سے اپنا شرفِ تلمذ کا ذکر فرمایا ہے۔ شیخ کی کتاب کا نام "الطالع السعید المنتخب من المسلسلات والاسانید" ہے، نیز شیخ علوی جامعہ ازہر جانے سے پہلے جامعہ اسلامیہ (مدرسہ عربیہ) میں سال دو پڑھ چکے ہیں، اور اس کا والہانہ عقیدت و محبت بھرا تذکرہ وہ اپنے حضرات میں اور مجالس میں کرتے رہتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے "آپ بیتی" وغیرہ میں ان کا محبت بھرا برتاوٴ اور ان پر اعتماد کا اظہار فرمایا ہے، بلاشبہ شیخ علوی ہمارے علمائے دیوبند کی طرح محدثات مرسومہ میں متشدد نہیں ہیں، لیکن وہ رضاخانی یا بریلوی یا بدعتی ہرگز نہیں ہیں، انعقادِ میلاد کا مسئلہ خود اجلہ محدثین اور سیّد الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ بلکہ اوائل عمر میں خود حکیم الامتؒ کے ہاں بھی رہا ہے، علماء کو وسیع علم اور بسیط معلومات کے ساتھ کچھ علاقائی مسائل کا بھی کبھی ساتھ دینا ہوتا ہے جس میں خطا و صواب کا ایک پہلو غالب رہتا ہے، خدانخواستہ اگر اس قسم کے تبصرے ہمارے جانے پہچانے اور معروف معتمدین پر بغیر تحقیق اور چھان بین کے ہونے لگیں تو کہیں مولوی یونس سہارنپوری کی طرح شیخ ابوالوفاء افغانی اور اپنے زمانے کے امام شیخ زاہد الکوثریؒ جیسے اکابرِ امت پر بدعتی کے احکام صادر نہ ہونے لگیں، آنجناب کے بارے میں تو کبھی ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ صوفی اقبال صاحب یا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کی جماعت تبلیغ یا

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی نسبتِ کریمہ کے دُوسری طرف ملتفت ہونے سے متأثر ہوکر اس قدر غیرمحتاط تبصرہ فرمائیں گے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب اسکندر دامت برکاتہم اور خود حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب مدظلہ، شیخ علوی اور ان کے نظریات مجھ سے زیادہ بہت قریب سے جانتے ہیں، کم از کم ان سے مشورہ ضروری تھا، ''بینات'' جو ملک وملت کا نمائندہ شمارہ ہے اسے کسی ایک فردِ متشدد کے صرف اخلاص اور تقدس کا سہارا لے کر ایسے رجال کے خلاف استعمال نہیں کرنا چاہئے جن پر ہمارے بڑے اعتماد کرچکے ہیں، میں نے یہ چند سطور حضرتِ والا سے قریبی عقیدت اور حضرت کی تحریر اور شوکت تنقید کا غیر مصیب پہلو دیکھ کر لکھی ہیں، اگر تیر نشانے پر بیٹھا تو مناسب اعتذار بینات میں کرنا ہمارے اسلاف کا وطیرۂ دیانت رہا ہے، ورنہ سقطۃ المتاع کی جگہ ردّی کی ٹوکری ہے:

بشنود یا نشنود من ہائے ہوئی می کنم

قاضی صاحب دامت برکاتہم کا انکشاف کہ شیخ علوی بریلوی عقیدے کے حامل اور مولوی احمد رضا خان کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں، اور جناب علوی کی فاضل بریلوی کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ وہ احمد رضا خان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نحن نعرف تصنیفاته وتألیفاته فحبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة.''

واقعی یہ انکشاف وتحقیق عجیب تو کچھ نہیں، غریب ومسکین ضرور ہے، کیونکہ اس کا حوالہ مولوی غلام مصطفیٰ مبتدع ہے، اگر واقعی شیخ علوی کو مولوی احمد رضا سے یہ عقیدت ہے تو اجلہ علمائے دیوبند کو انہوں نے مشائخِ حدیث کیسے تسلیم کیا ہے جن کے بارے میں مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کافر اور اسلام سے خارج ہیں۔''
(فتاویٰ رضویہ ج:۴ ص:۲۲۲)

اور ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ:

فہرست

”مولوی خلیل احمد، رشید احمد اور غلام احمد اور اشرف علی من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر!“

صرف ضیاء الدین مقدسی سے اوراد میں اجازت لینے سے علوی صاحب علمائے دیوبند کے مخالف اور رضاخانی بدعتی بنتے ہیں، تو حضرت بنوری، حضرت مفتی محمد شفیع اور حضرت شیخ الحدیث اور حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمہم اللہ سے اسانیدِ حدیث اور اجازتِ اوراد سے اہلِ حق کے قریب کیوں نہیں مانے جاتے؟ امید ہے کہ ان مختصرات پر آپ غور فرمائیں گے:

اندک پیش تو گفتم غم دل ترسیدن
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

یہ خوش فہمیاں تو اہلِ حق کو بھی لاحق ہوجاتی ہیں، جیسے آپ کی تحریر میں اور قاضی صاحب کی تحریر میں احمد رضا کے لئے ”مولانا“ اور ”مرحوم“ کے الفاظ لکھنا بھی مبتدع کے ساتھ لائق برتاوٴ رَوِش کے خلاف ہے، جس کے ردّ میں بہت کچھ مواد موجود ہے، تاہم شیخ علوی کی ضیاء مقدسی بدعتی اور مولوی احمد رضا جیسے مبتدع کے بارے میں خوش فہمی اس درجہ کی ہے ورنہ وہ علمائے دیوبند کے شاگرد اور ان کے مستفید اور ان کے حد درجہ معتقد اور معترف ہیں، جو اِن شاء اللہ العزیز آپ کے سامنے بتدریج آئے گی، والسلام مع التحیة والاکرام!

خادمکم الفقیر
محمد زرولی خان عفی عنہ
۲۴ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

راقم الحروف کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت مخدوم ومحترم جناب مولانا زرولی خان صاحب، زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

۱:......”اِصلاحِ مفاہیم“ کے بارے میں اس ناکارہ ونابکار کی جو تحریر شائع ہوئی

ہے، اس کے بارے میں آنجناب کا کرامت نامہ موصول ہوکر موجبِ امتنان ہوا، آنجناب کو اس ناکارہ کی ''غیرناقدانہ وغیرمحتاط'' تحریر سے اذیت پہنچی، اس پر نادم ہوں، میرے قلم سے جولفظ ایسا نکلا جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو، اس پر بارگاہِ الٰہی سے صدقِ دل سے توبہ کرتا ہوں، اور آنجناب سے اور آپ کی طرح دیگر احباب سے، جن کو اس تحریر سے صدمہ پہنچا ہو، غیرمشروط معافی کا خواستگار ہوں۔

۲:...... جو جو الفاظ آنجناب کو غیرناقدانہ اور غیرمحتاط محسوس ہوئے ہوں، ان کو نشان زدہ کرکے بھیج دیجئے، میں ان سے رجوع کا اعلان کردوں گا، اور ان کی جگہ جو محتاط الفاظ استعمال ہونے چاہئیں وہ بھی لکھ دیئے جائیں۔

۳:...... شائع شدہ تحریر کے صفحہ:۲۹ سے صفحہ:۴۱ تک جو کچھ لکھا ہے، وہ جناب شیخ محمد علوی مالکی کو ''ایک خوش عقیدہ عالم'' سمجھ کر لکھا ہے، جس کی تصریح صفحہ:۴۱ کے نکتہ:۵ کی پہلی دو سطروں میں موجود ہے، البتہ نمبر:۵ سے جو عبارت شروع ہوتی ہے، وہ جناب قاضی صاحب کے انکشافات پر مبنی ہے، یعنی صرف دو صفحے کی تحریر، لیکن آنجناب نے میری پوری تحریر ہی کو جناب قاضی صاحب کی تقلید کا نتیجہ قرار دے دیا۔

۴:...... قاضی صاحب نے ''جہانِ رضا'' کا حوالہ دیا ہے، جو فروری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا، ساڑھے تین سال بعد اس ناکارہ نے قاضی صاحب کے حوالہ سے اس کا فوٹو شائع کردیا تو سارا نزلہ اس ''غریب مسکین'' پر آگرا، تین ساڑھے تین سال تک کسی عقیدت کیش کو خیال تک نہیں آیا کہ شیخ علوی کو خانوادۂ بریلویت سے منسلک کیا جارہا ہے۔

۵:...... ''جہانِ رضا'' میں ''خانوادۂ بریلی کا ایک عرب مفکر'' کے عنوان سے ''فضیلۃ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد علوی الحسنی المالکی مدظلہ'' پر پورا ایک مضمون شائع ہوتا ہے، جس میں اعلان کیا جاتا ہے کہ: ''آپ کے دادا اور والدگرامی دونوں شہزادہ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا تھے، اور آپ، خلیفہ اعلیٰ حضرت، خطیبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں'' پاکستان کے کسی دیوبندی حلقہ سے اس کے بارے میں ''صدائے برنخواست'' تین سال کے بعد اگر قاضی

فہرست

صاحب ''جہانِ رضا'' کے اس مضمون کا فوٹو شائع کر رہے ہیں، اور یہ روسیاہ اس کا حوالہ دے ڈالتا ہے، تو یہ روسیاہ بھی مجرم اور قاضی صاحب بھی متشدد، انا للہ وانا الیہ راجعون!

۶:...... شیخ علوی کی تالیفِ لطیف ''الطالع السعید'' کا مطالعہ واقعی اس مجہولِ مطلق نے نہیں کیا، اس میں ملاحظہ فرمالیا جائے، اس میں کسی بدعتی کا تذکرہ تو نہیں ہے؟ اگر واقعی ایسا ہو تو کیا تعجب کہ ''جہانِ رضا'' کی روایت (جس کی تردید آج تک اس روسیاہ کے علم میں نہیں آئی) بھی کچھ غلط نہ ہو، کیونکہ خواجہ حافظؒ بہت پہلے فرماگئے ہیں:

اے کبک خوش خرام کجا مے روی بناز
غرہ مشو کہ گربہ زاہد نماز کرد...

اور یہ بھی ممکن ہے کہ:

معشوق ما بہ مشرب باہر کس برابر است
با ما شراب خورد و با زاہد نماز کرد

۷:...... جناب علوی صاحب کی دُوسری کتابوں میں ان کی کتاب ''حول الاحتفال النبوی'' بھی تو ہے، جس کو بریلوی حضرات نے اُردو میں شائع کیا ہے، آنجناب نے انعقادِ میلاد کے لئے ''سیّد الطائفہ'' کا حوالہ تو دے دیا، لیکن یہ نہیں دیکھا کہ اعاظم خلفاء (اور ہمارے اکابرِ دیوبندؒ) کا طرزِ عمل اس بارے میں کیا رہا؟ اور آج شیخ علوی مالکی کی کتاب پر جو ''دیوبندی بریلوی اتحاد'' کی تحریک چل رہی ہے، اس کا انجام کیا ہوگا...؟

۸:...... اس ناکارہ نے تو ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے ایک دو حوالے، بطورِ نمونہ دیئے تھے، جس میں موصوف نے اپنے نقطہ نظر سے اختلاف کرنے والوں پر کم عقلی، کم فہمی، تنگ نظری، بدفہمی اور جہالت وتعنت کے فتوے صادر فرمائے ہیں، کتاب کا خود مطالعہ فرمالیجئے اور پھر بتایئے کہ ہمارے اکابرؒ توان فتووں کی زد میں نہیں آئے؟

آخر میں سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے اصلاح کا طالب ہوں، یہ ناکارہ تو واقعی ''نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں!'' میرے اکابرؒ جو فرمائیں ان کا مقلدِ محض ہوں، اور آپ حضرات جو اصلاح فرمائیں وہ سر آنکھوں پر!

فہرست

اللّٰھم انی اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ، ومن الفتن ما ظھر منھا وما بطن!

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۹/۱/۱۹۱۶ء

۴:...... جناب محمد ابوزبیر سکھر کا خط

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم

سلام مسنون!

ماہنامہ بینات کا بندہ مستقل خریدار ہے، محرم الحرام کا رسالہ پڑھ کر بندہ حیران ہوا کہ اِصلاحِ مفاہیم کے سلسلے میں اختلاف کچھ کم ہوا تھا کہ جناب کے مضمون نے تیل چھڑکنے کا کام کیا، آپ تو جانتے ہیں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تڑپ خانقاہوں کو آباد کرنے کی تھی، اس کے لئے آپ نے آخری عمر میں مختلف سفر بھی کئے، حضرتؒ کے وصال کے بعد حضرت شیخؒ کی تڑپ کو لے کر چلنے والے اگر کوئی ہیں تو وہ یہ ہیں حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے خانقاہوں کو آباد کرنے کے لئے رات دن ایک کردیا اور اس اہم کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا اور پوری دُنیا میں جگہ جگہ اس کام کے لئے یہ حضرات سفر فرما رہے ہیں، اس وقت ان حضرات کے اخلاص کی برکت ہے کہ جگہ جگہ ذکر و درود شریف کی مجالس قائم ہوگئیں اور روزانہ لاکھوں مرتبہ درود شریف پڑھا جارہا ہے، غالی مماتیوں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح ان کا راستہ بند کیا جائے، آخرکار ان کو یہ موقع ملا اور اصلاح مفاہیم کے اختلاف کو اتنا بڑھایا گیا گویا کہ کفر و اسلام کی جنگ ہورہی ہے، اور ہمارے مخلص حضرات نے اپنے رسالے میں اس اختلاف کو بڑھانے کے لئے وقف کردیئے، اس کتاب کو مشہور کرنے والے درحقیقت یہی لوگ ہیں ورنہ اس کتاب کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اصلاحِ مفاہیم پر تقریظیں لکھنے والے کئی ایک بزرگ ہیں، لیکن جب تبصرہ کیا جاتا ہے تو سب کو چھوڑ کر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم پر نزلہ اُتارا جارہا ہے، اس کو ناانصافی نہ کہیں اور تو کیا کہیں آنجناب نے بھی اپنے تبصرہ میں اس ناانصافی کا مظاہرہ کیا ہے، آپ جیسے مخلصوں سے ایسی توقع نہ تھی، یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت شیخؒ کے مشن کو لے کر چلنے والوں کے خلاف ایک بہت بڑی سازش کی جارہی ہے اور ان کو بدنام کیا جارہا ہے، اور اب تو ذاتیات تک نوبت پہنچ گئی ہے، جس کی لپیٹ میں آنجناب بھی ہیں کہ ایک نجی خط کو شائع کرکے عوام کو ان حضرات سے دور کرنے کی کوشش کی ہے، ایک نجی خط تھا اس کو ویسے ہی جواب دے دیا جاتا، آنجناب کا قلم غیروں کے مقابلے میں اپنوں کے لئے بہت سخت تھا۔

دُوسری بات یہ ہے کہ مکی مالکی صاحب نے وہ کتاب سلفیوں کے خلاف لکھی ہے، تبصرہ کے شروع میں آنجناب نے بھی یہی فرمایا لیکن آگے چل کر حضرت قاضی صاحب نے انکشاف فرمادیا کہ وہ ہمارے علماء کے بارے میں لکھا ہے، عجیب بات ہے کہ ہم خود اپنے اکابرین کو گالیاں دلوارہے ہیں، مکی مالکی صاحب نے اپنی کتاب شفاء الفواد میں ہمارے اکابر کا تذکرہ بڑے عمدہ طریقہ سے کیا ہے، اور ''المہند'' سے تقریباً چھ صفحات اپنی کتاب میں ذکر کئے اور ہمارے اکابرین کا کبار محدثین فی الہند کے نام سے تذکرہ کیا۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے بتایا کہ مکی مالکی صاحب حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری دیتے اور حضرت شیخؒ ان کو سید ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھ بٹھاتے تھے، اور آج بھی مالکی صاحب کے ہاں حیاتِ صحابہ کی تعلیم کرائی جاتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی نے بتایا کہ مکی مالکی صاحب جب پاکستان تشریف لائے تو میں خود ان کے ساتھ تھا، مختلف علمائے کرام سے انہوں نے اصلاح مفاہیم پر تقریظیں لکھوائیں، تو حضرت مکی صاحب نے عرض کیا کہ: کچھ تقریظیں بریلوی علماء سے بھی لکھوالیں، اس پر مکی مالکی صاحب نے فرمایا کہ: ان میں کوئی بڑا عالم نہیں ہے۔ اب آپ بتائیں ایسے شخص کو جو ہمارے اکابر کی خدمت میں بھی حاضری دے، ہمارے بزرگوں کا تذکرہ بھی کرے اور ہمارے حضرات کی کتاب کی تعلیم بھی

فہرست

کرائے، اس کو ہم زبردستی بریلوی بنانے کی کوشش کریں اور سلفیوں کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا، اس کو اپنے اکابر پر چسپاں کردیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ آنجناب کو اگر مالکی صاحب کے بارے میں کچھ معلوم ہی کرنا تھا تو وہ آپ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی سے معلوم کرتے، حضرت قاضی صاحب کو ان کے بارے میں کیا علم ہے؟ ان کے حالات تو وہی بتاسکتا ہے جو مکہ شریف میں ان کے قریب ہو، حضرت قاضی صاحب کا حال تو یہ ہے کہ بندہ کی پچھلے مہینہ ملاقات ہوئی، نعل شریف پر کچھ بحث چل پڑی، بندہ نے عرض کیا کہ: میرا تعلق حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے ہے، اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے فوائد ذکر کئے ہیں، اس پر حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ: حضرت شیخؒ کو چھوڑ دو، ان کی بات کیوں مانتے ہو؟ حضرت تھانویؒ کی بات مانو! اب ان کو تو حضرت شیخؒ سے اتنا بغض ہے اور آنجناب ان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

پھر مکی مالکی صاحب مکہ شریف میں ہیں، وہاں پر دُنیا بھر کے لوگ آتے ہیں، ہر مسلک والے آتے ہیں، اور ان سے بھی مل لیتے ہیں، اور ملاقات کے دوران مالکی صاحب ان کی تعریف فرمادیتے ہیں، تو کیا اس کی وجہ سے وہ کٹر بریلوی ہوگئے؟

آنجناب نے یہ بھی الزام لگایا کہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بے وفائی کی ہے کہ مالکی صاحب کے حلقہ میں داخل ہوگئے ہیں۔

کاش کہ آنجناب اس کی تحقیق فرمالیتے، مالکی صاحب کی کیا حیثیت ہے، حضرت صوفی صاحب زیدمجدہٗ کے مقابلے میں یہ سراسر حضرت پر بہتان ہے، قیامت کے دن ان جھوٹے الزامات کا جواب دینا ہوگا، حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم پر ہزار مکی مالکی جیسے قربان ہوجائیں۔

ماہنامہ بینات کے مدیر حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب بھی مکی مالکی صاحب کے اور ان کی کتاب کے مداح ہیں، آنجناب ان سے تحقیق فرمالیتے۔

چنددن قبل بندہ کا صوبہ سرحد جانا ہوا، کئی علماء سے اس سلسلہ میں بات ہوئی، اکثر علماء کی رائے یہ تھی کہ آنجناب ایک بڑی شخصیت ہیں، آپ کا ایک علمی مقام ہے، آپ کو ایسی

باتیں نہیں لکھنی چاہئیں تھیں۔

تحریر کی طوالت کی معافی چاہتا ہوں، اگر کوئی سخت بات محسوس ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں، اللہ پاک تمام قلوب کو حق پر جمع فرمادے، امید ہے کہ دعواتِ صالحہ میں فراموش نہیں فرمائیں گے۔ والسلام محمد ابوزبیر سکھر۔"

محمد ابوزبیر سکھروی کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم ومکرم! زید مکارمکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نامہ کرم لائقِ صد احترام واکرام ہوا، یہ ناکارہ تو واقعتاً "نہ آناں میں ہے نہ ایناں میں"، "نہ تین میں، نہ تیرہ میں۔"

آنجناب کا گرامی نامہ تین مضامین پر مشتمل ہے:

۱:......اکابرِ ثلاثہ (صوفی صاحب، مولانا مکی اور مولانا عزیز الرحمٰن دامت برکاتہم وزیدت فیوضہم) کا شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے فیض کو عام کرنا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اخلاص کے ساتھ مزید ترقیات سے نوازیں، یہ ناکارہ ان پر اسی طرح رشک کرتا ہے جس طرح ایک فقیرِ بے نوا کسی رئیس پر رشک کرے، اس لئے اس ناکارہ نے بلاتکلف اپنے خط میں لکھا ہے:

> "حضرت مولانا عزیز الرحمٰن مدظلہ کے ساتھ اس ناکارہ و روسیاہ کا بھی تعلق ہے، وہ میرے خواجہ تاش ہیں، اور اس ناکارہ سے کہیں بہتر وافضل ہیں۔"

لہٰذا اس ضمن میں تو آنجناب نے میری معلومات، اور میرے حسنِ ظن میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔

۲:......شیخ علوی مالکی کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ بریلویوں کے پرچہ "جہانِ رضا" کے حوالے سے لکھا، اگر یہ غلط ہے تو بہت آسان بات ہے، شیخ علوی مالکی صاحب سے "جہانِ رضا" کے مندرجات کی تردید کرادی جائے، میں اس تردید کو شائع کرکے اپنی تفریعات واپس لے لوں گا۔

۴:......حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے بارے میں ایک ثقہ راوی کی سماعی روایت درج کی ہے، اگر یہ غلط ہے تو اس سے توبہ کرتا ہوں، اور موصوف سے بھی معافی چاہتا ہوں، مناسب ہوگا کہ اس روایت کی تردید حضرت صوفی صاحب زید مجدہٗ ہی سے کرادی جائے تاکہ اس کو شائع کرکے اس کے ساتھ اپنا توبہ نامہ بھی شائع کردوں۔

ان اُمور کے علاوہ جو بات بھی اس ناکارہ نے غلط لکھی ہو اس کی نشاندہی فرمادی جائے، اس سے بلاتکلف رجوع کرلوں گا۔ اُمید ہے مزاجِ بعافیت ہوں گے، دعاؤں کا محتاج اور ملتجی ہوں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۱۶/۲/۲۱ھ

۵:......جنابِ اختر علی عزیزی کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ
عشق کاریست کہ بے آہ و فغان نیز کنند

محترمی جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج بخیر!

اگرچہ بندہ ماہنامہ ''بینات'' کا خریدار نہیں تاہم مستقل قاری ضرور ہے، اور آپ کے اداریے اور بیانات محبت سے دیکھتا ہے، لیکن اس شمارہ محرم الحرام میں آپ کا مضمون ''کچھ اِصلاحِ مفاہیم کے بارے میں'' نظر سے گزرا، اپنے پیرومرشد، ولی کامل، عالم باعمل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے باغِ تصوف اور چمنستانِ سلوک کے حقیقی وارث ونگران مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کے متعلق آپ کے تحریر کردہ مضمون کا مطالعہ کیا، فطری بات ہے کہ حزن وملال سے رنجیدہ اور غم وفکر سے نڈھال ہوا۔ جنابِ محترم! آپ نے ایک ایسے عظیم مجاہد کے خلاف (بدون تحقیق کے) اوراقِ کثیرہ سیاہ کئے ہیں جو کہ ہر باطل کے خلاف سیفِ بے نیام ہوکر میدانِ

عمل میں کودتے ہیں۔ ردّ روافض کا فریضہ ہو، یا مودودی صاحب کے غلط نظریات پر ضربِ کاری کا، مرزائیت کا جنازہ نکالنا ہو یا توہینِ رسالت کیس، ڈاکٹر اسرار احمد کا تعاقب ہو یا پروفیسر طاہر القادری کا مقابلہ ہر موقع پر یہ مجاہد فی سبیل اللہ اغیار اور اسلام دشمن قوتوں کا قلع قمع کرتے ہیں اور مع ہذا مثبت رویہ اور تعمیری سوچ رکھتے ہوئے اکابرِ دیوبند کے نقشِ قدم پر خصوصاً اپنے شیخ قدس سرہٗ کی نیابت کرتے ہوئے ہزاروں مخلوقِ خدا کو اللہ کا پیارا نام سکھایا اور ان کی وساطت سے ان بندگانِ خدا کا تعلق اپنے مولیٰ سے بن گیا (اگر اغماض نہ فرمائیں تو آپ بھی اس کے قائل ہوں گے)، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی توجہ و برکات سے اور اسلوبِ اکابر اپنانے کی وجہ سے راولپنڈی میں (اور جہاں جہاں ان کے مسترشدین ہیں، ان کے علاقوں میں بھی) کتنی مساجد بریلوی مکتبِ فکر والوں سے آزاد ہوکر دیوبندیوں کے ہاتھ آگئی ہیں، خود راقمِ سطور کا جو علاقہ ہے کاٹنگ ضلع مردان، پہلے بریلویوں کے قبضہ میں تھا، ہمارے پانچ چھ علمائے کرام (جو کہ جید مدرس عالم ہیں، اکوڑہ خٹک اور امداد العلوم پشاور سے فارغ التحصیل ہیں اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ سے بیعت ہیں) نے یہاں اپنے شیخ کے اُصول پر کام شروع کیا، الحمدللہ کہ کافی علاقہ بریلویت کے زہر سے بچ گیا، لیکن نہ جھگڑا ہوا، نہ خون خرابہ، اپنے اکابر کے طرز پر ذکر و دورد شریف اور تصوف کا راستہ اختیار کرکے بریلویت کا جنازہ نکل گیا، جس کی تصدیق آپ مولانا عطاء الرحمٰن صاحب اور مولانا امداد اللہ صاحب مدرسین جامعہ بنوری ٹاؤن سے کرسکتے ہیں، کیونکہ وہ ہمارے علاقہ کے رہنے والے ہیں۔

میرے محترم! آپ نے کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' اور اصل عربی کتاب پر جو تبصرہ کیا ہے، عجیب ہے، آپ نے لکھا ہے: ''جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت کی ہیں، اس ناکارہ کا احساس ہے کہ انہوں نے بے پڑھے محض مؤلف کے ساتھ حسنِ ظن اور عقیدت سے مغلوب ہوکر لکھ دی ہیں۔'' (ص:۳۰) بات یہ ہے کہ آپ نے صرف کتاب کو دیکھا ہے لیکن کتاب کے پسِ منظر اور پیشِ منظر سے اطلاع حاصل نہیں کی ہے، واقعہ اس کا شاہد ہے کہ جن حضرات نے تقریظات ثبت کی ہیں وہ بعد مطالعہ کتاب کی ہیں، مثلاً: شیخ الحدیث

مولانا محمد مالک کاندھلوی مرحوم نے بغیر مطالعہ کے تقریظ کرنے سے معذرت ظاہر کی تھی، پھر جب مطالعہ فرمایا تو تقریظ ثبت فرمائی (اس کی آپ معلومات کرسکتے ہیں)، اس طرح باقی حضرات کے تقاریظ بھی، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کا احساس مبارک مبنی بر غلط ہے اور ان حضرات نے تقریظات کتاب پڑھ کر عقیدہ رکھتے ہوئے اظہارِ حق کی بنیاد پر ثبت فرمائی ہیں۔ پھر آپ نے لکھا ہے: ''اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں، نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے.....الخ۔'' (بینات ص:۳۱) تو یہ بھی علم کے سمندر پر اجارہ داری اور ٹھیکیداری کا دعویٰ ہے کہ صرف آپ کا مطالعہ اور فہم ٹھیک ہے، باقی تمام حضرات (شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں صاحب، خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ امیر جمعیت علمائے اسلام، جامعہ العلوم الاسلامیہ کے ناظم تعلیمات مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب، شیخ الحدیث مولانا عبدالکریم صاحب کلاچی، مولانا عبدالقادر آزاد، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور ان جیسے بیسیوں حضراتِ علمائے کرام کا ہاضمہ خراب ہے۔ نہ کتاب کے نام کا مفہوم سمجھتے ہیں اور نہ اکابر علمائے دیوبند (کثر اللہ جماعتہم) کے مذاق سے واقفیت، شاباش! بایں عقل ودانش بباید گریخت۔ پھر تو وہی بات ثابت ہوئی جس سے آپ انتہائی حد تک اظہارِ بیزاری کرچکے ہیں کہ ''اب ہمارے استبدادِ رائے کا ایسا غلبہ ہے کہ نہ کوئی کسی کے سننے کو تیار نہ ماننے کو.....الخ۔'' (بینات ص:۳۴)

لیکن اس تحریر کے باوجود آپ اپنی رائے کو حرفِ آخر اور وحدہٗ لاشریک لہٗ مانتے ہیں، باقی تمام اکابر علماء کا ہاضمہ خراب ہوگیا بلکہ کتاب کے نام تک نہیں پہنچ سکے، پس مثل سائر صادق ہوا: ''فر من المطر ووقع تحت المیزاب''۔

آپ نے صاحبِ کتاب پر تنقید کی ہے کہ اس نے داعیانہ اسلوب اور مصلحانہ اندازِ تخاطب اختیار نہیں فرمایا.....الخ، (بینات ص:۳۸) تو راقم کہتا ہے:

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

فہرست

آپ نے خود حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے محبوب خلیفہ سرحلقہ عشاق جناب حضرت صوفی اقبال صاحب زید مجدہٗ ہوشیار پوری ثم المدنی اور مجاہد ملت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور داعی کبیر مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اور دیگر خلفائے کرام کو (جو ابھی تک حقیقی طور پر حضرت قدس سرہٗ کے مشن کے نگہبان ہیں) اپنے شیخ کے ساتھ بے وفائی کا طعنہ دیا ہے اور اپنے شیخ سے بے وفائی نعوذ باللہ من ذالک وہ شخص ہی کرسکتا ہے جو کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، جاہل، بدفہم اور متعنت ہو، تو جو الفاظ علوی مالکی نے اپنے مخالفین (متشدد سلفی حضرات) کے حق میں استعمال کئے ہیں وہ آپ نے حضرت شیخ کے محبوب خلفائے کرام کے حق میں لکھ دیئے، تو پھر کیوں آپ کا اندازِ تخاطب داعیانہ اور مصلحانہ ہے، اور شیخ علوی کا مناظرانہ ومجادلانہ؟

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

باقی ہمارے شیخ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہٗ کے کسی مرید کا خط جو آپ نے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا تبلیغی جماعت کے خلاف ذہن بناتے ہیں، (بینات ص:۴۵)۔ تو یہ محض جھوٹ، بہتان اور ان پر افتراء ہے، لعنت اللہ علی الکاذبین! راقم کا تعلق حضرت مولانا کے ساتھ اس وقت سے قائم ہے جبکہ بندہ مختصر المعانی پڑھ رہا تھا، اور الحمدللہ سالِ رواں بندہ کی تدریس کا چھٹا سال ہے، لیکن تاہنوز ہم نے حضرت مولانا صاحب سے اہلِ تبلیغ اور جماعت والوں کے متعلق سوائے خیرخواہی کے کچھ نہیں سنا۔ رہا بعض مبلغین کی کچھ خامیوں کی نشاندہی کرنا، تو اسے تبلیغ کی مخالفت کہنا اور حضرت شیخؒ کے مشن سے وفائی ٹھہرانا سوءِ ظن ہے، اگر بعض مفاد پرست علماء پر اعتراض برداشت کیا جاتا ہے اور اسے علم اور علماء کی مخالفت سے تعبیر نہیں کیا جاتا، یا بعض جاہل متصوفین پر بغرضِ اصلاح طعن کی جاتی ہے اور اسے تصوف کی مخالفت نہیں سمجھا جاتا (بلکہ حق پرست لوگ خیرخواہی سمجھتے ہیں) تو پھر ناواقف مبلغین کی اصلاح کے لئے اگر ایک عالم باعمل (جو کہ حضرت شیخؒ کے مشن کا باغبان بھی ہو) کسی غلطی کی نشاندہی فرمائے تو وہ کیسے تبلیغی جماعت کی مخالفت اور حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بے وفائی ہوگی؟ آپ نے بغیر تحقیق کئے ایک شخص کے خط پر (خدا جانے وہ کون

ہے؟ اصدق واکذب) ہمارے شیخ پر بے جا تنقیدات واعتراضات کا دروازہ کھولا ہے، اور اپنے دل کی بھاپ نکالی ہے، کاش کہ آپ اوراق لکھتے وقت فتبینوا أن تصیبوا قوما بجہالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ذہن میں لاتے اور ایک مجہول شخص کی وجہ سے ایک معروف خدارسیدہ عالم پر نہ برستے، پھر ظلم یہ کہ اس شخص نے آپ سے استفسار کیا ہے، آپ اسے جواب دیتے، لیکن ماہنامہ ''بینات'' میں اس کے چھاپنے کی کیا ضرورت تھی؟ صرف حضرت مولانا صاحب کے متوسلین کے قلوب کو آزار؟

مع ہذا ستم بالائے ستم یہ کہ کتاب ''مفاہیم'' پر تقریظات تو مختلف علمائے کرام نے کی ہیں، لیکن ہدفِ اعتراض صرف مولانا عزیزالرحمٰن صاحب ہیں، کیا انہوں نے کسی کا باپ مارا ہے؟ آپ کم ازکم جامعہ کے ناظمِ تعلیمات سے نمٹ جائیں:

تمہاری زلفوں میں آئی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

باقی آپ نے جن اکابر کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اکابر کا مسلک صحیح طور پر ہضم نہیں کیا ہے، ان میں سے شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں صاحبؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلویؒ اب اس دارِفنا سے تشریف لے جاچکے ہیں، اور آپ مکرر سہ کرر ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ: انہوں نے حسنِ ظن سے کام لیا ہے، مطالعہ نہیں کیا ہے، ایسا نہیں کرنا چاہئے وغیرہ وغیرہ، تو کیا اموات کے متعلق ایسے اقوال کہنا (جبکہ وہ مبنی برحقیقت بھی نہیں جیسا کہ سابق میں گزرا) بے ادبی نہیں ہوگی؟ اگرچہ آپ کہتے ہیں کہ: ''اس کو ان بزرگوں کے حق میں سوٴادب کا ارتکاب نہیں سمجھنا چاہئے۔'' (بینات ص:۳۷) لیکن یہ ضرور سوءِ ادب ہوگا جبکہ اکابر کے سروں پر ایسے اُمور تھوپ دیئے جائیں جن سے وہ بری ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے ہم نے کتاب دیکھا مطالعہ کیا اور اسے معتدل اور جامع پایا وغیرہ، اور آپ احتمالات کا سہارا لے کر فرماتے ہیں محض حسنِ ظن ہے، تو آپ کی توجیہ برائے کلام اکابر توجیہ الکلام بما لا یرضٰی بہ قائلہٗ کے قبیل سے ہے۔

یہ تمام اُمور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ قاضی مظہر حسین صاحب سے متأثر

فہرست

ہیں، اور ان کا پریشر آپ پر پڑا ہے، لیکن یاد رہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے کسی کو معاف نہیں کیا ہے، پرائے تو پرائے ہیں، اپنوں پر ایسی یلغار کرتے ہیں جیسے کہ کفر و اسلام کی جنگ ہو۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ساتھ ان کی لڑائی ہوتی رہی، اس کے بعد مولانا حق نواز شہیدؒ کے ساتھ، مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا فضل الرحمٰن صاحب، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا عبداللہ صاحب خطیبِ اسلام آباد، مولانا اعظم طارق، مولانا اسحاق سندیلوی اور ان کے علاوہ مختلف علمائے کرام کے ساتھ جہادِ کبیر کرتے رہے، یہی وجہ ہے کہ تحریک خدام اہلِ سنت سن صغر سے شروع ہوچکی ہے اور ابھی تک صرف چکوال اور جہلم کے مضافات سے باہر نہ نکل سکی، کیونکہ کل قاضی صاحب جن کے دوست تھے، آج ان کے دشمن، اور آج جن کے دوست ہیں کل ان کے ساتھ میدانِ کارزار میں ہوں گے۔

آپ لکھتے ہیں کہ: ''اگر حضرت شیخؒ کی نسبت کا رنگ غالب رہتا .....الخ۔'' (بینات ص:۴۷) تو جناب مکرم! حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی نسبت کا رنگ جتنا حضرت مولانا عزیز الرحمٰن زید مجدہٗ پر چڑھ گیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی، بلکہ کئی چیدہ چیدہ علمائے کرام سے سنا ہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حقیقی وارث اور نعم البدل حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہیں، اور جتنا کام ردّ فرقِ ضالہ و باطلہ کا ان سے اللہ تعالیٰ نے لیا وہ بھی قابلِ رشک ہے، لہٰذا ایسی شخصیت کے متعلق بدون تحقیق ایسی باتیں منسوب کرنا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، ممکن ہے خط میں بعض جملے ناخوشگوار ہوں، لیکن مجروح قلب سے نکلے ہیں لہٰذا برداشت کیا جائے، مع ہذا معافی کا خواستگار ہوں۔

راقم السطور

بندہ اختر علی عزیزی

خادم دار العلوم عنار وقیہ کاٹنگ ضلع مردان

۳ رصفر ۱۴۱۶ھ۔''

فہرست
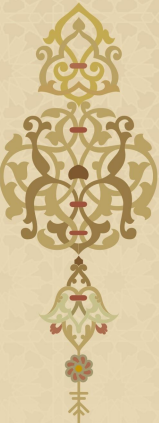
جناب اختر علی عزیزی کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم و معظم زیدت الطافہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محبت نامہ موصول ہوکر موجبِ عزت افزائی ہوا، یہ ناکارہ اپنے اسی مضمون میں لکھ چکا ہے کہ یہ ''نہ تین میں ہے، نہ تیرہ میں!'' میں کیا، اور میری رائے کیا؟ کوئی لفظ صحیح لکھا گیا تو مالک کی عنایت، ورنہ اس روسیاہ کی تحریر حرفِ غلط کی طرح مٹادینے کے لائق ہے، اس ناکارہ کو علم کجا؟ انسانوں کی صف میں شمار کرنے کی گنجائش نہیں، کہ یہ خود اپنے کو بہائم سے بدتر سمجھتا ہے، الا أن یتغمدنی اللہ برحمتہ!

میرے اکابر، میری تحریر کے جس لفظ کے بارے میں فرمادیں کہ یہ غلط ہے، اس سے بغیر کسی بحث کے توبہ کرتا ہوں، اس ناکارہ نے کتاب کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ ہمارے اکابرؒ کے ذوق و مسلک کی ترجمان نہیں، دیوبندی بریلوی متنازع فیہ مسائل میں ہمارے اکابرؒ کو مخالفین کی جانب سے جو کہا گیا، اور کہا جارہا ہے، ان مسائل میں ہمارے اکابرؒ حق پر تھے، یہ ناکارہ، کم فہم ان مسائل میں کسی لچک کو گوارا نہیں کرتا، نہ مصالحت کو صحیح سمجھتا ہے، جن بزرگوں نے اس کتاب کو ہمارے اکابرؒ کے مسلک کی ترجمان قرار دیا ہے، ان کے بارے میں اپنا احساس لکھا کہ یا تو انہوں نے اس کتاب کو ٹھیک طرح سے پڑھا نہیں یا اس کے مالہٗ و ماعلیہ کا احاطہ نہیں کیا، آنجناب کے تیز و تند عنایت نامہ کے بعد بھی مجھے افسوس ہے کہ یہ ناکارہ اپنے اس احساس میں کوئی تبدیلی نہیں پاتا، ان تقریظ کنندگان کی بے ادبی مقصود نہیں تھی، بلکہ بقول عارف رومیؒ:

گفتگوئے عاشقاں در امر ربّ
جوششِ عشق است نے ترکِ ادب

بہرحال اگر اس روسیاہ کا کتاب کے بارے میں یہ خیال غلط ہے تو اس سے سو بار توبہ کرتا ہوں، وما أبرئ نفسی ان النفس لأمارۃ بالسوء الا ما رحم ربی! اور جن بزرگوں کے بارے میں ''ترکِ ادب'' سمجھا گیا ہے، اس سے بھی توبہ کرتا ہوں۔

جن بزرگوں کے آنجناب نے فضائل ومناقب رقم فرمائے ہیں، اس ناکارہ کے علم میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا، کیونکہ یہ ناکارہ خود ان کو ''اپنے سے بدرجہا افضل'' لکھ چکا ہے، (اور اس ننگِ بہائم کا ان بزرگوں سے تقابل ہی کیا؟) سیّد علوی کے بارے میں ''جہانِ رضا'' کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے، مصنف ماشاء اللہ بقیدِ حیات ہیں، ان سے ''جہانِ رضا'' کے مضمون کی تردید کرادی جائے تو یہ ناکارہ اپنی تفریعات ونتائج کو بھی علی الاعلان واپس لے لے گا۔

آنجناب نے اس ناکارہ کے بارے میں جو تند وتیز الفاظ استعمال فرمائے ہیں، ان کے لئے حافظؒ بہت پہلے فرماگئے ہیں:

بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی

یہ میرے مالک کی ستاری ہے کہ اس روسیاہ کے سارے عیوب پر آنجناب کو مطلع نہیں فرمایا، ورنہ ''بتر زانم کہ گفتی''، اللہ تعالیٰ اس روسیاہ کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں، اور میرے اکابرؒ کے درجاتِ عالیہ کو بلند سے بلندتر فرمائیں۔

دعواتِ صالحہ کی درخواست ہے، اور کوئی لفظ جناب کی شان کے خلاف صادر ہوا ہو تو ندامت کے ساتھ معذرت اور معافی کی التجا کرتا ہوں، والسلام!

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۱۶/۲/۲۶

۶:......مولانا عزیز الرحمٰن کے ایک مرید کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم حضرت اقدس جناب مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خیریت کے بعد عرض ہے کہ بندہ آپ کی رہنمائی چاہتا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ بندہ کا اصلاحی تعلق مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے ہے، ان کا اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کا اختلاف پیدا ہوا ہے، چنانچہ ان کی طرف سے

میں نے خود سنا ہے کہ اب وہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعتی ہے، فتنہ اقبالیہ یا فتنہ عزیزیہ کہہ کر پکارتے ہیں۔

یہ خط میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ ایک بات کی تصدیق چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ کی مجلس میں میں خود بیٹھا ہوا تھا، تو انہوں نے یہ بات آپ کی طرف نسبت کرکے فرمائی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے مسجدِ حرام میں معافی مانگی ہے، کیا آپ کے نزدیک ایسی کوئی بات ہوئی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس کی حقیقت سے بندہ کو مطلع فرمادیں کہ ایسا ہوا یا نہیں؟ اور قاضی صاحب کا ہر رسالہ میں ان کا تذکرہ کرنا کیسا ہے؟ اور اب ان میں سے حق پر کون ہے؟ یعنی کون اعتدال پر ہے؟ اور کون اپنے اکابرین کی اتباع کر رہا ہے؟ اور ان کو بدعتی کہنا اور سابق دیوبندی کہنا کیسا ہے؟ مہربانی فرماکر بندہ کی رہنمائی فرمائیں، بندہ بہت زیادہ پریشان ہے کیونکہ اصلاحی تعلق کا معاملہ ہے اور اس میں آج کل کے دور میں دیر نہیں کرنی چاہئے، نیز بندہ کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کے ساتھ رکھے اور ان کے ساتھ اُٹھائے، ایمان پر خاتمہ فرمائے اور ہر بدعت سے بچائے، تحریر میں غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔

والسلام!

دعاؤں کا محتاج

اجمل حسین

الجواب

برادرِ محترم ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب سے اس بندہ کو اختلاف تھا، اور ہے، مگر اس ناکارہ کی عادت کسی کے پیچھے پڑنے کی نہیں ہے، اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ:

''حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کے

خلیفہ کی مجلس میں میں خود بیٹھا تھا، انہوں نے آپ کی طرف نسبت کرکے فرمایا کہ: محمد یوسف نے حضرت مولانا عزیزالرحمٰن دامت برکاتہم سے مسجدِ حرام میں معافی مانگی ہے۔“

یہ واقعہ اُلٹ گیا ہے، اصل قصہ یہ ہے کہ ہمارے دوستوں نے حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے گفتگو شروع کردی، اور یہ گفتگو بیت اللہ شریف کے دروازے تک جاری رہی، مولانا عزیزالرحمٰن پٹھان آدمی ہیں، انہوں نے غصہ سے کہہ دیا کہ میں اس پر مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں، میں اس گفتگو سے لاتعلق تھا، لیکن جب انہوں نے مباہلہ کا تذکرہ کیا تو میں نے مولانا محترم کا دامن پکڑا اور کہا کہ: بیت اللہ شریف سامنے ہے، چلئے میں اسی وقت آپ سے مباہلہ کرتا ہوں! اس پر وہ ڈھیلے پڑگئے اور بات گئی گزری ہوگئی، بعد میں انہوں نے اس پر معذرت کی، یہ خلاصہ ہے ساری کہانی کا۔

مولانا عزیزالرحمٰن میرے پیر بھائی ہیں، میں ان کا احترام کرتا ہوں اور ان کو اپنے سے ہزار ہا درجہ بہتر جانتا ہوں، لیکن مسلکِ علمائے دیوبند کے نام سے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، میں اس سے بیزار ہوں، اور اس کو اپنے شیخؒ کے مسلک کے خلاف سمجھتا ہوں۔

آپ ان سے اصلاحی تعلق رکھیں اور ان سے اکتسابِ فیض کریں، لیکن ان فضولیات اور لغویات میں اپنے اوقات کو ضائع مت کریں۔ میرا دین وعقیدہ یہ ہے کہ:

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ کی طرف سے لے کر آئے، اور جو کچھ سلف صالحین، صحابہؓ وتابعینؒ، اور ہمارے شیخ نوراللہ مرقدہٗ تک ہمارے اکابرِ دیوبند نے سمجھا وہ برحق ہے، اگر میری رائے یا کسی اور کی رائے کسی مسئلے میں ان کے خلاف ہو تو وہ قابلِ ردّ ہے!“

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۱۸/۴/۲۰ھ

فہرست
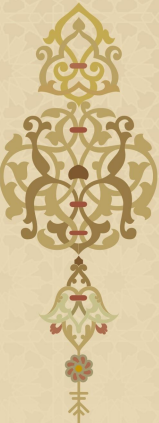
۷:……دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی؟

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں ہمارے یہاں تقریباً دوتین سال سے یہ اختلاف روز افزوں ہوتا جارہا ہے اور ہمارے اکابرِ دیوبند کے منتسبین فریقین میں منقسم ہوتے جارہے ہیں، لہٰذا مندرجہ ذیل اُمور کا مفصل ومدلل بحوالہ کتب جواب باصواب تحریر فرماکر ہماری رہنمائی فرمائیں۔ بریلوی، دیوبندی اختلاف فروعی ہے یا اُصولی اور اعتقادی؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے، اور ہمارے علمائے دیوبند اور اکابرِ دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی عارضی اور وقتی تھی، کیونکہ دونوں فریق اہلِ سنت والجماعت میں سے ہیں اور مسلکِ حنفی پر قائم ہیں، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت وارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

اب چونکہ اسلام دشمن عناصر قوت سے اُبھر رہے ہیں، لہٰذا دیوبندیوں اور بریلویوں کو متحد ہوکر ان کا مقابلہ کرنا چاہئے، ماضی کے تجربات کی روشنی میں بتلائیں کہ کیا ایسا اتحاد عملاً کامیاب ہوگا؟ کیا اس مقصد کے لئے دیوبندیوں کو اپنے اُصولی موقف اور مسائل سے ہٹنا اور عرس ومیلاد اور فاتحہ وغیرہ میں شریک ہونا جائز ہے؟

دُوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اکابرِ دیوبند کا اختلاف بریلویوں سے فروعی ہی نہیں بلکہ اُصولی اور اعتقادی بھی تھا اور ہے، مثلاً: نور وبشر کا اختلاف، علمِ غیب کلی کا اختلاف، مختارِ کل ہونے کا اختلاف، حاضر وناظر، قبروں پر سجود کا اختلاف وغیرہ وغیرہ اہم اور عظیم ہیں، نیز اکابرِ دیوبند کے بارے میں تکفیری فتاویٰ ان کی کتابوں میں ہیں، لہٰذا ان سے اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنی کتابوں سے تکفیری فتاویٰ نکال دیں اور ان سے براءت ظاہر کریں اور اپنے عقائد درست کریں۔

اول الذکر حضرات میلاد شریف اور عرس وغیرہ کے جواز اور استحباب پر اکابرِ دیوبند کے بعض اقوال سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً: رسالہ ہفت مسئلہ مصنفہ حضرت مولانا

۱۸۷

فہرست

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقوال سے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بریلویوں کی مجالسِ میلاد و عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا جائز ہے؟ کیا ان کے اعمال کو مصلحتاً برداشت کر کے متحد ہونے کی دعوت دینا جائز ہے؟ کیا یہ اختلاف اُصولی اور اعتقادی ہے یا فروعی؟ کیا بریلوی بھی اہلِ سنت والجماعت ہیں؟

کیا بریلویوں کی بدعات فی نفسہٖ ہمارے حضراتِ دیوبند کے یہاں بھی جائز ہیں اور مباح؟ نقشِ نعلین شریفین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا اس سے استبراک، چومنا، سر پر رکھنا وغیرہ جائز ہے؟ یہ مسائل پاکستان میں بہت عام ہوتے جارہے ہیں، ابھی تک علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو یہ لوگ اہمیت دیتے ہیں، اُمید ہے کہ یہ لوگ خلافِ شرع اُمور سے باز آجائیں، بینوا و تؤجروا!

فقط والسلام!

المستفتی اسماعیل بدات

از مدینہ منورہ

۱۸/۱۰/۱۴۱۷ھ

الجواب ومن اللہ التوفیق

حامداً ومصلیاً ومسلماً، اما بعد!

دُوسری جماعت کا خیال صحیح ہے کہ دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اُصولی اور اعتقادی بھی ہے، اور پہلی جماعت کا خیال صحیح نہیں ہے کہ فریقین کے درمیان صرف فروعی اختلاف ہے اور دونوں فریق اہل السنّت والجماعت میں سے ہیں اور مسلکِ حنفی پر قائم ہیں، نیز اشاعرہ و ماتریدیہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت وارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں، کیونکہ بریلویوں (رضاخانیوں) نے اہل السنّت والجماعت کے عقائد میں بھی اضافہ کیا ہے، اور ایسے فروعی مسائل کو بھی دین کا جزو بنایا ہے جن کی فقہ حنفی میں واقعی کوئی اصل نہیں ہے، مثلاً: عقائد میں چار اُصول اور بنیادی

فہرست

عقائد بڑھائے ہیں: ا:...نور و بشر کا مسئلہ۔۲:...علمِ غیب کلی کا مسئلہ۔۳:...حاضر و ناظر کا مسئلہ۔۴:...مختارِ کل ہونے کا مسئلہ۔اور فروعی مسائل میں غیراللہ کو پکارنا، قبروں پر سجدہ کرنا، قبروں کا طواف کرنا، غیراللہ کی منتیں ماننا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا، میلادِ مروّجہ اور تعزیہ وغیرہ سینکڑوں باتیں ان کی ایجاد ہیں، جو صریح بدعات ہیں۔اور بیعت وارشاد میں بھی ان لوگوں نے بہت سی غیرشرعی چیزوں کی آمیزش کرلی ہے، مثلاً: قوالی اور وجد وسماع وغیرہ۔ نیز فریقِ اوّل کا یہ موقف خلافِ واقعہ ہے کہ ہمارے علمائے دیوبند اور اکابرِ دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی وہ عارضی اور وقتی تھی، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دیوبندیت نام ہی تمسک بالسنہ اور تنفیر عن البدعہ کا ہے، اکابرِ دیوبند کا عمل ہمیشہ "فاصدع بما تؤمر" پر رہا ہے، انہوں نے کبھی دین کے معاملے میں مداہنت نہیں فرمائی، البتہ انہوں نے مقابلہ آرائی اور محاذ آرائی اور تکفیر بازی سے بھی گریز کیا ہے، اور ہمیشہ نرمی اور حکمت سے اصلاحِ حال کی کوشش کی ہے، پس آج بھی ان کے اَخلاف کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ"، "مسلک منقح" سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، اور حضرت شیخ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں۔اور بریلویوں کی مجالسِ میلاد اور عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کی ممانعت "ودوا لو تدھن فیدھنون" میں مذکور ہے، اور "لکم دینکم ولی دین" میں اشارہ بھی اسی طرف ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ ج:۵ ص:۳۰۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"رسومِ بدعات کے مفاسد قابلِ تسامح نہیں!"

اور ج:۴ ص:۳۸۰ کے سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عرس وغیرہ بدعات میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں، ان کی بےضرورت تعظیم وتکریم کرنے والے بھی "من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام" کا مصداق ہیں۔

اور بعض بدعات کے فی نفسہٖ جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُمور فی نفسہٖ تو جائز ہوتے ہیں، جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا تذکرہ، مگر

التزام اور شرائط و قیود کی پابندی کی وجہ سے وہ چیزیں بدعت کے زمرہ میں داخل ہوجاتی ہیں، اور وہ ناجائز ہوجاتی ہیں۔

اور نقشہ نعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے، اور استبراک اور اس کو چومنا، سر پر رکھنا بے اصل ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ ج:۴ ص:۳۷۸ میں اپنے رسالہ "نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ" سے رجوع فرمالیا ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم!

حررہٗ

الجواب صحیح	محمد ظفیر الدین	سعید احمد پالن پوری عفا اللہ عنہ
العبد نظام الدین	مفتی دار العلوم دیوبند	خادم دار العلوم دیوبند
مفتی دار العلوم دیوبند	۲۵/ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ	۲۳/ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ
۲۵/۱۱/۱۴۱۷ھ		

۸:......مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (دیوبند) اس بارے میں کہ حضراتِ اکابرینِ دیوبند کا جماعتِ بریلویہ سے جو اَب تک اختلاف رہا ہے، یہ اختلاف فروعی ہے یا اُصولی و عقائد کا اختلاف ہے؟ اور جو بدعات بریلویوں نے اختیار کر رکھی ہیں، مثلاً: تیجہ، بیسواں، چالیسواں، برسی، قبروں پر سالانہ عرس، میلاد کا قیام، اجتماعی سلام وغیرہ ان اُمور کی اکابرِ دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا شیخ الاسلام سیّد حسین احمد مدنیؒ اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے جو شدت سے ان کی تردید کی تھی، کیا موجودہ علمائے دیوبند اس پر قائم ہیں؟ یا اس میں کچھ خفت آگئی ہے؟ اور کیا جماعتِ بریلویہ کو کسی بھی اعتبار سے اہلِ سنت والجماعت میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

کیا ان لوگوں کا مذہب حضراتِ اشاعرہ اور حضراتِ ماتریدیہ کے موافق ہے؟

بعض ایسے لوگ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انتساب کے مدعی ہیں، انہوں نے یوں کہنا شروع کیا ہے کہ: اکابرِ دیوبند جو

بدعات سے منع فرماتے تھے وہ سدًّا للباب تھا، اور عارضی طور پر ان سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے، اور یہ کہ مصلحتوں کی بنا پر ان بدعات کو اختیار کرلینا چاہئے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی موجودہ حضرات علمائے دیوبند نے بریلویوں کی بدعات کی مخالفت میں کچھ ہلکا پن اختیار کرلیا ہے؟ اور کیا مصلحتاً ہلکا ہوجانا مناسب ہے؟

اور کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کچے دیوبندی تھے؟ ان کے اکابرؒ نے جو سوچ سمجھ کر بدعات، بریلویہ کا سختی سے مقابلہ کیا تھا، کیا یہ شیخ الحدیثؒ کو گوارا نہیں تھا، ان سے انتساب رکھنے والے جو بعض لوگ بریلویوں کی بدعات (جیسا کہ حال ہی میں ایک پاکستانی صاحب نے ''اکابر کا مسلک و مشرب'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے) والے اعمال کو مصلحت کے نام سے اختیار کرنا مناسب سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی رائے کا کیا وزن ہے؟ کیا ان لوگوں کے انتساب سے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کی شخصیت پر حرف نہیں آرہا ہے؟ بینوا تؤجروا!

السائل

اسماعیل بدات، مدینہ منورہ

الجواب

حضراتِ علمائے دیوبند جن کے اسمائے گرامی سوال میں مذکور ہیں، اور ان کے تلامذہ اور خلفاء سب پکے متبعِ سنت تھے، اور ہر ایسی چیز کے شدت کے ساتھ مخالف ہے جو شرعی اُصول کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آتی ہو، چونکہ حسبِ فرمانِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بدعت گمراہی ہے، اس لئے اس گمراہی سے امت کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اس سلسلہ میں ان کی چھوٹی بڑی کتابیں معروف و مشہور ہیں، اور ان کے تردیدی مضامین اور فتاویٰ، اور ''البراہین القاطعہ''، ''المہند علی المفند'' اور ''الشہاب الثاقب''، ''امداد الفتاویٰ'' اور ''اصلاح الرسوم'' میں موجود ہیں، انہوں نے سوچ سمجھ کر اپنی عالمانہ ذمہ داری کو سامنے رکھ کر خوب کھل کر نہ صرف بریلویوں کی بدعات کی بلکہ ہر اس بدعت کی

فہرست

(جو اعتقادی ہو یا عملی) جس کا کسی بھی علاقہ میں علم ہوا، سختی سے تردید فرمائی، ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔

بدعت کبھی سنت نہیں ہوسکتی، لہٰذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہوسکتی، اور اس کی تردید میں ہلکاپن اختیار کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔

حضراتِ اکابرِ دیوبند نے جو بدعت کی تردید کی اور اس بارے میں جو مضبوطی کے ساتھ اہلِ بدعت کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا، ان کی اس محنت اور کوشش سے کروڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی، اور سنتوں کے گرویدہ ہوئے۔

آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنی چاہئے یا مصلحتاً ان کو کسی تأویل سے اپنالینا چاہئے، ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے، اگرچہ اکابرِ دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہو۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ بہت ہی پکے دیوبندی تھے، اپنے اکابرؒ کے مسلک سے سرِمو انحراف کرنا انہیں گوارا نہ تھا، ان کی ساری زندگی اور ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں، جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں ڈھیلا پن منسوب کرتا ہے، وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

لفظ ''اہلِ سنت والجماعت'' کا اطلاق حضراتِ اشاعرہ وماتریدیہ پر ہوتا ہے، احمد رضا خاں بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دو جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں، احمد رضا خاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب کلی مانتے ہیں یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے اختیارات سپرد کردیئے گئے تھے، یہ دونوں باتیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں کہیں بھی نہیں، نہ کتبِ عقائد میں کسی نے نقل کی ہیں، اور نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے، اور یہ دونوں باتیں قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہیں، یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں، اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہلِ سنت والجماعت شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

ہم سب دستخط کنندگان کی طرف سے تمام مسلمانوں پر واضح ہوجانا چاہئے کہ اب بھی ہم اسی دیوبندی مسلک پر شدت کے ساتھ قائم ہیں، جو ہمارے عہدِ اوّل کے اکابرؒ سے

ہم تک پہنچا ہے، ہمیں کسی قسم کی خفت گوارا نہیں ہے، وباللہ التوفیق!

محمد عاقل عفا اللہ عنہ	محمد سلمان
صدرالمدرسین	قائم مقام ناظم
مقصود علی	عبدالرحمٰن عفی عنہ
مفتی مدرسہ	مفتی مدرسہ

(مہر دارالافتاء مظاہرالعلوم سہارنپور)

۹:......سبحانک ھٰذا بھتان عظیم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے بعض مخلص احباب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ علوی مالکی صاحب کی کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' پر میرے تأثرات اور ''بینات'' میں اس کی اشاعت کے بعد کچھ ناعاقبت اندیش حضرات سیدھے سادے مسلمانوں اور میرے احباب میں یہ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں کہ میں نے اپنی تحریر سے براءت کا اعلان کردیا ہے، اور جناب علوی مالکی صاحب نے ''چشمِ بددور!'' مجھے شاذلیہ سلسلہ میں خلافت دے دی ہے۔ سبحانک ھٰذا بھتان عظیم! میں اپنے شیخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجرِ مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے بعد کسی دُوسرے سے بیعت واجازت تو کجا، اس نیت سے کسی دُوسرے کی طرف دیکھنا بھی گناہ سمجھتا ہوں! جو لوگ میری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں، میں ایسے حضرات کو اللہ سے ڈرنے اور عنداللہ مسئولیت کی یاددہانی کراتے ہوئے عرض کروں گا کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ آپ سے اس بہتان وافتراء کے بارہ میں پوچھ لیں تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا...؟

میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں، میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی، اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے بدعت وہویٰ کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں، اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔ والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹/۸/۲۰ھ

سایۂ اصلی کا مفہوم

س...... فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک عبارت ہے: ''بلوغ ظل کل شئ سویٰ فی زوال'' اس کا کیا مطلب ہے؟ اور اس استثناء سے کیا مراد ہے؟

ج...... عین نصف النہار کے وقت جو کسی چیز کا سایہ ہوتا ہے، یہ اصلی سایہ کہلاتا ہے، مثل اوّل اور مثل دوم کا حساب کرتے ہوئے سایۂ اصلی کو مستثنیٰ کیا جائے گا، مثلاً عین نصف النہار کے وقت کسی چیز کا سایہ ایک قدم تھا تو مثل اوّل ختم ہونے کے لئے کسی چیز کا سایہ ایک مثل مع ایک قدم کے شمار ہوگا۔

نماز چھوڑنا کافر کا فعل ہے

س...... احادیث میں آتا ہے کہ جس نے ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑی اس نے کفر کیا، آپ مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ کفر سے مراد اللہ نہ کرے آدمی کافر ہوگیا یا یہ کہ کفر کیا ہے یہ چھوڑی جانے والی نماز کے بعد جو نماز پڑھی جائے تو درمیان میں جو وقت گزرے کفر کی حالت میں رہا حالانکہ جس نے ایک دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا اسے کافر نہیں کہنا چاہئے۔

ج...... جو شخص دین اسلام کی تمام باتوں کو سچا مانتا ہو، اور تمام ضروریات دین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہو، اہل سنت کے نزدیک وہ کسی بدفعلی کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیا جائے گا، اس حدیث شریف میں جس کفر کا ذکر ہے وہ کفر اعتقادی نہیں بلکہ کفر عملی ہے، حدیث شریف کا قریب ترین مفہوم یہ ہے کہ اس شخص نے کفر کا کام کیا یعنی نماز چھوڑنا مومن کا کام نہیں، کافر کا فعل ہے، اس لئے جو مسلمان نماز چھوڑ دے اس نے کافروں کا کام کیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بھنگی کہہ دیا جائے، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ واقعتاً بھنگی ہے بلکہ یہ کہ وہ بھنگیوں کے سے کام کرتا ہے، اسی طرح جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اگرچہ کافر نہیں لیکن اس کا یہ عمل کافروں جیسا ہے۔

بے نمازی کو کامل مسلمان نہیں کہہ سکتے

س...... ایک آدمی پورا سال نماز نہ پڑھے تو اسے کامل مسلمان کہا جاسکتا ہے، جمعہ اور عید کی

نماز بھی نہیں پڑھتا۔

ج…… اگر وہ شخص اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اور نماز کی فرضیت کا بھی قائل ہے مگر سستی یا غفلت کی بنا پر نماز نہیں پڑھتا تو ایسا شخص مسلمان تو ہے لیکن کامل مسلمان اسے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نماز جیسے اہم اور بنیادی رکن کا تارک ہونے کی وجہ سے سخت گنہ گار اور بدترین فاسق ہے قرآن و احادیث میں نماز کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

بے نمازی کے دیگر خیر کے کام

س…… بعض حضرات ایسے ہیں کہ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، ہر طرح غربا کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں لیکن جب ان سے کہا جائے بھائی نماز بھی پڑھ لیا کرو، تو کہتے ہیں یہ بھی تو فرض عبادت ہے، کیا بے نمازی کے یہ سارے اعمال قبول ہو جاتے ہیں؟

ج…… کلمۂ شہادت کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن نماز ہے نماز پنج گانہ ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں، اور نماز نہ پڑھنے سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں، زنا، چوری وغیرہ بڑے بڑے گناہ نماز نہ پڑھنے کے گناہ کے برابر نہیں، پس جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ اگر خیر کے دوسرے کام کرتا ہے تو ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ قبول نہیں ہوں گے، لیکن ترک نماز کا وبال اتنا بڑا ہے کہ یہ اعمال اس کا تدارک نہیں کر سکتے۔

ان حضرات کا یہ کہنا کہ ”یہ بھی تو فرض عبادت ہے“ بجا ہے، لیکن ”بڑا فرض“ تو نماز ہے، اس کو چھوڑنے کا کیا جواز ہے؟

مسجد میں نمازِ جنازہ

س…… گزارش یہ ہے کہ ہمارے علاقہ کی جامع مسجد میں کافی عرصہ سے نماز جنازہ بیرون مسجد ہو رہی تھی، اور یہاں مسجد سے متصل ایک بہت بڑا میدان بھی ہے، لیکن تھوڑے ہی دنوں سے مسجد کے امام صاحب نے فرمایا کہ نماز جنازہ مسجد کے اندر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اب اس کو عملی جامہ پہنایا جا چکا ہے، اس نماز جنازہ کا طریق کار کچھ یوں ہے۔

امام صاحب کے محراب کے آگے جنوبی طرف ایک دروازہ اور کھڑکیاں کھلتی ہیں، اور وہاں مسجد کی پچھلی طرف یعنی جنوب سے محراب کے اندر داخل ہونے کے لئے سیڑھیوں کے ساتھ ایک چبوترہ بنا ہوا ہے، جس پر جنازہ رکھ دیا جاتا ہے، امام صاحب اسی چبوترہ پر کھڑے ہوکر اپنے پیچھے ۵، ۷ نمازی کھڑے کردیتے ہیں، اور باقی نمازیوں کی صفیں بدستور مسجد کے اندر رہتی ہیں، یہ چبوترہ محراب سے باہر اور مسجد سے متصل ہے، بس اسی طریق کار سے نمازِ جنازہ ادا کی جارہی ہے۔

مزید برآں مولانا صاحب کا یہ فرمان کہ چونکہ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے لہٰذا فرضوں کے فوراً بعد سنتوں سے پہلے نمازِ جنازہ ادا کی جاتی ہے، اور سنتیں اور نفل بعد میں ادا کی جاتی رہتی ہیں، کیا یہ صورتِ حال دُرست اور شرع کے مطابق ہے؟

ج…… امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر مجبوری کے مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے، خواہ میت مسجد سے باہر ہو، جب مسجد کے ساتھ کھلا میدان موجود ہے تو مسجد میں جنازہ نہ پڑھا جائے، کسی مجبوری اور عذر کی بنا پر مسجد میں جنازہ پڑھنا پڑے تو دُوسری بات ہے۔

بہتر تو یہی ہے کہ جنازہ فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے پڑھا جائے لیکن اگر سنتوں کے بعد پڑھ لیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ سنتوں سے پہلے جنازہ پڑھنے میں بعض اوقات نمازیوں کو اور اہلِ میّت کو تشویش ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی گئی؟

س…… آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کی امامت کس نے کرائی تھی؟ تفصیل سے لکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس ترتیب سے پڑھی گئی تھی؟

ج…… حاکم (ج:۳ ص:۶۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کی نمازِ جنازہ کون پڑھے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہوجاؤ تو تھوڑی دیر کے لئے حجرہ سے باہر نکل جانا، سب سے پہلے مجھ پر جبریل نماز پڑھیں گے، پھر میکائیل، پھر

اسرافیل، پھر ملک الموت، پھر باقی فرشتے، اس کے بعد میرے اہل بیت کے مرد نماز پڑھیں گے، پھر اہل بیت کی عورتیں، پھر گروہ در گروہ آ کر تم سب مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔

چنانچہ اسی وصیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی، اس نماز میں کوئی امام نہیں تھا بلکہ صحابہ کرامؓ گروہ در گروہ حجرۂ شریفہ میں داخل ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے، یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ تھی۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک گروہ کے ساتھ حجرۂ نبوی میں داخل ہوئے اور جنازہ پڑھا، اس طرح تیس ہزار مردوں اور عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی، اس مسئلے کی تفصیل حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی کتاب ''سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' (جلد:۳ ص:۱۸۷ وما بعد) میں اور اس ناکارہ کی کتاب ''عہدِ نبوت کے ماہ وسال'' (ص:۳۸۰) میں ملاحظہ کی جائے۔

گاؤں میں جمعہ

س…… ایک بستی جو تقریباً بیس مکانات پر مشتمل ہے، گاؤں میں ایک مسجد ہے اور بازار نہیں اس گاؤں کے آس پاس قریب قریب چند متفرق مکانات پر مشتمل بستیاں ہیں، ہر بستی کی اپنی اپنی مسجد ہے، کل آبادی مردم شماری کے اعتبار سے تقریباً دو اڑھائی سو ہوگی، یہاں ایک عالم بھی موجود ہے، تو ان سب بستیوں کے باشندوں کے مطالبہ پر گزشتہ رمضان المبارک سے ان مولوی صاحب نے لوگوں کو جمع کرکے اس گاؤں کی مسجد میں نماز جمعہ جاری کی ہے اب علاقہ کے حنفی دیوبندی علماء نے اس جمعہ کی تائید کی ہے اس بنا پر کہ تین چار ماہ سے لوگ شوق ورغبت سے حاضر ہو رہے ہیں اور جمعہ بند کرنے کی صورت میں لوگوں میں انتشار و افتراق اور شکوک وشبہات پیدا ہوکر فتنہ وفساد کا قوی خدشہ ہے، اور مصر جامع کی تعریف بھی علمائے احناف میں مختلف فیہ ہے اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ میں جمعہ کے لئے ایک نوع تمدن کی ضرورت پر زور دینے کے بعد ایک نوع تمدن کی تعریف بحوالہ حدیث یہ لکھتے ہیں کہ جہاں عاقل بالغ پچاس مرد رہتے ہوں، ان کے نزدیک جامع کی یہی تعریف ہے اسی پر عمل

کیا جائے اور جمعہ کو بند نہ کیا جائے۔

ج…… جو صورت جناب نے تحریر فرمائی ہے حنفی مذہب کے مطابق اس میں جمعہ جائز نہیں، ''مصر جامع'' کی تعریف میں حضرات فقہاء کے الفاظ مختلف ضرور ہیں، لیکن کوئی تعریف میری نظر سے ایسی نہیں گزری جس کی رُو سے بیس مکانات کی بستی میں ''مصر جامع'' کے لقب سے سرفراز ہوسکے۔

رہا یہ کہ لوگوں کے فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے یہ کوئی عذر نہیں، کیا شریعت کو لوگوں کی خواہشات کے تابع کیا جائے گا؟ کہ اگر مسئلہ ان کی خواہش کے مطابق ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اسلام ہی کو جواب دے جائیں گے؟ ہاں! ان مولوی صاحب سے برگشتہ ہونا ضروری ہے لیکن اگر مولوی صاحب بھی یہ اعلان کردیں کہ مجھ سے حماقت ہوئی کہ میں نے محض خودرائی سے جمعہ شروع کرادیا تو اُمید ہے کہ لوگ ان کو بھی معاف کردیں گے، اور اگر شرعی مسئلہ کے علی الرغم لوگ جمعہ پڑھتے رہے تو سب کے ذمہ ظہر کی نماز باقی رہے گی، جس کا وبال نہ صرف جمعہ پڑھنے والوں کی گردن پر ہوگا، بلکہ سب کی نماز ہی غارت ہونے کا وبال جمعہ پڑھانے والے مولوی صاحب پر بھی ہوگا۔ اوّل تو شاہ صاحبؒ کا مطلب آپ سمجھے نہیں، علاوہ ازیں شاہ صاحبؒ کسی فقہی مذہب کے امام نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے، اور جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ضعیف ہے۔

عورتوں کا جمعہ اور عیدین میں شرکت

س…… بعض حضرات اس پر زور دیتے ہیں کہ عورتوں کو جمعہ، جماعت اور عیدین میں ضرور شریک کرنا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ، جماعت اور عیدین میں عورتوں کی شرکت ہوتی تھی، بعد میں کون سی نئی شریعت نازل ہوئی کہ عورتوں کو مساجد سے روک دیا گیا؟

ج…… جمعہ، جماعت اور عیدین کی نماز عورتوں کے ذمہ نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بابرکت زمانہ چونکہ شر و فساد سے خالی تھا، ادھر عورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

فہرست

احکام سیکھنے کی ضرورت تھی، اس لئے عورتوں کو مساجد میں حاضری کی اجازت تھی اور اس میں بھی یہ قیود تھیں کہ باپردہ جائیں، میلی کچیلی جائیں، زینت نہ کریں، خوشبو نہ لگائیں اس کے باوجود عورتوں کو ترغیب دی جاتی تھی کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتھن خیر لھن.“ (رواہ ابوداوٗد مشکوٰۃ ص:۹۶)

ترجمہ:......”اپنی عورتوں کو مسجدوں سے روکو، اور ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”صلوۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا.“ (رواہ ابوداوٗد مشکوٰۃ ص:۹۶)

ترجمہ:......”عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا اپنے گھر کی چاردیواری میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اس کا پچھلے کمرے میں نماز پڑھنا اگلے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔“

مسنداحمد میں حضرت ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں، آپ نے فرمایا:

”قد علمت انک تحبین الصلوٰۃ معی، وصلاتک فی بیتک خیر لک من صلاتک فی حجرتک، وصلاتک فی حجرتک خیر من صلاتک فی دارک، وصلاتک فی دارک خیر لک

مـن مسجد قـومک، وصـلاتک فی مسجد قـومک خیر لـک من صـلاتک فی مسجدی. قـال: فـامـرت فبـنیـت مسجد فی اقصیٰ شیٔ من بیتها واظلمه، فکانت تصلی فیه حتی لقیت الله عزوجل."(مسند احمد ج:۶ ص:۳۷۱)

"وقـال الهیثـمـی ورجـاله رجال الصحیح غیر عبدالله بن سوید الانصاری، و ثقه ابن حبان."

(مجمع الزوائد ج:۲ ص:۳۴)

ترجمہ:......"مجھے معلوم ہے کہ تم کو میرے ساتھ نماز پڑھنا محبوب ہے، مگر تمہارا اپنے گھر کے کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور احاطے میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں (میرے ساتھ) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے یہ ارشاد سنکر اپنے گھر کے لوگوں کو حکم دیا کہ گھر کے سب سے دور اور تاریک ترین کونے میں ان کے لئے نماز کی جگہ بنادی جائے، چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق جگہ بنادی گئی، وہ اسی جگہ نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جاملیں۔"

ان احادیث سے عورتوں کے مساجد میں آنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشائے مبارک بھی معلوم ہوجاتا ہے، اور حضرات صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذوق بھی۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ سعادت کی بات تھی، لیکن بعد میں جب عورتوں نے ان قیود میں کوتاہی شروع کردی جن کے ساتھ ان کو مساجد میں جانے کی

اجازت دی گئی تو فقہائے امت نے ان کے جانے کو مکروہ قرار دیا، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

”لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل.“

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۲۰، صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۸۳، مؤطا امام مالک ص:۱۸۴)

ترجمہ:...... ”عورتوں نے جو نئی روش اختراع کرلی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد سے روک دیتے، جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔“

اذان سے قبل مروّجہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی شرعی حیثیت

س......ا: کچھ دنوں پہلے میری ایک شخص سے اس بات پر تکرار ہوئی کہ اذان سے قبل مروّجہ صلوٰۃ وسلام جس کا رواج آج کل عام ہوگیا ہے یہ بدعت ہے یا نہیں، میرا موقف یہ تھا کہ اذان سے قبل مروّجہ صلوٰۃ وسلام چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اور سنت کے خلاف ہے جبکہ اس شخص کا کہنا تھا کہ مروجہ صلوٰۃ وسلام بدعت تو ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور اس کے کرنے والے کو اجر وثواب ملے گا اور اپنے موقف کی وضاحت کے لئے اس نے درمختار اور چند اور فقہ کی کتابوں اور بعض علمائے دیوبند کی عبارتوں سے مثلاً مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقیؒ کی کتاب ”علم الفقہ“ کے حوالے سے کہا کہ ان بزرگوں نے بھی مروّجہ صلوٰۃ وسلام قبل الاذان کو بدعتِ حسنہ قرار دیا ہے اور اس کے کرنے کو باعث اجر وثواب لکھا ہے، مزید اس نے یہ بھی کہا کہ مدارس عربیہ وغیرہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں نہیں تھے لہٰذا یہ بھی بدعت ہیں پھر تم مدارس وغیرہ کیوں بناتے ہو، ازراہ کرم آپ ان چند اُمور کا جواب باصواب عنایت فرما کر میرا اور میرے چند ساتھی دوستوں کا خلجان دُور فرمائیں، اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

ج...... درمختار میں صلوٰۃ وسلام قبل الاذان کو ذکر نہیں کیا بلکہ بعد الاذان کو ذکر کیا ہے، درمختار کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: فائدہ: اذان کے بعد سلام کہنا ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں سوموار کی رات کو عشاء کی اذان میں ایجاد ہوا، پھر جمعہ کے دن، پھر دس سال بعد مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں، پھر مغرب میں دو مرتبہ اور یہ بدعتِ حسنہ ہے۔

لیکن محشّی نے اس کو ناقابلِ التفات کہا ہے۔ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ سو سال بعد ایجاد ہوئی ہو اس کو دین میں کیسے داخل کیا جاسکتا ہے؟

الغرض درمختار کا حوالہ تو اس نے بالکل غلط دیا اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی کتاب ''علم الفقہ'' میرے پاس نہیں۔ اس سے کہا جائے کہ اس کا فوٹو اسٹیٹ مجھے بھیج دیں۔

بیوی کے زیور پر زکوٰۃ

س......۱: میں نے جمعہ کے اخبار میں پڑھا کہ بیوی کو اپنے زیور کی زکوٰۃ خود دینی چاہئے۔ تو مہربان! وہ بیوی تو اپنے زیور کی زکوٰۃ خود دے سکتی ہے جو کسی بھی قسم کی سروس کرتی ہو، لیکن وہ بیوی کہاں سے دے گی جس کا دارومدار میاں کی تنخواہ پر ہو؟ اور تنخواہ بھی کم۔ اس کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

س......۲: میری عمر تقریباً ۴۰ سال ہے، اور میری شادی کو ۵ سال گزر چکے ہیں، میرے یہاں اولاد کوئی نہیں ہوئی، ذرا مہربانی کرکے بتائیں کہ کیا رُکاوٹ ہے؟ میں ڈاکٹر، حکیموں کا اپنی حیثیت کے مطابق علاج کراچکی ہوں، سب کہتے ہیں نارمل ہے، میں اس لئے زیادہ پریشان ہوں کہ میری عمر ویسے ہی کافی ہے اگر اور زیادہ ہوگئی تو کیا ہوگا؟ کیونکہ میرے سسرال والے طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، ویسے میرے شوہر کی عمر میرے سے کم ہے۔

ج......۱: اگر بیوی کے پاس روپیہ پیسہ زکوٰۃ دینے کے لئے نہیں تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ اتنا زیور رکھا ہی نہ جائے جس پر زکوٰۃ واجب ہو، دُوسری یہ کہ زیور ہی کا کچھ حصہ فروخت کرکے زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

ج......۲: اٹھارویں پارے میں سورۃ النور ہے، اس کی آیت نمبر:۴۰ جو ''اَوْ کَظُلُمٰتٍ''

فہرست

سے شروع ہوکر ''فَمَا لَہٗ مِن نُّوْرٍ'' پر ختم ہوتی ہے، چالیس لونگ لے کر یہ آیت ہر لونگ پر سات سات مرتبہ پڑھیں، جس دن حیض کے غسل سے پاک ہوں ایک ایک لونگ رات کو سوتے وقت کھایا کریں، مسلسل چالیس دن تک کھائیں، اور اُوپر پانی نہ پیا کریں، اور کبھی کبھی اپنے میاں سے ملا کریں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اولاد ہوگی، اور یہ نیت کرلیں کہ انشاء اللہ اولاد کو قرآن مجید حفظ کرائیں گے اور دین کا خادم بنائیں گے۔

تھوڑی تھوڑی کر کے زکوٰۃ ادا کرنا

س...... میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے اور جس کی زکوٰۃ ۲۵۰۰ روپیہ ہوتی ہے اور میں زکوٰۃ کو اس طرح ادا کرتا ہوں، کہ سال شروع ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کردیتا ہوں کبھی ۵۰، کبھی ۱۰۰ جیسے جیسے ضرورت مند ملتا ہے ویسے دیتا رہتا ہوں اور جیسے ہی سال ختم ہوتا ہے میں اس سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کردیتا ہوں تو کیا یہ زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

ج...... اگر تھوڑی تھوڑی کر کے زکوٰۃ دی جائے تو بھی ادا ہوجاتی ہے۔

س...... میں واپڈا ملازم ہوں اور مجھے میڈیکل سہولت ملی ہوئی ہے میں نے ڈاکٹر سے جو واپڈا کا میڈیکل آفیسر ہے اس سے دوا لکھوائی اور واپڈا کے میڈیکل اسٹور پر دوا لینے گیا تو اسٹور کیپر نے کہا کہ کچھ دوا ہے وہ لے لو اور جو دوا نہیں ہے اس کے پیسے لے لو تو وہ پیسے لے کر گھر پہنچا تو گھر میں معلوم ہوا کہ آٹا وغیرہ یا اور کوئی ضرورت کی چیز نہیں ہے تو میں نے ان پیسوں کو استعمال کرلیا تو میرے لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟ یا ان کی دوا ہی لینی چاہئے تھی۔

ج...... اگر واقعی ضرورت کے لئے دوا لکھوائی تھی تو وہ پیسے آپ کے ہوگئے، ان کا جو چاہیں کریں۔

اِضطباع ساتوں چکروں میں ہے

س...... مجھ کو جو بھی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے میں نے اس میں یہی لکھا ہوا پایا ہے کہ اِضطباع ''جس طواف میں اِضطباع مسنون ہے'' پورے طواف یعنی ساتوں چکروں میں مسنون ہے۔ لیکن ہماری مسجد کے امام صاحب کا کہنا ہے کہ رَمل کی طرح یہ بھی صرف پہلے

فہرست

تین چکروں میں مسنون ہے، ان کو لوگوں نے ٹوکا کہ مسئلہ غلط بتلا رہے ہیں، لیکن وہ اپنی بات پر اَڑے رہے۔ برائے مہربانی بتلائیں کہ حنفی فقہ میں واقعی ایسی کوئی روایت ہے؟

ج…… مناسک ملاعلی قاریؒ میں لکھا ہے کہ اِضطباع ساتوں پھیروں میں مسنون ہے علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

”وفی شرح اللباب: واعلم ان الاضطباع سنة فی جمیع اشواط الطواف. کما صرح به ابن الضیاء.“

(رد المحتار ص:۴۹۵، ج:۲)

ترجمہ:……”اور شرح لباب میں ہے: واضح ہو کہ اِضطباع تمام چکروں میں مسنون ہے، جیسا کہ ابن ضیاء نے اس کی تصریح کی ہے۔“

س…… میں نے کتابوں میں یہی لکھا ہوا پایا ہے کہ اگر کوئی شخص اِحرام میں مرجائے تو غیرمحرِم کی طرح اس کو کفن دیا جائے، اس کا سر ڈھانکا جائے، کافور اور خوشبو وغیرہ لگائی جائے، لیکن ہماری مسجد کے امام صاحب کا کہنا ہے کہ اس کو اِحرام ہی کے کپڑوں میں دفن کیا جائے، لیکن اگر عورت ہو تو اس کو کفن دیا جائے۔ برائے مہربانی بتلائیں کہ اس معاملت میں حنفی فقہ کیا ہے؟ کیا واقعی مرد کے لئے الگ حکم ہے اور عورت کے لئے الگ؟

ج……حنفیہ کے نزدیک موت سے اِحرام ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص حالتِ اِحرام میں فوت ہوجائے تو اسے بھی عام مرنے والوں کی طرح مسنون کفن دیا جائے گا، اس کا سر ڈھانکا جائے گا اور خوشبو بھی لگائی جائے گی۔ یہ بات دُوسری ہے کہ قیامت کے دن اس کو حالتِ اِحرام میں اُٹھایا جائے گا۔

وزارتِ مذہبی اُمور کا کتابچہ

س……گزارش ہے کہ آج آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں، وہ یہ کہ اس سال ”وزارتِ مذہبی اُمور و اقلیتی اُمور اسلام آباد“ سے ایک کتابچہ حجاجِ کرام کے

نام بھیجا گیا ہے جس کا نام ہے ''آپ حج کیسے کریں؟'' یہ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ اور اکتوبر ۱۹۸۰ء کا شائع شدہ ہے، اس کے صفحہ:۸۹ پر رَمی کے سلسلے میں تحریر ہے کہ: ''بھیڑ زیادہ ہوتی ہے اس لئے عورتیں، بوڑھے اور کمزور مرد وہاں نہ جائیں، وہ اپنی کنکریاں دُوسروں کو دے دیں۔'' اور صفحہ:۹۴ پر بھی عورتوں کو کنکریاں مارنے کے لئے منع کیا ہے۔ چنانچہ اس سال بہت سی عورتوں نے اس مسئلے پر آنکھ بند کرکے عمل کیا اور تین دن میں ایک دن بھی کنکریاں مارنے، نہ دن میں اور نہ رات میں گئی تھیں، اسی صفحہ:۸۹ پر لکھا ہے کہ: ''عورتیں اگر جانا چاہیں تو مغرب کی نماز کے بعد جائیں۔'' چنانچہ میں نے بھی اسی پر عمل کیا اور میری خوش دامن نے بھی جو میرے ہمراہ تھیں، اور بھی بہت سی عورتوں نے کہا کہ جب مذہبی اُمور کی وزارت نے اور اپنے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت نے لکھا ہے تب تو بالکل صحیح ہی ہوگا۔

یہاں آنے پر علماء سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا کنکریاں مارنا واجب ہے، اگر دن میں بھیڑ تھی تو رات کو دیر کرکے جب بھیڑ کم ہوجاتی تب جانا چاہئے تھا، اور اس طرح سے ترکِ واجب پر ہر عورت پر ایک ایک دَم واجب ہوتا ہے جو کہ حدودِ حرم ہی میں دیا جائے گا۔ لہٰذا ہم اب کیسے وہاں دَم دینے کا بندوبست کریں؟ اور دَم نہ دینے کی وجہ سے جن جن عورتوں کو معلوم بھی نہیں ہے اور وزارتِ مذہبی اُمور پاکستان کے کتابچے کے مطابق عمل کرکے مطمئن ہیں کہ ہمارا حج مکمل ہوگیا ہے، ان ہزاروں عورتوں کو کس طرح بتلا دیا جائے کہ ایک ایک دم حدودِ حرم میں مزید دینے کا بندوبست کرو؟ اور اس کا گناہ کس پر آئے گا؟ اور اس طرح ہزاروں عورتوں کا حج ناقص کرانے کا گناہ کس پر ہوگا؟ جو حکمِ شرعی ہو مطلع فرمائیں۔ (نوٹ) فوٹو اسٹیٹ کتابچے کا منسلک ہے۔

ج...... مسئلہ وہی ہے جو علمائے کرام نے بتایا، خود رَمی نہ کرنا بلکہ کسی دُوسرے سے رَمی کرالینا، اس کی اجازت صرف ایسے کمزور مریض کے لئے ہے جو خود وہاں تک جانے اور رَمی کرنے پر قادر نہ ہو۔

عورتوں کے لئے یہ سہولت دی گئی ہے کہ وہ رات کے وقت رَمی کرسکتی ہیں، اس لئے جن عورتوں نے بغیر عذرِ صحیح کے خود رَمی نہیں کی، وہ واجبِ حج کی تارک ہیں، اور ان

کے ذمہ دَم لازم ہے، وہ کسی ذریعہ سے اتنی رقم مکہ مکرّمہ بھیجیں جس کا جانور خرید کر ان کی طرف سے حدودِ حرم میں ذبح کیا جائے، ورنہ ان کا حج، ترکِ واجب کی وجہ سے ہمیشہ ناقص رہے گا، اور وہ گناہگار رہیں گی۔

رہا یہ کہ ہزاروں عورتوں نے اس غلط مشورے پر عمل کر کے جو اپنے حج خراب کئے اس کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں گناہگار ہیں، ایسی غلط کتابیں لکھنے والے بھی، اور ایسے کچے پکے کتابچوں پر عمل کرنے والے بھی۔

جو لوگ حج کا طویل سفر کرتے ہیں، ہزاروں روپے کے مصارف اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، وہ تھوڑی سی یہ زحمت بھی برداشت کرلیا کریں کہ حج پر جانے سے پہلے محقق اور معتبر علمائے دین سے حج کے مسائل معلوم کرلیا کریں، محض غلط سلط کتابچوں پر اعتماد کر کے اپنا سفر کھوٹا نہ کیا کریں۔

ہم وزارتِ مذہبی اُمور سے اور اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ غلط قسم کے کتابچے شائع کر کے ہزاروں لوگوں کا حج برباد نہ کریں۔

کرسچن بیوی کی نومسلم بہن سے نکاح

س…… میں ایک کرسچن عورت ہوں، میرا شوہر میری بہن کو بھگا کر اوکاڑہ لے گیا، جب کہ وہ لڑکی بھی عیسائی ہے، دونوں مسلمان ہوئے اور نکاح کرلیا، جبکہ میرے چھ بچے ہیں، نہ مجھے طلاق دی اور نہ بتایا۔ آپ سے عرض یہ ہے کہ آپ کا مذہب اسلام شرعی طور پر اس کی کیا اجازت دیتا ہے کہ دونوں بہنوں سے نکاح جائز ہے؟ اور دونوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے؟ جبکہ ایک عیسائی ہو اور دُوسری مسلمان، تفصیل سے جواب دیں، میرا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔

ج…… شرعاً دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، اور عیسائی (اہلِ کتاب) میاں بیوی کے جوڑے میں سے اگر شوہر مسلمان ہوجائے تو نکاح باقی رہتا ہے، لہٰذا آپ کا نکاح بدستور باقی ہے، جب تک کہ اس نے طلاق نہ دی ہو، اور جب تک آپ کا نکاح باقی ہے وہ

آپ کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ عدالت کا فرض ہے کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرادے، واللہ اعلم!

ہر ایک سے گھل مل جانے والی بیوی کا حکم

س...... ایک صحابی نے شکایت کی یہ میری بیوی کسی طلبگار کا ہاتھ نہیں جھٹکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے طلاق دے دو۔ صحابی نے عرض کیا کہ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، حضورؐ نے فرمایا تو پھر اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ روایت کیسی ہے؟ یہ بھی درایت کے خلاف معلوم ہوتی ہے؟

ج...... مشکوٰۃ شریف باب اللعان فصل ثانی میں یہ روایت ہے ابن عباسؓ سے اور اس کے رفع و وقف میں اختلاف نقل کر کے امام نسائی کا قول بھی نقل کیا ہے: "لیس ثابت" اگرچہ اس کی تأویل بھی ہوسکتی ہے کہ: "لا ترد ید لابس" سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک سے گھل مل جاتی ہے، یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ ہوگا کہ اس کی محبت کی وجہ سے یہ حرام میں مبتلا ہوجائے گا۔

حضرت سودہؓ کو طلاق دینے کے ارادہ کی حکمت

س...... ایک آدمی اپنی بیوی کو اس لئے طلاق دے دے کہ وہ بوڑھی ہوگئی اور اس کے قابل نہیں رہی، اس بات کو کوئی بھی بنظرِ استحسان نہیں دیکھتا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت سودہؓ کو ان کے بڑھاپے کی وجہ سے طلاق دینا چاہی، پھر جب حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تو آپ نے طلاق کا ارادہ بدل لیا۔ یہ بات حضورؐ کی ذاتِ اقدس سے بعید معلوم ہوتی ہے اور مخالفوں کے اس اعتراض کو کہ نعوذ باللہ تعدّدِ ازواج کی غرض شہوت رانی تھی، تقویت ملتی ہے، حالانکہ حضورؐ کو یتیموں اور بیواؤں کا ملجا و ماویٰ قرار دیا جاتا ہے۔

ج...... عرب میں طلاق معیوب نہیں سمجھی جاتی جتنی کہ ہمارے ماحول میں اس کو قیامت سمجھا جاتا ہے، علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ

فہرست

وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ“ فرما کر آپ کو رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دے دیا گیا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کی علیحدگی کا فیصلہ کر لینا کسی طرح بھی محل اعتراض نہیں۔ اور ازدواجی زندگی صرف شہوت رانی کے لئے نہیں ہوتی موانست اور موالفت اس کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ بہت ممکن ہے کسی وقت کسی بی بی سے موانست نہ رہے اور طلاق کا فیصلہ کر لیا جائے اور حضرت عائشہؓ کو اپنی باری دے دینا اور اپنے تمام حقوق سے دستبردار ہو جانا حضرت اُمّ المؤمنین سودہؓ کا وہ ایثار تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ تبدیل فرمالیا، اس پر اس سے زیادہ گفتگو کرتا لیکن یہاں اشارہ کافی ہے۔

نصرانی عورت سے نکاح

س...... نصاریٰ خود حق تعالیٰ کے قول: ”وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلَاثَۃٌ“ سے مشرک ہیں اور مشرک عورتوں سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی: ”وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ“ میں اس کی تصریح ہے، پھر نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کیوں جائز ہے؟ جس وقت قرآن اُترا تھا اس وقت بھی قرآن کے مطابق وہ مشرک تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ پہلے ان سے نکاح جائز تھا اور اب ناجائز ہے کچھ معقول نہیں معلوم ہوتا۔

ج...... بہت سے اہلِ علم کو یہی اشکال پیش آیا اور انہوں نے کتابیات سے نکاح کو عام مشرکین کے ساتھ مشروط کیا، لیکن محققین کے نزدیک کتابیات کی حلّت ”وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ“ کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔

س...... آپ نے فرمایا کہ محققین کے نزدیک کتابیات کی حلّت ”وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ“ کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے، اس جواب سے تسلّی نہیں ہوئی۔

ج...... مطلب یہ کہ نصرانیات کا مشرکات ہونا تو واضح ہے اس کے باوجود ان سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ”وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ“ کا حکم کتابیات کے لئے نہیں غیر کتابیات کے لئے ہے۔

نیوتہ کی رسم

س...... شادی کی تقریب میں جو کھانا کھلاتے ہیں جسے ولیمہ کہا جاتا ہے جو شادی کے

دوسرے دن کیا جاتا ہے بعض حضرات تو کئی دنوں کے بعد ولیمہ کرتے ہیں اور اس کھانے کے بعد وہ لوگ کھانا کھانے والوں سے کچھ رقم لیتے ہیں ۵۰ یا ۱۰۰ جیسی بھی حیثیت ہو اس حساب سے یا پھر جتنے دیئے ہوتے ہیں اتنے یا اس سے زیادہ وصول کرتے ہیں جسے نیوتہ کہتے ہیں اور لینے والا اس نیت سے لیتا ہے کہ میں آئندہ اس کے ولیمہ میں ۱۰۰ کی بجائے ۱۵۰ دوں گا اور دینے والا بھی اس نیت سے دیتا ہے کہ مجھے آئندہ اس سے زیادہ رقم ملے گی تو کیا اس نیت سے نیوتہ لینا اور دینا جائز ہے، اور اگر لینے کی نیت نہ ہو صرف اس لئے دے کہ کہیں رشتہ داروں سے قطع تعلقی نہ ہو یا پڑوس والے برا نہ محسوس کریں اور نہ لینے کی نیت سے کچھ رقم دے کر ولیمہ کھالے تو کیا اس طریقہ سے کھانا کھانے والے پر بھی گناہ ہوگا حالانکہ اس کی واپس لینے کی نیت نہیں ہے۔

ج...... میاں بیوی کی تنہائی جس رات ہو اس سے اگلے دن ولیمہ حسبِ توفیق مسنون ہے، نیوتہ کی رسم بہت غلط ہے، اور بہت سی برائیوں کا مجموعہ ہے، اس لئے واپس لینے کی نیت سے ہرگز نہ دیا جائے، جو کچھ دینا ہے، ہدیہ کی نیت سے دے دیا جائے، واپسی کی نہ نیت ہو نہ توقع ہو۔

”مجھ پر حلال دنیا حرام ہوگی“ کہنے سے طلاق؟

س...... ایک شخص مثلاً زید اپنے گھر بار سے بے ربط عرصۂ تقریباً دو سال سے بالغدو والآصال بہروپ کی زندگی بسر کر رہا ہے، گزشتہ سال ماہ اکتوبر میں متعلقین نے زید سے حقائق معلوم کرنے کے لئے باز پرس کی، منازعت کے بعد مذکور شخص نے روبرو گواہاں کے مندرجہ ذیل تحریر دی:

۱:...... ماہ فروری ۱۹۸۸ء تک اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچنے کا پابند رہوں گا۔

۲:...... معینہ مدت تک مبلغ تین سو روپیہ ماہوار اپنی منکوحہ اور بچوں کے نان و نفقہ کے لئے بھیجتا رہوں گا۔

۳:...... انحراف کا نتیجہ مجھ پر حلال دنیا حرام ہوگی۔ یہ یاد رہے مندرجہ ذیل الفاظ سے منحرف ہونے والے کی منکوحہ کو مقاطعہ سمجھا جاتا ہے، لہٰذا زید نے اس سے تجاوز کیا، اس

فہرست

صورت میں قرآن وسنت کی روشنی میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟

ج......فی الخانیة:

”رجل قال کل حلال علی حرام او قال کل حلال او قال حلال الله او قال حلال المسلمین وله امراة ولم ینو شیئاً اختلفوا فیه قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل والفقیه ابو جعفر وابوبکر الاسکاف وابوبکر بن سعید رحمهم الله تعالیٰ تبین منه امرأته بتطلیقة واحدة وان نویٰ ثلاثا فثلاث، وان قال لم انو به الطلاق، لا یصدق قضاءً لانه صار طلاقًا عرفًا. ولهٰذا لا یحلف به الا الرجال.“

(فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ ص:۵۱۹ ج:۱)

ترجمہ:......”خانیہ میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے کہا کہ: سب حلال مجھ پر حرام ہے، یا ہر حلال، یا یہ کہ اللہ کی جانب سے تمام حلال، یا مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام ہے، اور اس کی بیوی بھی ہے، یا اس نے کوئی نیت نہیں کی، اس میں (علماء کا) اختلاف ہے، شیخ امام ابوبکر محمد بن فضلؒ، فقیہ ابوجعفرؒ، ابوبکر اسکافؒ اور ابوبکر بن سعیدؒ کے نزدیک (یہ الفاظ کہنے سے) اس کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی، اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اس کو سچا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ عرف میں یہ طلاق کے الفاظ ہیں۔“

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں زید کے الفاظ: ”انحراف کا نتیجہ مجھ پر حلال دنیا حرام ہوگی۔“ تعلیقِ طلاق کے الفاظ ہیں، پس جب اس نے شرط پوری نہیں

کی تو اس کی بیوی پر فروری ۱۹۸۸ء گزرنے پر طلاق بائن واقع ہوگئی، عدت پوری ہونے کے بعد عورت دوسری جگہ اپنا عقد کرسکتی ہے۔

تین طلاق کا حکم

س…… گزارش خدمت ہے کہ آپ کا کالم بہت مفید ہے، اور لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں، لیکن ایک بات سمجھ نہیں آئی جو طلاق کے بارے میں ہے کہ تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دینے کے بعد بغیر مقررہ تین ماہ گزرنے کے طلاق ہوجاتی ہے۔

میاں بیوی کئی سال اکٹھے رہتے ہیں، ان کے پیارے پیارے بچے بھی ہوتے ہیں، انسان ہونے کے ناطے کسی وقت غصہ آہی جاتا ہے، اور بکواس منہ سے نکل جاتی ہے، لیکن بعد میں ندامت ہوتی ہے، تو یقیناً خدا تعالیٰ جو بہت ہی غفور الرحیم ہے معاف فرمادیتا ہے، ورنہ تو کئی گھر اجڑ جائیں۔

قانون کے تحت تین طلاقیں تین ماہ میں پوری ہوتی ہیں، خواہ ایک ہی وقت میں دی جائیں، تین ماہ گزر جانے کے بعد تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائے گا کیونکہ تین ماہ کی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ اگر تین طلاقیں ایک دم دینے پر فوری طور پر طلاق ہوجاتی ہو تو پھر تو یورپ وامریکہ والی طلاق بن جاتی ہے، جو یقیناً اسلامی نہیں۔

اب اصل بات لکھتا ہوں، جو امید ہے کہ آپ من وعن شائع فرمائیں گے اور جواب سے نوازیں گے تاکہ سب لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

آپ کے کالم میں متعدد بار جواب میں پڑھا کہ تین بار ایک ہی وقت دی گئی طلاق، طلاق ہوگئی، مدت کا ذکر نہیں ہوتا کہ کتنے عرصہ کے بعد طلاق واقع ہوگی، یعنی فوری طلاق ہوگئی، قرآن کریم میں تو خدا تعالیٰ نے طلاق کو سخت ناپسند فرمایا ہے، اور صرف انتہائی صورت میں جب گزارے کی صورت نہ ہو، طلاق کی اجازت دی ہے، اور اس میں بھی تین طلاقیں رکھی ہیں تاکہ تین ماہ کے عرصہ میں احساس ہونے پر رجوع ہوسکے۔

انگریزی حکومت میں (یہ قانون اب بھی ہوگا) اگر کوئی شخص بغیر اطلاع دیئے

ڈیوٹی سے غیر حاضر ہوتا تو اگر چھ ماہ کے اندر واپس آجاتا تو وہ فارغ نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ اپنی ملازمت میں ہی رہتا تھا، دہلی میں ایک دوست کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا تھا کہ چھ ماہ کے اندر واپس حاضر ہوجانے سے اس کی ملازمت ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری رہی۔

اسی طرح طلاق کے لئے جو تین ماہ کی مدت ہے اس سے طلاق دینے والے کو اس کے اندر طلاق واپس لینے کا حق ہے، ہاں تین ماہ گزر جانے کے بعد واپسی کی صورت نہیں رہے گی، اگر تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دینے سے فوراً طلاق ہوجاتی ہے، تو پھر تو یورپ وامریکہ والی طلاق ہوجائے گی جو یقیناً اسلامی نہیں۔

میری ناقص رائے میں ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دی جانے پر آپ کے جواب میں تین ماہ کی مہلت کا بھی ذکر آنا چاہئے، بصورت دیگر گھر بھی اُجڑیں گے اور بچے بھی۔

ج…… شرعی مسئلہ تو وہی ہے جو میں نے لکھا، اور ائمہ اربعہ اور فقہائے امت اسی کے قائل ہیں، آپ نے جو شبہات لکھے ہیں ان کا جواب دے سکتا ہوں، مگر ضرورت نہیں سمجھتا، اگر کسی طرح کی گنجائش ہوتی تو اس کے اظہار میں بخل نہ کیا جاتا، لیکن جب گنجائش ہی نہ ہو تو کم از کم میں تو اپنے آپ کو اس سے معذور پاتا ہوں۔

زہر کھانا قانوناً منع اور شرعاً حرام ہے، لیکن اگر کوئی کھا بیٹھے اور اس کے نتیجے میں ڈاکٹر یہ لکھ دے کہ اس زہر سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے تو مجرم ڈاکٹر نہیں کہلائے گا، اس کا قصور صرف اتنا ہے کہ اس نے زہر کے اثر اور نتیجہ کو ذکر کر دیا۔

حرمتِ مصاہرت کے لئے شہوت کی مقدار

س…… علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرد کسی عورت کو لمس کرتا ہے شہوت کے ساتھ، لیکن اس کو شہوت پہلے موجود تھی، بعد میں اس نے کسی عالم سے پوچھا پھر اس عالم نے کہا کہ اگر پہلے شہوت موجود ہے تو شہوت کا بڑھنا شرط ہے، پھر اس شخص نے کہا کہ چلو میں کسی اور مسلک کو اختیار کرتا ہوں جس میں حرمت مصاہرت لمس سے نہ ہو، پھر تقریباً ایک سال گزرا تو اس شخص نے ہدایہ ثانی اور شرح وقایہ میں وضاحت سے پڑھا کہ شہوتِ لمس وہ معتبر ہے جس سے اس کا ذکر منتشر ہو، اگر ذکر پہلے سے منتشر ہے تو

فہرست

لمس کی وجہ سے انتشار زیادہ ہوگیا ہو، اب اس نے غور کیا کہ لمس کی وجہ سے انتشار بڑھایا نہیں؟ تو اس کو شبہ نظر آیا اور پہلے کنز الدقائق میں صرف یہ پڑھا کہ لمس بشہوت سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، یہ معلوم نہ تھا کہ لمس بشہوت کی تعریف کیا ہے؟ اور میرے دماغ میں صرف یہ تھا کہ لمس بشہوت وہ ہے جو عورت کو لمس کرنے سے مذی نکلے، پھر عالم سے اس بنا پر سوال کیا تھا کہ اگر شہوت پہلے موجود ہے؟ تو اس نے کہا کہ پھر شہوت زیادہ ہو، تو اب ہدایہ ثانی پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ لمس بشہوت کی تعریف یہ ہے اور تعریف معلوم ہونے کے بعد عقل سے غور کرتا ہوں تو شبہ نظر آرہا ہے تو اب اس شبہ کا اعتبار کروں یا نہیں؟ کیا اس صورت میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں، اور علمائے بھی یہ نہ پوچھا کہ لمس بشہوت کی تعریف آپ کو معلوم ہے؟ اور اب عقل سے غور کرتا ہوں تو شبہ نظر آتا ہے تو اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ ایک سال تقریباً سوچنے کے بعد شبہ کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

س......۲: اگر شبہ کا اعتبار کیا جائے گا تو وہ عورت سے کیسے پوچھے کہ آپ کو شہوت تھی یا نہیں یا عورت کی شہوت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا؟

س......۳: اگر دوسرے مذہب پر کلی طور پر چلے تو صحیح ہے یا نہیں؟ حالانکہ سارے مذاہب حق ہیں جو بھی آدمی راستہ لے لے۔

ج......۱: "دع ما یریبک الی ما لا یریبک" حدیثِ نبویؐ ہے، جب شہوت کا وجود متیقن ہے اور ازدیادِ شہوت میں شبہ ہے تو حلال و حرام کے درمیان اشتباہ ہوگیا، اور مشتبہ کا ترک بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح حرام کا۔

علاوہ ازیں اقرب یہ ہے کہ انتشار آلہ بھی تصورِ لمس سے ہوا ہوگا، اور لمس سے اس میں زیادتی اقرب الی القیاس ہے، اس لئے نفس کی تاویلات لائق اعتبار نہیں، حرمت ہی کا فتویٰ دیا جائے گا۔

ج......۲: مذاہب اربعہ برحق ہیں، لیکن خواہشِ نفس کی بنا پر ترک مذہب الی مذہب حرام ہے۔ اور اس پر مذاہب اربعہ متفق ہیں، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں انتقالِ مذہب کی اجازت

فہرست

نہیں، هذا ما ظهر لي والله اعلم بالصواب!

عورتوں کے لئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے

س...... پچھلے دنوں ایک ماہنامہ بنام ''حکایت'' میں ایک مضمون پڑھا جس کو پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے تحریر کیا تھا! اس مضمون میں پروفیسر صاحب نے ابوداؤد کی چند ایک احادیث کا حوالہ دے کر سونے کے زیورات کو عورتوں پر بھی حرام قرار دے دیا، احادیث کے حوالے پیش خدمت ہیں:

ا:...... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت نے بھی اپنے گلے میں سونے کا گلوبند پہنا تو قیامت کے دن اسے ویسا ہی آگ کا گلوبند پہنایا جائے گا، اور جو عورت بھی اپنے کانوں میں سونے کی بالیاں پہنے گی تو قیامت کے دن انہیں کی مانند آگ اس کے کانوں میں ڈالی جائے گی۔

۲:...... حضرت حذیفہؓ کی ایک بہن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت! تم چاندی کے زیورات کیوں نہیں پہنتیں کیونکہ تم میں سے جو عورت سونے کا زیور پہنے گی اور اس کی نمائش کرے گی تو قیامت کے دن اسے اس زیور سے عذاب دیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۰ ۴۱ مصری ایڈیشن)

مولانا صاحب! مندرجہ بالا احادیث سے تو پروفیسر صاحب کی تحقیق صحیح ثابت ہوئی جب کہ ہمارے علمائے کرام کا فیصلہ اس کے بالکل برعکس ہے، صحیح احادیث سے فیصلہ فرما کر اس مسئلہ کو واضح فرمائیں۔

ج...... ابوداؤد ج:۲، ص:۲۲۵ (مطبوعہ ایچ، ایم، سعید، کراچی) کے حاشیہ میں ہے:

''هذا الحديث وما بعده وكل ما شاكله منسوخ، وثبت اباحته، للنساء بالاحاديث الصريحة الصحيحة وعليه انعقد الاجماع، قال الشيخ ابن حجر:

الـنهـی عـن خـاتم الذهب او التختم به مختص بالرجال دون الـنسـاء، فـقـد انعقد الاجماع علیٰ اباحته للنساء، والله تعالیٰ اعلم و علمه احکم واتم."

ترجمہ:...... "یہ حدیث، اس کے بعد کی حدیث اور اس مضمون کی دوسری احادیث منسوخ ہیں، اور سونے کا عورتوں کے لئے جائز ہونا صریح اور صحیح احادیث سے ثابت ہے، اور اس پر امت کا اجماع منعقد ہوچکا ہے، شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: "سونے کی انگوٹھی اور اس کے پہننے کی ممانعت صرف مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نہیں، چنانچہ اس پر اجماع منعقد ہوچکا ہے کہ سونے کا پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے۔"

ابوداؤد کی شرح بـذل الـمـجهـود (ج:۵ ص:۸۷ مطبوعہ کتب خانہ یحیوی، سہارنپور) میں ہے:

"قـال ابـن رسـلان هذا الحديث الذی ورد فيه الـوعـيـد عـلـیٰ تـحلی النسا بالذهب يحتمل وجوهًا من التـاويـل: احـدها انه منسوخ كما تقدم من ابن عبدالبر، والثـانـی انـه فـی حق مـن تـزينت به وتبرجت واظهرته والثـالـث ان هـذا فی حق من (لا) تؤدی زكوٰته دون من اداهـا، الـرابـع انـه انـمـا مـنـع منه فی حديث الاسورة والـفـتـخـات، لـمـارائـی مـن غـلظه فانه من مظنة الفخر والخيلاء."

ترجمہ:...... "ابن رسلان کہتے ہیں: یہ حدیث جس میں عورتوں کے سونے کے زیور پہننے پر وعید آئی ہے اس میں چند تاویلوں کا احتمال ہے، ایک یہ کہ یہ منسوخ ہے، جیسا کہ امام ابن

عبدالبر کے حوالے سے گزر چکا ہے، دوم یہ کہ یہ وعید اس عورت کے حق میں ہے جو اپنی زینت کی عام نمائش کرتی پھرتی ہو، سوم یہ کہ یہ اس عورت کے حق میں ہے جو اس کی زکوٰۃ نہ دیتی ہو، اس کے بارے میں نہیں جو زکوٰۃ ادا کرتی ہو، چہارم یہ کہ ایک حدیث میں کنگنوں اور پازیبوں کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ بڑے موٹے موٹے زیور فخر وتکبر کا ذریعہ ہوسکتے ہیں۔‘‘

ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کی ممانعت کی احادیث یا تو منسوخ ہیں یا مؤول ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کی اجازت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ کہ اس پر امت کا اجماع ہے، اب اجازت کی دو حدیثیں لکھتا ہوں:

اوّل:...... ’’عن علی رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذھبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ھذین حرام علی ذکور امتی و فی روایۃ ابن ماجۃ حل لاناثھم.‘‘

(ابوداؤد ج:۲ ص:۲۲۵ نسائی ج:۲ ص:۲۸۴، ابن ماجہ ص:۲۵۷)

ترجمہ:...... ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا، پھر فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔‘‘

دوم:...... ’’عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حرم لباس

الحرير والذهب علی ذكور امتی واحل لانا ثهم."

(ترمذی ص:۲۰۵ ج:۱، نسائی ص۲۸۴ ج:۲) وقال الترمذی: وفی الباب عن عمر، وعلی، وعقبة بن عامر، وام هانی، وانس، وحذیفة، وعبدالله بن عمرو، وعمران بن حصین، وعبدالله بن الزبیر وجابر، وابی ریحانة، وابن عمر، والبراء، هذا حدیث حسن صحیح."

ترجمہ:...... "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں کے لئے حلال ہے۔" امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں مندرجہ ذیل صحابہؓ سے بھی احادیث مروی ہیں، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ام ہانی، حضرت انس، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت جابر، حضرت ابوریحانہ، حضرت ابن عمر، اور حضرت براء رضی اللہ عنہم۔"

منّت ماننا کیوں منع ہے؟

س...... بعض لوگوں سے سنا ہے کہ نذر کی شریعت میں ممانعت آئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

ج...... حدیث میں نذر سے جو ممانعت کی گئی ہے علماء نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں، ایک یہ کہ بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ نذر مان لینے سے وہ کام ضرور ہوجاتا ہے، حدیث میں اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا گیا ہے کہ نذر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ٹلتی، دوم یہ کہ بندے کا یہ کہنا کہ اگر میرے مریض کو شفا ہوجائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنا مال صدقہ کروں گا، یہ ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودے بازی ہے، اور یہ عبدیت کی شان نہیں۔

کعبہ کی نیاز

س......"وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُم مِّنْ شَعَائِرِ اللهِ" کعبے کی نیاز کے اونٹ، ہر تفسیر اور ترجمے میں کعبہ کی نیاز یا کعبہ پر چڑھانے یعنی قربانی کرنے کے اونٹ لکھا ہے، جو ترجمہ ہے: "وَالْھَدْیَ وَالْقَلائِدَ" کا، سوال یہ ہے کہ کعبہ شریف بھی تو غیر اللہ ہے پھر اس کی نیاز کیسے ہوسکتی ہے؟

ج......کعبہ بیت اللہ ہے اس لئے کعبہ کی نیاز دراصل رب کعبہ کی نیاز ہے۔

کیا نبی کی نیاز اللہ کی نیاز کہلائے گی؟

س......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ان کی نیاز بھی رب کعبہ ہی کی نیاز ہے اسی طرح تمام اولیاء کی نیاز سے پھر کیوں منع کیا جاتا ہے؟

ج......بہت نفیس سوال ہے، ہدی کے جانور رب کعبہ کی نیاز ہے ان کی نیاز کی جگہ مشاعر حج یعنی حرم شریف ہے، اس لئے مجازاً ان کو کعبہ کی نیاز کے جانور کہا جاتا ہے، بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرامؒ کے کہ ان کی نیاز اللہ کے لئے شرع میں معہود نہیں اس لئے درمختار میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جو نذریں لائی جاتی ہیں اگر اس سے مقصد وہاں کے فقراء پر صدقہ ہو تو یہ نذر اللہ کے لئے ہے، اس لئے جائز ہے اور اگر خود اولیاء اللہ کی نذر گزارنی مقصود ہو تو یہ حرام ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں، اس کی مثال بیت اللہ کی طرف سجدہ ہے کہ سجدہ تو حق تعالیٰ شانہ کو کیا جاتا ہے اور جہت سجدہ بیت اللہ ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ جائز نہیں۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر نذر

س......کعبہ کی نیاز کے اونٹ کے سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر اگر نذر سے مراد وہاں کے فقراء پر تصدق ہو اور ایصال ثواب صاحب مزار کو ہو تو یہ جائز ہے۔ بے شک ربط شیخ اور فیضان شیخ کے حصول کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے اور تمام مشائخ میں اس کا معمول ہے، مگر افسوس کہ ہمارے سلسلے میں اس کا فقدان ہے بلکہ منع کیا جاتا ہے،

میں نے نہیں دیکھا اور سنا کہ کسی نے اپنے شیخ کے لئے صدقہ کیا ہو۔ نقد، کھانا، کپڑا کسی قسم کا بھی نہ گھر پر نہ مزار پر اور نہ دُوسرے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کا اہتمام ہے، جب کہ حدیث شریف میں تو عام مؤمنین کی قبور کی زیارت کی تاکید کی گئی ہے، اسی طرح اور بہت سے طریقت کے اعمال جن سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب میں مدد ملتی ہے اور بغرض علاج ہر سلسلے میں رائج ہیں (بدعات کو چھوڑ کر) ہمارے سلسلے میں رائج نہیں، حلقہ بنا کر ذکر کرنے سے بھی اجتناب کرتے ہیں، نماز، روزہ اور دُوسرے فرائض و واجبات تو سالک وغیر سالک دونوں میں مشترک ہیں، تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں خالی نماز روزہ وغیرہ سے نفس کا تزکیہ اور وصول نہیں ہوتا جب تک اس کے ساتھ باطنی اعمال، تصحیح نیت، غنیٰ، توکل ماسوا سے گریز اور دُوسری ریاضت ومجاہدات جو متقدمین میں رائج تھے خصوصاً طعام، کلام، منام، انام کی تقلیل وغیرہ نہ ہو۔ مختصر یہ کہ مشائخ ہیں، خلفاء کی لمبی لمبی فہرستیں ہیں، مریدین کی فوج کی فوج ہے، مگر وہ رُوح نہیں اور نہ وہ آثار کسی میں نظر آتے ہیں، جو مجاہدات سے مرتب ہوتے ہیں، الا ماشاء اللہ، جب کہ دُوسرے سلاسل مثلاً سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بہت سے بزرگوں میں وہ صفات دیکھی گئی ہیں جو اس طریق کے لوازم میں سے ہیں، بعد وفات بھی اپنے مریدین اور عقیدتمندوں پر بذریعہ خواب یا مراقبہ یا واقعہ اپنے فیضان جاری رکھتے ہیں اور ان کی نگہداشت کرتے رہتے ہیں اس طرح جیسے ایک چرواہا اپنی بکریوں کی۔

دُوسری بات یہ کہ شیخ اور پیر طریقت بننے کے لئے جن شرائط اور اوصاف اور باطنی کمالات کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ تمام مستند کتب تصوف میں لکھا ہے اور خاص طور پر امداد السلوک میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر یہ اوصاف شیخ میں نہ ہوں تو اس کا شیخ طریقت بننا حرام ہے، تو جناب یہ باتیں آج کل اکثر مشائخ میں نہیں پائی جاتیں (آپ جیسے کچھ بزرگ یقیناً ان اوصاف کے حامل ہوں گے مگر میں اکثریت کی بات کر رہا ہوں)۔

ج...... ربطِ شیخ بذریعہ ایصالِ ثواب اور بذریعہ زیارتِ قبور ضرور ہونا چاہئے، یہ کثیر النفع ہے، الحمدللہ اس ناکارہ کو اس کا فی الجملہ اہتمام رہتا ہے۔

امداد السلوک کی شرط پر تو آج شاید ہی کوئی پورا اترے، یہ ناکارہ حلفاً عرض کرے کہ اس شرط پر پورا نہیں اترتا تو حانث نہیں ہوگا، اس لئے یہ ناکارہ مشائخ حقہ کی طرف محول کرنا ضروری سمجھتا ہے، پہلے تو مطلقاً انکار کردیتا تھا کہ میں اہل نہیں ہوں لیکن میرے بعض بڑوں نے مجھے بہت ڈانٹا کہ تم حضرت شیخؒ کی اجازت کی توہین کرتے ہو، تب سے اپنی نااہلی کے باوجود بیعت لینے لگا اور اب تو بلاشبہ اور ڈھیٹ ہوگیا ہوں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جن میں پیر اور شیخ اس روسیاہ جیسے لوگ ہوں، بس وہی قصہ ہے جو تذکرۃ الرشید میں حضرت گنگوہی قدس سرہ نے ایک ڈاکو کے پیر بننے کا لکھا ہے۔

صرف دِل میں خیال آنے سے نذر نہیں ہوتی

س…… محترم مولانا صاحب! آپ کے جواب سے کچھ تشفی نہیں ہوتی وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے، ''جو کچھ تم مانو گے تو اللہ تعالیٰ کو تمہاری نیت کا علم ہوجائے گا'' (سورہ بقرہ:۲۷۰) نیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''بے شک تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔'' لہٰذا ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ (حوالہ صحیح بخاری کتاب الایمان باب النیۃ) دُوسری جگہ ایک اور ارشاد بھی ہے: ''اور تمہارے چہروں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے، آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خلوص نیت کا مقام دل ہے اور چونکہ سائلہ نے خلوص نیت سے دل میں اس کی منت مانی تھی اور جس کو پورا کرنے کے لئے ابھی تک وہ اپنی ذمہ داری سمجھتی ہیں، مگر اپنے حالات کی وجہ سے معذور ہیں اور خود اس کی ادائیگی نہیں کرسکتی ہیں، لہٰذا آپ سے اس کا حل پوچھا ہے، مگر آپ کا جواب ہے کہ دل میں خیال کرلینے سے نیت نہیں ہوتی جب تک کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کئے جائیں۔

مندرجہ بالا قرآن کی آیت اور دونوں حدیثوں کی روشنی میں آپ کا جواب غیر تسلی بخش ہے، چونکہ سائلہ کی نیت سرسری نہ تھی اور حقیقی نیت تھی جس کی ادائیگی یا متبادل حل کے

لئے وہ بے چین ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ نذر کسی ایسی چیز کو اپنے اُوپر واجب کرلینے کو کہتے ہیں جو پہلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب نہ ہو اور چونکہ سائلہ نے منت مانی تھی چاہے وہ دل میں خیال کرکے کی ہو اس کی ادائیگی ان پر واجب ہو جاتی ہے بصورت دیگر وہ گنہگار ہوتی ہیں۔

دُوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نذر مت مانا کرو اس لئے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں ہے، بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے، (حوالہ صحیح مسلم کتاب النذر اور صحیح بخاری کتاب الأیمان و النذر) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی نذر لایعنی اور ممنوع ہیں۔ اور اگر میرے سمجھنے میں کچھ غلطی ہے تو میری اصلاح فرمائیں۔

ج...... نذر کے معنی ہیں کسی ایسی عبادت کو اپنے ذمہ لازم کرلینا جو اس پر لازم نہیں تھی، اور ''اپنے ذمہ کرلینا'' زبان کا فعل ہے، محض دل میں خیال کرنے سے وہ چیز اس کے ذمہ لازم نہیں ہوتی، جب تک کہ زبان سے الفاظ ادا نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ نماز کی نیت کرلینے سے نماز شروع نہیں ہوتی جب تک تکبیر تحریمہ نہ کہے، حج وعمرہ کی نیت کرنے سے حج وعمرہ شروع نہیں ہوتے جب تک کہ تلبیہ کے الفاظ نہ کہے، طلاق کا خیال دل میں آنے سے طلاق نہیں ہوتی جب تک کہ طلاق کے الفاظ زبان سے نہ کہے، اور نکاح کی نیت کرنے سے نکاح نہیں ہوتا جب تک کہ ایجاب وقبول کے الفاظ زبان سے ادا نہ کئے جائیں، اسی طرح نذر کا خیال دل میں آنے سے نذر بھی نہیں ہوتی جب تک کہ نذر کے الفاظ زبان سے نہ کہے جائیں، چنانچہ علامہ شامی نے کتاب الصوم میں شرح ملتقیٰ سے نقل کیا ہے کہ ''نذر زبان کا عمل ہے۔''

آپ نے قرآن پاک کی جو آیت نقل کی اس میں فرمایا گیا ہے ''جو تم نذر مانو'' میں بتاچکا ہوں کہ نذر کا ماننا زبان سے ہوتا ہے، اس لئے یہ آیت اس مسئلے کے خلاف نہیں۔

آپ نے جو حدیث نقل کی ہے کہ ''اعمال کا مدار نیت پر ہے'' اس میں عمل اور نیت کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نیت کرنے سے عمل نہیں ہوتا، بلکہ عمل میں نیت کا صحیح ہونا شرط قبولیت ہے، لہٰذا اس حدیث کی رو سے بھی صرف نیت

اور خیال سے نذر نہیں ہوگی جب تک کہ زبان کا عمل نہ پایا جائے۔

دُوسری حدیث میں بھی دلوں اور عملوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دل کے خیال کا نام عمل نہیں، البتہ عمل کے لئے دل کی نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے، اور آپ نے جو حدیث نقل کی ہے کہ ''نذر مت مانا کرو'' یہ حدیث صحیح ہے مگر آپ نے اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''اس قسم کی نذر لایعنی اور ممنوع ہے'' یہ نتیجہ غلط ہے، کیونکہ اگر حدیث شریف کا یہی مطلب ہوتا کہ نذر لایعنی اور ممنوع ہے تو شریعت میں نذر کے پورا کرنے کا حکم نہ دیا جاتا، حالانکہ تمام اکابر امت متفق ہیں کہ عبادت مقصودہ کی نذر صحیح ہے اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

حدیث میں نذر سے جو ممانعت کی گئی ہے علماء نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں، ایک یہ کہ بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ نذر مان لینے سے وہ کام ضرور ہوجاتا ہے، حدیث میں اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا گیا ہے کہ نذر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ٹلتی، دوم یہ کہ بندے کا یہ کہنا کہ اگر میرے مریض کو شفا ہوجائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا مال صدقہ کروں گا ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودے بازی ہے، اور یہ عبدیت کی شان نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ رہتا نہیں تھا

س…… ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقے کے متعلق سیکڑوں واقعات اور احادیث شریف کا ذخیرہ ہے اور دوسری طرف انہیں کتابوں میں اچھا خاصا سامان مثلاً تیس غلام، سو بکریاں، گھوڑے، خچر، اونٹنیاں وغیرہ کی ملکیت آپؐ کی طرف منسوب کی گئی ہے، ابن قیمؒ کی زاد المعاد اور مولانا تھانویؒ کی نشر الطیب میں اس کی پوری تفصیل ہے، یہ تضاد کیسے رفع ہو؟

ج…… آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز رہتی نہیں تھی، آتا تھا اور بہت کچھ آتا تھا مگر چلا جاتا تھا، زاد المعاد یا نشر الطیب میں ان چیزوں کی فہرست ہے جو وقتاً فوقتاً آپؐ کے پاس رہیں، یہ نہیں کہ ہمہ وقت رہیں۔

فہرست

س...... طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضور علیہ السلام ایک مینڈھا تمام امت کی طرف سے اور ایک اپنی آل اولاد کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص قربانی نہیں کرتا تھا۔

ج...... ''قربانی کیا کرتے تھے'' کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے ایک مینڈھا آپؐ نے قربان کیا اور فرمایا کہ یہ میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہ کرسکیں۔ مشکوٰۃ شریف ص:۱۲۷ میں بروایت مسلم حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے مینڈھا ذبح فرمایا اور دعا کی یا اللہ قبول فرما محمد کی طرف سے اور آلِ محمد سے اور امت محمدیہ کی طرف سے، ایک مینڈھے میں تو دو آدمی بھی شریک نہیں ہوسکتے، اس لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہر شخص قربانی نہیں کرتا تھا صحیح نہیں۔

عذر کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرنا ترکِ سنت نہیں

س...... کسی مسلمان کی دعوت طعام بغیر کسی شرعی عذر کے رد کرنا کیسا ہے؟ حضور علیہ السلام سے کسی کی دعوت کا رد ثابت نہیں بلکہ آپؐ دعوت سے بہت خوش ہوتے تھے، ایک دعوت میں حضرت عائشہؓ کو اصرار کرکے شریک کیا، ایک حجام کی دعوت قبول کرنا بھی آپؐ سے ثابت ہے۔

ج...... قبولِ دعوت بھی مسلمان کے حقوق میں سے ایک حق ہے، اس لئے بغیر عذر کے رد نہیں کرنا چاہئے، البتہ عذر کی نوعیت مختلف ہوسکتی ہے، اگر کوئی محض کسی عذر کی وجہ سے معذرت چاہتا ہے تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا تارکِ سنت نہیں۔

میّت کے گھر کا کھانا

س...... میّت کے گھر کھانا اور جو لوگ میّت کے گھر آئیں ان کو کھلانا دونوں کو علماء منع کرتے ہیں جب کہ بہت سے صحابہؓ اور اہل اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ میرے جنازے میں شریک لوگوں کو کھانا کھلانا، حضرت ابوذرؓ نے بکری اور حضرت عمران بن حصینؓ نے اونٹ ذبح کرکے کھلانے کی وصیت کی، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک میّت کو دفن

فہرست

کر کے اہلِ میّت کے گھر کھانے کو گئے مگر بکری چونکہ مالک کی مرضی کے بغیر ذبح ہوئی تھی اس لئے بغیر کھائے واپس آگئے۔

ج…… میّت والوں کو کھلانے کا تو حکم ہے اس سے منع نہیں کیا جاتا، جس چیز سے منع کیا جاتا ہے وہ میّت کے ایصالِ ثواب کا کھانا کھانا ہے، "طعام المیّت یمیتُ القلب" (مردے کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے) حضرت ابوذرؓ کی وصیت آنے والے مہمانوں کو کھلانے کی تھی اور مہمانوں کو کھلانے سے منع نہیں کیا جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس واقعہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اس روایت کے نقل کرنے میں صاحبِ مشکوٰۃ سے تسامح ہوا ہے، مشکوٰۃ میں "فاستقبله داعی امراته." کے الفاظ ہیں جس کا مفہوم ہے: "آپ اہلِ میّت کے یہاں کھانے کے لئے گئے" اصل کتاب میں جو الفاظ منقول ہیں اس کا مفہوم ہے: "واپسی میں کسی عورت کے قاصد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔" یہ بلانے والی عورت اہلِ میّت سے نہیں تھی لہٰذا اس روایت سے میّت کے گھر کا کھانا کھانے پر استدلال صحیح نہیں۔

اہلِ میّت کا گھر میں کھانا

س…… آپ نے فرمایا ہے: "جس چیز سے منع کیا جاتا ہے وہ میّت کے ایصالِ ثواب کا کھانا کھانا ہے، اور حضرت ابوذرؓ کی وصیت مہمانوں کو کھلانے کی تھی اور مہمانوں کو کھلانے سے منع نہیں کیا جاتا۔"

ا:…… جب کسی کی موت واقع ہوتی ہے تو جو لوگ دور سے اور قریب سے جنازے میں شرکت کے لئے آتے ہیں وہ سب مہمان ہی ہوتے ہیں، بعد دفن وہی لوگ اور ان کی عورتیں کھانا کھاتے ہیں، یہ کھانا کیسا ہے؟

ج…… اس کے جواز میں کیا شبہ ہے؟ مگر حکم یہ ہے کہ اہلِ میّت اور ان کے مہمانوں کو دوسرے لوگ کھانا دیں۔

ایصالِ ثواب کے کھانے سے خود کھانے کا حکم

س…… آپ نے فرمایا "ایصالِ ثواب کا کھانا منع ہے" میں جب اپنے والدین یا مشائخ کے

ایصال ثواب کے لئے کھانا تیار کراتا ہوں تو اس میں سے خود بھی کھاتا ہوں اور اپنے ہمسایوں اور کچھ فقرأ و مساکین کو بھی دیتا ہوں۔ ابھی عید پر ایک جانور حضور علیہ السلام کی طرف سے ایصال ثواب کیا، خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا، کیا یہ سب ناجائز ہوا؟ خانقاہ مشائخ میں جو ہر وقت دیگیں چڑھی رہتی ہیں جس کو عرف میں لنگر کہتے ہیں وہ ایصال ثواب ہی کا کھانا ہوتا ہے جس کو بڑے بڑے اولیأ اللہ بڑی رغبت سے کھایا کرتے تھے، حضرت نظام الدین اولیأ کا لنگر، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کا لنگر مشہور ہے، جس پر وہ اپنے مشائخ کی فاتحہ ایصال ثواب کیا کرتے تھے، سچے عقیدت مند لنگر کی دال اور سوکھی روٹی کو اپنے گھر کے مرغن کھانوں پر ترجیح دیتے اور تبرک کہتے تھے، شہدائے کربلا کو کھانے اور شربت وغیرہ سے ایصال ثواب کرتے ہیں، غنی اور فقیر سب کھاتے ہیں، اور ایصال ثواب صرف کھانے ہی سے نہیں بلکہ ہر نیک کام جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، کرکے، ہوسکتا ہے؟ لوگ اپنے مردوں کے ایصال ثواب کے لئے درخت لگاتے ہیں، پل، سڑک، کنواں بنواتے ہیں، اس سے غنی فقیر سب مستفید ہوتے ہیں، سو اگر ایصال ثواب کا کھانا ناجائز تو ان اشیأ سے استفادہ بھی ناجائز، حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے جو کنواں کھدوایا تھا اس سے بغیر تخصیص غنی فقیر سب مسلمان استفادہ کرتے تھے، جس زمانے کے اعراس جائز تھے وہاں بڑے بڑے مشائخ اولیأ اللہ جاتے تھے اور ایصال ثواب کا کھانا کھایا کرتے تھے۔

ج...... ا:......ایصال ثواب تو اسی طعام کا ہوگا جو مستحقین کو کھلایا جائے، جو خود کھالیا یا عزیز و اقارب کو کھلایا اس کا ایصال ثواب نہیں۔

۲:......قربانی سے مقصود "اراقۃ الدم" ہے، جب آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کردی تو بشرط قبولیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ثواب پہنچ گیا۔ گوشت خود کھالیں یا محتاجوں میں تقسیم کردیں یا دعوت کرکے کھلادیں۔

۳:......مشائخ کے یہاں لنگر ایصال ثواب کے لئے نہیں ہوتے بلکہ واردین اور صادرین کی ضیافت کے لئے ہوتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھنا مشائخ سے محبت اور عقیدت کی

فہرست

بنائی پر ہے، اس لئے نہیں کہ یہ کھانا چونکہ فلاں بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لئے ہے اس لئے متبرک ہے۔ اور اس کھانے پر اپنے مشائخ کا نام پڑھنا بھی ان مشائخ کی نسبت کے لئے ہے گویا اپنے مشائخ کو بھی اس ایصالِ ثواب میں شریک کرلیا گیا ہے اور سب سے اہم تر یہ کہ مشائخ کا عمل شریعت نہیں کہ اس کی اقتدا لازمی ہو، البتہ ان اکابر سے ہماری عقیدت اور حسنِ ظن کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے افعال و اقوال اور ان کے احوال کی ایسی توجیہ کریں کہ یہ چیزیں شریعت کے مطابق نظر آئیں، اگر ہم کوئی ایسی توجیہ نہیں کرسکتے تب بھی ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے یہ سمجھیں کہ ان بزرگوں کے پیشِ نظر کوئی توجیہ ہوگی، الغرض ان پر طعن بھی نہ کریں اور ان کے افعال کو شریعت بھی نہ بنائیں۔

ضیافت، ایصالِ ثواب اور مکارمِ اخلاق کا فرق

س…… آپ نے فرمایا ہے کہ ایصالِ ثواب تو اسی کھانے کا ہوگا جو مستحقین کو کھلایا جائے، جو خود کھالیا یا عزیز و اقربا کو کھلایا اس کا ایصالِ ثواب نہیں، اس جواب سے مندرجہ ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱:…… بقول حضرت تھانویؒ ایصالِ ثواب کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے کوئی نیک عمل کیا اس پر ہمیں ثواب ملا، ہم نے درخواست کی کہ الٰہی اس عمل نیک کے ثواب کو ہم اپنے فلاں عزیز یا شیخ کو بخشتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا: "**اطعموا الطعام**" یہ حکم مطلق ہے اس میں غنی یا فقیر کی کوئی قید نہیں، اب اگر اس حدیث کے امتثال امر میں اپنے عزیز و اقرباً اور دوسرے بزرگوں کو کھانا کھلاؤں اور نیت کروں کہ الٰہی اس کا ثواب میرے والدین یا شیخ کو ملے تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے اور کھانے والوں نے کون سا گناہ کیا؟

۲:…… جیسے پہلے سوال میں عرض کیا تھا کہ ایصالِ ثواب کھانے کے علاوہ سڑک بنواکر، سایہ دار، میوہ دار درخت لگواکر، پانی کی سبیل لگواکر یا کنواں وغیرہ کھدواکر بھی کیا جاتا ہے اور اس سے غنی فقیر سب فائدہ اٹھاتے ہیں، تو اگر ایصالِ ثواب کا کھانا صرف فقرأ اور مساکین کے لئے ہے تو یہ امور بھی صرف ان کے ہی لئے ہونے چاہئیں مگر ایسا نہیں ہے، غنی فقیر سب سائے میں بیٹھتے ہیں، کنویں کا پانی پیتے ہیں، سڑک پر چلتے ہیں، راستے میں سبیل

فہرست

سے پانی پیتے ہیں، حضرت سعد بن معاذؓ کے کنویں سے جو انہوں نے اپنی ماں کے ثواب کے لئے بنوایا تھا سب مسلمان استفادہ کرتے تھے۔

۳:......شریعت کے فقہأ نے جس کھانے کو منع کیا ہے وہ میّت کے گھر کا کھانا ہے، اور وہ بھی مکروہ کہا گیا ہے، اور علت اس کی یہ بیان کی گئی ہے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے سو جو کام خوشی کے موقع پر کیا جائے وہ اگر غمی میں ہو تو مکروہ ہے۔ بزرگوں اور اولیاء اللہ کے ثواب کے لئے جو کھانا پکتا ہے وہاں یہ علت نہیں پائی جاتی کیونکہ ان کی وفات کو عرصہ گزر چکا ہوتا ہے اور وہ کوئی غمی کا موقع نہیں ہوتا۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے ''راہ سنت'' کتاب میں اس سلسلے میں جتنے بھی حوالے دیئے ہیں ان سب میں موت سے تین دن کے اندر اندر جو ضیافت ہے وہ مکروہ بتائی گئی ہے، برسوں کے بعد مشائخ یا والدین کے ایصال ثواب کے لئے جو کھانا پکاتے ہیں اس کا کوئی حوالہ نہیں، براہ کرم ان تین اشکالات کا نمبروار جواب عطا فرمائیں۔

ج......کھانا کھلانا مکارم اخلاق میں سے ہے، مگر نیک کام غربأ کو کھانا کھلانا ہے، اسی کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے، خود کھا پی لینا یا دولت مند احباب کو کھلا دینا اور نیت بزرگوں کے ایصال ثواب کی کر لینا یہ عقل میں نہیں آتا، ہاں ایک صورت اور ہے اہل حرمین میں مشہور ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی شخص کسی کی دعوت کرتا ہے تو یہ دعوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے کیونکہ حجاج ضیوف الرحمٰن ہیں اور جو مدینہ منورہ میں دعوت کرتا ہے وہ دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہوتی ہے کیونکہ زائرین مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، پس اس کھانے میں بھی ایصال ثواب کی نیت نہیں ہوتی بلکہ یہ کھانا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کھلایا جاتا ہے۔

صدقہ نہیں صلہ رحمی ہے

س......آپ نے سوال کے دوسرے اور تیسرے حصہ کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا: ''نیک کام غرباء کو کھلانا ہے'' بندے کے خیال میں ہر ایک کھلانا نیک کام ہے، ''اَطْعِمُوا الطَّعَامَ''، میں غرباء کی تخصیص کہاں ہے؟ ''وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی'' میں

غریب کی تخصیص کہاں ہے؟ غنی فقیر ہر رشتہ دار اس میں آتا ہے۔

ج...... غرباء کو کھلانا صدقہ ہے، ذوی القربیٰ کو دینا صلہ رحمی ہے اور عام لوگوں، وارد ین و صادرین کو کھانا دینا مکارم اخلاق ہے، بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا دینا صدقہ ہے اور علیٰ حبہ کی شرط سب میں ملحوظ ہے، البتہ بزرگوں کی طرف سے کھلانا ضیافت ہے۔

کیا یہ صدقہ میں شمار نہیں ہوگا؟

س...... اس مرتبہ بھی آپ نے سابقہ سوال کے دوسرے اور تیسرے حصہ کا جواب نہیں دیا، غالباً ذہن سے نکل گیا ہوگا اس لئے وہ سوال دوبارہ منسلک کرتا ہوں، آپ نے فرمایا غریبوں کو کھلانا صدقہ، رشتہ داروں کو کھلانا صلہ رحمی اور عام لوگوں کو کھلانا مکارم اخلاق سے ہے۔ محترم! یہ سارے کام صدقہ ہی کے ذیل میں آتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستے سے کانٹا ہٹانا صدقہ، بیوی کے منہ میں لقمہ دینا صدقہ، ماں باپ کو محبت کی نظر سے دیکھنا صدقہ اور صلہ رحمی کے ضمن میں بھی آپؐ نے فرمایا: ”صلہ رحمی کرو اپنے رشتہ داروں سے امیر ہوں یا غریب۔“

ج...... میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ کھانا کھلانا مکارم اخلاق میں سے ہے لیکن جو کھانا ثواب کی نیت سے کھلایا جائے اس کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے، قرآن کریم میں ہے: ”وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا“ گھر والوں کو کھلانا بھی صدقہ، دوست احباب کو کھلانا بھی صدقہ مگر ان کھانوں کا ایصال ثواب کوئی نہیں کرتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری ذبح کرائی اور فرمایا اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے یہ فرما کر آپؐ باہر تشریف لے گئے واپسی پر پوچھا کہ گوشت سارا تقسیم ہوگیا، عرض کیا گیا کہ صرف ایک ران بچی ہے! آپؐ نے فرمایا سارا بچ گیا بس صرف یہی ران نہیں بچی۔ الغرض اس ناکارہ کے خیال میں ایصال ثواب اس کھانے کا کیا جاتا ہے جو صرف ثواب کی غرض سے کھلایا جائے۔ دوسرے کھانوں میں دوسری اغراض بھی شامل ہو جاتی ہیں خواہ وہ بھی خیر کی اور بالواسطہ ثواب کی ہوں، مگر ان کا ایصال ثواب نہیں کیا جاتا، آپ اگر اس کو عام سمجھتے ہیں تو میں منازعت نہیں کرتا، بس یہ بحث ختم۔

کنواں یا سڑک کا ایصالِ ثواب؟

س...... آپ نے فرمایا ''بس یہ بحث ختم'' اس لئے بندہ حکم عدولی تو نہیں کرے گا، تاہم اس کا جواب آپ کے ذمہ رہے گا کہ کھانا صرف غرباء کو کھلا کر ایصالِ ثواب ہوگا ورنہ نہیں تو لوگ ایصالِ ثواب کے لئے جو سڑک بنواتے ہیں، کنواں کھدواتے ہیں، درخت سایہ دار لگاتے ہیں تو کیا ان کو بھی غرباء کے نامزد کیا جائے گا جب ایصالِ ثواب ہوگا یا جو بھی فقیر غنی اس سے فائدہ اٹھائے ایصالِ ثواب ہوجائے گا؟

ج...... یہ رفاہِ عامہ کے کام ہیں اور صدقۂ جاریہ ہے اور صدقۂ جاریہ کا ثواب منصوص ہے۔

فرمودۂ رسول سو حکمتیں رکھتا ہے

س...... آپ کا ارسال کردہ جواب مل گیا ہے پڑھ کر مکمل مایوسی ہوئی، آپ نے میرے صرف ایک سوال کا جواب تسلّی بخش دیا ہے، جس کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔

میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ ساز سننا کیوں ناجائز ہے؟ یا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آلات کے ساتھ راگ سننا شریعت اور تصوف میں ناجائز ہے، تو آپ کا مطلب صرف اور صرف یہی ہے کہ بعض بزرگانِ دین جنہیں ہم اور تاریخ تسلیم کرتی ہے، وہ شریعت اور تصوف کے خلاف کام کرتے تھے، اور میں نے سنا ہے کہ جو شخص ایک بھی عمل حضورؐ کی سنت اور شریعت کے خلاف کرے وہ مرشد نہیں شیطان ہے، تو گویا آپ نے بالواسطہ طور پر ان تمام بزرگانِ دین کو جو آلات کے ساتھ محفل سماع سنتے تھے (نعوذ باللہ) ناجائز امور کا مرتکب قرار دیا؟

۲:...... محترم علامہ صاحب میں نے سوال کیا تھا کہ ٹیلیویژن یا اور طرح کی چلتی پھرتی تصاویر دیکھنا کیوں منع ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کیونکہ رسولؐ نے تصاویر سے منع فرمایا ہے اور بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، تو محترم بزرگ اس اتنی سی بات کا تو ہمیں پہلے ہی علم تھا مگر تسلّی کس چیز کا نام ہے؟ آپ کا علم کیا کسی کو مطمئن کرنے کے لئے نہیں ہوسکتا؟ یہ کوئی جواب نہیں ہے، مجھے اتنا علم ہے کہ حضورؐ نے ہر بات کے لئے اس کا جواز

بیان فرمایا ہے اور میں وہ جواز جاننا چاہتا ہوں۔

۳:...... میرا تیسرا سوال یہ تھا کہ ایک کتاب میں یہ تحریر تھا کہ اگر کسی نے اپنے مکان کی عمارت کی بلندی ساڑھے گیارہ فٹ سے زیادہ کی، اس پر خدا کا عذاب ہوا، آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں، اور اس رسالہ کی تمام روایات مستند نہیں ہیں۔ میں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ مستند ہیں یا نہیں؟ یا آپ نے پڑھی ہیں یا نہیں؟ میں نے تو صرف یہی پوچھا تھا کہ آیا یہ درست ہے یا غلط؟

اس سے پہلے میں نے جو خط ارسال کیا تھا اس کے ساتھ ڈاک ٹکٹ بھی تھا واپسی کا، مگر مجھے بیرنگ خط موصول ہوا جس کی مجھے خوشی ہوئی کیونکہ اگر خدا نے روزِ قیامت یہ سوال کیا کہ تم دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو صرف میں یہی جواب دوں گا کہ ایک عالم کی گردن پر قرض چھوڑ آیا ہوں، اور اس کے بدلے میں اپنی بخشش مانگوں گا، اگر آپ کو میرا حق رفع کرانا ہے تو اس کے لئے مجھے تلاش کریں بالکل اسی طرح جس طرح آپ نے فرمایا کہ باطنی رہنمائی کے لئے کسی بزرگ کو خود تلاش کرو۔

ج...... آپ کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ خلافِ سنت کرنے والا ولی نہیں ہوسکتا، اس لئے جن بزرگوں کی طرف آلات کے ساتھ راگ سننے کی نسبت کی جاتی ہے یا تو یہ نسبت ہی غلط ہے، یا یہ کہ وہ اس کو جائز سمجھتے ہوں گے، اس لئے معذور ہیں۔

۲:...... جس شخص کی تسلّی ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوسکتی، اس کی تسلّی میرے بس میں نہیں، ارشاداتِ نبویؐ میں حکمتیں ضرور ہیں، اور بحمداللہ بقدرِ ظرف معلوم بھی ہیں، لیکن ان کے بغیر تسلّی نہ ہونا غلط ہے، الحمدللہ ہمیں ایک بھی حکمت معلوم نہ ہو تب بھی فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سو حکمتیں رکھتا ہے۔

۳:...... جب میں واقف ہی نہیں تو صحیح یا غلط کا کیا فیصلہ کرسکتا ہوں۔

۴:...... ہم نے ٹکٹ لگا کر بھیجا تھا، ممکن ہے اُتر گیا ہو، یا اُتار لیا گیا ہو، اگر ایک ٹکٹ کا قرض آپ کی نجات کے لئے کافی ہوجائے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔

مدارس و مساجد کی رجسٹریشن کا حکم

س…… آج کل جو مدارس دینیہ و مکاتب قرآنیہ اور مساجد کو جو کہ وقف للہ ہوتے ہیں، رجسٹرڈ کرایا جاتا ہے، تو اس رجسٹریشن سے کیا وہ ادارہ اپنی وقف للہ کی حیثیت پر باقی رہتا ہے؟ اس رجسٹریشن سے کیا وقف کی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟ اس سلسلہ کے درج ذیل شبہات کا جواب مطلوب ہے:

۱:…… کیا اس سے وقف للہ کا تحفظ مزید ہو جاتا ہے؟

۲:…… اس سے مسلک کی حفاظت ہو جاتی ہے؟

۳:…… کیا اندرون و بیرون کے شرور سے وہ ادارہ اور اس کے متعلقین و متعلقات محفوظ ہو جاتے ہیں؟

۴:…… شوریٰ (یعنی رجسٹرڈ باڈی) کو اخلاص و یکسوئی سے کام کرنے کی سہولت ہو جاتی ہے؟ جب کہ رجسٹریشن کے عدم جواز کے سلسلہ میں ایک فتویٰ کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں جب حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب زید مجدہ جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا مفتی زین العابدین زید مجدہ دار العلوم فیصل آباد، مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب زیدہ مجدہ دار العلوم کراچی، مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی زید مجدہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے درج ذیل تحریری جوابات دیئے:

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی کا فتویٰ:

س…… مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہمارا قدیم مدرسہ ہے، جس کی شوریٰ/ سرپرستان ممبران و اکابرین علمائے ہندوستان رہے ہیں۔ اس وقت بھی بفضلہ تعالیٰ شوریٰ کے اراکین جید علماً اور معروف دیندار اور مخیّر تجار ہیں۔ مدرسہ کی اب تک رجسٹریشن نہیں ہوئی تھی، دار العلوم دیوبند کے فتنہ کے بعد اراکین شوریٰ اور ہمدردان مظاہر علوم کی رائے ہوئی کہ مدرسہ مظاہر علوم کو استحکام بخشنے کے لئے اور اندرونی و بیرونی انسانی شرور سے محفوظ رکھنے کے لئے سبب کے طور پر رجسٹرڈ کرالیا جائے، چنانچہ مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس

میں (جو کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کی بیماری کی وجہ سے نظام الدین میں ہوا) متفقہ طور پر طے پایا کہ مدرسہ مظاہر علوم کی شوریٰ کو رجسٹرڈ کرالیا جائے۔ سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے ضابطہ کے مطابق کسی بھی ادارہ کے تین عہدہ داران ضروری ہوتے ہیں، نمبر۱: صدر، نمبر۲: سیکریٹری، نمبر۳: خازن۔ سیکریٹری کی طرف سے رجسٹریشن آفس میں ادارہ کی رجسٹریشن کی درخواست پیش کرنی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کو سیکریٹری مقرر کیا گیا، چنانچہ ان کے دستخط سے رجسٹریشن کی درخواست داخل کردی گئی، جس کی کاروائی جاری ہے۔

سائل نے آج سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کرانے والے ماہرین اور وکلاً سے رجسٹریشن ایکٹ اور اس کے تحت رجسٹریشن کرانے یا ہونے والے اداروں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں، یہ تفصیلات بھی لف ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجسٹریشن سے کسی بھی ادارہ کے کسی بھی وقف کو نقصان پہنچنے کا قطعاً کوئی احتمال نہیں ہے۔ نہ ہی اس میں حکومت کی کوئی مداخلت ہے، بلکہ رجسٹریشن کے بعد ادارہ کی ملکی قانون کے اعتبار سے قانونی حیثیت اس درجہ میں بن جاتی ہے کہ واقعی یہ ایک باقاعدہ ادارہ ہے۔ اور اگر کبھی اس کو اندرونی یا بیرونی شر سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو ملکی قانون کی طرف سے اس کو تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔

اندریں صورت آپ سے درخواست ہے کہ کیا رجسٹریشن موجودہ حالات میں کرانا شرعاً جائز بلکہ ضروری نہیں ہے؟ سائل صغیر احمد۔ لاہور

از احقر جمیل احمد تھانوی سابق مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون حال مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور یہ عرض کرتا ہے کہ آپ کے استفتاء میں صرف دو چیزیں ہیں انہی کے متعلق تفصیل سے عرض ہے:

۱:......رجسٹریشن شرعاً ضروری ہے اور نہ کرانے پر گناہ ہو، یہ تو نہیں کہا جاسکتا مگر ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا، جیسے تمام بیع ناموں، ہبہ ناموں، وقف ناموں، اقرار ناموں اور اب ایک طویل عرصہ سے نکاح ناموں کا رجسٹریشن جائز ہے مگر شرعاً ضروری کہ جس کے بغیر

فہرست

صحیح ہی نہ ہو یا نہ ہونے پر گناہ ہو، نہیں ہے، ہاں ایک قسم کی حفاظت کا قانونی ذریعہ ضرور ہے اور صدیوں سے تمام مسلمانوں کا اس پر تعامل بلانکیر ہے، اور عرصہ سے تو نکاحوں، مسجدوں، انجمنوں، دینی وغیر دینی مدارس، رفاہ عام کے اداروں کی رجسٹریشن کا معمول ہے، جو حفاظت کے لئے نہایت مستحسن ہے، خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ انگریزوں کے جمہوریت کے دلفریب پروپیگنڈہ نے اعلیٰ سے اعلیٰ دماغوں کو بھی متأثر کردیا ہے، اکثریت کے بل بوتہ پر یا حکومت کی طرف سے اس کی اعانت پر شخصی قومی بلکہ خدائی اوقاف پر بھی روز روز ڈاکے ڈالے جارہے ہیں، اگر رجسٹریشن سے ان کی حفاظت ہوسکتی ہے تو چونکہ ہر شخص پر اپنی مملوکات اور ہر مسلمان پر خدائی مملوکات یعنی اوقاف کی حفاظت واجب ہے حتیٰ کہ اس کی حفاظت میں: "من قتل دون مالہ فهو شهيد" تک جانے کی بھی اجازت ہے اور رجسٹریشن اسبابِ حفاظت میں سے ہے تو ایک درجہ میں استحساناً ضروری ہوجاتا ہے، خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب یہ ڈاکے عام ہورہے ہیں، مقدمۃ الواجب واجب، کہنے کی بھی گنجائش ہے مگر حفاظت کے طریقے دوسرے بھی ہیں۔

اس کو مداخلت فی الدین کہنا بے اصل ہے، صدیوں سے سب کو تمام رجسٹریوں کا تجربہ ہورہا ہے کہ رجسٹری سے کسی کی ملک نہ نکاح میں طلاق میں، کسی مسجد و ادارہ میں کوئی مداخلت ہے اور نہ رجسٹری کے قانون میں اس کی گنجائش ہے، ہاں مخالفوں کی مداخلت سے ایک گونہ بچاؤ ہے اور یہ سب چیزوں میں ہے اور سب کے تجربہ سے ہے۔

۲: یہ فتویٰ بہ چند وجوہ نا قابلِ اعتبار ہے:

الف:...... مدرسہ کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمود حسن صاحب کے دستخط کے بغیر ہے کسی ناتجربہ کار نوآموز کی اپنی رائے ہے، حقیقت مفتی اعظم سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

ب:...... دستخط کرنے والوں میں کوئی فتوے کا ماہر نہیں اس طرح ایرے غیرے کے تو ہزار دستخط بھی کالعدم ہیں۔

ج:...... مولانا محمد یحییٰ خود مدرسہ کے کہنہ مشق مفتیٔ مدرسہ ہیں برس ہا برس سے کام کرنے والے، وہ کہہ رہے ہیں: "احقر کو سوالات سے پوری لاعلمی ہے"، لہٰذا جن امور

فہرست

پر فتویٰ کی بنیاد ہے اگر وہ صحیح ہوتے تو مدرسہ میں کے برسوں کے مفتی صاحب کے لئے غیر معلوم کیسے ہوسکتے تھے؟

د:...... مفتی محمد یحییٰ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ''معلوم نہیں واقعہ ایسا ہی ہے یا اور کچھ ہے'' انہوں نے بتادیا کہ جب تک واقعات کی تحقیق نہ ہو فتویٰ درست نہیں اس لئے دستخط سے معذوری کردی۔

ہ:...... کوئی بات بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہوسکتی، جھوٹ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے خود جھوٹ بن کر رہ جاتا ہے۔

و:...... لاہور کے اس افسر سے جو اس محکمہ کا خوب ماہر ہے اس کی تحقیق منسلک ہے کہ ''ایسا کوئی اندیشہ نہیں، کوئی مداخلت نہیں ہوتی، بلکہ مخالفوں کے خطرے کا سدباب ہے'' جس سے اس کا ہونا ضروری بات ثابت ہے گو شرعی واجب نہ ہوا احتیاطی واجب ہوگا اور برسوں کے سب کے تجربات الگ اور اگر کوئی اندیشہ ہوا تو علیحدگی کی کوشش بھی تو ممکن ہے وقتی مضرات سے تو حفاظت ہوگی۔

ز:...... فتویٰ کا مدار چار نمبروں پر ہے:

اوّل:...... سیکریٹری ہونا جھوٹ ہے، مگر اس کے لئے ان سے ثبوت لیا جاسکتا ہے، اگر نظام الدین میں مجلس شوریٰ کا اجتماع اور سب کا ان کو سیکریٹری بنادینا ثابت کردیا گیا تو یہ دفعہ خود جھوٹ بن کر رہ جائے گی۔

دوم:...... اگر یہ صحیح ہو تو علم وتدبر تو ایک عام مفہوم ہے اس میں اس کے انواع داخل ہیں، علم دین کا مدرسہ بھی داخل ہے اسے جھوٹ کہنا خود جھوٹ ہوگا۔

سوم:...... سوسائٹی انگریزی لفظ ہے جاننے والوں سے مفہوم معلوم کیا جائے بظاہر چند افراد کا مجموعہ ہی تو ہے تو اس کے عموم میں مجلس شوریٰ بھی داخل ہے اس کو دینا، اس کے زیر اہتمام مدرسہ کو دینا ہے نہ کہ ان کی ذاتوں کو اور زیر اہتمام وقف ہے تو وقف کو ہی دینا ہوا جھوٹ کیسے ہوا؟

چہارم:...... ادارہ اور سوسائٹی کے معنی میں عام خاص کی نسبت ہے عام ہر خاص

فہرست

پر مشتمل ہوتا ہے تو جھوٹ کیونکر ہوا؟

پھر انہی نمبروں کی بنیاد پر چند سوالات قائم کئے گئے ہیں:

سوال......۱: کا جواب خلاف شرع کیوں ہے جب کہ مجلس شوریٰ اس کی نوع پر مبنی ہے۔

سوال......۲: مداخلت فی الدین کا امکان۔ اب امکان تو ہر کافر بلکہ ہر غیر متدین حکومت میں ہر وقت ہر مسئلہ میں رہتا ہے آخر ہر حکومت حکومت ہی تو ہے، پھر زندگی ہی منقطع ہوکر رہ جائے گی۔

مگر ایسے امکانات حکم کے مدار نہیں ہوسکتے خصوصاً جب تجربات خلاف کا اعلان کررہے ہیں۔

سوال......۳: ٹھیک ہے مگر کذب وملف کا ثبوت ضروری ہے جو عدالت یا تحکیم سے ہوسکتا ہے۔

سوال......۴: جی ہاں اگر ثبوت شرعی سے فسق ثابت ہوجائے اگر نہ پائے تو جھوٹا الزام لگانے والوں پر تعزیر لازم ہے۔

سوال......۵: جب کہ زید کا کفر یا فسق ثابت ہو اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو، اور معاون کا کفر یا کبیرہ کی مدد اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو، ورنہ عدم ثبوت پر الزام سے تعزیر تعذیر ہے۔

ح:......جن مفتی صاحب کا فتویٰ ہے گو وہ بڑے مفتیوں کے اور ان کی تصدیق سے خالی ہوتے ہوئے نا قابل اعتبار ہے پھر بھی ''اگر ایسا ہو'' سے مقید ہے اس لئے جب تک سوال کے مندرجات ثابت نہ ہوں گے یہ فتویٰ ہی نہیں ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط۔

ط:......ناواقف صاحبان کے دستخط اسی دھوکہ پر ہوئے کہ واقعہ ایسا ہے......اگر وہ واقعات ثابت نہ ہوئے تو یہ کالعدم ہیں، لہٰذا کوئی چیز قابل اعتبار نہیں۔

ی:......جب تک ثبوت عدالت یا تحکیم سے ثابت نہ ہوں ان کا الزام تعزیر کا مستحق ہے واللہ اعلم۔

جمیل احمد تھانوی

مفتی زین العابدین کا فتویٰ:

الجواب:......رجسٹریشن حفاظت کا قانونی ذریعہ ہے اور تقریباً تمام علماً بلکہ پوری امت مسلمہ کا اس پر تعامل ہے بریں بنا بلا تردد صورت مسئولہ میں رجسٹریشن کرانا مستحسن امر ہے بلکہ بقول مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ العالی مقدمۃ الواجب واجب کہنے کی بھی گنجائش ہے۔فقط (مفتی) زین العابدین، فیصل آباد

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی کا فتویٰ:

حامداً و مصلیاً!

دورِ حاضر میں رجسٹریشن کرانا حفاظت کا ایک قانونی ذریعہ ہے، جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، اس لئے مساجد و مدارس اور مکاتیب قرآنیہ وغیرہ کو رجسٹرڈ کرانا نہ صرف جائز ہے، بلکہ مستحسن ہے، اور رجسٹرڈ کرانے سے وقف کا وقف ہونا ہرگز متاثر نہیں ہوتا، وقف بدستور وقف ہی رہتا ہے بلکہ اس کی حفاظت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے جو شرعاً مطلوب ہے۔ واللہ اعلم۔ بندہ عبدالرؤف سکھروی دارالعلوم کراچی

مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کا فتویٰ:

الجواب:

دینی اور مذہبی تعلیمی ادارے کی بقا اور استحکام میں رجسٹریشن ممد اور معاون ہوتا ہے اور آئندہ پیش آنے والے نزاعات کا فیصلہ بھی اس سے ہوجاتا ہے، اس لئے جائز ہی معلوم ہوتا ہے، رجسٹریشن ہوجانے کے بعد کے خطرات وہم کے درجہ میں ہیں اس لئے اعتبار نہیں جب کہ تجربہ اور عادت سے ثابت ہے کہ غیر مسلم حکومت کا دخل ادارے پر نہیں ہوتا اور وہ حسب سابق اپنی آزادی پر برقرار رہتا ہے اس لئے رجسٹریشن کی کاروائی جائز اور قابل لحاظ ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی حسن

دارالافتاء جامعۃ العلوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۲۳ رصفر ۱۴۰۶ھ

فہرست

نوٹ:...... استفتاء چونکہ مظاہر علوم سہارنپور سے متعلق ہے اس لئے اپنی رائے سے ضرور مطلع فرماویں۔

ج...... ان اکابر کے تفصیلی جوابات کے بعد میرے جواب کی چنداں ضرورت نہ تھی، مگر چونکہ آنجناب کا حکم ہے اس لئے تعمیل حکم میں چند کلمات پیش خدمت ہیں:

رجسٹریشن کی حقیقت یہ ہے کہ: ''کسی ادارے کی طے شدہ حیثیت پر حکومت کے بااختیار ادارے کی مہر تصدیق ثبت کرانا۔'' تاکہ اس کی حیثیت کو تبدیل نہ کیا جاسکے، پس جس ادارے کی جو حیثیت بھی ہو وہ رجسٹریشن کے بعد نہ صرف یہ کہ بدستور باقی رہتی ہے، بلکہ جو شخص اس کی حیثیت کو تبدیل کرنا چاہے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہوسکتی ہے۔

چونکہ فتنہ و فساد کا دور ہے اور بہت سے واقعات ایسے رونما ہوچکے ہیں کہ غلط قسم کے لوگ دینی و مذہبی اداروں کو لاوارث کا مال سمجھ کر ان پر مسلط ہوجاتے ہیں، کبھی اہل ادارہ کو غلط روی پر مجبور کرتے ہیں، کبھی اسی نام سے دوسرا ادارہ قائم کرلیتے ہیں، جس کا نتیجہ عام مسلمانوں کے حق میں انتشار و خلفشار اور اہل دین سے تنفر کے سوا کچھ نہیں نکلتا، اس لئے اکابر کے دور سے آج تک رجسٹریشن کرانے کا معمول بغیر نکیر اور بغیر کسی اختلاف کے جاری ہے، اور فتنوں سے حفاظت کے لئے رجسٹریشن کرانا بلاشبہ مستحسن بلکہ ایک حد تک ضروری ہے، یہ ''تسجیل'' ہی کی ایک صورت ہے جو ہمیشہ اسلامی عدالتوں میں ہوتی رہی ہے، اور جس کے مفصل احکام فتاویٰ عالمگیری جلد ششم میں موجود ہیں، واللہ أعلم وعلمہ أتم وأحکم!

مدرسہ کے چندے کا استعمال

س...... محترم چند باتوں کے متعلق ہر روز سوچتا ہوں اور کوئی بھی فیصلہ کر نہیں سکتا، حق کا متلاشی ہوں، خود مدرسہ جامعہ بنوریہ سے فاضل ہوں اور پشاور یونیورسٹی کا ریسرچ پی ایچ ڈی سکالر ہوں، گاؤں میں مدرسے کی بنیاد رکھی ہے، جس کے لئے میں نے اپنے زیورات دیئے ہیں، اور مدرسہ زیر تعمیر ہے، چند شکوک وشبہات ہیں، عاجزانہ التماس ہے کہ مندرجہ

فہرست

ذیل مسائل کے بارے میں، میں کیا کروں؟

س……۱: مدرسہ کے لئے جو فنڈ ہے یا جو لوگ چندہ دیتے ہیں، ان میں سے میں مدرسہ کے لئے رسید بک، یا لیٹر پیڈ وغیرہ بنا سکتا ہوں؟

س……۲: مدرسہ کے ساتھ تعاون کرنے والے حضرات کے لئے میں مدرسے کی اس رقم سے کچھ اکرام مثلاً چائے یا کھانا وغیرہ کھلا سکتا ہوں؟

س……۳: مدرسہ کے لئے اپنا علیحدہ راستہ ہے، جو ایک ندی سے گزرتا ہے، کیا اس ندی پر پل مدرسہ کی رقم سے تعمیر کرسکتا ہوں، جب کہ وہ راستہ صرف مدرسہ کا ہے؟

س……۴: فی الحال مجھے پشاور یونیورسٹی میں سروس مل سکتی ہے، لیکن میرا ارادہ ہے کہ میں سروس نہیں کروں گا، صرف مدرسہ میں پڑھاؤں گا، میں، میرے بھائی اور والد صاحب (علمی خاندان ہے) ہم اکٹھے رہتے ہیں، اور وہ میرے ساتھ تعاون کرتے ہیں، میرے اور میری بیوی کے اخراجات پورے کرتے ہیں، اگر بالفرض مجھے ضرورت پڑے تو میں مدرسہ کے فنڈ سے اپنے لئے تنخواہ مقرر کرسکتا ہوں؟ اگر کرسکتا ہوں تو کتنا لینا جائز ہوگا؟

محترم! فکرِ آخرت کی وجہ سے ہر وقت سوچتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دین کے نام پر کام شروع کروں اور وہ میرے لئے ہلاکت کا سامان بن جائے، اس لئے آپ سے رابطہ رکھوں گا تاکہ صحیح طریقے پر چل سکوں۔

ج……۱: بنا سکتے ہیں، مگر اس لیٹر پیڈ کو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے استعمال نہیں کرسکتے، صرف مدرسہ کے کاموں کے لئے استعمال ہونا چاہئے، اور اگر ذاتی ضروریات کے لئے آپ کو اس کی ضرورت ہو تو اپنا الگ لیٹر پیڈ بنائیں، اور یہ بھی ضروری ہے کہ مدرسہ کی وہ رقم زکوٰۃ فنڈ کی نہ ہو۔

ج……۲: مدرسہ کے عام چندہ سے نہیں کرسکتے، البتہ خاص اسی مقصد کے لئے چندہ جمع کیا گیا ہو اس سے کرسکتے ہیں۔

ج……۳: کرسکتے ہیں۔

ج……۴: تنخواہ مقرر کرسکتے ہیں، اور اس کے لئے چند دیندار اور ذی فہم لوگوں کو مقرر کردیا جائے، جن سے آپ مشورہ کرسکیں۔

کفار اور منافقین سے سختی کا مصداق

س…… ''یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت شریفہ کی شق اول پر کماحقہ عمل فرمایا مگر شق ثانی یعنی منافقین کے ساتھ اس کے برعکس نرمی اور شفقت فرمائی، بظاہر یہ بات آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

ج…… کفار کے مقابلہ پر غلظت سیف و سنان کے ساتھ تھی اور منافقین کے ساتھ باللسان تھی، جہاں نرمی کی ضرورت ہوتی نرمی فرماتے ورنہ سختی، چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ ایک جمعہ کے موقع پر آپؐ نے نام لے لے کر منافقوں کو مسجد سے نکلوادیا۔

''قم یا فلان فانک منافق. قم یا فلان فانک منافق'' رئیس المنافقین سے نرمی فرمانا اس کے صاحبزادے کی دلجوئی اور دیگر منافقین کو اخلاق کی تلوار سے کاٹنے کے لئے تھا۔

''قریب تھا کہ انبیاء ہوجاتے'' کا مفہوم

س…… حدیث شریف میں ہے کہ ایک وفد کے لوگ آپؐ کے پاس آئے، ان کے اوصاف سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''عجب نہیں انبیاء ہوجائیں۔'' اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کے ساتھ بھی غالباً ایسا ہی فرمایا تھا کہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے، سوال یہ ہے کہ جب آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں تو ''انبیاء ہوجائیں'' یا ''نبی ہوجاتے'' سے کیا مراد ہے؟

ج…… ''عجب نہیں کہ انبیاء ہوجائیں'' یہ ترجمہ غلط ہے، حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: ''حکماء علماء کادوا من فقههم ان یکونوا انبیاء'' صاحب علم، صاحب حکمت لوگ ہیں قریب تھا کہ اپنے فقہ کی وجہ سے انبیاء ہوجاتے۔ عربی لغت میں یہ الفاظ کسی کی مدح میں انتہائی مبالغے کے لئے استعمال ہوتے ہیں حقیقت کے خلاف استدلال کرنا صحیح نہیں، کیونکہ ان کا زندہ رہنا ناممکن تھا تو نبی ہونا بھی ناممکن ہوا۔ اگر نبوت مقدر ہوتی تو ان کو بھی زندہ رکھا جاتا مگر چونکہ ان کی نبوت ناممکن تھی اس لئے ان کی زندگی میں مقدر نہ ہوا۔ صاحبزادہ گرامی کے بارے میں فرمایا تھا: ''اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔'' یہ روایت بھی

بہت کمزور ہے، پھر یہاں تعلیق بالمحال ہے، یہ بحث میرے رسالے ”ترجمہ خاتم النبیین“ میں صفحہ:۲۷۷، ۲۷۸ پر آئی ہے، اس کو یہاں نقل کرتا ہوں:

”اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادۂ گرامی حضرت ابراہیمؓ کی زیارت کی ہے؟ فرمایا: ”مات صغیرًا، ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنه، ولکن لا نبی بعده.“ یعنی وہ صغرسنی ہی میں خدا کو پیارے ہوگئے تھے، اور اگر تقدیرِ خداوندی کا فیصلہ یہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپؐ کے صاحبزادۂ گرامی حیات رہتے، مگر آپؐ کے بعد نبی ہی نہیں (اس لئے صاحبزادے بھی زندہ نہ رہے)۔

(صحیح بخاری باب من سمی بأسماء الانبیاء ج:۲ ص:۹۱۴)

اور یہی حضرت مُلّا علی قاریؒ نے سمجھا ہے، چنانچہ وہ موضوعاتِ کبیر میں ابن ماجہ کی حدیث: ”لو عاش ابراهیم .... الخ“ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”الا ان فی سنده ابوشیبة ابراهیم بن عثمان الواسطی، وهو ضعیف لکن له طرق ثلثة یقوی بعضها بعضًا، ویشیر الیه قوله تعالیٰ: ”ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین.“ فانه یؤمی بانه لم یعش له ولد یصل الی مبلغ الرجال، فان ولده من صلبه یقتضی ان یکون لبّ قلبه، کما یقال: ”الولد سر لابیه.“ ولو عاش وبلغ اربعین، وصار نبیًّا لزم ان لا یکون نبیًّا خاتم النبیین.“ (موضوعاتِ کبیر حرف ”لو“ ص:۶۹ مطبوعہ مجتبائی قدیم)

ترجمہ:......’’اس حدیث کی سند کا ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ضعیف ہے، تاہم اس کے تین طرق ہیں، جو ایک دُوسرے کے مؤید ہیں، اور ارشادِ خداوندی: ’’....وخاتم النبیّن‘‘ الخ بھی اسی جانب مشیر ہے، چنانچہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپؐ کا کوئی صاحبزادہ زندہ نہیں رہا، جو بالغ مردوں کی عمر کو پہنچتا، کیونکہ آپؐ کا بیٹا، آپؐ کی صلب مبارک سے تھا، اور یہ امر اس کو مقتضی تھا کہ وہ آپؐ کا ثمرۂ ادل (یعنی آپؐ کے محاسن وکمالات کا جامع) ہوتا، جیسا کہ مثل مشہور ہے: ’’بیٹا باپ پر ہوتا ہے۔‘‘ اب اگر وہ زندہ رہتا اور چالیس کے سن کو پہنچ کر نبی بن جاتا تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپؐ خاتم النبیین نہ ہوں۔‘‘

مُلّا علی قاریؒ کی تصریح بالا سے واضح ہوجاتا ہے کہ:

الف:......آیت خاتم النبیین میں ختم نبوت کے اعلان کی بنیاد نفی اُبُوّت پر رکھ کر اشارہ اس طرف کیا گیا ہے کہ آپؐ کے بعد ہمیں کسی کو نبوت عطا کرنا ہوتی تو ہم آپؐ کے فرزندانِ گرامی کو زندہ رکھتے، اور انہیں یہ منصب عالی عطا فرماتے، مگر چونکہ آپؐ پر سلسلۂ نبوت ختم تھا، اس لئے نہ آپؐ کی اولادِ نرینہ زندہ رہی، نہ آپؐ کسی بالغ مرد کے باپ کہلائے۔

ب:......ٹھیک یہی مضمون حدیث: ’’لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیًّا‘‘ کا ہے، یعنی آپؐ کے بعد اگر کسی قسم کی نبوت کی گنجائش ہوتی تو اس کے لئے صاحبزادۂ گرامی کو زندہ رکھا جاتا، اور وہی نبی ہوتے، گویا حدیث نے بتایا ابراہیمؓ اس لئے نبی نہ ہوئے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دروازہ ہی بند تھا، یہ نہ ہوتا تو وہؓ زندہ بھی رہتے اور ’’صدیق نبی‘‘ بھی بنتے۔‘‘

سینۂ نبوی کی آواز

س……ایک روایت میں ہے کہ بوقت نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے بہ جوش وخروش ہانڈی کے ابلنے کی سی آواز بہت زور شور سے آتی تھی، اور ایک جگہ میں نے یہ بھی پڑھا کہ یہ آواز ایک میل تک مسموع ہوتی تھی، یہ حدیث بظاہر درایت کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضورؐ تو رات کو گھر میں داخل ہوتے وقت سلام بھی ایسی آواز میں فرماتے تھے کہ سونے والا جاگے نہیں اور جاگنے والا سن لے، جو آواز ایک میل تک مسموع ہو تو آس پاس والوں کا کیا حال ہوگا؟ بچوں کے تو کان بھی پھٹ سکتے ہیں اور نیند کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ج……ایک میل سے مسموع ہونے کی بات تو پہلی دفعہ آپ کی تحریر میں پڑھی ہے، میں نے ایسی کوئی روایت نہیں دیکھی، سند کے بارے میں کیا عرض کروں؟

منہ پر تعریف کرنا ہر ایک کے لئے ممنوع نہیں

س……حدیث شریف میں ہے کہ منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی ڈال دو، جب کہ حضور علیہ السلام نے خود اپنی شان میں قصیدے سنے ہیں، ایک قصیدے پر حضور علیہ السلام نے کعب بن زہیر کو خوش ہوکر اپنی چادر مبارک عطا فرمائی جو بعد میں حضرت معاویہؓ نے ان سے بیس ہزار درہم میں خرید لی۔

ج…… ہر شخص کے احوال مختلف ہیں، منہ پر مٹی ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ اپنا نفس نہ بگڑ جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کا دور دور تک بھی احتمال نہیں، پھر ایک شخص جس کے قتل کا حکم فرمادیا وہ اظہارِ امان وعقیدت کے قصیدہ پڑھتا ہے، بجا طور پر وہ انعام کا مستحق ہے۔

کیا توبہ سے قتلِ عمد معاف ہوسکتا ہے؟

س……”مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا……الخ“ اس آیت میں قتل عمد کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ظاہر کرتا ہے، اور سورۂ فرقان میں ”وَالَّذِیْنَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ …. اِلَّا مَنْ تَابَ“ یہاں

فہرست

توبہ کے معافی کا وعدہ ہے، کیا پہلی آیت اس آیت سے منسوخ ہے؟

ج…… پہلی آیت اہل ایمان کے بارے میں ہے اور یہ رکوع یہاں سے شروع ہوتا ہے: ”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ....“ اور سورۂ فرقان کی آیت: ”وَمَنْ تَابَ....“ کفار کے بارے میں ہے، یعنی جن لوگوں نے کفر کی حالت میں ان جرائم کا ارتکاب کیا پھر کفر وشرک سے تائب ہوگئے، ان کے کفر کی حالت کے جرائم پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

بعض عوارض کی وجہ سے مفضول عبادت افضل سے بڑھ جاتی ہے

س…… ایک کتاب میں ایک قول میری نظر سے گزرا، کتاب اور مصنف کا نام یاد نہیں، مفہوم یہ تھا کہ اشراق کی نماز کے لئے طلوع آفتاب تک بیٹھنے سے ہواخوری اور صبح کی سیر زیادہ بہتر ہے۔ یہ بات اس نالائق پر بہت گراں گزری ہے، علامہ عبدالوہاب شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالغفار قوسیؒ اپنے بیٹے کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کی اتباع میں کدو کی قاشیں انگلی سے تلاش کرکر کے کھانے کے لئے نکال رہے تھے، انہوں نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا یہ کدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا اور اس طرح آپ قاشیں تلاش کرکر کے کھاتے تھے۔ بیٹے نے کہا ابا! مجھے تو کدو بہت گندا لگتا ہے۔ یہ بات سن کر آپ کو اتنی غیرت آئی کہ اسی وقت تلوار سے بیٹے کا سرتن سے جدا کردیا۔ حالانکہ یہ کوئی شرعی خلاف ورزی نہیں تھی، حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ اختیار کرنا محبت کی بات ہے کوئی شرعی حکم نہیں۔

ایک طریقہ نفل عبادت کا جو حضور علیہ السلام سے متفقہ منقول ہے اس کے مقابلے میں اپنی ایک تجویز پیش کرنا اور اس کو افضل بتانا اس کی برائی صاحبان علم پر مخفی نہیں۔ یقیناً یہ ملفوظ بہت سے علماء اور مشائخ نے بھی کہیں پڑھا ہوگا اور لکھنے والا بھی عالم فاضل ہوگا، کیا اچھا ہوتا اگر حاشیہ میں اس کی تاویل بھی لکھ دیتا تاکہ مجھ جیسے کم فہم لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔ اور تاویل کے بارے میں کیا عرض کروں ایک واقعہ سن لیجئے! حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے حضرت بلال سے روایت ہے کہ میرے والد عبداللہ ابن عمر نے یہ حدیث سنائی

فہرست

کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کے حق سے محروم مت کرو۔'' میرے منہ سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ ''میں تو اپنی بیوی کو مسجد میں نہ جانے دوں گا۔'' اس پر والد نے مجھے بڑی غضبناک نظروں سے دیکھا اور کرخت آواز میں کہا: ''تجھ پر خدا کی لعنت میں تجھے رسول اللہ کا حکم سناتا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں یہ کہتا ہے۔(جامع البیان العلم وفضلہ علامہ ابن عبدالبر اندلسی) حالانکہ اس کی بڑی معقول تاویل ہوسکتی تھی اور اب بھی اس تاویل کی بنا پر عورتیں مسجد میں نہیں جاتیں۔ لیکن بات وہی غیرت ادب اور محبت وعقیدت کی ہے اور فقیر درویش تو سراپا نیاز وادب ہوتے ہیں جناب کا اس بارے میں کیا تأثر ہے؟

ج…… آپ نے جتنے واقعات نقل کئے ہیں وہ غیر متعلق ہیں، اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عبادت جو کہ منصوص ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن بعض عوارض کی وجہ سے دوسری چیز اس سے بڑھ جاتی ہے، اس میں نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد سے معارضہ ہے کہ اس پر آنجناب کے ذکر کردہ واقعات کو لاگو کیا جائے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کا رد کرنا ہے اور یہ اصول ہے کہ بعض اوقات مفضول عبادت عوارض کی وجہ سے افضل سے بڑھ جاتی ہے اور شریعت میں اس کی بے شمار نظائر موجود ہیں۔

رزق کے اسبابِ عادیہ اختیار کرنا ضروری ہے

س…… ''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا'' جب سب کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے تو ہر سال سیکڑوں لوگ بھوک سے کیوں مرجاتے ہیں؟ اور یہ اموات ساری غریب ملکوں ہی میں کیوں ہوتی ہیں؟ مثلاً ایتھوپیا، سوڈان اور دوسرے افریقہ کے غریب ممالک۔ برطانیہ، امریکہ اور فرانس یا یورپ کے دوسرے مالدار ملکوں میں لوگ بھوک سے کیوں نہیں مرتے؟ قحط آسمانی بلا ہے مگر اس میں بھی غرباء کی جانیں جاتی ہیں، مالدار لوگ کسی نہ کسی صورت سے اپنا بچاؤ کرلیتے ہیں۔ ان مشاہدات سے معلوم ہوا کہ یہ آیت اسباب معیشت سے مشروط ہے کہ جس نے اپنے حصول رزق کے مروجۂ زمانہ اسباب اختیار کئے اللہ اس کو رزق ضرور بھیجے گا۔

فہرست

ج...... آپ کی رائے صحیح ہے، رزق کے اسبابِ عادیہ کا اختیار کرنا بہرحال ضروری ہے اِلَّا یہ کہ اعلیٰ درجہ کا توکل نصیب ہو۔ پرندے اور چرندے اسباب رزق اختیار کرتے ہیں، تاہم ان کو اختیارِ اسباب کے ساتھ فطری توکل بھی نصیب ہے۔

شریعت نے اسباب کو مہمل نہیں چھوڑا

س...... ''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ'' اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''آپ کی رائے صحیح ہے۔'' کیا سلف نے بھی اس رائے کے بارے میں کچھ کہا ہے کیونکہ میں نے پڑھا ہے کہ جس نے قرآن پاک کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اس نے...... اس لئے جب کسی بزرگ سے اس رائے کی تصدیق ہوجائے گی تو پھر یہ اپنی رائے نہ رہے گی اور اس وعید کے دائرے سے باہر ہوجائیں گے۔

ج...... صحیح بایں معنی ہے کہ شریعت نے اسباب کو مہمل نہیں چھوڑا ہے، اگرچہ اسباب، اسباب ہیں ارباب نہیں، رزق تو سب کا اللہ نے اپنے ذمہ رکھا ہے لیکن ہماری نظر چونکہ اسباب سے بالاتر نہیں جاتی اس لئے ہمیں رزق بذریعہ اسباب طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور رزق کو بظاہر مشروط بہ اسباب رکھا ہے، ورنہ اس کی مشیت کے بغیر نہ اسباب، اسباب ہے اور نہ روزی کا حصول اسباب کا مرہونِ منّت ہے۔

نمرود کے مبہوت ہونے کی وجہ

س...... ''فَاِنَّ اللهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ'' تفسیرِ عثمانی میں لکھا ہے کہ یہ بات سن کر نمرود کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسے پہلے جواب دے چکا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں بھی گنجائش تھی، پوچھنا یہ ہے کہ وہ گنجائش کیا تھی؟ پہلے سوال کے جواب میں تو اس نے ایک بے گناہ کو قتل کردیا اور ایک مجرم کو آزاد کردیا، دوسرے سوال میں کیا کہہ سکتا تھا؟

ج...... ایک گنوار کا لطیفہ ہے کہ اس نے کسی پڑھے لکھے آدمی سے پوچھا: ''بابوجی زمین کا بیچ (مرکز) کہاں ہے؟'' جواب نفی میں ملا، گنوار کہنے لگا تم نے خواہ مخواہ اتنا پڑھ لکھ کر سب

فہرست

ڈبو دیا، اتنی بات تو مجھ گنوار کو بھی معلوم ہے، بابو جی نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' اس نے ہاتھ کی لاٹھی سے ایک گول دائرہ بنایا اور اس کے درمیان لاٹھی گاڑ کر کہنے لگا: ''یہ ہے زمین کا درمیان، اگر یقین نہ آئے تو ناپ کر دیکھ لو۔'' اس کو معلوم تھا کہ نہ کوئی پیمائش کر سکے اور نہ اس کے دعوے کو توڑ سکے گا۔

نمرود بھی اگر اس گنوار کے مسلک پر عمل کرتا تو کہہ سکتا تھا کہ آفتاب کو مشرق سے تو میں نکالتا ہوں، تیرا ربّ اب اس کو مغرب سے نکال کر دکھائے۔ لیکن اس کو یہ دعویٰ ہانکنے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ اسے یقین ہوگیا کہ جو مالک مشرق سے نکالتا ہے وہ مغرب سے بھی نکال سکتا ہے، اگر میں نے یہ دعویٰ کر دیا تو ایسا نہ ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کا ربّ مغرب سے نکال کر دکھادے، ''فبھت الذی کفر''۔

اللہ تعالیٰ کی محبت میں رونا

س…… حدیث شریف میں اللہ کے خوف سے رونے پر بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے وغیرہ۔ جب کہ اللہ کی محبت، اشتیاق، طلب اور اس کے ہجر میں رونے کی کوئی حدیث یا فضیلت نظر سے نہیں گزری، اوروں کا حال تو معلوم نہیں، بندہ اپنی حالت عرض کرتا ہے کہ خوف سے تو پوری زندگی میں کبھی رونا نہیں آیا، البتہ اس کی یاد، محبت اور ذکر کرتے وقت بے اختیار رونا پہلے تو روز کا معمول تھا (ایک حالت گریہ طاری تھی) اور اب بھی اتنا تو نہیں مگر پھر بھی گریہ طاری ہوجاتا ہے، قرآن پاک سن کر، کوئی رقت آمیز واقعہ سن کر، کوئی ہجر و فراق اور محبوب کی بے اعتنائی کا مضمون سن کر، اپنی حسرت نایافت کا روزنامچہ پڑھ کر، کیا کوئی حدیث اس کے متعلق بھی ہے؟

ج…… یہ تو ظاہر ہے رونا کئی طرح کا ہوتا ہے، محبت واشتیاق میں رونا اور خوف وخشیت سے رونا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اوّل الذکر مؤخر الذکر سے اعلیٰ وارفع ہے، پس جب مفضول کی فضیلت معلوم ہوگئی تو افضل کی اس سے خود بخود معلوم ہوجائے گی، مثلاً: شہداء کے جتنے فضائل احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں، صدیقین کے بظاہر اتنے نہیں ملتے، مگر سب جانتے ہیں کہ صدیقین شہدأ سے افضل ہیں، پس جو فضائل شہدأ کے ہیں صدیقین کے ان سے اعلیٰ و

فہرست

ارفع ہیں۔ علاوہ ازیں خشیت الٰہی سے رونے کی فضیلت اس بنا پر بھی ذکر کی گئی ہے کہ بندے کی حالتِ ضعف و ناکارگی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ خشیت الٰہی سے روئے، اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہِ بے چون و چگون کے لائق پوری زندگی کا ایک عمل بھی نظر نہیں آتا، بندہ اپنی بے چارگی کی بنا پر بالکل صفر اور خالی ہاتھ نظر آتا ہے، خطاؤں، غلطیوں اور گناہوں کے انبار در انبار ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں نیکی ایک بھی ایسی نہیں جو اس بارگاہ عالی کے شایانِ شان ہو، اور جس کے بارے میں بندہ جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکے کہ یہ نیکی لایا ہوں۔ ایسی حالت میں عشق و محبت کے سارے خیالات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور سوائے خوف و خشیت کے کچھ پلّے نہیں رہتا، گویا خوف سے رونے کی فضیلت جن احادیث میں آئی ہے ان میں۔ واللہ اعلم۔ یہ رمز ہے کہ بندے کو ''ایاز قدر خویش بہ شناس'' پر نظر رہے اور عشق و محبت کے دعوؤں سے مغرور نہ ہو جائے۔

صنفِ نازک کا جوہرِ اصلی

س...... مولانا صاحب! آج کل ہر طرف عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے مناظر اور مظاہرے عام ہو رہے ہیں، کبھی کسی عنوان سے اور کبھی کسی عنوان سے صنفِ نازک کے جوہرِ اصلی، شرم و حیا اور عفت و عصمت کو تار تار کیا جا رہا ہے، لیکن اس بے حیائی کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھاتا۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں اُمت کی راہ نمائی فرمادیں، نوازش ہوگی۔

ج...... کسی زمانے میں شرم و حیا، صنفِ نازک کا اصل جوہر، انسانی سوسائٹی کی بلند قدر، اسلامیت کا پاکیزہ شعار اور مشرقی معاشرے کا قابلِ فخر امتیازی نشان سمجھا جاتا تھا۔ اوّل تو انسان کی فطرت ہی میں عفت، حیا اور ستر کا جذبہ ودیعت فرمایا گیا ہے (بشرطیکہ فطرت مسخ نہ ہوگئی ہو)، پھر مسلمانوں کو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (بآبائنا ھو وأمھاتنا وأرواحنا) کے یہ ارشادات یاد تھے:

ا:...... چار چیزیں تمام رسولوں کی سنت ہیں: حیا، خوشبو کا استعمال، مسواک اور نکاح۔ (ترمذی)

۲:...... ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں، ان میں سب سے بڑھ کر "لا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ" کہنا ہے، اور سب سے کم درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، اور حیا، ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

۳:...... حیا سراپا خیر ہے۔ (بخاری و مسلم)

۴:...... حیا، ایمان کا حصہ ہے، اور ایمان جنت میں (لے جانے والا) ہے، اور بے حیائی، بے مروّتی ہے اور بے مروّتی جہنم سے ہے۔ (مسندِ احمد، ترمذی)

۵:...... ہر دین کا ایک امتیازی خلق ہوتا ہے، اور اسلام کا خلق حیا ہے۔

(مؤطا مالک، ابنِ ماجہ، بیہقی)

۶:...... حیا اور ایمان باہم جکڑے ہوئے ہیں، جب ایک کو اُٹھا دیا جائے تو دُوسرا خود بخود اُٹھ جاتا ہے۔ (اور ایک روایت یہ ہے کہ) جب ایک سلب کرلیا جائے تو دُوسرا بھی اس کے ساتھ ہی رُخصت ہوجاتا ہے۔ (بیہقی)

انسانی فطرت اور نبوی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ مسلمانوں میں حیا، عفت اور پردے کا عقیدہ جزوِ ایمان تھا، خلافِ حیا معمولی حرکت بھی مذہبی اور سماجی جرم اور سنگین جرم سمجھی جاتی تھی، لیکن مغربی تہذیب کے تسلط سے اب یہ حالت ہے کہ شاید ہمیں معلوم بھی نہیں کہ شرم و حیا کس چیز کا نام ہے؟ مردوں کی نظر اور عورتوں کی حرمت و آبرو سے پہرے اُٹھا دیئے گئے ہیں، سرِ بازار عورتوں کو چھیڑنے، اور بھری بسوں میں عورتوں کے بالوں سے کھیلنے کی خبریں ہم سبھی پڑھتے ہیں۔ سرِ شام کراچی، لاہور، پنڈی کے بازار عریانی اور فحاشی میں پیرس کو شرماتے ہیں۔ تعلیمی اداروں سے سینما تک مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط اور جنسی محرکات کا طوفان برپا ہے۔ مخصوص ملازمتوں کے لئے مرد و عورت کے برہنہ معائنے ہوتے ہیں، کیا ہمارے اس گندے معاشرے کو دیکھ کر یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت خیر الاُمم ہے، جسے تمام عالم کی رُوحانی قیادت سونپی گئی تھی؟

ہمارے ایمانی اقدار کا جو بچا کھچا اثاثہ ان طوفانی موجوں کی لپیٹ میں آنے سے محفوظ رہ گیا تھا، اس کے بارے میں ہمارے ناخدایانِ قوم کس ذہن سے سوچتے ہیں؟ اس کا

فہرست

اندازہ ذیل کی اخباری اطلاع سے کیجئے:

''خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں شرم وحیا کا پردہ چاک کردیا جائے''

سینتاگو ۱۶/اپریل (اپ پ، رائٹر) خاندانی منصوبہ بندی کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں میں منصوبہ بندی سے متعلق شرم و حیا کا پردہ چاک کرنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ یہ بات یہاں والدین کی بین الاقوامی کانفرنس میں کہی گئی، اس موقع پر پاکستان کے خاندانی منصوبہ بندی کے کمشنر مسٹر انور عادل نے کہا کہ ضبطِ تولید کے لئے مانعِ حمل ادویات کا استعمال چوری چھپے کیا جاتا ہے، جو غلط ہے، اور اس طریقے کو ختم کیا جانا چاہئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ضبطِ تولید کے موضوع پر واضح طور پر اور معاشرے میں ہر جگہ کھلم کھلا تبادلۂ خیال کیا جانا چاہئے۔ مسٹر عادل نے والدین کی آٹھویں بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پاکستان میں اکثر لوگ اپنے خاندان کی توسیع کی روک تھام کے لئے ضبطِ تولید کے خواہش مند ہیں، لیکن وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر انہیں خاندانی منصوبہ بندی کے ہسپتال میں دیکھا گیا تو ان کے لئے شرمندگی کا باعث ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو ضبطِ تولید کے لئے ہر ممکن آسانیاں اور مانع حمل اشیاء فراہم کی جائیں۔'' (روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۱۸/اپریل ۱۹۶۷ء)

جس اہم مقصد کی کامیابی کے لئے شرم وحیا کا پردہ چاک کرنے اور ایمان و اخلاق کی قربانی دینے کی پُرزور دعوت سے ''بین الاقوامی کانفرنس'' کو مشرف فرمایا جاتا ہے اس کے بدترین نتائج پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

”مغربی عورت کو ایک نئے مسئلے کا سامنا“

”ہیمبرگ ۱۴؍اپریل (پ پ ا) مانعِ حمل گولیوں کے استعمال سے عورتوں کی جنسی خواہش میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، چنانچہ معاشرتی اور سیاسی میدان میں مساوی حقوق حاصل کرنے کے بعد اب عورت جنسی معاملات میں بھی اخلاقی روایات کو پسِ پشت ڈال کر مرد جیسا کردار انجام دینے کے لئے بے چین ہے۔ یہ مسئلہ آج کل مغربی جرمنی کے ڈاکٹروں، سائنس دانوں اور ماہرینِ نفسیات و جنسیات کے درمیان موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ جرمن اور امریکن ماہرین کی حالیہ تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ مانعِ حمل گولیاں استعمال کرنے والی عورتوں میں ایک تہائی سے زائد عورتوں کی جنسی خواہش میں بے حد اضافہ ہوگیا ہے حتیٰ کہ بعض عورتوں کو اپنے بھڑکتے ہوئے جذبات پر قابو پانے کے لئے ڈاکٹروں سے رُجوع کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ سوسائٹی آف فیملی پلاننگ کے سائنس دانوں، جرمن ماہرینِ جنسیات و پیدائش دونوں اس نتیجے سے متفق ہیں۔ ہیمبرگ کے ڈاکٹر ہرٹا اسٹول نے لکھا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جدید دور کی عورت اپنے شوہر کے جذبات بھڑکانے کے نت نئے طریقے استعمال کررہی ہے۔ یہ تمام ماہرین اس اَمر پر متفق ہیں کہ وہ دن دُور نہیں جب عاشق ہونا اور محبت میں پیش قدمی کرنا صرف مردوں کا حق نہ ہوگا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ عورتیں اس میدان میں مردوں سے بہت آگے نکل جائیں۔“

پاکستان میں عریانی کا ذمہ دار کون؟

س…… کیا خواتین کے لئے ہاکی کھیلنا، کرکٹ کھیلنا، بال کٹوانا اور ننگے سر باہر جانا، کلبوں، سینماؤں یا ہوٹلوں اور دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کرنا، غیرمردوں سے ہاتھ ملانا اور

بے حجابانہ باتیں کرنا، خواتین کا مردوں کی مجالس میں ننگے سر میلاد میں شامل ہونا، ننگے سر اور نیم برہنہ پوشاک پہن کر غیر مردوں میں نعت خوانی کرنا اسلامی شریعت میں جائز ہے؟ کیا علمائے کرام پر واجب نہیں کہ وہ ان بدعتوں اور غیر اسلامی کردار ادا کرنے والی خواتین کے خلاف حکومت کو انسداد پر مجبور کریں؟

ج...... اس ضمن میں ایک غیور مسلمان خاتون کا خط بھی پڑھ لیجئے، جو ہمارے مخدوم حضرتِ اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی مدظلہٗ کو موصول ہوا، وہ لکھتی ہیں:

''لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوکر پختہ ہوگیا ہے کہ حکومتِ پاکستان پردے کے خلاف ہے۔ یہ خیال اس کوٹ کی وجہ سے ہوا ہے جو حکومت کی طرف سے حج کے موقع پر خواتین کے لئے پہننا ضروری قرار دے دیا گیا ہے، یہ ایک زبردست غلطی ہے، اگر پہچان کے لئے ضروری تھا تو نیلا برقعہ پہننے کو کہا جاتا۔

حج کی جو کتاب رہنمائی کے لئے حجاج کو دی جاتی ہے اس میں تصویر کے ذریعے مرد و عورت کو اِحرام کی حالت میں دِکھایا گیا ہے۔ اوّل تو تصویر ہی غیر اسلامی فعل ہے۔ دُوسرے عورت کی تصویر کے نیچے ایک جملہ لکھ کر ایک طرح سے پردے کی فرضیت سے انکار ہی کردیا۔

وہ تکلیف دہ جملہ ہے کہ: ''اگر پردہ کرنا ہو تو منہ پر کوئی آڑ رکھیں تاکہ منہ پر کپڑا نہ لگے۔'' یہ تو دُرست مسئلہ ہے، لیکن ''اگر پردہ کرنا ہو'' کیوں لکھا گیا؟ پردہ تو فرض ہے، پھر کسی کی پسند یا ناپسند کا کیا سوال؟ بلکہ پردہ پہلے فرض ہے، حج بعد کو۔ کھلے چہرے، ان کی تصویروں کے ذریعہ اخبارات میں نمائش، ٹی وی پر نمائش، یہ سب پردے کے اَحکام کی کھلی خلاف ورزی نہیں؟..... اور علمائے کرام تماشائی بنے بیٹھے ہیں، سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور بدی کے خلاف، بدی کو مٹانے کے لئے، اللہ کے اَحکام سنا سنا کر پیروی

کروانے کا فریضہ ادا نہیں کرتے۔ خدا کے فضل و کرم سے پاکستان اور تمام مسلم ممالک میں علماء کی تعداد اتنی ہے کہ ملت کی اصلاح کے لئے کوئی دِقت پیش نہیں آسکتی۔ جب کوئی بُرائی پیدا ہو اس کو پیدا ہوتے ہی کچلنا چاہئے، جب جڑ پکڑ جاتی ہے تو مصیبت بن جاتی ہے۔ علماء ہی کا فرض ہے کہ اُمت کو بُرائیوں سے بچائیں، اپنے گھروں کو علماء رائج الوقت بُرائیوں سے، اپنی ذات کو بُرائیوں سے دُور رکھیں تاکہ اچھا اثر ہو......

تعلیمی ادارے جہاں قوم بنتی ہے، غیراسلامی لباس اور غیرزبان میں ابتدائی تعلیم کی وجہ سے قوم کے لئے سودمند ہونے کے بجائے نقصان کا باعث ہیں۔ معلّم اور معلّمات کو اسلامی عقائد اور طریقے اختیار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ طالبات کے لئے چادر ضروری قرار دی گئی، لیکن گلے میں پڑی ہے۔ چادر کا مقصد جب ہی پورا ہوسکتا ہے جب معمر خواتین باپردہ ہوں۔ بچیوں کے ننھے ننھے ذہن چادر کو بار تصوّر کرتے ہیں، جب وہ دیکھتی ہیں کہ معلّمہ اور اس کی اپنی ماں گلی بازاروں میں سربرہنہ، نیم عریاں لباس میں ہیں تو چادر کا بوجھ کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگتا ہے۔ بے پردگی ذہنوں میں جڑ پکڑ چکی ہے، ضرورت ہے کہ پردے کی فرضیت واضح کی جائے، اور بڑے لفظوں میں پوسٹر چھپوا کر تقسیم بھی کئے جائیں، اور مساجد، طبّی ادارے، تعلیمی ادارے، مارکیٹ جہاں خواتین ایک وقت میں زیادہ تعداد میں شریک ہوتی ہیں، شادی ہال وغیرہ وہاں پردے کے اَحکام اور پردے کی فرضیت بتائی جائے۔ بے پردگی پر وہی گناہ ہوگا جو کسی فرض کو ترک کرنے پر ہوسکتا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا، ہمارے معاشرے میں ننانوے فیصد بُرائیاں بے پردگی کی

وجہ سے وجود میں آئی ہیں، اور جب تک بے پردگی ہے، بُرائیاں بھی رہیں گی۔

راجہ ظفرالحق صاحب مبارک ہستی ہیں، اللہ پاک ان کو مخالفتوں کے سیلاب میں ثابت قدم رکھیں، آمین! ٹی وی سے فحش اشتہار ہٹائے تو شور برپا ہوگیا۔ ہاکی ٹیم کا دورہ منسوخ ہونے سے ہمارے صحافی اور کالم نویس رنجیدہ ہوگئے، جو اخبار ہاتھ لگے دیکھئے، جلوۂ رقص ونغمہ، حسن و جمال، رُوح کی غذا کہہ کر موسیقی کی وکالت! کوئی نام نہاد عالم ٹائی اور سوٹ کو بین الاقوامی لباس ثابت کرکے اپنی شناخت کو بھی مٹا رہے ہیں۔ ننھے ننھے بچے ٹائی کا وبال گلے میں ڈالے اسکول جاتے ہیں، کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں جہاں غیروں کی نقل نہ ہو۔

راجہ صاحب کو ایک قابلِ قدر ہستی کی مخالفت کا بھی سامنا ہے، اس معزّز ہستی کو اگر پردے کی فرضیت اور افادیت سمجھائی جائے تو اِن شاء اللہ مخالف، موافقت کا رُخ اختیار کرے گی۔ عورت سرکاری محکموں میں کوئی تعمیری کام اگر اسلام کے اَحکام کی مخالفت کرکے بھی، کر رہی ہے تو وہ کام ہمارے مرد بھی انجام دے سکتے ہیں، بلکہ سرکار کے سرکاری محکموں میں تقرّر مرد طبقے کے لئے تباہ کن ہے۔ مرد طبقہ بیکاری کی وجہ سے یا تو جرائم کا سہارا لے رہا ہے یا ناجائز طریقے اختیار کرکے غیرممالک میں ٹھوکریں کھا رہا ہے۔‘‘

بدقسمتی سے دورِ جدید میں عورتوں کی عریانی و بے حجابی کا جو سیلاب برپا ہے، وہ تمام اہلِ فکر کے لئے پریشانی کا موجب ہے۔ مغرب اس لعنت کا خمیازہ بھگت رہا ہے، وہاں عائلی نظام تلپٹ ہوچکا ہے، ’’شرم و حیا‘‘ اور ’’غیرت وحمیت‘‘ کا لفظ اس کی لغت سے خارج ہوچکا ہے، اور حدیثِ پاک میں آخری زمانے میں انسانیت کی جس آخری پستی کی طرف

ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ: ”وہ چوپایوں اور گدھوں کی طرح سرِ بازار شہوت رانی کریں گے“ اس کے مناظر بھی وہاں سامنے آنے لگے ہیں۔ ابلیسِ مغرب نے صنفِ نازک کو خاتونِ خانہ کے بجائے شمعِ محفل بنانے کے لئے ”آزادیٔ نسواں“ کا خوبصورت نعرہ بلند کیا۔ ناقصات العقل والدِّین کو سمجھایا گیا کہ پردہ ان کی ترقی میں حارج ہے، انہیں گھر کی چاردیواری سے نکل کر زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہئے، اس کے لئے تنظیمیں بنائی گئیں، تحریکیں چلائی گئیں، مضامین لکھے گئے، کتابیں لکھی گئیں، اور ”پردہ“ جو صنفِ نازک کی شرم و حیا کا نشان ہے، اس کی عفت و آبرو کا محافظ اور اس کی فطرت کا تقاضا تھا، اس پر ”رجعت پسندی“ کے آوازے کسے گئے۔ اس مکروہ ترین ابلیسی پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حوا کی بیٹیاں ابلیس کے دامِ تزویر میں آگئیں، ان کے چہرے سے نقاب نوچ لی گئی، سر سے دوپٹہ چھین لیا گیا، آنکھوں سے شرم و حیا لوٹ لی گئی، اور اسے بے حجاب و عریاں کرکے تعلیم گاہوں، دفتروں، اسمبلیوں، کلبوں، سڑکوں، بازاروں اور کھیل کے میدانوں میں گھسیٹ لیا گیا، اس مظلوم مخلوق کا سب کچھ لٹ چکا ہے، لیکن ابلیس کا جذبۂ عریانی و شہوانی ہنوز تشنہ ہے۔

مغرب، مذہب سے آزاد تھا، اس لئے وہاں عورت کو اس کی فطرت سے بغاوت پر آمادہ کرکے مادر پدر آزادی دِلادینا آسان تھا، لیکن مشرق میں ابلیس کو دُہری مشکل کا سامنا تھا، ایک عورت کو اس کی فطرت سے لڑائی لڑنے پر آمادہ کرنا، اور دُوسرے تعلیماتِ نبوّت، جو مسلم معاشرے کے رگ و ریشے میں صدیوں سے سرایت کی ہوئی تھیں، عورت اور پورے معاشرے کو ان سے بغاوت پر آمادہ کرنا۔

ہماری بدقسمتی! مسلم ممالک کی نکیل ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو ”ایمان بالمغرب“ میں اہلِ مغرب سے بھی دو قدم آگے تھے، جن کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما خالص ”مغربیت“ کے ماحول میں ہوئی تھی، جن کے نزدیک دین و مذہب کی پابندی ایک لغو اور لایعنی چیز تھی، اور جنھیں نہ خدا سے شرم تھی، نہ مخلوق سے۔ یہ لوگ مشرقی روایات سے کٹ کر مغرب کی راہ پر گامزن ہوئے، سب سے پہلے انہوں نے اپنی بہو بیٹیوں، ماؤں بہنوں اور

بیویوں کو پردۂ عفت سے نکال کر آوارہ نظروں کے لئے وقفِ عام کیا، ان کی دُنیوی وجاہت واقبال مندی کو دیکھ کر متوسط طبقے کی نظریں للچائیں، اور رفتہ رفتہ تعلیم، ملازمت اور ترقی کے بہانے وہ تمام ابلیسی مناظر سامنے آنے لگے جن کا تماشا مغرب میں دیکھا جاچکا تھا۔ عریانی و بے حجابی کا ایک سیلاب ہے جو لحہ بہ لحہ بڑھ رہا ہے، جس میں اسلامی تہذیب وتمدن کے محلات ڈُوب رہے ہیں، انسانی عظمت وشرافت اور نسوانی عفت وحیا کے پہاڑ بہ رہے ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سیلاب کہاں جاکر تھمے گا؟ اور انسان، انسانیت کی طرف کب پلٹے گا؟ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ جب تک خدا کا خفیہ ہاتھ قائدینِ شر کے وجود سے اس زمین کو پاک نہیں کردیتا، اس کے تھمنے کا کوئی امکان نہیں:

”رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا. اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا.“ (نوح:۲۶، ۲۷)

جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے! عورت کا وجود فطرتاً سراپا ستر ہے، اور پردہ اس کی فطرت کی آواز ہے۔

حدیث میں ہے:

”المرأة عورة، فاذا خرجت استشرفها الشيطان.“ (مشکوٰۃ ص:۲۶۹، بروایت ترمذی)

ترجمہ:...... ”عورت سراپا ستر ہے، پس جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک کرتا ہے۔“

امام ابونعیم اصفہانیؒ نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں یہ حدیث نقل کی ہے:

”عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما خير للنساء؟ فلم ندر ما نقول، فجاء عليّ رضى الله عنه الٰى فاطمة رضى الله عنها، فأخبرها بذٰلک، فقالت: فهلا قلت له: خير لهن أن لا يرين

فہرست

الرجال ولا یرونهن! فرجع فأخبره بذٰلک، فقال له: من علمک هٰذا؟ قال: فاطمة! قال: انها بضعة منی.

عن سعید بن المسیب عن علی رضی الله عنه انه قال لفاطمة: ما خیر للنساء؟ قالت: لا یرین الرجال ولا یرونهن. فذکر ذٰلک للنبی صلی الله علیه وسلم فقال: انما فاطمة بضعة منی.'' (حلیۃ الاولیاء ج:۲ ص:۴۰،۴۱)

ترجمہ:......''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا: بتاؤ! عورت کے لئے سب سے بہتر کون سی چیز ہے؟ ہمیں اس سوال کا جواب نہ سوجھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اُٹھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، ان سے اسی سوال کا ذکر کیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ لوگوں نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ وہ اجنبی مردوں کو نہ دیکھیں، اور نہ ان کو کوئی دیکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واپس آکر یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جواب تمہیں کس نے بتایا؟ عرض کیا: فاطمہ نے! فرمایا: فاطمہ آخر میرے جگر کا ٹکڑا ہے نا!

سعید بن مسیبؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: عورتوں کے لئے سب سے بہتر کون سی چیز ہے؟ فرمانے لگیں: ''یہ کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں، اور نہ مردان کو دیکھیں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا تو فرمایا: واقعی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے!''

فہرست

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت امام ہیثمیؒ نے ''مجمع الزوائد'' (ج:۹ ص:۲۰۳) میں بھی مسندِ بزار کے حوالے سے نقل کی ہے۔

موجودہ دور کی عریانی، اسلام کی نظر میں جاہلیت کا تبرّج ہے، جس سے قرآنِ کریم نے منع فرمایا ہے، اور چونکہ عریانی قلب ونظر کی گندگی کا سبب بنتی ہے، اس لئے ان تمام عورتوں کے لئے باعثِ عبرت ہے جو بے حجابانہ نکلتی ہیں، اوران مردوں کے لئے بھی جن کی ناپاک نظریں ان کا تعاقب کرتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ.''

ترجمہ:......''اللہ تعالیٰ کی لعنت دیکھنے والے پر بھی، اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی۔''

عورتوں کا بغیر صحیح ضرورت کے گھر سے نکلنا، شرفِ نسوانیت کے منافی ہے، اوراگر انہیں گھر سے باہر قدم رکھنے کی ضرورت پیش ہی آئے تو حکم ہے کہ ان کا پورا بدن مستور ہو۔

فلمی دُنیا سے معاشرتی بگاڑ

س......محترم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

برائے نوازش مندرجہ سوالات پر اپنا فتویٰ صادر فرمائیں:

پاکستان میں سینماؤں اور ٹیلیویژن پر جو فلمیں دکھائی جاتی ہیں، ان میں جو ایکٹر، ایکٹرس، رقاصائیں، گویے اور موسیقی کے ساز بجانے والے کام کرتے ہیں۔ یہ ایکٹر، ایکٹرس اور رقاصائیں کسی زمانے کے کنجروں اور میراثیوں سے بھی زیادہ بے حیائی اور بے شرمی کے کردار پیش کرنے میں سبقت لے گئے ہیں۔ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں، بوس وکنار کرتے ہیں، نیم برہنہ پوشاک پہن کر اداکاری کرتے ہیں، اور فلموں میں فرضی شادیاں بھی کرتے ہیں، کبھی وہی ایکٹرس ان کی ماں کا، کبھی بہن کا، اور کبھی بیوی کا کردار ادا کرتی ہے، یہ لوگ اس معاش سے دولت کما کر حج کرنے بھی جاتے ہیں، اور بعض ان میں میلاد اور قرآن خوانی بھی کراتے ہیں، ظاہر ہے کہ مولوی صاحبان کو بھی مدعو کرتے

فہرست

ہوں گے، ان لوگوں کے ذمہ حکومت کی طرف سے انکم ٹیکس کے لاکھوں ہزاروں روپے واجب الادا بھی ہیں، یہ لوگ حج سے آنے کے بعد بھی وہی کردار پھر اپناتے ہیں۔

س......۱: یہ ایکٹر، ایکٹرس، رقاصائیں، گویے اور طبلے سارنگیاں بجانے والے وغیرہ جو اس معاش سے دولت کماتے ہیں، کیا ایسی کمائی سے حج اور زکوٰۃ کا فریضہ ادا ہوتا ہے؟ کیا میلاد اور قرآن خوانی کی محفل میں ان معاش کے لوگوں کے ساتھ شامل ہونا، کھانا پینا وغیرہ شریعت اسلامی کی رو سے جائز ہے؟

س......۲: کیونکہ ان لوگوں کے کردار بے شرمی، بے حیائی کے برملا مناظر فلموں اور ٹیلیویژن پر عام طور پر پیش ہوتے ہیں، کیا شریعت اسلامی کی رو سے ان کے جنازے پڑھانے اور ان میں شمولیت جائز ہے؟

س......۳: کیا علمائے کرام پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ حکومت کو مجبور کریں کہ ایسی فلمیں سینماؤں اور ٹیلیویژن پر ایسے لچر اور بے حیائی کے کردار دکھانے بند کئے جائیں؟ اور کیا خواتین کا فلموں میں کام کرنا جائز ہے؟

والسلام

خیراندیش خاکسار

محمد یوسف-انگلینڈ

ج......فلمی دُنیا کے جن کارناموں کا خط میں ذکر کیا گیا ہے، ان کا ناجائز و حرام اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہونا کسی تشریح و وضاحت کا محتاج نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے صحیح فہم اور انسانی حس عطا فرمائی ہو، وہ جانتا ہے کہ ان چیزوں کا رواج انسانیت کے زوال و اِنحطاط کی علامت ہے، بلکہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کا یہ آخری نقطہ ہے، جس کے بعد خالص ''حیوانیت'' کا درجہ باقی رہ جاتا ہے:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے؟
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

(علامہ اقبالؒ)

جب اس پر غور کیا جائے کہ یہ چیزیں مسلمان معاشرے میں کیسے دَر آئیں؟ اور

ان کا رواج کیسے ہوا؟ تو عقل چکرا جاتی ہے۔ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی پاک اور مقدس زندگیاں ہیں اور وہ رشکِ ملائکہ معاشرہ ہے جو اسلام نے تشکیل دیا تھا۔ دُوسری طرف سینماؤں، ریڈیو اور ٹیلیویژن وغیرہ کی بدولت ہمارا آج کا مسلمان معاشرہ ہے۔ دونوں کے تقابلی مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے آج کے معاشرے کو اسلامی معاشرے سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ ہم نے اپنے معاشرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک اَدا اور ایک ایک سنت کو کھرچ کھرچ کر صاف کردیا ہے، اور اس کی جگہ شیطان کی تعلیم کردہ لادینی حرکات کو ایک ایک کرکے رائج کرلیا ہے، (الحمدللہ! اب بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر بڑی پامردی و مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں، مگر یہاں گفتگو افراد کی نہیں، بلکہ عمومی معاشرے کی ہو رہی ہے)۔ شیطان نے مسلم معاشرے کا حلیہ بگاڑنے کے لئے نہ جانے کیا کیا کرتب ایجاد کئے ہوں گے، لیکن شاید راگ رنگ، یہ ریڈیائی نغمے، یہ ٹیلیویژن اور وی سی آر، شیطانی آلات میں سرِفہرست ہیں، جن کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کو گمراہ اور ملعون قوموں کے نقشِ قدم پر چلنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ہمارا ''مہذب معاشرہ'' ان فلموں کو ''تفریح'' کا نام دیتا ہے، کاش! وہ جانتا کہ یہ ''تفریح'' کن ہولناک نتائج کو جنم دیتی ہے...؟ مسلمان اس ''تفریح'' میں مشغول ہوکر خود اپنی اسلامیت کا کس قدر مذاق اُڑا رہے ہیں اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو کیسے کھلونا بنا رہے ہیں۔

اس فلمی صنعت سے جو لوگ وابستہ ہیں، وہ سب یکساں نہیں، ان میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کا ضمیر اس کام پر انہیں ملامت کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں اور انہیں احساس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں مبتلا ہیں، اس لئے وہ اس گنہگار زندگی پر نادم ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِل میں ایمان کی رمق اور انسانیت کی حس ابھی باقی ہے، گو اپنے ضعفِ ایمان کی بنا پر وہ اس گناہ کو چھوڑ نہیں پاتے اور اس آلودہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی ہمت نہیں کرتے، تاہم غنیمت ہے

کہ وہ اپنی حالت کو اچھی نہیں سمجھتے، بلکہ اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا ضمیر ان کھلے گناہوں کو "گناہ" تسلیم کرنے سے بھی انکار کرتا ہے، وہ اسے لائقِ فخر آرٹ اور فن سمجھ کر اس پر ناز کرتے ہیں، اور بزعمِ خود اسے انسانیت کی خدمت تصوّر کرتے ہیں، ان لوگوں کی حالت پہلے فریق سے زیادہ لائقِ رحم ہے، کیونکہ گناہ کو ہنر اور کمال سمجھ لینا بہت ہی خطرناک حالت ہے۔ اس کی مثال ایسے سمجھئے کہ ایک مریض تو وہ ہے جسے یہ احساس ہے کہ وہ مریض ہے، وہ اگرچہ بدپرہیز ہے اور اس کی بدپرہیزی اس کے مرض کو لاعلاج بناسکتی ہے، تاہم جب تک اس کو مرض کا احساس ہے، توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے علاج کی طرف توجہ کرے گا۔ اس کے برعکس دُوسرا مریض وہ ہے جو کسی ذہنی و دماغی مرض میں مبتلا ہے، وہ اپنے جنون کو عین صحت سمجھ رہا ہے، اور جو لوگ نہایت شفقت و محبت سے اسے علاج معالجے کی طرف توجہ دِلاتے ہیں وہ ان کو "پاگل" تصوّر کرتا ہے۔ یہ شخص جو اپنی بیماری کو عین صحت تصوّر کرتا ہے اور اپنے سوا دُنیا بھر کے عقلاء کو احمق اور دیوانہ سمجھتا ہے، اس کے بارے میں خطرہ ہے کہ یہ اس خوش فہمی کے مرض سے کبھی شفایاب نہیں ہوگا۔

جو لوگ فلمی صنعت سے وابستہ ہیں، ان کے زرق برق لباس، ان کی عیش و عشرت، اور ان کے بلند ترین معیارِ زندگی میں حقیقت ناشناس لوگوں کے لئے بڑی کشش ہے۔ ہمارے نوجوان ان کی طرف حسرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ان جیسا بن جانے کی تمنائیں رکھتے ہیں۔ لباس کی تراش خراش میں ان کی تقلید و نقالی کرتے ہیں۔ لیکن کاش! کوئی ان کے نہاں خانۂ دِل میں جھانک کر دیکھتا کہ وہ کس قدر ویران اور اُجڑا ہوا ہے، انہیں سب کچھ میسر ہے مگر سکونِ قلب کی دولت میسر نہیں، یہ لوگ دِل کا سکون و اطمینان ڈھونڈھنے کے لئے ہزاروں جتن کرتے ہیں، لیکن جس کنجی سے دِل کے تالے کھلتے ہیں وہ ان کے ہاتھ سے گم ہے، ایک ظاہر بین ان کے نعرہ: "بابر بہ عیش کوش! کہ عالم دوبارہ نیست" کو لائقِ رشک سمجھتا ہے، مگر ایک حقیقت شناس ان کے دِل کی ویرانی و بے اطمینانی کو دیکھ کر دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سزا کسی دُشمن کو بھی نہ دے۔ جس جرم کی، دُنیا میں یہ سزا ہو، سوچنا چاہئے کہ اس کی سزا مرنے کے بعد کیا ہوگی...؟

فہرست

ابھی کچھ عرصہ پہلے فلموں کی نمائش سینما ہالوں یا مخصوص جگہوں میں ہوتی تھی، لیکن ٹیلیویژن اور وی سی آر نے اس جنسِ گناہ کو اس قدر عام کردیا ہے کہ مسلمانوں کا گھر گھر ''سینما ہال'' میں تبدیل ہوچکا ہے۔ بڑے شہروں میں کوئی خوش قسمت گھر ہی ایسا ہوگا جو اس لعنت سے محفوظ ہو۔ بچوں کی فطرت کھیل تماشوں اور اس قسم کے مناظر کی طرف طبعاً راغب ہے، اور ہمارے ''مہذب شہری'' یہ سمجھ کر ٹیلیویژن گھر میں لانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر یہ چیز اپنے گھر میں نہ ہوئی تو بچے ہمسایوں کے گھر جائیں گے۔ اس طرح ٹیلیویژن رکھنا فخر و مباہات کا گویا ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے۔ اِدھر ''ٹیلیویژن'' کے سوداگروں نے اَزراہِ عنایت قسطوں پر ٹیلیویژن مہیا کرنے کی تدبیر نکالی، جس سے متوسط بلکہ پسماندہ گھرانوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوئی اور حکومت نے لوگوں کے اس رُجحان کا ''احترام'' کرتے ہوئے نہ صرف ٹیلیویژن درآمد کرنے کی اجازت دے رکھی ہے بلکہ جگہ جگہ ٹیلیویژن اسٹیشن قائم کرنے شروع کردیئے ہیں۔ گویا حکومت اور معاشرے کے تمام عوامل اس کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں، مگر اس کی حوصلہ شکنی کرنے والا کوئی نہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ریڈیو اور ٹیلیویژن کے گانوں کی آوازوں سے خانۂ خدا بھی محفوظ نہیں، عام بسوں اور گاڑیوں میں ریکارڈنگ قانوناً ممنوع ہے، مگر قانون کے محافظوں کے سامنے بسوں، گاڑیوں میں ریکارڈنگ ہوتی ہے۔

فلموں کی اس بہتات نے ہماری نوخیز نسل کا کباڑا کردیا ہے، نوجوانوں کا دین و اخلاق اور ان کی صحت و توانائی اس تفریح کے دیوتا کے بھینٹ چڑھ رہی ہے۔ بہت سے بچے قبل اَز وقت جوان ہوجاتے ہیں، ان کے ناپختہ شہوانی جذبات کو تحریک ہوتی ہے جنھیں وہ غیر فطری راستوں اور ناروا طریقوں سے پورا کرکے بے شمار جنسی امراض کا شکار ہوجاتے ہیں، ناپختہ ذہنی اور شرم کی وجہ سے وہ اپنے والدین اور عزیز و اقارب کو بھی نہیں بتاسکتے، ان کے والدین ان کو ''معصوم بچہ'' سمجھ کر ان کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ پھر عورتوں کی بے حجابی، آرائش و زیبائش اور مصنوعی حسن کی نمائش ''جلتی پر تیل'' کا کام دیتی ہے۔ پھر مخلوط تعلیم اور لڑکوں اور لڑکیوں کے بے روک ٹوک اختلاط نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی

ہے۔ راقم الحروف کو نوجوانوں کے روزمرّہ بیسیوں خطوط موصول ہوتے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ نوجوانوں کے لئے آہستہ آہستہ جہنم کدے میں تبدیل ہو رہا ہے۔ آج کوئی خوش بخت نوجوان ہی ہوگا، جس کی صحت دُرست ہو، جس کی نشو و نما معمول کے مطابق ہو، اور جو ذہنی انتشار اور جنسی انارکی کا شکار نہ ہو۔ انصاف کیجئے کہ ایسی پود سے ذہنی بالیدگی اور اُولوالعزمی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے جس کے نوّے فیصد افراد جنسی گرداب میں پھنسے ہوئے ناخدایانِ قوم کو یہ کہہ کر پکار رہے ہیں:

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش!

جو شخص بھی اس صورتِ حال پر سلامتیٔ فکر کے ساتھ ٹھنڈے دِل سے غور کرے گا وہ اس فلمی صنعت اور ٹیلیویژن کی لعنت کو ''نئی نسل کا قاتل'' کا خطاب دینے میں حق بجانب ہوگا۔

یہ تو ہے وہ ہولناک صورتِ حال، جس سے ہمارا پورا معاشرہ بالخصوص نوخیز طبقہ دوچار ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس صورتِ حال کی اصلاح ضروری نہیں؟ کیا نوخیز نسل کو اس طوفانِ بلاخیز سے نجات دِلانا ہمارا دینی و مذہبی اور قومی فرض نہیں؟ اور یہ کہ بچوں کے والدین پر، معاشرے کے بااثر افراد پر اور قومی ناخداؤں پر اس ضمن میں کیا فرائض عائد ہوتے ہیں...؟

میرا خیال ہے کہ بہت سے حضرات کو تو اس عظیم قومی المیہ اور معاشرتی بگاڑ کا احساس ہی نہیں، اس طبقے کے نزدیک لذّتِ نفس کے مقابلے میں کوئی نعمت، نعمت نہیں، نہ کوئی نقصان، نقصان ہے، خواہ وہ کتنا ہی سنگین ہو۔ ان کے خیال میں چشم و گوش اور کام و دہن کے نفسانی تقاضے پورے ہونے چاہئیں، پھر ''سب اچھا'' ہے۔

بعض حضرات کو اس پستی اور بگاڑ کا احساس ہے، لیکن عزم و ہمت کی کمزوری کی وجہ سے وہ نہ صرف یہ کہ اس کا کچھ علاج نہیں کرسکتے، بلکہ وہ اپنے آپ کو زمانے کے بے رحم تھپیڑوں کے سپرد کردینے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ ''صاحب! کیا کیجئے زمانے کے ساتھ چلنا پڑتا ہے'' کا جو فقرہ اکثر زبانوں سے سننے میں آتا ہے وہ اسی ضعفِ ایمان اور عزم و ہمت کی

کمزوری کی چغلی کھاتا ہے۔ ان کے خیال میں گندگی میں ملوّث ہونا تو بہت بُری بات ہے، لیکن اگر معاشرے میں اس کا عام رواج ہوجائے اور گندگی کھانے کو معیارِ شرافت سمجھا جانے لگے تو اپنے آپ کو اہلِ زمانہ کی نظر میں ''شریف'' ثابت کرنے کے لئے خود بھی اسی شغل میں لگنا ضروری ہے۔

بعض حضرات اپنی حد تک اس سے اجتناب کرتے ہیں، لیکن وہ اس معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں، نہ اس کے خلاف لب کشائی کی ضرورت سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ مرض لاعلاج ہے، اور اس کی اصلاح میں لگنا بے سود ہے۔ ان پر مایوسی کی ایسی کیفیت طاری ہے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے؟

بعض حضرات اس کی اصلاح کے لئے آواز اُٹھاتے ہیں، مگر ان کی اصلاحی کوششیں صدا بہ صحرا یا نقار خانے میں طوطی کی آواز کی حیثیت رکھتی ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگرچہ پانی ناک سے اُونچا بہنے لگا ہے، اگرچہ پورا معاشرہ سیلابِ مصیبت کی لپیٹ میں آچکا ہے، اگرچہ فساد اور بگاڑ مایوسی کی حد تک پہنچ چکا ہے، لیکن ابھی تک ہمارے معاشرے کی اصلاح ناممکن نہیں، کیونکہ اکثریت اس کا احساس رکھتی ہے کہ اس صورتِ حال کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اس لئے اُوپر سے نیچے تک تمام اہلِ فکر اس کی طرف متوجہ ہوجائیں تو ہم اپنی نوجوان نسل کی بڑی اکثریت کو اس طوفان سے بچانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر کچھ انقلابی اقدامات کرنے ہوں گے، جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱:...... تمام مسلمان والدین کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ وہ اپنے گھروں میں ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے فلمی نغمے سنا کر اور فلمی مناظر دِکھا کر نہ صرف دُنیا و آخرت کی لعنت خرید رہے ہیں، بلکہ خود اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کا مستقبل تباہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں، اگر انہیں قبر و حشر میں حساب کتاب پر ایمان ہے، اگر انہیں اپنی اولاد سے ہمدردی ہے تو خدارا! اس سامانِ لعنت کو اپنے گھروں سے نکال دیں۔ ورنہ وہ خود تو مر کر قبر میں چلے جائیں گے، لیکن ان کے مرنے کے بعد بھی اس گناہ کا

فہرست

وبال ان کی قبروں میں پہنچتا رہے گا۔

۲:...... معاشرے کے تمام بااثر اور دردمند حضرات اس کے خلاف جہاد کریں، محلے محلے اور قریہ قریہ میں بااثر افراد کی کمیٹیاں بنائی جائیں، وہ اپنے محلے اور اپنی بستی کو اس لعنت سے پاک کرنے کے لئے مؤثر تدابیر سوچیں، اور اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کو اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ نیز حکومت سے پُرزور مطالبہ کریں کہ ہماری نوجوان نسل پر رحم کیا جائے اور نوجوان نسل کے ''خفیہ قاتل'' کے ان اڈّوں کو بند کیا جائے۔

۳:...... سب سے بڑی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ یہ اُصول طے شدہ ہے کہ حکومت کے اقدام سے اگر کسی نیکی کو رواج ہوگا تو تمام نیکی کرنے والوں کے برابر ارکانِ حکومت کو بھی اَجر وثواب ہوگا۔ اور اگر حکومت کے اقدام یا سرپرستی سے کوئی بُرائی رواج پکڑے گی تو اس بُرائی کا ارتکاب کرنے والوں کے برابر ارکانِ حکومت کو گناہ بھی ہوگا۔ اگر ریڈیو کے نغمے، ٹیلیویژن کی فلمیں اور راگ رنگ کی محفلیں کوئی ثواب کا کام ہے تو میں ارکانِ حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں کہ جتنے لوگ یہ ''نیکی اور ثواب کا کام'' کر رہے ہیں ان سب کے ''اَجر وثواب'' میں حکومت برابر کی شریک ہے۔ اور اگر یہ بُرائی اور لعنت ہے تو اس میں بھی حکومت کے ارکان کا برابر کا حصہ ہے۔ سینما ہال حکومت کے لائسنس ہی سے کھلتے ہیں، اور ریڈیو اور ٹی وی حکومت کی اجازت ہی سے درآمد ہوتے ہیں، اور حکومت ہی کی سرپرستی میں یہ ادارے چلتے ہیں، جو اپنے نتائج کے اعتبار سے انسانیت کے سفاک اور قاتل ہیں۔ میں اپنے نیک دِل اور اسلام کے علمبردار حکمرانوں سے بصد ادب واحترام اِلتجا کروں گا کہ خدا کے لئے قوم کو ان لعنتوں سے نجات دِلائیے، ورنہ: ''تیرے رَبّ کی پکڑ بڑی سخت ہے...!'' خصوصاً جبکہ ملک میں اسلامی نظام کا سنگِ بنیاد رکھا جارہا ہے، ضروری ہے کہ معاشرے کو ان غلاظتوں سے پاک کرنے کا اہتمام کیا جائے، ورنہ جو معاشرہ ان لعنتوں میں گلے گلے ڈُوبا ہوا ہو اس میں اسلامی نظام کا پنپنا ممکن نہیں۔

۴:...... حضراتِ علمائے اُمت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے خطبات ومواعظ میں اس بلائے بے درماں کی قباحتوں پر روشنی ڈالیں، اور تمام مساجد سے اس مضمون کی

فہرست

قرارداد یں حکومت کو بھیجی جائیں کہ پاکستان کو فلمی لعنت سے پاک کیا جائے۔

الغرض! اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لئے ان تمام لوگوں کو اُٹھ کھڑے ہونا چاہئے جو پاکستان کو قہرِ الٰہی سے بچانا چاہتے ہیں۔

کہا جاسکتا ہے کہ ہزاروں افراد کا روزگار فلمی صنعت اور ٹیلیویژن سے وابستہ ہے، اگر اس کو بند کیا جائے تو یہ ہزاروں انسان بے روزگار نہیں ہوجائیں گے؟ افراد کی بے روزگاری کا مسئلہ بلاشبہ بڑی اہمیت رکھتا ہے، لیکن سب سے پہلے تو دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا چند انسانوں کو روزگار مہیا کرنے کے بہانے سے پوری قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلا جاسکتا ہے؟ اُصول یہ ہے کہ اگر کسی فرد کا کاروبار ملت کے اجتماعی مفاد کے لئے نقصان دہ ہو تو اس کاروبار کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ چوروں اور ڈاکوؤں کا پیشہ بند کرنے سے بھی بعض لوگوں کا ''روزگار'' متأثر ہوتا ہے، تو کیا ہمیں چوری اور ڈکیتی کی اجازت دے دینی چاہئے؟ اسمگلنگ بھی ہزاروں افراد کا پیشہ ہے، کیا قوم و ملت اس کو برداشت کرے گی؟ شراب کی صنعت اور خرید و فروخت اور منشیات کے کاروبار سے بھی ہزاروں افراد کا روزگار وابستہ ہے، کیا ان کی بھی کھلی چھٹی ہونی چاہئے...؟ ان سوالوں کے جواب میں تمام عقلاء بیک زبان یہی کہیں گے کہ جو لوگ اپنے روزگار کے لئے پورے معاشرے کو داؤ پر لگاتے ہیں ان کو کسی دُوسرے جائز کاروبار کا مشورہ دیا جائے گا، لیکن معاشرے سے کھیلنے کی اجازت ان کو نہیں دی جائے گی۔ ٹھیک اسی اُصول کا اطلاق فلمی صنعت پر بھی ہوتا ہے، اگر اس کو معاشرے کے لئے مضر ہی نہیں سمجھا جاتا تو یہ بصیرت و فراست کی کمزوری ہے، اور اگر اس کو معاشرے کے لئے، خصوصاً نوجوان اور نوخیز نسل کے لئے مضر سمجھا جاتا ہے تو اس ضررِ عام کے باوجود اسے برداشت کرنا حکمت و دانائی کے خلاف ہے۔

جو لوگ فلمی صنعت سے وابستہ ہیں ان کے لئے کوئی دُوسرا روزگار مہیا کیا جاسکتا ہے، مثلاً: سینما ہالوں کو تجارتی مراکز میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ یہ فلمی کھیل تماشے قوم کے اخلاقی ڈھانچے ہی کے لئے تباہ کن نہیں، بلکہ اقتصادی نقطۂ نظر سے بھی ملک کے لئے مہلک ہیں۔ جو افرادی و مادّی قوّت ان لایعنی اور بے لذّت گناہوں

فہرست

پر خرچ ہورہی ہے وہ اگر ملک کی زرعی، صنعتی، تجارتی اور سائنسی ترقی پر خرچ ہونے لگے تو ملک ان مفید شعبوں میں مزید ترقی کرسکتا ہے، اس کا مفاد متعلقہ افراد کے علاوہ پوری قوم کو پہنچے گا۔

الغرض! جو حضرات فلمی لائن سے وابستہ ہیں ان کی صلاحیتوں کو کسی ایسے روزگار میں کھپایا جاسکتا ہے جو دینی، معاشرتی اور قومی وجود کے لئے مفید ہو۔

موت کی اطلاع دینا

س...... چند احادیث مبارکہ آپ کی خدمت میں ارسال ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں ان کا مفہوم لکھ کر مشکور فرمایئے:

۱:...... ''عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال ایاکم والنعی فان النعی من عمل جاهلیة.'' (ترمذی)

۲:...... ''عن حذیفة قال اذا مت فلا توذنوا بی احدًا فانی اخاف ان یکون نعیاً وانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ینهیٰ عن النعی.'' (ترمذی)

جناب مولانا صاحب! یہ تو احادیث مبارکہ ہیں اور ہمارے علاقہ میں یہ رسم و رواج ہے کہ جب کوئی بھی (چاہے امیر ہو یا غریب) مرجائے تو مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں فوت ہوا ہے، نمازِ جنازہ ۳ بجے ہوگا، یا جنازہ نکل گیا ہے، جنازہ گاہ کو جاؤ، تو کیا یہ اعلان جائز ہے یا احادیث کے خلاف ہے؟ اگر خلاف و ناجائز ہو تو انشاء اللہ یہ اعلانات وغیرہ آئندہ نہیں کریں گے، مدلل جواب سے نوازیں۔ نیز یہ بھی سنتے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے؟

ج...... عام اہلِ علم کے نزدیک موت کی اطلاع کرنا جائز بلکہ سنت ہے، ان احادیث میں اس ''نعی'' کی ممانعت ہے جس کا اہل جاہلیت میں دستور تھا کہ میّت کے مفاخر بیان کرکے اس کی موت کا اعلان کیا کرتے تھے۔

اعلانِ وفات کیسے سنت ہے؟

س...... آپ کا فتویٰ پڑھ کر تسلی نہیں ہوئی آج کل ہمارے محلے میں یہ مسئلہ بہت ہی زیر بحث

ہے، اس لئے اس کا فوٹو اسٹیٹ کرکے آپ کو دوبارہ بھیج رہا ہوں تاکہ تفصیل سے دلیل سے جواب دے کر مشکور فرمائیں، موت کی اطلاع کرنا سنت لکھا ہے تو مہربانی کرکے اس کی دلیل ضرور لکھئے گا۔

س……۱: زمانۂ جاہلیت میں جو دستور تھا اعلان کا، تو وہ کن الفاظ سے اعلان کرتے تھے؟

س……۲: مسجد کے اندر اذان دینا کیسا ہے؟ اس کا جواب شاید بھول گیا، مہربانی کرکے اس کا جواب جلدی دینا تاکہ اُلجھن دُور ہو، بہت بہت شکریہ۔

ج……

۱:……"فی الحدیث ان النبی صلی الله علیه وسلم نعی للناس النجاشی، اخرجه الجماعة."

ترجمہ:…… "حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ نجاشی کی موت کا اعلان فرمایا تھا۔"

۲:……"وفی فتح الباری (۳:۱۱۷): قال ابن العربی، یؤخذ من مجموع الاحادیث ثلاث حالات، الاولیٰ اعلام الاهل والاصحاب واهل الصلاح فهذا سنة، الثانية دعوة الحفل للمفاخرة فهٰذه تکره، الثالثة الاعلام بنوع آخر کالنیاعة ونحو ذالک فهٰذا حرام، وقد نقله الشیخ فی الاوجز (۱:۴۴۳) عن الفتح."

ترجمہ:…… "فتح الباری میں ہے کہ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ موت کی اطلاع دینے کی تین حالتیں ہیں: ۱:- اہل وعیال اور احباب واصحاب اور اہل صلاح کو اطلاع کرنا یہ تو سنت ہے۔ ۲:- فخر ومباحات کے لئے مجمع کثیر کو جمع کرنے کے لئے اعلان کرنا یہ مکروہ ہے۔ ۳:- لوگوں کو آہ وبکا اور بین کرنے کے لئے اطلاع کرنا اور بلانا یہ حرام ہے۔

۳:...... ”وفی العلائیة: ولا بأس بنقله قبل دفنه وبالاعلام بموته ......الخ. وفی الشامیة: قوله وبالاعلام بموته: ای اعلام بعضهم بعضاً، لیقضوا حقه. هدایة: وکره بعضهم ان ینادیٰ علیه فی الازقة والاسواق، لانه یشبه نعی الجاهلیة، والاصح انه لا یکره اذا لم یکن معه تنویه بذکره وتفخیم...... فان نعی الجاهلیة ماکان فیه قصد الدوران مع الضجیج والنیاحة وهو المراد بدعوی الجاهلیة فی قوله صلی الله علیه وسلم: ”لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة...... شرح المنیة (شامی ۲-۲۳۹) وکذا فی الفتح (۱-۴۶۳).“

ترجمہ:...... ”اور علائیہ میں ہے کہ میّت کو دفن کرنے سے پہلے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے اور موت کے اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں......الخ۔ اور فتاویٰ شامی میں ہے: ”اور اس کی موت کی اطلاع دینا یعنی ایک دوسرے کو اس لئے اطلاع دینا تا کہ اس کا حق ادا کرسکیں، (جائز ہے) اور بعض حضرات نے بازاروں اور گلیوں میں کسی کی موت کے اعلان کو مکروہ کہا ہے کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی موت کی اطلاع دینے کے مشابہ ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے، جب کہ اس اعلان کے ساتھ زمانہ جاہلیت کا سا نوحہ اور مردے کی بڑائی کا تذکرہ نہ ہو..... پس بے شک جاہلیت کی سی موت کی اطلاع وہ ہے کہ جس میں دل کی تنگی اور بین کا تذکرہ ہو، اور یہی مقصود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ: وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے منہ کو پیٹا اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے دعوے کئے۔“

ج……۲: مسجد میں اذان کہنا مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ جمعہ کی دُوسری اذان کا معمول منبر کے سامنے چلا آتا ہے۔

تصویر کا حکم

س……اسی دن ہی آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ تصویر حرام ہے جس کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کا حوالہ دیا تھا۔ پوچھنا یہ ہے کہ اگر تصویر حرام ہے تو ہمارے ملک سمیت کئی اسلامی ممالک میں کرنسی نوٹوں پر تصویریں ہیں، ہم لوگ یہ تصویری نوٹ جیب میں رکھ کر نماز پڑھتے ہیں، آیا ہماری نماز قبول ہوجاتی ہے؟

ہمارے ملک کے بڑے بڑے علماء سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہیں، آئے دن اخبارات ورسائل میں ان کے انٹرویوز آتے رہتے ہیں، جس کے ساتھ ان کی تصویر بھی چھپتی ہے، لیکن کسی عالم نے اخبار یا رسالے کو منع نہیں کیا کہ انٹرویو چھاپ دیں، اور تصویر مت چھاپنا۔

حج کے دوران مناسک حج بھی ٹی وی پر براہ راست دکھائے جاتے ہیں کیا یہ بھی ٹھیک نہیں ہے؟ اور دیکھنے والا بھی گناہ گار ہے؟ جب کہ یہ بھی ایک عکس ہے، اس قسم کی بے شمار چیزیں ہیں، جو کہ آپ کو بھی معلوم ہے۔

ج……اس سوال میں ایک بنیادی غلطی ہے، وہ یہ کہ ایک ہے قانون، اور دُوسری چیز ہے قانون پر عمل نہ ہونا۔ میں تو شریعت کا قانون بیان کرتا ہوں، مجھے اس سے بحث نہیں کہ اس قانون پر کہاں تک عمل ہوتا ہے، اور کہاں تک عمل نہیں ہوتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے، اور تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، اب اگر بالفرض ساری دُنیا بھی اس قانون کے خلاف کرنے لگے تو اس سے قانونِ شرعی تو غلط نہیں ہوجائے گا۔ ہاں! قانون کو توڑنے والے گناہ گار ہوں گے، جو لوگ نوٹوں پر تصویریں چھاپتے ہیں، اخبارات میں فوٹو چھاپتے ہیں، حج کی فلمیں بناتے ہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ قانون کے مقابلہ میں ان لوگوں کا قول وفعل حجت ہے؟ اگر نہیں تو ان کا حوالہ

فہرست

دینے کے کیا معنی؟

خوب سمجھ لیجئے کہ پاکستان کا سربراہ ہو، یا سعودی حکمران، سیاسی لیڈر ہو، یا علماء، مشائخ! یہ سب اُمتی ہیں، ان کا قول و فعل شرعی سند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ان کا حوالہ دیا جائے، یہ سب کے سب اگر امتی بن کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر پائیں گے، اور اگر نہیں کریں گے تو بارگاہِ خداوندی میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں گے، پھر خواہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردیں یا پکڑ لیں، بہرحال کسی مجرم کی قانون شکنی، قانون میں لچک پیدا نہیں کرتی، ہم لوگ بڑی سنگین غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں جب قانونِ الٰہی کے مقابلے میں فلاں اور فلاں کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں۔

تصویر والے نوٹ کو جیب میں رکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بغیر کسی شدید ضرورت کے تصویر بنوانا جائز نہیں اور حج فلم کا بنانا اور دیکھنا بھی جائز نہیں۔

نعرۂ تکبیر کے علاوہ دُوسرے نعرے

س…… جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ افواجِ پاکستان کے جوان جذبہ جہاد، جذبہ شہادت اور حب الوطنی سے سرشار ہیں اور ملک کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے، جنگ ایک ایسا موقع ہے کہ اس میں موت یقینی طور پر سامنے ہوتی ہے اور ہر سپاہی کی خواہش شہادت یا غازی بننا ہوتی ہے۔

جنگ کے دوران اور مشقوں میں فوجی جوان جوش میں مختلف نعرے لگاتے ہیں مثلاً نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر، نعرۂ حیدری: یا علیؓ مدد۔

اب اصل مسئلہ ''یا علی مدد'' کا ہے ملک بھر کے فوجی جوان ''یا علیؓ مدد'' پکارتے ہیں، لیکن اکثر علماء سے سنا ہے کہ شرکِ عظیم اور گناہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا، تو کیا ''یا علی مدد'' کا نعرہ دُرست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس نعرے کے بعد اگر موت واقع ہوجائے اور یہ واقعی شرک ہو تو معمولی سی ناسمجھی کی وجہ سے کتنا بڑا نقصان ہوسکتا ہے؟

نیز اکثر مسجدوں اور مختلف جگہوں پر یا اللہ، یا محمد، یا رسول کے نعرے درج ہوتے

ہیں ان کے بارے میں بھی تفصیل سے بیان کریں۔

ج...... اسلام میں ایک ہی نعرہ ہے، یعنی نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر۔ باقی نعرے لوگوں کے خود تراشیدہ ہیں، نعرۂ حیدری شیعوں کی ایجاد ہے، کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدائی صفات کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہ نعرہ بلاشبہ لائقِ ترک ہے اور شرک ہے۔

''یا محمد'' اور ''یا رسول اللہ'' کے الفاظ لکھنا بھی غلط ہے، اس مسئلے پر میری کتاب ''اختلافِ اُمت'' میں تفصیل سے لکھا گیا ہے اسے ملاحظہ فرمالیں۔

الٹرا ساؤنڈ سے رحم مادر کا حال معلوم کرنا

س...... قرآن میں کئی جگہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ بعض چیزوں کا علم سوائے اللہ کی ذات کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے اس سلسلے میں سورۃ لقمان کی آخری آیات کا حوالہ دوں گا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ چند چیزوں کا علم سوائے اللہ کے کسی کے پاس نہیں ہے، ان میں قیامت کے آنے کا، بارش کے ہونے کا، کل کیا ہونے والا ہے، فصل کیسے اگے گی، اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی)۔

جیسا کہ آپ کو علم ہوگا کہ آج کل ایک مشین جس کا نام ''الٹرا ساؤنڈ مشین'' (Altra Sound Machine) ہے جو کہ شاید اب پاکستان میں بھی موجود ہے، ڈاکٹروں کا دعویٰ ہے کہ اس مشین کے ذریعے یہ آسانی سے بتایا جاسکتا ہے کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے؟ یعنی لڑکی یا لڑکا؟ اور کئی ڈاکٹروں نے اس کو ثابت کر بھی دکھایا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا قرآن وحدیث کی روشنی میں ڈاکٹروں کا یہ دعویٰ کس حد تک درست ہے؟ اور اس مشین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ اسلام کے احکام اور قرآن کے خلاف نہیں ہے؟

ج...... قرآنِ کریم کی جس آیت کا حوالہ آپ نے دیا ہے، اس میں یہ فرمایا گیا کہ ''اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ رحم میں ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے یا کشف والہام کے ذریعہ کسی کو بتادے تو یہ اس آیت کے منافی نہیں، اسی طرح اگر آلات کے ذریعہ یا علامات کے ذریعہ یہ معلوم کرلیا جائے تو یہ بھی علم غیب شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا اس آیت کے خلاف نہیں۔ یہ

فہرست

جواب اس صورت میں ہے کہ آلات کے ذریعہ سو فیصد یقین کے ساتھ معلوم کیا جاسکے، ورنہ جواب کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ نفی علمِ یقینی اور بغیر ذرائع کے حاصل ہونے والے کی ہے، جبکہ علم ایک تو ظنی ہوتا ہے، اور دُوسرا اسبابِ عادیہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اور جو علم کسی کے ذریعہ سے حاصل ہو وہ علمِ غیب نہیں کہلاتا، لہٰذا یہ آیت کے منافی نہیں۔

فارمی مرغی کے کھانے کا حکم

س...... آپ کو معلوم ہوگا کہ آج کل تقریباً ہر ملک میں مشینی سفید مرغی کا کاروبار عام ہے اور مرغیوں کی پرورش کے لئے ایسی خوراک دی جاتی ہے جس میں خون کی آمیزش کی جاتی ہے، جس سے مرغی جلد جوان ہوتی ہے اور اس غذا کی وجہ سے مرغی کے اندر خود بخود انڈے دینے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسی مرغی اور اس کے انڈے کھانے جائز ہیں؟

ج...... مرغی کی غذا کا غالب حصہ اگر حرام ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے، اس کو تین دن بند رکھا جائے اور حلال غذا دی جائے اس کے بعد کھایا جائے، اور ان کی خوراک میں حلال غالب ہو تو کھانا جائز ہے۔

حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؓ

س...... گزارش اینکہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک رباعی جو شیعہ فرقہ کے علاوہ اہل سنت والجماعۃ مقررین وعلمائے کرام کی زبانوں پر بھی گشت کر رہی ہے، میری مراد ہے:

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سرداد ونداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ

اسی طرح علامہ اقبال مرحوم کا ایک شعر:

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
تا بنائے لا الٰہ گر دیدہ است

اور ظفر علی خان مرحوم کا شعر جس کا آخری حصہ:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ اور اشعار مذکورہ بالا کا خط کشیدہ حصہ دِل میں بہت زیادہ کھٹکتا ہے، میرے ناقص علم کے مطابق یہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا، واضح ہو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا میرے دل میں نہایت بلند مقام ہے، آپ براہ کرم اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟

اگر بنائے لا الٰہ حسینؓ نہیں تو از روئے شرع بنائے لا الٰہ کیا ہے؟ ایک عالم دین فرماتے ہیں کہ یہ رباعی ملا معین کاشفی رافضی کی ہے، حضرت خواجہ اجمیریؒ کی نہیں، چونکہ ان کے دیوان ورسائل میں نہیں ملتی، جواب مدلل ومبرہن اور مفصل لکھیں۔

ج...... ظفر علی خان مرحوم کے شعر میں تو کوئی اِشکال نہیں، ''ہر کربلا'' سے مراد ''ہر شہادت گاہ'' ہے، اور شعر کا مدعا یہ ہے کہ قربانی وشہادت احیائے اسلام کا ذریعہ ہے۔

جہاں تک اوّل الذکر رباعی اور اقبال کے شعر کا تعلق ہے یہ خالصتاً رافضی نقطۂ نظر کے ترجمان ہیں، خواجہ اجمیریؒ کی طرف رباعی کا انتساب غلط ہے، اور اقبال کا شعر ''فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ'' کا مصداق ہے۔ لطف یہ ہے کہ رباعی میں ''سر داد و نہ داد دست در دست یزید'' کو، اور اقبال کے شعر میں ''بہر حق در خاک وخوں غلطیدن'' کو ''بنائے لا الٰہ'' ہونے کی علت قرار دیا گیا ہے، حالانکہ توحید، جو مفہوم ہے ''لا الٰہ'' کا حق تعالیٰ کی صفت ہے، بندہ کا ایک فعل اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی کی علت کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں جو لوگ ائمہ معصومین میں خدا اور خدائی صفات کے حلول کے قائل ہوں ان سے ایسا مبالغہ مستبعد نہیں۔ الغرض یہ رباعی کسی رافضی کی ہے، اور اقبال کا شعر اس کا سرقہ ہے، واللہ اعلم!

فہرست

سرکاری افسران کی خاطر تواضع

س……آڈٹ کے محکمے سے متعلق ہونے کی وجہ سے دوسرے محکموں میں جاکر آڈٹ کرنا پڑتا ہے، وہ لوگ مہمان سمجھ کر کھانے کا یا چائے کا بندوبست کرتے ہیں، نہ کھانے پر ناراض ہوتے ہیں یا آڈٹ کرنے میں تعاون میں سستی کرتے ہیں، کھانے یا چائے کے پیسے بھی ہمیں ادا نہیں کرنے دیتے، دُوسری جگہ جاکر ان چیزوں کا اپنے بندوبست سے حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے، اس کھانے سے نہ ہم اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ وہ اس وجہ سے تقاضا کرتے ہیں کہ اعتراض معاف کردیئے جائیں، ایسی حالت میں کھانا یا چائے قبول کرنا چاہئے یا نہیں، ہمارے افسران نہ اس چیز کو منع کرتے ہیں نہ قبول کرنے کو کہتے ہیں ہاں خود جائیں تو کھا پی لیتے ہیں۔

ج…… ہمارے معاشرے میں سرکاری افسران کو کھلانے پلانے کا معمول ہے، اس لئے لوگ اس پر بضد ہوتے ہیں، اگر ممکن ہو تو ان سے کہہ دیا جائے کہ ہمیں سفر کے لئے سرکاری خرچ ملتا ہے، اس لئے کھانے پینے کے مصارف ہم خود ادا کریں گے، البتہ تیاری کے انتظامات کردیئے جائیں، اگر لوگ اس پر راضی ہوجائیں تو یہ انتظام کرلیا جائے، ورنہ بحالتِ مجبوری ان کی ضیافت کو گوارا کرلیا جائے، لیکن اس ضیافت کا اثر فرائض کی بجاآوری پر واقع نہ ہو۔

خرچ سے زیادہ بل وصول کرنا

س…… جب مقام سے باہر جاتے ہیں تو یومیہ خرچہ اور سفرخرچ سرکاری ملتا ہے، اور ہوٹل کا خرچ بھی، مثلاً ایک شخص ریلوے میں اے سی کلاس میں جاسکتا ہے، مگر کسی وجہ سے فرسٹ یا سیکنڈ کلاس میں جاتا ہے اور حکومت سے پیسے اے سی کے لے لیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ اگر اضافی پیسے فقراء میں تقسیم کردے بلاثواب کی نیت کے تو پھر کیسا ہے؟

ایسے ہی مثلاً دوسو روپے یومیہ پر ہوٹل میں رہ سکتا ہے مگر وہ پچاس روپے والے کمرے میں رہتا ہے لیکن حکومت سے دوسو روپے لے لیتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ اگر

اضافی ۱۵۰ روپے فقرأ میں تقسیم کردے تو پھر کیا جائز ہے؟ جبکہ بغیر نیت ثواب کے ہو۔

ج…… اگر سرکار کی طرف سے اس کی اجازت ہے پھر تو کوئی اِشکال نہیں لیکن اگر اجازت نہیں تو بہتر صورت یہ ہے کہ جتنا خرچہ ہوا ہو اتنا ہی وصول کیا جائے، اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو زائد خرچہ کسی تدبیر سے گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کرادیا جائے، اور اگر یہ صورت بھی نہ ہوسکے تو مساکین کو بغیر نیت صدقہ کے دیدیا جائے۔

مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں نہ کہ دوائی

س…… میرے ایک سوال کا جواب آپ نے دیا ہے جس سے میری ذہنی پریشانی ابھی تک ختم نہیں ہوسکی، میں دوبارہ آپ کو تکلیف دے رہی ہوں امید ہے آپ مجھے معاف کردیں گے۔ میرا سوال یہ تھا کہ:

> ''کیا دوائی کھانے سے بیٹا پیدا ہوسکتا ہے جس کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ: ''بیٹا بیٹی خدا ہی کے حکم سے ہوتے ہیں، اور دوائی بھی اسی کے حکم سے موثر ہوتی ہے اس لئے اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو دوائی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔''

گستاخی معاف! مولانا صاحب میں چاہتی ہوں کہ آپ اس سوال کا جواب ذرا وضاحت سے دیں کیونکہ میرا دل ابھی بھی مطمئن نہیں ہوا کہ اگر دوائی کھانے سے بھی بیٹا پیدا ہوسکتا ہے تو پھر ہر عورت ہی دوائی کھانی شروع کردے اور دُنیا میں بیٹے ہی بیٹے نظر آئیں، بیٹیاں تو ختم ہوجائیں کیونکہ ہمارے ملک میں تو پہلے ہی بہت جہالت ہے، پہلے تو لوگ داتا صاحب کے مزار پر اور دُوسرے مزارات پر جاکر بیٹا مانگتے ہیں اور اب دوائی سے اگر بیٹا ملنے لگا تو عورتوں کا ہجوم ان کے گھر لگ جائے گا جو دوائی بیچ رہے ہیں اور دوائی بھی ہزاروں میں بیچ رہے ہیں کیا یہ شرک نہیں ہوگا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں جس کو چاہتا ہوں بیٹا دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں بیٹی دیتا ہوں، جب اللہ نے دینا اپنی مرضی سے ہے تو دوائی کیا اثر کرسکتی ہے؟

ج…… میری بہن! دواؤں کا تعلق تجربہ سے ہے، پس اگر تجربہ سے ثابت ہوجائے (محض فراڈ نہ ہو) کہ فلاں دوائی سے بیٹا ہوسکتا ہے تو اس کا جواب میں نے لکھا تھا کہ دوائی کا موٴثر ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جیسے بیماری سے شفا دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، لیکن دوا دارو بھی کیا جاتا ہے، اور اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے، تو یوں کہا جائے گا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بغیر دواؤں کے شفا دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں اسی طرح کبھی دوائی کے ذریعے شفا عطا فرماتے ہیں، دوائی شفا نہیں دیتی، بلکہ اس کا وسیلہ اور ذریعہ بن جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں دوائی کے باوجود بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کوئی دوائی واقعی ایسی ہے جس سے بیٹا ہوجاتا ہے تو اس کی حیثیت بھی یہی ہوگی کہ کبھی اللہ تعالیٰ دوائی کے بغیر بیٹا دے دیتے ہیں، کبھی دوائی کو ذریعہ بنا کر دیتے ہیں، اور کبھی دوائی کے باوجود بھی نہیں دیتے، جب موٴثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھا جائے اور دوائی کی تاثیر کو بھی اسی کے حکم و ارادہ کی پابند سمجھا جائے تو یہ شرک نہیں، اور ایسی دوائی کا استعمال گناہ نہیں۔

نوٹ: مجھے اس سے بحث نہیں کہ کوئی دوائی ایسی ہے بھی یا نہیں۔

مریخ وغیرہ پر انسانی آبادی

س…… کیا ایک انسانوں کی آبادی اس زمین (جس پر ہم لوگ خود رہتے ہیں) کے علاوہ کہیں اور بھی ہوسکتی ہے؟ جیسے مریخ وغیرہ میں۔ میرا مطلب ہے کہ اسلامی رو سے یہ ممکن ہے یا نہیں اگر ہے تو انبیأ کرام کو تو صرف اس زمین پر خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے جیسے ہم لوگ رہتے ہیں، اگر ممکن ہے تو وہ لوگ حج وغیرہ کس طرح ادا کریں گے؟

ج…… آپ اس زمین کے انسانوں کی بات کریں، مریخ اور عطارد پر اگر انسانی مخلوق ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت اور حج وغیرہ کا بھی انتظام کیا ہوگا، آپ ان کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیں۔

فہرست

عورت کی حکمرانی

س...... روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ پر گزشتہ تین مسلسل جمعة المبارک (مورخہ ۲۷ جنوری، ۳ فروری اور ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء) سے ایک تحقیقی مقالہ بعنوان عورت بحیثیت حکمران از جناب مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب شائع ہو رہا ہے۔

مفتی صاحب نے ان مقالات میں قرآن حکیم، احادیث مبارکہ، ائمہ کرام، فقہا اور علماء کے اقوال اور حوالوں سے یہ قطعی ثابت کیا ہے کہ ایک اسلامی مملکت کی سربراہ ''عورت'' نہیں ہوسکتی۔

سیاسی وابستگی سے قطع نظر بحیثیت ایک مسلمان میں خالصتاً اسلامی نقطۂ نگاہ سے آپ سے یہ سوال کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ موجودہ دور کی حکمران چونکہ ایک خاتون ہے، جبکہ قرآن، حدیث، علماء اور فقہاء نے اس کی ممانعت اور مخالفت کی ہے، لیکن اس کے باوجود اہلِ پاکستان نے مشترکہ طور پر ایک عورت کو حکمران بنا کر قرآن اور حدیث کے واضح احکامات سے روگردانی کی ہے۔ کیا پوری قوم ان واضح احکامات سے روگردانی پر گناہ گار ہوئی اور کیا پوری قوم کو اس کا عذاب بھگتنا ہوگا...؟ نیز ہمارے موجودہ اسلامی شعائر اور فرائض پر تو اس کا کوئی اثر نہیں پڑ رہا ہے؟

ج...... حق تعالیٰ شانہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمت کے دوٹوک اور قطعی فیصلہ اور اس کی کھلی مخالفت کے بعد کیا ابھی آپ کو گنہ گاری میں شک ہے؟ براہ راست گناہ تو ان لوگوں پر ہے جنھوں نے ایک خاتون کو حکومت کی سربراہ بنایا، لیکن اس کا وبال پوری قوم پر پڑے گا، مستدرک حاکم کی روایت میں بسند صحیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

''ھلکت الرجال حین اطاعت النساء.''

(مستدرک حاکم ج:۴ ص:۲۹۱)

ترجمہ:...... ''ہلاک ہوگئے مرد جب انہوں نے اطاعت کی عورتوں کی۔''

اب یہ تباہی اور ہلاکت پاکستان پر کن کن شکلوں میں نازل ہوتی ہے؟ اس کا انتظار کیجئے...!

اِبلیس کے لئے سزا

س……قرآن شریف میں اِبلیس کو جن کہا گیا ہے، جس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ اس کی تخلیق آگ سے ہے جبکہ انسان کی مٹی سے۔ اِبلیس کو اس کی نافرمانی کی وجہ سے ملعون قرار دیا گیا، اور اس کے اعمال پر چلنے والے انسانوں کو دوزخ کے دردناک عذاب کی خبر دی گئی۔

لیکن کہیں بھی نہیں کہ اِبلیس کی ان حرکات پر اس کے لئے دوزخ کی سزا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جس کی تخلیق آگ سے ہے اس پر دوزخ کوئی اثر کرے گی؟

ج…… اِبلیس کے لئے دوزخ کی سزا قرآنِ کریم میں مذکور ہے۔ جنوں کی تخلیق میں غالب عنصر آگ ہے، جیسا کہ انسان کی تخلیق میں غالب عنصر مٹی ہے، اور مٹی کا ہونے کے باوجود جس طرح انسان مٹی سے ایذا پاتا ہے، مثلاً: اس کو مٹی کا گولا مارا جائے تو اس کو تکلیف ہوگی، اسی طرح جنوں کے آگ سے پیدا ہونے کے باوجود ان کو آگ سے تکلیف ہوگی۔

گھوڑے کا گوشت

س……صحیح بخاری شریف جلد نمبر۳ صفحہ نمبر ۲۵۵ سے ۲۵۶ تک مختلف احادیث میں یہ بات لکھی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے۔ ہمیں بتائیں کہ ان احادیث کا کیا مطلب ہے اور پھر اگر جائز ہے تو آج تک علمائے کرام نے کیوں نہیں بتایا؟

ج……سنن ِابی داؤد ص:۱۷۵، ج:۲ مطبوعہ کراچی میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے گوشت سے منع فرمادیا تھا، چونکہ ایک حدیث سے جواز معلوم ہوتا ہے، اور دوسری سے ممانعت معلوم ہوتی ہے، اس لئے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے آپ نے یہ مسئلہ پہلے کسی عالم سے پوچھا نہیں ہوگا اگر پوچھتے تو بتایا جاتا۔

کیا سب دریائی جانور حلال ہیں؟

س......جس طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے کہ دریاؤں کے جانوروں کو حلال قرار دیا گیا ہے مگر ہم صرف مچھلی حلال سمجھتے ہیں جبکہ سمندروں میں اور بھی جاندار ہوتے ہیں۔

ج......قرآنِ کریم کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اِحرام کی حالت میں دریائی جانوروں کے شکار کو حلال فرمایا گیا ہے، خود ان جانوروں کو حلال نہیں فرمایا گیا۔ اور شکار حرام جانور کا بھی ہوسکتا ہے، جیسے: شیر اور چیتے کا شکار کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں صرف مچھلی کو حلال فرمایا ہے، اس لئے ہم صرف مچھلی کو حلال سمجھتے ہیں۔

(نصب الرایہ ج:۲ص:۲۰۲)

جانور کو خصی کرنا

س......قربانی کے لئے جو بکرا پالتے ہیں اس کو خصی کردیتے ہیں صرف اس نیت سے کہ اس کی نشو ونما اچھی ہو اور گوشت بھی زیادہ نکلے اور خصوصاً فروخت کرنے والے زیادہ تر خصی کردیتے ہیں تاکہ دام اچھے لگیں۔ جب خصی کرتے ہیں تو بکرا بُری طرح سے چیخ و پکار کرتا ہے، تو کیا جانور پر یہ ظلم ہے یا نہیں؟

ج......جانور کا خصی کرنا جائز ہے، اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش کی جائے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم پہنچے۔

داڑھی کٹانا حرام ہے

س......آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے اور اس کو منڈانا یا کٹانا (جبکہ ایک مشت سے کم ہو) شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

۱:......جنابِ عالی! میں نے پاکستان میں ماہِ رمضان میں کئی حافظ دیکھے جو تراویح پڑھاتے تھے اور ڈاڑھی صاف کرتے تھے۔

۲:......سب سے اعلیٰ مثال ہمارے حکیم سعید احمد صاحب ہمدرد والے الحاج حافظ ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں ہیں، اپنے رسالے ''ہمدرد صحت'' میں پہلا مضمون قرآن اور

حدیث کا ہوتا ہے، خود لکھتے ہیں، کیا ان کو یہ مسئلہ نہیں معلوم؟

۳:...... یہاں ریاض میں اکثریت لوکل آبادی ذراسی داڑھی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی فقہ میں جائز ہے۔

۴:...... اس مسئلہ پر ایک قابل، تعلیم یافتہ جو عربی اور حدیث و فقہ کی ڈگریاں رکھتے ہیں، نے گفتگو کی، انہوں نے بھی کہا کہ چھوٹی داڑھی حرام نہیں۔

براہِ کرم تفصیل سے جواب دیں کیونکہ اکثر پاک و ہند کے مسلمان بھی یہاں آکر ان جیسی ڈاڑھی رکھنے لگے ہیں کیونکہ عمرہ، حج کرنے کے بعد سے نماز کی پابندی بھی کرتے ہیں۔

ج...... فاسق ہیں، ان کی اقتداء میں نماز مکروہِ تحریمی ہے۔

۲:...... یہ بات حکیم صاحب ہی کو معلوم ہوگی کہ ان کو مسئلہ معلوم ہے یا نہیں؟

۳:...... یہ لوگ غلط کہتے ہیں کسی فقہ میں جائز نہیں۔

۴:...... ان کے پاس ڈگریاں ہیں، لیکن صرف ڈگریوں سے دین آجایا کرتا تو مغرب کے مستشرقین ان سے بڑی ڈگریاں رکھتے ہیں، اس موضوع پر میرا مختصر سا رسالہ ہے ”داڑھی کا مسئلہ“ اس کا مطالعہ کریں۔

علماء کے متعلق چند اِشکالات

س...... میں چند سوالات لکھ رہا ہوں یہ تمام سوالات کتاب (تبلیغی جماعت، حقائق و معلومات) سے لئے ہیں جس کے مولف (علامہ ارشد القادری) ہیں:

ا:...... دیوبندی گروہ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب نے اس فرقے اور اس کے بانی محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق نہایت سنگین اور لرزہ خیز حالات تحریر فرمائے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا

تھا، اس لئے اس نے اہل سنت والجماعۃ سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب ورحمت شمار کرتا رہا، محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں، اور ان سے قتل وقتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔‘‘ (الشہاب ص:۴۲، ۴۳)

جبکہ فتاویٰ رشیدیہ ج:۱ ص:۱۱۱ میں حضرت گنگوہی صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

’’محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔‘‘

حضرت! پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ دیوبند کے شیخ مولوی حسین احمد مدنی صاحبؒ نے وہابیوں کے متعلق اتنی سنگین باتیں لکھیں جب کہ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے عقائد عمدہ لکھے۔ برائے مہربانی میری اس پریشانی کو دور فرمائیں اللہ آپ کو جزا عطا فرمائیں گے۔

ج…… دونوں نے ان معلومات کے بارے میں رائے قائم کی جو ان تک پہنچی تھیں، ہر شخص اپنے علم کے مطابق حکم لگانے کا مکلّف ہے بلکہ ایک ہی شخص کی رائے کسی کے بارے میں دو وقتوں میں مختلف ہوسکتی ہے، پھر تعارض کیا ہوا؟ علاوہ ازیں تبلیغی جماعت کے بارے میں اس بحث کو لانے سے کیا مقصد؟

۲:……’’فتاویٰ رشیدیہ ج:۲، ص:۹ میں کسی نے سوال کیا ہے کہ لفظ رحمۃ للعالمین، مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

جواب میں حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔‘‘

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ ہم بھی آج تک یہی سمجھ رہے ہیں اور غالباً یہ

درست بھی ہے کہ یہ صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

ج…… بالکل صحیح ہے کہ رحمۃ للعالمین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے لیکن دُوسرے انبیاء و اولیاء کا وجود بھی اپنی جگہ رحمت ہے، اسی کو حضرت گنگوہی قدس سرہ، نے بیان فرمایا، اس کی مثال یوں سمجھو کہ سمیع و بصیر حق تعالیٰ شانہ کی صفت ہے لیکن انسان کے بارے میں فرمایا۔ ''فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا'' (سورۃ الدہر) کیا انسان کے سمیع و بصیر ہونے سے اس کا صفتِ خداوندی کے ساتھ اشتراک لازم آتا ہے؟

۳:……''مولانا قاسم نانوتوی صاحب اپنی ایک کتاب تحذیر الناس میں تحریر فرماتے ہیں کہ…… انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔'' (تحذیر الناس ص:۵)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ نبی پر تو اللہ وحی بھی بھیجتے ہیں، کتابیں بھی اترتی ہیں، اللہ سے ہمکلام بھی ہوتے ہیں حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو معراج بھی ہوئی، پھر نبی کے عمل میں اور امتی کے عمل میں تو بہت فرق ہوگیا کیا یہ بات صحیح نہیں؟

ج…… حضرت نانوتویؒ کی مراد یہ ہے کہ عبادات کی مقدار میں تو غیر نبی بھی نبی کے برابر ہوجاتا؟ بلکہ بسا اوقات بڑھ بھی جاتا ہے مثلاً جتنے روزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے مسلمان بھی اتنے ہی رکھتے ہیں بلکہ بعض حضرات نفلی روزہ کی مقدار میں بڑھ بھی جاتے ہیں، اسی طرح نمازوں کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز میں تیرہ یا پندرہ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں، اور بہت سے بزرگانِ دین سے ایک ایک رات میں سیکڑوں رکعتیں پڑھنا منقول ہے، مثلاً امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ بننے کے بعد رات کو دو سو رکعتیں پڑھتے تھے، الغرض امتیوں کی نمازوں کی مقدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نظر آتی ہے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ پوری امت کی نمازیں مل کر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رکعت کے برابر نہیں ہوسکتیں اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ علم باللہ، ایمان و یقین اور خشیت و تقویٰ کی جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی وہ پوری

امت کے مقابلہ میں بھاری ہے، اسی کو حضرت نانوتویؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا اصل کمال وہ علم ویقین ہے جو ان اکابر کو حاصل تھا، ورنہ ظاہری عبادات میں تو بظاہر امتی، انبیائے کرامؑ کے برابر نظر آتے ہیں، بلکہ ان کی عبادات کی مقدار بظاہر ان سے زیادہ نظر آتی ہے، جیسا کہ اُوپر مثالوں سے واضح کیا گیا۔

۴:...... ''حضرت تھانوی کے کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ ہر چند کلمہ تشہد صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا یہ ہے کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ اس کے جواب میں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔'' (''برہان'' فروری ۱۹۵۲ء ص:۱۰۷)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کسی کی محبت میں ہم ایسا کلمہ پڑھ سکتے ہیں؟

ج...... کسی کی محبت میں ایسا کلمہ نہیں پڑھ سکتے نہ اس واقعہ میں اس شخص نے یہ کلمہ پڑھا، بلکہ غیراختیاری طور پر اس کی زبان سے نکل رہا ہے، وہ تو کوشش کرتا ہے کہ یہ کلمہ نہ پڑھے، لیکن اس کی زبان اس کے اختیار میں نہیں، اور سب جانتے ہیں کہ غیراختیاری امور پر مواخذہ نہیں، مثلاً کوئی شخص مدہوشی کی حالت میں کلمہ کفر بکے تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا، اور اس شخص کو اس غلط بات سے جو رنج ہوا اس کے ازالے کے لئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ کیفیت محبت کی مدہوشی کی وجہ سے پیدا ہوئی، چونکہ غیراختیاری کیفیت تھی لہٰذا اس پر موٴاخذہ نہیں۔

۵:...... ''ملفوظات الیاس کا مرتب اپنی کتاب میں ان کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔''

(ملفوظات ص:۵۱)

حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کیا حضرت جی یعنی مولانا الیاسؒ کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

ج…… انبیاء کے مثل سے مراد ہے کہ جس طرح ان اکابر پر دعوتِ دین کی ذمہ داری تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے طفیل میں یہ ذمہ داری امت مرحومہ پر عائد کردی گئی، اس میں کون سی بات خلافِ واقعہ ہے، اور اس پر کیا اشکال ہے؟

۶:…… مولوی عبدالرحیم شاہ باڑہ ٹوٹی صدر بازار دہلی والے ان کی کتاب (اصول دعوت وتبلیغ) کے آخری ٹائٹل پیج پر مولوی احتشام الحسن صاحب یہ مولانا الیاسؒ کے برادر نسبتی ان کے خلیفہ اول ہیں ان کی یہ تحریر ''انتظار کیجئے'' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے یہ تحریر انہوں نے اپنی ایک کتاب (زندگی کی صراط مستقیم) کے آخر میں ضروری انتباہ کے نام سے شائع کی ہے لکھتے ہیں:

نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق ہے، جو علمائے کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مسلک کے مطابق کریں، میری عقل وفہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاسؒ کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف ''بدعت حسنہ'' کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جارہا ہے؟ اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا، میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔''

حضرت برائے مہربانی اس سوال کا جواب ذرا تفصیل سے عنایت کریں کیونکہ میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

ج……ان بزرگ کے علم وفہم کے مطابق نہیں ہوگی، لیکن یہ بات قرآن کی کس آیت میں آئی ہے کہ ان بزرگ کا علم وفہم دوسروں کے مقابلے میں حجتِ قطعیہ ہے؟

الحمدللہ! تبلیغ کا کام جس طرح حضرت مولانا الیاسؒ کی حیات میں اصولوں کے مطابق ہورہا تھا آج بھی ہورہا ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب آرہا ہے، بے شمار انسانوں میں دین کا درد، آخرت کی فکر، اپنی زندگی کی اصلاح کی تڑپ اور بھولے ہوئے انسانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی لائن پر لانے کا جذبہ پیدا ہورہا ہے، اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے، اب اس خیر و برکت کے مقابلہ میں جو کھلی آنکھوں نظر آرہی ہے، تبلیغ سے روٹھے ہوئے ایک بزرگ کا علم وفہم کیا قیمت رکھتا ہے؟

اور ان بزرگ کا اس کام کو ''بدعت حسنہ'' کہنا بھی ان کے علم وفہم کا قصور ہے، دعوت الی اللہ کا کام تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا کام چلا آیا ہے، کون عقل مند ہوگا جو انبیائے کرام علیہم السلام کے کام کو بدعت کہے؟

میں نے اِعتکاف میں قلم برداشتہ یہ چند الفاظ لکھ دئے ہیں، امید ہے کہ موجب تشفی ہوں گے، ورنہ ان نکات کی تشریح مزید بھی کی جاسکتی تھی، مگر اس کی نہ فرصت ہے اور نہ ضرورت۔

ایک خاص بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ علم میں کمزور ہوں ان کو کچے پکے لوگوں کی کتابیں اور رسالے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے لوگوں کا مقصود تو محض شبہات و وساوس پیدا کرکے دین سے برگشتہ کرنا ہوتا ہے۔ اعتراضات کس پر نہیں کئے گئے؟ اس لئے ہر اعتراض لائق التفات نہیں ہوتا۔

عورت کے لئے کسبِ معاش

س…… مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۲ء روزنامہ جنگ میں محترم بیگم سلمیٰ احمد صاحبہ نے کراچی اسٹاک ایکسچینج کے نومنتخب عہدیداران کے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے سورۂ نسأ کی آیت:۳۱ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ''عورت جو کماتی ہے وہ اس کا حصہ ہے اور مرد جو کماتا

ہے وہ اس کا حصہ ہے'' لہٰذا عورتوں کو کاروبار کرنے کی اجازت ہے، جب کہ قرآن مجید میں اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''کہ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔''

قرآن مجید کے ترجمہ سے کہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں کاروبار اعلانیہ کرسکتی ہیں؟ جب کہ ہر شخص کی طرح عورتوں کو بھی ان کے اعمال کا حصہ ملے گا اور مردوں کو بھی ان کے اعمال کا حصہ ملے گا، تو محترمہ بیگم سلمیٰ احمد صاحبہ نے کاروبار کا مفہوم کہاں سے نکال لیا، اس سے قبل جناب مولانا طاہر القادری صاحب نے بھی مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے ریفرنڈم کے زمانہ میں خطاب کے دوران اسی قسم کا ترجمہ کیا تھا، کیونکہ مرحوم نے بھی اس زمانہ میں پاک پتن شریف میں تقریر کرتے ہوئے خواتین کے اجتماع سے خطاب کے دوران یہی ترجمہ کیا تھا کہ عورت کاروبار کرسکتی ہے، جس کی تائید کرنے پر مولانا محترم کو مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد کیا گیا۔

لہٰذا آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ آپ براہ کرم مندرجہ بالا آیت مبارکہ کا صحیح ترجمہ شائع فرما کر امت مسلمہ کو کسی نئے تنازعہ سے بچائیں۔

ج…… یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ اوّل یہ کہ عورت کے لئے کسب معاش کا کیا حکم ہے؟ میں اس مسئلہ کی وضاحت پہلے بھی کرچکا ہوں کہ اسلام نے بنیادی طور پر کسبِ معاش کا بوجھ مرد کے کندھوں پر ڈالا ہے، اور خواتین کے خرچ اخراجات ان کے ذمہ ڈالے ہیں، خاص طور پر شادی کے بعد اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے، اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے، جس پر دلائل پیش کرنا کارعبث نظر آتا ہے، ابلیس مغرب نے صنف نازک پر جو سب سے بڑا ظلم کیا ہے وہ یہ کہ ''مساوات مرد و زن'' کا فسوں پھونک کر عورت کو کسب معاش کی گاڑی میں جوت کر مردوں کا بوجھ ان پر ڈال دیا، اور جن حضرات کا آپ نے تذکرہ کیا ہے وہ اسی مسلک کے نقیب اور داعی ہیں، اور اس کی وجہ سے جو جو خرابیاں مغربی معاشرہ میں رونما ہوچکی ہیں وہ ایک مسلمان معاشرہ کے لئے لائق رشک نہیں بلکہ لائق شرم ہیں۔

ہاں! بعض صورتوں میں بے چاری عورتوں کو مردوں کا یہ بوجھ اٹھانا پڑتا ہے، ایسی عورتوں کا کسب معاش پر مجبور ہونا ایک اضطراری حالت ہے، اور اپنی عفت و عصمت اور نسوانیت کی حفاظت کرتے ہوئے وہ کوئی شریفانہ ذریعہ معاش اختیار کریں تو اس کی اجازت ہے۔

دُوسرا مسئلہ بیگم صاحبہ کا قرآن کریم کی آیت سے استدلال ہے، اس کے بارے میں مختصراً یہی عرض کیا جاسکتا ہے کہ اس آیت شریفہ کا موصوفہ کے دعویٰ کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں بلکہ یہ آیت ان کے دعوے کی نفی کرتی ہے، کیونکہ اس آیت شریفہ کا نزول بعض خواتین کے اس سوال پر ہوا تھا کہ ان کو مردوں کے برابر کیوں نہیں رکھا گیا؟ مردوں کو میراث کا دوگنا حصہ ملتا ہے، چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیعؒ تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

"ماقبل کی آیتوں میں میراث کے احکام گزرے ہیں، ان میں یہ بھی بتلایا جاچکا ہے کہ میت کے ورثا میں اگر مرد اور عورت ہو، اور میت کی طرف رشتہ کی نسبت ایک ہی طرح کی ہو تو مرد کو عورت کی بہ نسبت دوگنا حصہ ملے گا، اسی طرح کے اور فضائل بھی مردوں کے ثابت ہیں، حضرت ام سلمہؓ نے اس پر ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کو آدھی میراث ملتی ہے، اور بھی فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہیں۔

مقصد اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی تمنا تھی کہ اگر ہم لوگ بھی مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل ہمیں بھی حاصل ہوجاتے، بعض عورتوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد میں حصہ لیتے اور جہاد کی فضیلت ہمیں حاصل ہوجاتی۔

ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مرد کو میراث میں دوگنا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے نصف ہے تو کیا عبادات و اعمال میں بھی ہم کو نصف ہی ثواب ملے

فہرست

گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں دونوں قولوں کا جواب دیا گیا ہے، حضرت ام سلمہؓ کے قول کا جواب: "وَلَا تَتَمَنَّوْا" سے دیا گیا اور اس عورت کے قول کا جواب "لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ" سے دیا گیا۔"

(تفسیر معارف القرآن ص:۳۸۸، ج:۲)

خلاصہ یہ کہ آیت شریفہ میں بتایا گیا کہ مرد و عورت کے خصائص الگ الگ اور ان کی سعی و عمل کا میدان جدا جدا ہے، عورتوں کو مردوں کی اور مردوں کو عورتوں کی ریس کیا؟ اس کی تمنا بھی نہیں کرنی چاہئے، قیامت کے دن ہر شخص کو اپنی سعی و عمل کا پھل ملے گا، مردوں کو ان کی محنت کا، اور عورتوں کو ان کی محنت کا، مرد ہو یا عورت کسی کو اس کی محنت کے ثمرات سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

بیگم صاحبہ نے جو مضمون اس آیت شریفہ سے اخذ کرنا چاہا ہے وہ یہ ہے کہ مردوں کی دُنیوی کمائی ان کو ملے گی، عورتوں کا اس میں کوئی حق نہیں، اور عورتوں کی محنت مزدوری ان کی ہے، مردوں کا اس میں کوئی حق نہیں، اگر یہ مضمون صحیح ہوتا تو دنیا کی کوئی عدالت بیوی کے نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد پر نہ ڈالا کرتی، اور عدالتوں میں نان نفقہ کے جتنے کیس دائر ہیں ان سب کو یہ کہہ کر خارج کر دینا چاہئے کہ بیگم صاحبہ کی "تفسیر" کے مطابق مرد کی کمائی مرد کے لئے ہے، عورت کا اس میں کوئی حق نہیں، استغفر اللہ! تعجب ہے کہ ایسی کھلی بات بھی لوگوں کی عقل میں نہیں آتی۔

بچہ اگر دَب کر مر جائے

س…… ہمارے علاقے کی عورتیں بچوں کو اپنے ساتھ ایک بستر پر رات کے وقت سلاتی ہیں، چند واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں کہ عورتوں کے یہ بچے اکثر سوتے میں ان عورتوں کے نیچے آ کر مر جاتے ہیں، تو یہاں کے لوگ ان عورتوں کو دو مہینے تک متواتر روزے رکھنے پر مجبور کرتے ہیں، یہاں بہت سے علماء سے اس کے بارے میں جواب طلب کیا، لیکن صحیح جواب سے محروم ہوں۔ اس لئے آپ صاحبان سے اس کے بارے میں صحیح جواب اور راہنمائی کی ضرورت ہے۔

ج……اگر عورت کی کروٹ کے نیچے آکر بچہ مرجائے تو یہ ''قتلِ خطا'' ہے، اور ''قتلِ خطا'' کا حکم خود قرآنِ کریم میں منصوص ہے کہ ایک تو دیت واجب ہوگی جو عورت کے قبیلہ کے لوگ اولیائے مقتول کو ادا کریں گے، دُوسرے قاتل کے ذمہ دو مہینے کے پے درپے روزے لازم ہوں گے، اس لئے ایسی عورتوں پر دو مہینے کے پے درپے روزے لازم ہیں۔

طالبان اسلامی تحریک

س……۱: مسلمانوں کا جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی کے لئے طالبان اسلامی تحریک یعنی ''امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد دامت برکاتہم العالیہ'' کے جہادی نظم میں شامل ہوکر کفار و فساق فجار کے خلاف عملی جہاد کرنا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

س……۲: پوری دُنیا کے کفار و فساق طالبان اسلامی مملکت کے خلاف ہر محاذ پر سرگرم ہیں اس صورتِ حال میں دنیا کے عام مسلمانوں کا طالبان کے ساتھ شامل ہوکر جہاد کرنا کیسا عمل ہے، وضاحت فرمائیں؟

ج…… جہاد فی سبیل اللہ فرض ہے اور امیر المؤمنین ملا عمر کی قیادت میں افغانستان میں طالبان کی جو تحریک شروع ہوئی وہ ٹھیٹھ اسلامی تحریک ہے، اور طالبان کی قائم کردہ حکومت خالص شرعی حکومت ہے اور جو لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں، ان کا حکم اسلامی حکومت کے باغیوں کا ہے۔ اس لئے ملا عمر کی زیرِ قیادت کفار اور باغیوں سے جہاد کرنا بالکل جائز ہے، بلکہ ضروری ہے، ان کی اسلامی حکومت ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ تمام اسلامی قوتیں اس کے موافق ہیں اور تمام غیر اسلامی قوتیں اس کے خلاف، اگر افغانستان کے حالات معلوم کرنے ہوں، تو تھوڑے سے سفر کی زحمت اٹھا کر اپنی آنکھوں سے وہاں اسلامی اقتدار کا نقشہ دیکھا جاسکتا ہے۔

جہادِ افغانستان

س…… ایک آدمی مسلمان ہوتے ہوئے علی الاعلان بزبان خود یوں کہنے لگے کہ موجودہ افغانستان کا جہاد بالکل جہاد ہی نہیں بلکہ ایک طرف رُوس کی حمایت اور دوسری طرف امریکہ کی حمایت میں لڑتے ہیں اور دونوں ہی گروہ کافر ہیں، بتائیں کہ ایسا آدمی دائرہ

فہرست

اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟

ج……افغانستان کا جہاد ہمارے نقطۂ نظر سے تو صحیح ہے، لیکن ہر شخص اپنی فکر و فہم کے مطابق گفتگو کیا کرتا ہے۔ یہ صاحب جو دونوں فریقوں کو کافر قرار دے رہے ہیں یہ ان کی صریح زیادتی ہے، اور ان کا یہ سمجھنا کہ ایک فریق امریکہ کی حمایت میں لڑ رہا ہے، یہ ناقص معلومات کا نتیجہ ہے، میں اس شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینے کی جرأت تو نہیں کرتا، بشرطیکہ وہ ضروریاتِ دین کا قائل ہو، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اپنی ناقص معلومات کی بنا پر اتنا بڑا دعویٰ کرکے، اور مسلمانوں کو کافر ٹھہرا کر یہ شخص گنہگار ہو رہا ہے، اس کو توبہ کرنی چاہئے، اور دُوسرے لوگوں کو چاہئے کہ اس موضوع پر اس سے گفتگو ہی نہ کریں۔

مروّجہ میلاد

س……ہمارے ہاں یہ مسئلہ زیرِ بحث ہے کہ مروّجہ میلاد کیوں ناجائز ہے، حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکار مقدس ہوتا ہے، پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے رسالہ ہفت مسئلہ میں اس کو جائز فرمایا ہے، جب کہ دیگر اکابرِ دیوبند مروّجہ میلاد کو بدعات اور مفاسد کی بنا پر اس کو بدعت کہتے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب سے بھی رجوع کیا گیا، مگر ان کے جواب سے بھی تشفی نہیں ہوئی۔

آنجناب سے اس مسئلے کی تنقیح کی درخواست ہے کہ صحیح صورتحال کیا ہے؟

ج……محترمان و مکرمان بندہ! زیدت مکارمہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نامہ کرم موصول ہوا، یہ ناکارہ ازحد مصروف ہے، اور جس موضوع پر لکھنے کی آپ نے فرمائش کی ہے اس پر صدیوں سے خامہ فرسائی ہو رہی ہے، جدید فتنوں کو چھوڑ کر ایسے فرسودہ مسائل پر اپنی صلاحیتیں صرف کرنے سے دریغ ہے، اس لئے اس پر لکھنے کے لئے طبیعت کسی طرح آمادہ نہیں، خصوصاً جب یہ دیکھتا ہوں کہ حضرت مخدوم مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی (جن کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کی زکوٰۃ بھی اس ناکارہ کو مل جاتی تو بڑا غنی ہو جاتا) کی تحریر بھی شافی نہیں سمجھی گئی تو اس ناکارہ و ہیچ میرز کے بے ربط الفاظ سے کیا تسلی ہوگی؟ لیکن آپ حضرات کی فرمائش کا ٹالنا بھی مشکل، ناچار دو چار حروف لکھ رہا

ہوں، اگر مفید ہوں تو مقام شکر، ”ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔“

مسئلے کی وضاحت کے لئے چند امور ملحوظ رکھئے!

اوّل:...... اس میں تو نہ کوئی شک وشبہ ہے نہ اختلاف کی گنجائش کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکارِ مقدس اعلیٰ ترین مندوبات میں سے ہے، اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ ”میلاد“ کے نام سے جو محفلیں سجائی جاتی ہیں ان میں بہت سی باتیں ایسی ایجاد کرلی گئی ہیں جو حدودِ شرع سے متجاوز ہیں، یعنی مروجہ میلاد دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک مستحب ومندوب، یعنی تذکارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دوم وہ خلافِ شرع خرافات جو اس کے ساتھ چسپاں کردی گئی ہیں اور جن کے بغیر میلاد کو میلاد ہی نہیں سمجھا جاتا، گویا ان کو ”لازمۂ میلاد“ کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

دوم:...... جو چیز اپنی اصل کے اعتبار سے مباح یا مندوب ہو، مگر عام طور سے اس کے ساتھ قبیح عوارض چسپاں کرلئے جاتے ہوں، اس کے بارے میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے؟ اس میں ذوق کا اختلاف ایک فطری چیز ہے، جس کی نظر نفسِ مندوب پر ہوگی اس کا ذوق یہ فیصلہ کرے گا کہ ان عوارض سے تو بے شک احتراز کرنا چاہئے، مگر نفسِ مندوب کو کیوں چھوڑا جائے، بخلاف اس کے جس کی نظر عوام کے جذبات ورجحانات پر ہوگی اس کا فتویٰ یہ ہوگا کہ خواص تو ان عوارض سے بلاشبہ احتراز کریں گے، لیکن عوام کو ان عوارض سے روکنا کسی طرح ممکن نہیں، اس لئے عوام کو اس سیلاب سے بچانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے سامنے بند باندھ دیا جائے، یہ دونوں ذوق اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اور ان کے درمیان حقیقی اختلاف نہیں، کیونکہ جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ نفسِ مندوب کے قائل ہیں، خلافِ شرع عوارض کے جواز کے وہ بھی قائل نہیں، اور جو عدمِ جواز کے قائل ہیں وہ بھی نفسِ مندوب کو ناجائز نہیں کہتے، البتہ خلافِ شرع عوارض کی وجہ سے ناجائز کہتے ہیں۔

سوم:...... اس ذوقی اختلاف کے رونما ہونے کے بعد لوگوں کے تین فریق ہوجاتے ہیں، ایک فریق تو ان بزرگوں کے قول وفعل کو سند بنا کر اپنی بدعات کے جواز پر استدلال کرتا ہے، دُوسرا فریق خود ان بزرگوں کو مبتدع قرار دے کر ان پر طعن وملامت کرتا

ہے، اور تیسرا فریق کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات کو سند اور حجت سمجھتا ہے، اور ان کے بزرگوں کے قول وفعل کی ایسی توجیہ کرتا ہے کہ ان پر طعن وملامت کی گنجائش نہ رہے، اور اگر بالفرض کوئی توجیہ سمجھ میں نہ آئے تب بھی یہ سمجھ کر کہ یہ بزرگ معصوم نہیں ہیں ان پر زبان طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتا، پہلے دونوں مسلک افراط وتفریط کے ہیں اور تیسرا مسلک اعتدال کا ہے۔

ان امور کے بعد گزارش ہے کہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے فعل سے اہل بدعت کا استدلال قطعاً غلط ہے، کیونکہ ہماری گفتگو ''میلاد'' کے ان طریقوں میں ہے جن کا تماشا دن رات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس میلاد کو تو حضرت حاجی صاحبؒ بھی جائز نہیں کہتے، اور جس کو حاجی صاحبؒ جائز کہتے ہیں وہ اہل بدعت کے ہاں پایا نہیں جاتا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ ''مسیح موعود'' کا آنا مسلمان ہمیشہ مانتے آئے ہیں، اور میں ''مسیح موعود'' ہوں لہٰذا قرآن وحدیث کی ساری پیشگوئیاں میرے حق میں ہیں، پس اگر مرزا قادیانی، قرآن وحدیث والا ''مسیح موعود'' نہیں، اور اس کا قرآن وحدیث کو اپنی ذات پر چسپاں کرنا غلط ہے تو ٹھیک اسی طرح اہل بدعت کے ہاں بھی حضرت حاجی صاحبؒ والا ''میلاد'' نہیں، اس لئے حضرتؒ کے قول وفعل کو اپنے ''میلاد'' پر چسپاں کرنا محض مغالطہ ہے۔

بہرحال صحیح اور اعتدال کا مسلک وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند نے اختیار کیا کہ نہ ہم مروجہ میلاد کو صحیح کہتے ہیں اور نہ ان اکابر کو مبتدع کہتے ہیں یہ تو مسئلے کی مختصر وضاحت تھی، آپ کے بارے میں میری مخلصانہ نصیحت یہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو دین کی سربلندی اور اپنی اصلاح پر صرف کریں، تاکہ ہم آخرت میں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوں، موجودہ دور میں حق طلبی کا جذبہ بہت کم رہ گیا ہے۔ جس شخص نے کوئی غلط بات ذہن میں بٹھالی ہے ہزار دلائل سے اسے سمجھاؤ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، بس آدمی کا مذاق یہ ہونا چاہئے کہ ایک بار حق کی وضاحت کرکے اپنے کام میں لگے، کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا؟ اس فکر میں نہ پڑے۔

حافظ وظیفۂ تو دُعا گفتن است و بس
دربند آں مباش کہ نہ شنید یا شنید

فکری تنظیم والوں کے خلاف آواز اُٹھانا

س…… ہم ایک دینی مدرسہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان ہیں، مجلس شوریٰ باقاعدہ رجسٹرڈ ہے، مہتمم صاحب، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے خلیفہ ہیں، قواعد وضوابط میں درج ہے کہ یہ مدرسہ حضرت مولانا نانوتویؒ اور مولانا تھانویؒ کے مسلک ومشرب کے مطابق ہوگا، مہتمم صاحب کے دو صاحبزادے فکری تنظیم سے وابستہ ہیں، اور مجلس شوریٰ کی ناگواری کے باوجود مہتمم صاحب نے انہیں مدرّس تعینات کیا ہوا ہے، باپ کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر صاحبزادوں نے زیادہ مدرّسین دور دور سے لاکر اپنے ہم ذہن بھرتی کروالئے ہیں، اور اپنے باپ (مہتمم صاحب) کو صدرِ مملکت کی طرح بے اختیار کرکے مدرسہ پر اپنا ہولڈ کیا ہوا ہے، جیسا کہ آپ کے علم میں ہوگا کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا نام لے کر لوگوں کو اپنی تنظیم کی طرف مائل کرتے ہیں، ان کے اپنے ایک استاد کی رپورٹ کے مطابق یہ لوگ ذاتی ملکیت کے قائل نہیں، خمینی کے مداح، جہادِ افغانستان کے مخالف اور روسی نظام کے حامی ہیں، عورت کی سربراہی کے قائل ہیں، تبلیغی جماعت کو گمراہ کہتے ہیں، اسی بنا پر اپنے خلاف ذہن کے اساتذہ کو پریشان کرکے نکلنے پر مجبور کردیا اور جو طلباء ان کے ہم ذہن نہیں بنے انہیں بھی مدرسہ سے نکال دیا ہے، پشاور کے اخبارنجات مارچ ۱۹۹۸ء کے مطابق اس تنظیم کے ذہن والے طلباء کا داخلہ صوبہ سرحد کے مدارس میں بند کردیا گیا ہے، مولانا محمد سرفراز صاحب صفدؔر نصرت العلوم والوں نے بھی ایک سوال کے جواب میں انہیں اسلاف کا مخالف لکھا ہے، اور شرِ شیطان اور اس کے دوستوں کے شر سے پناہ مانگی ہے، علاوہ ازیں حساب وکتاب میں بھی کچھ گڑبڑ ہونے لگ گئی ہے، مجلس شوریٰ میں مہتمم صاحب اور شیخ الحدیث صاحب جامعہ خیر المدارس ملتان، مدرسہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی کے مہتمم اور ناظم مدرسہ جامعہ عباسیہ صادقیہ منچن آباد کے علاوہ کچھ مقامی ارکان ہیں، مہتمم صاحب یہ تو

تسلیم کرتے ہیں کہ میرے بیٹوں کے نظریات درست نہیں لیکن کہتے ہیں کہ اولاد ہونے کے باعث میں مجبور ہوں، ان کے خلاف کاروائی نہیں کرسکتا، بچوں کی وجہ سے مہتمم صاحب نے شوریٰ کا اجلاس بلانا بھی چھوڑ دیا ہے، قواعد وضوابط کے خلاف، جمع شدہ رقم اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں جمع کرواکر اپنی مرضی سے خرچ کرتے ہیں، ارکانِ شوریٰ اگران کو پوچھنا چھوڑ دیں تو مزید جری ہوکر اپنے نظریات پھیلانے میں بہت بڑھ جائیں گے، پوچھ گچھ کرتے رہنے سے قدرے محتاط رہتے ہیں، اس عظیم اور مثالی درسگاہ کو صحیح رخ پر لانے کے لئے ان کا نکالنا ضروری ہے، پوچھنا یہ ہے کہ مسئلے کی رُو سے ہم ارکانِ شوریٰ ان کو نکالنے کی کوشش کرتے رہیں یا خاموش ہوجائیں؟ مہتمم صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے آج تک ان کے پیر صاحب سے ان کے غلط عقائد کی وجہ سے ہاتھ نہیں ملائے۔

ج...... میرا مسلک تو اپنے اکابر کے موافق ہے، مدرسہ کے یہ حضرات اگر اس مدرسہ میں اکابر کے مسلک پر عمل کریں تو دُنیا و آخرت میں ان کو برکتیں نصیب ہوں گی ورنہ اندیشہ ہی اندیشہ ہے۔

رہا یہ کہ آپ حضرات کو اس کے خلاف آواز اٹھانا چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے؟ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ اگر آپ کا آواز اٹھانا مفید ہوسکتا ہے تو ضرور آواز اٹھانی چاہئے اور اگر فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو حق تعالیٰ شانہ، سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

مسئلہ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، اما بعد!

جناب محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب.....السلام علیکم!

گزارش ہے کہ چند روز قبل مجھے بھینس کالونی کمرشل ایریا کی گول مسجد میں درسِ قرآن سننے کا اتفاق ہوا، اپنے درس کے دوران مسجد کے پیش امام صاحب نے عذابِ قبر پر درس دیتے ہوئے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں بقیدِ حیات ہیں۔ اور دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے روضۂ اقدس پر حاضری دے گا تو میں قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت کروں گا۔ (مولانا موصوف کا تعلق دیوبند مسلک سے ہے)۔ جبکہ میں نے خود شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے ہیں اور اس پر حضرت صاحب نے ایک کتاب ''وفات النبیؐ'' بھی لکھی ہے کہ حضور اکرمؐ کو دُنیا کا کوئی علم نہیں ہے۔

جناب والا سے قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ:

۱:......کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں؟

۲:......کیا دنیاوی معاملات کا آپؐ کو علم ہے؟

۳:......کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضری دینا ضروری ہے؟ جبکہ حج کے تمام ارکان مکہ مکرمہ میں تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

ج…… آپ کے سوال میں چند مسائل قابلِ تحقیق ہیں:

پہلا مسئلہ:…… مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اس ضمن میں چند اُمور کا سمجھ لینا ضروری ہے:

اوّل:…… یہ کہ محلِ نزاع کیا ہے؟ یہ بات تو ہر عامی سے عامی بھی جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے رحلت فرماگئے ہیں، اور یہ کہ آپؐ اپنے روضۂ مطہرہ و مقدسہ میں مدفون ہیں، اس لئے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی (اور نہ ہونی چاہئے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات زیرِ بحث ہے، نہیں! بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ دُنیا سے رخصت ہونے کے بعد برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حیات حاصل ہے، اس کا تعلق جسدِ اطہر سے بھی ہے یا نہیں؟ اس تنقیح سے معلوم ہوگا کہ یہاں تین چیزیں ہیں:

۱:…… دُنیا کی حیات کا نہ ہونا۔

۲:…… برزخ کی حیات کا حاصل ہونا۔

۳:…… اور اس برزخی حیات کا جسدِ اطہر سے تعلق ہونا یا نہ ہونا۔

پہلے دو نکتوں میں کسی کا اختلاف نہیں، اختلاف صرف تیسرے نکتے میں ہے، ہمارے اکابر جسدِ اطہر کو ایک خاص نوع کی حیات کے ساتھ متصف مانتے ہیں۔

دوم:…… اہلِ حق کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

”وعذاب القبر للکافرین ولبعض عصاة المؤمنین وتنعیم اھل الطاعة فی القبر ….. وسؤال منکر ونکیر ثابت بالدلائل السمعیة.“

(شرح عقائد ص:۹۸)

ترجمہ:…… ”کافروں اور بعض گناہگار اہلِ ایمان کو قبر میں عذاب ہونا اور قبر میں اہلِ اطاعت کو نعمت وثواب کا ملنا اور منکر ونکیر کا

سوال کرنا، یہ تمام امور برحق ہیں، دلائلِ سمعیہ سے ثابت ہیں۔“

عقیدہ طحاویہ میں ہے:

”ونؤمن بعذاب القبر ونعيمه لمن كان لذالک اهل، وبسؤال منكر ونكير للميت فى قبره عن ربه ودينه ونبيه، علىٰ ما جاءت به الآثار عن النبى صلى الله عليه وسلم وعن اصحابه، والقبر روضة من رياض الجنة، او حفرة من حفر النار.“

(عقیدہ طحاویہ ص:۲۰،۲۱، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، بلوچستان)

ترجمہ:...... ”اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ قبر میں عذاب یا ثواب اس شخص کو ہوگا جو اس کا مستحق ہو، اور منکر و نکیر قبر میں میت سے سوال کرتے ہیں، اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس پر احادیث وارد ہیں، اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔“

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رسالہ ”فقہ اکبر“ میں ہے:

”وسؤال منكر ونكير فى القبر حق، واعادة الروح الى العبد وضغطة القبر وعذابه حق كائن للكفار كلهم اجمعين ولبعض المسلمين.“

(شرح فقہ اکبر ص:۱۲۱ ومابعد، مطبوعہ مجتبائی ۱۳۴۸ھ)

ترجمہ:...... ”اور قبر میں منکر و نکیر کا سوال کرنا برحق ہے، اور قبر میں رُوح کا لوٹایا جانا اور میت کو قبر میں بھینچنا اور تمام کافروں کو

اور بعض مسلمانوں کو قبر میں عذاب ہونا برحق ہے، ضرور ہوگا!“

قبر کے عذاب پر قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ متواترہ وارد ہیں، اور سلف صالحین، صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے، چنانچہ شرح عقائد میں چند آیات و احادیث کا حوالہ دینے کے بعد لکھا ہے:

”وبالجملة الاحاديث فی هٰذا المعنٰی وفی كثير من احوال الآخرة متواترة المعنٰی وان لم يبلغ آحادها حد التواتر.“

(شرح عقائد ص:۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ خیرِ کثیر، کراچی)

ترجمہ:...... ”حاصل یہ کہ عذاب و ثوابِ قبر اور بہت سے احوالِ آخرت میں احادیث متواتر ہیں، اگرچہ فرداً فرداً آحاد ہیں۔“

شرح عقائد کی شرح ”نبراس“ میں ہے:

”ثم قد روی احاديث عذاب القبر وسؤاله عن جمع عظيم من الصحابة فمنهم عمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان، وانس بن مالک، والبراء، وتميم الداری، وثوبان، وجابر بن عبدالله، وحذيفة، وعبادة بن صامت، وعبدالله بن رواحة، وعبدالله بن عباس، وعبدالله بن عمر، وعبدالله بن مسعود، وعمرو بن العاص، ومعاذ بن جبل، وابوامامة، وابو الدرداء، وابو هريرة، وعائشة رضی الله عنهم، ثم روٰی عنهم اقوام لا يحصٰی عددهم.“ (نبراس ص:۲۰۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان)

ترجمہ:...... ”قبر کے عذاب و ثواب اور سوال کی احادیث صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں، جن میں مندرجہ ذیل حضرات بھی شامل ہیں:

حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت انس، حضرت براء، حضرت تمیم داری، حضرت ثوبان، حضرت جابر، حضرت حذیفہ، حضرت عبادہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمرو بن عاص، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو امامہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ، رضی اللہ عنہم، پھر ان سے اتنی قوموں نے روایت کی ہے، جن کی تعداد کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے عذابِ قبر کے باب میں قرآن کریم کی تین آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ احادیث ذکر کی ہیں، جو مندرجہ ذیل پانچ صحابہؓ سے مروی ہیں: حضرت براء بن عازب، حضرت عمر، حضرت عائشہ، حضرت اسماء اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم۔ (دیکھئے صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۳)

اس کے ذیل میں حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وقد جاء فی عذاب القبر غیر هذه الاحادیث: منها عن ابی هریرة، وابن عباس، وابی ایوب، وسعد، وزید بن ارقم، وام خالد فی الصحیحین او احدهما، وعن جابر عند ابن ماجة، وابی سعید عند ابن مردویة، وعمر، وعبدالرحمٰن بن حسنة، وعبدالله بن عمرو عند ابی داؤد، وابن مسعود عند الطحاوی، وابی بکرة واسماء بنت یزید عند النسائی، وام مبشر عند ابن ابی شیبة، وعن غیرهم.“

(فتح الباری ج:۳ ص:۲۴۰، دارالنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

ترجمہ:......”اور عذابِ قبر میں ان مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور احادیث بھی وارد ہیں، چنانچہ ان میں سے حضرت

ابوہریرہ، ابن عباس، ابو ایوب، سعد، زید بن ارقم اور ام خالد -رضوان اللہ علیہم اجمعین- کی احادیث تو صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہیں۔

اور حضرت جابرؓ کی حدیث ابن ماجہ میں ہے، حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث ابن مردویہ نے روایت کی ہے، اور حضرت عمرؓ، عبدالرحمٰن بن حسنہؓ اور عبداللہ بن عمروؓ کی ابوداؤد میں ہیں، حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث طحاوی میں ہے، حضرت ابوبکرہؓ اور اسماء بنت یزیدؓ کی احادیث نسائی میں ہیں، اور حضرت ام بشرؓ کی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، اور ان کے علاوہ دُوسرے صحابہؓ سے بھی احادیث مروی ہیں۔“

اور مجمع الزوائد (ج:۳ ص:۵۷، مطبوعہ دارالکتاب بیروت) میں یعلیٰ بن سیابہؓ کی روایت بھی نقل کی ہے۔

یہ قریباً تیس صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی کی فہرست ہے، جو میں نے عجلت میں مرتب کی ہے، اور جن سے عذابِ قبر کی احادیث مروی ہیں، اس لئے قبر کے عذاب وثواب کے متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

سوم:...... جب یہ ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، اور یہ اہلِ حق کا اجماعی عقیدہ ہے تو اب اس سوال پر غور کرنا باقی رہا کہ قبر کا یہ عذاب وثواب صرف رُوح سے متعلق ہے یا میّت کے جسمِ عنصری کی بھی اس میں مشارکت ہے؟ اور یہ کہ اس عذاب و ثواب کا محل آیا یہی حسی گڑھا ہے جس کو عرفِ عام میں ”قبر“ سے موسوم کیا جاتا ہے یا برزخ میں کوئی جگہ ہے جہاں میّت کو عذاب وثواب ہوتا ہے، اور اسی کو عذابِ قبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے تتبع سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب صرف رُوح کو نہیں ہوتا بلکہ میّت کا جسم

بھی اس میں شریک ہے، اور یہ کہ عذاب وثواب کا محل یہی حسی قبر ہے جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے، مگر چونکہ یہ عذاب وثواب دُوسرے عالم کی چیز ہے، اس لئے میّت پر جو حالات قبر میں گزرتے ہیں، زندوں کو ان کا ادراک وشعور عموماً نہیں ہوتا (عموماً اس لئے کہا کہ بعض اوقات بعض اُمور کا انکشاف بھی ہوجاتا ہے) جس طرح نزع کے وقت مرنے والا فرشتوں کو دیکھتا ہے اور دُوسرے عالم کا مشاہدہ کرتا ہے، مگر پاس بیٹھنے والوں کو ان معاملات کا ادراک وشعور نہیں ہوتا جو نزع کی حالت میں مرنے والے پر گزرتے ہیں۔

ہمارے اس دعویٰ پر کہ عذاب وثواب اسی حسی قبر میں ہوتا ہے اور یہ کہ میّت کا بدن بھی عذاب وثواب سے متأثر ہوتا ہے، احادیثِ نبویہؐ سے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں، مگر چونکہ ان شواہد کا استیعاب نہ تو ممکن ہے اور نہ ضروری ہے، اس لئے چند عنوانات کے تحت ان شواہد کا نمونہ پیش کرتا ہوں:

۱:......حدیثِ جرید:

”عن ابن عباس (رضی الله عنه) قال: مر النبی صلی الله علیه وسلم بقبرین (وفی روایة: فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورهما) فقال: انهما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر، اما احدهما فکان لا یستتر من البول، واما الآخر فکان یمشی بالنمیمة. ثم اخذ جریدة رطبة فشقها نصفین فغرز فی کل قبر واحدة. قالوا: یا رسول الله! لم فعلت هٰذا؟ قال: لعله یخفف عنهما ما لم ییبسا.“ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۵)

ترجمہ:......”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سنی، جن کو قبر میں عذاب ہورہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان دونوں قبر والوں کو

عذاب ہورہا ہے، اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہورہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو)، ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دُوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھجور کی) ایک تَر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا، انہیں ایک ایک کرکے دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہؓ نے (یہ دیکھ کر) پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید (اس عمل سے) ان کے عذاب میں (اس وقت تک کے لئے) تخفیف ہوجائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔‘‘

یہ مضمون حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہے:

۱:......حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ۔
(ابن ماجہ ص:۲۹، مجمع الزوائد ج:۱ ص:۲۰۷، فتح الباری ج:۱ ص:۳۲۱)

۲:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔
(ابن ابی شیبہ ج:۱ ص:۳۷۶، موارد الظمآن ص:۱۹۹، مجمع ج:۳ ص:۵۷)

۳:......حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ (مجمع الزوائد ج:۱ ص:۲۰۸)

۴:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔ (افراد دار قطنی، فتح الباری ج:۱ ص:۳۱۷)

۵:......حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ۔ (نسائی بحوالہ فتح الباری ج:۱ ص:۳۱۹)

۶:......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ۔ (مجمع ج:۳ ص:۵۶، فتح ج:۱ ص:۳۲۰)

۷:......حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا۔ (مجمع ج:۱ ص:۲۰۷)

۸:......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (مجمع ج:۳ ص:۵۷)

۹:......حضرت یعلیٰ بن سیابہ رضی اللہ عنہ۔
(ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۶، مجمع ج:۳ ص:۵۷)

۱۰:......اس نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں
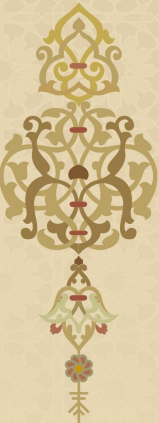
ج:۲ ص:۴۱۸ میں منقول ہے۔

۱۱:......اور اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسندِ احمد میں بسندِ صحیح منقول ہے۔ (مجمع الزوائد ج:۲ ص:۵۷)

۱۲:...... نیز اسی نوعیت کا ایک واقعہ مصنف ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۶ اور مسندِ احمد میں حضرت یعلیٰ بن سیابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (مجمع ج:۳ ص:۵۷)

ان احادیث میں ہمارے دعویٰ پر درج ذیل شواہد ہیں:

*:......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے عذابِ قبر کو محسوس فرمانا، اور جن دو شخصوں کو عذابِ قبر ہو رہا تھا ان کی آواز سننا۔

*:......دونوں قبروں پر شاخِ خرما کا گاڑنا۔

*:......اور دریافت کرنے پر یہ فرمانا کہ: شاید ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوجائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

اگر یہ گڑھا، جس کو قبر کہا جاتا ہے، عذابِ قبر کا محل نہ ہوتا تو ان شاخوں کو قبروں پر نصب نہ فرمایا جاتا، اور اگر میّت کے بدن کو عذاب نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو شخصوں کی آواز نہ سنتے، اور نہ قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے عذابِ قبر کا احساس ہوتا۔

۲:......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذابِ قبر کو سننا:

اُوپر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے:

"فسمع صوت انسانين يعذبان في قبورهما."

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۴)

ترجمہ:......"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔"

یہ مضمون بھی متعدد احادیث میں آیا ہے:

۱:......"عن ابي ايوب الانصاري رضي الله عنه قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ما غربت

الشمس فسمع صوتا، فقال: یهود تعذب فی قبورها.“

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۴، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶)

ترجمہ:...... ”حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غروبِ آفتاب کے بعد باہر نکلے تو آواز سنی، فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔“

۲:...... ”عن انس رضی اللہ عنه قال: بینما رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی نخل لابی طلحة یبرز لحاجته. قال: وبلال یمشی وراءه یکرم نبی اللہ صلی اللہ علیه ولسم ان یمشی الٰی جنبه، فمر نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم بقبر فقام حتّٰی تم الیه بلال، فقال: ویحک یا بلال! هل تسمع ما اسمع؟ قال: ما اسمع شیئا! قال: صاحب القبر یعذب! فسأل عنه فوجد یهودیا.“ (رواه احمد ورجاله رجال الصحیح. مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۶۔ واخرجه فی المستدرک ج:۱ ص:۴۰، وقال صحیح علٰی شرط الشیخین واقره الذهبی.)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوطلحہؓ کے کھجوروں کے باغ میں قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جارہے تھے، حضرت بلال آپؐ کے پیچھے چل رہے تھے، ادب کی بنا پر برابر نہیں چل رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ حضرت بلالؓ بھی آپہنچے، فرمایا: بلال! کیا تم بھی سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ عرض کیا: میں تو کچھ نہیں سن رہا! فرمایا: صاحبِ قبر کو عذاب ہو رہا ہے! آپ

فہرست

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبر کے بارے میں دریافت فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہودی کی قبر ہے۔“

۳:...... ”عن انس رضی اللہ عنه قال: اخبرنی من لا اتهم من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: بینما رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وبلال یمشی بالبقیع، اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: یا بلال! هل تسمع ما اسمع؟ قال: واللہ یا رسول اللہ ما اسمعه! قال: الا تسمع اهل هذه القبور یعذبون فی قبورهم؟ یعنی قبور اهل الجاهلیة.“

(رواه احمد ورجاله رجال الصحیح، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۶)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی صاحب نے بتایا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلالؓ بقیع میں چل رہے تھے، اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال! جو کچھ میں سن رہا ہوں، کیا تم بھی سن رہے ہو؟ عرض کیا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں اس کو نہیں سن رہا۔ فرمایا: کیا تم اہلِ قبور کو سنتے نہیں ہو؟ ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے!“

۴:...... ”عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه قال: دخل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم محلا لبنی النجار، فسمع اصوات رجال من بنی النجار ماتوا فی الجاهلیة یعذبون فی قبورهم، فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فزعًا فامر اصحابه ان یتعوذوا من عذاب القبر.“

(رواه احمد والبزار، ورجال احمد رجال الصحیح. مجمع الزوائد

ج:۳ ص:۵۵۔ وکشف الاستار عن زوائد البزار ج:۱ ص:۴۱۲)

ترجمہ:...... ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کی ایک جگہ میں داخل ہوئے تو بنونجار کے چند مُردوں کی آواز سنی، جو جاہلیت کے زمانے میں مرے تھے اور ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گھبرا کر نکلے، اور اپنے صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ عذابِ قبر سے پناہ مانگیں۔''

ان احادیث میں قبروں کے پاس جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذابِ قبر کو سننا مذکور ہے، اگر یہ گڑھے (جن کو قبریں کہا جاتا ہے) عذاب کا محل نہ ہوتے اور قبروں میں مدفون ابدان کو عذاب نہ ہوتا، تو اس عذابِ قبر کا قبروں کے پاس سننا نہ ہوتا۔

۳:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی عذابِ قبر کا سننا ممکن ہے:

متعدد احادیث میں یہ مضمون بھی وارد ہوا ہے کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنے کی ہمت نہیں کرسکوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ قبر کا جو عذاب میں سنتا ہوں وہ تم کو بھی سنادیتے، اس مضمون کی چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

۱:...... ''عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلة له ونحن معه اذ حادت به فکادت تلقیه و اذا اقبر ستة او خسمة او اربعة -قال: کذا کان یقول الجریری- فقال: من یعرف ھذہ الاقبر؟ فقال رجل: انا! قال: فمتی مات ھؤلاء؟ قال: ماتوا فی الاشراک! فقال: ان ھذہ الامة تبتلیٰ فی قبورھا فلو لا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع

منه ..... الحديث." (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶)

ترجمہ:...... "حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہوکر بنو بجار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، اچانک خچر بدک گیا قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر جاتے، وہاں کوئی چار، پانچ یا چھ قبریں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: جی ہاں! میں جانتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کب مرے تھے؟ اس نے عرض کیا: حالتِ شرک میں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں، اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذابِ قبر سنا دیتے جس طرح میں سنتا ہوں۔"

۲:...... یہی حدیث صحیح ابن حبان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (موارد الظمآن ص:۲۰۲)

۳:...... "عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم سمع صوتا من قبر، فقال: متی مات هٰذا؟ قالوا: مات فی الجاهلیة! فسر بذالک وقال: لو لا ان لا تدافنوا لدعوت الله ان یسمعکم عذاب القبر."

(سنن نسائی ج:۱ ص:۲۹۰، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، موارد الظمآن ص:۲۰۰)

ترجمہ:...... "حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے آواز سنی تو فرمایا: یہ کب

مرا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ زمانۂ جاہلیت میں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مُردے دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذاب قبر ہوتا ہوا سنائی دیتا۔“

۴:...... ”عن انس رضی اللہ عنہ قال: دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خربًا لبنی النجار کأنہ یقضی حاجتہ فخرج وھو مذعور، فقال: لو لا ان تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر ما اسمعنی.“ (اسنادہ صحیح، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۴۰ حدیث:۴۲۹۴۳)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے ویرانے میں قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو گھبرا کر نکلے، اور فرمایا: اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی وہ عذابِ قبر سنادے جو میں سنتا ہوں!“

مندرجہ بالا احادیث ہمارے مدعا پر تین وجہ سے شاہد ہیں:

۱:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذابِ قبر کو خود سننا۔

۲:...... اور یہ فرمانا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادیں، جو میں سن رہا ہوں، جس سے معلوم ہوا کہ عذابِ قبر کا سننا ہمارے حق میں بھی ممکن ہے، اگر عذاب کا تعلق قبر کے گڑھے سے نہ ہوتا تو قبروں کے اس عذاب کے سننے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۳:...... اور یہ فرمانا کہ: اندیشہ یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے، اگر عذاب کا تعلق قبر کے گڑھے سے نہ ہوتا تو اس اندیشہ کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۴:...... بہائم کا عذابِ قبر کو سننا:

اُوپر حضرت زید بن ثابت اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی احادیث میں

فہرست

عذابِ قبر کے سننے سے جانور کا بدکنا مذکور ہے، یہ مضمون بھی متعدد احادیث میں آیا ہے کہ مردے کو قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اس کو جن وانس کے علاوہ قریب کے سب حیوانات سنتے ہیں، اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

۱:......حدیث انس رضی اللہ عنہ:

"ثم یضرب بمطرقة من حدید ضربة بین اذنیه فیصیح صیحة یسمعها من یلیه الا الثقلین."

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۷۸، سنن ابوداوٗد ج:۲ ص:۶۵۳، نسائی ج:۲ ص:۲۸۸، مسند احمد ج:۳ ص:۱۲۶، ۲۳۴)

ترجمہ:...... "پھر اس (مردے) کو لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے، جس سے وہ مردہ ایسی چیخ مارتا ہے جسے جن وانس کے علاوہ قریب کے تمام حیوانات سنتے ہیں۔"

۲:......حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

"فیفتح له باب من جهنم، ثم یضرب ضربة تسمع کل دابة الا الثقلین."

(رواہ البزار، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۳، کشف الاستار عن زوائد البزار ج:۱ ص:۴۱۳)

ترجمہ:...... "پھر اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پھر اس کو ماری جاتی ہے ایسی مار کہ اس کو سنتے ہیں تمام جانور سوائے جن وانس کے۔"

۳:......حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ:

"ویفتح له باب الی النار ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعها خلق الله کلهم غیر الثقلین."

(مسند احمد ج:۳ ص:۴، ۲۹۶، کشف الاستار ج:۱ ص:۴۱۳، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۸)

ترجمہ:......"پھر اس (کافر مردے) کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پھر فرشتہ اس کو ایسا گرز مارتا ہے جس کو جن وانس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سنتی ہے۔"

۴:......حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ:

"فیضربه بها ضربة یسمعها ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر ترابًا قال ثم تعاد فیه الروح." (سنن ابوداؤد ج:۲ ص:۶۵۴)

ترجمہ:......"پس فرشتہ اس کو ایسی ضرب لگاتا ہے، جس کو جن وانس کے سوا مشرق ومغرب کے درمیان کی ساری مخلوق سنتی ہے، وہ اس ضرب سے مٹی ہوجاتا ہے۔ فرمایا: پھر اس میں دوبارہ رُوح لوٹائی جاتی ہے۔"

۵:......حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا:

"انهم معذبون عذابا تسمعه البهائم کلها."

(صحیح بخاری ج:۲ ص:۹۴۲، صحیح مسلم ج:۱ ص:۲۱۷)

ترجمہ:......"مُردوں کو قبروں میں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو سب چوپائے سنتے ہیں۔"

۶:......حدیث ام مبشر رضی اللہ عنہا:

"عن ام مبشر قالت: دخل علیَّ رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا فی حائط من حوائط بنی النجار فیه قبور منهم، وهو یقول: استعیذوا بالله من عذاب القبر! فقلت: یا رسول الله! وللقبر عذاب؟ قال: نعم! انهم لیعذبون فی قبورهم تسمعه البهائم."

(رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۶، موارد الظمآن ص:۲۰۰)

ترجمہ:......”حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں ایک دن بنونجار کے باغ میں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، وہاں بنونجار کی کچھ قبریں تھیں (انہیں دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر سے پناہ مانگو! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا قبر میں عذاب دیا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! بے شک انہیں اپنی اپنی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے، جسے تمام جانور سنتے ہیں۔“

۷:......حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

”ان الموتٰی لیعذبون فی قبورھم حتٰی ان البھائم تسمع اصواتھم.“

(رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن۔ مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۶)

ترجمہ:......”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مُردوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے، یہاں تک کہ چوپائے ان کی آواز سنتے ہیں۔“

۸:......حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ:

”کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر وھو یسیر علٰی راحلته فنفرت، قلت: یا رسول اللہ! ما شأن راحلتک نفرت؟ قال: انھا سمعت صوت رجل یعذب فی قبرہ فنفرت لذالک.“

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیه جابر الجعفی وفیه کلام کثیر وقد وثق، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۶)

ترجمہ:......”ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر تشریف لے جارہے تھے کہ

اچانک سواری بدک گئی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپؐ کی سواری کو کیا ہوا؟ یہ بدک کیوں گئی؟ فرمایا: اس نے ایک شخص کی آواز سنی جس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے، اس کی وجہ سے بدک گئی۔“

ان احادیث میں جن و انس کے علاوہ باقی حیوانات کا عذابِ قبر کو سننا مذکور ہے، ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عذابِ قبر ایک حسی چیز ہے جس کو نہ صرف اس عالم میں محسوس کیا جاسکتا ہے، بلکہ جن و انس کے علاوہ باقی مخلوق کو اس کا ادراک بھی ہوتا ہے، جن و انس کو جو ادراک نہیں ہوتا اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان کا ایمان، ایمان بالغیب رہے۔ دُوسری وہ حکمت ہے جو اُوپر بیان ہوچکی ہے کہ اگر عذابِ قبر کا انکشاف انسانوں کو عام طور سے ہوجایا کرتا تو کوئی شخص مُردوں کو قبرستان میں دفن کرنے کی ہمت نہ کرتا۔ بہرحال اس عذاب کا محسوس ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ عذابِ قبر اسی گڑھے میں ہوتا ہے اور یہ کہ میّت کے بدن کو بھی ہوتا ہے۔

۵:......عذابِ قبر کے مشاہدہ کے واقعات:

عذابِ قبر کو انسانوں اور جنات کی نظر سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، لیکن بعض اوقات خرقِ عادت کے طور پر عذابِ قبر کے کچھ آثار کا مشاہدہ بھی کرادیا جاتا ہے، اس نوعیت کے بےشمار واقعات میں سے چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

ا:......”عن قبیصة بن ذویب رضی اللہ عنه قال: اغار رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی سریة من المشرکین فانهزمت فغشی رجل من المسلمین رجلا من المشرکین وهو منهزم فلما اراد ان یعلوه بالسیف قال الرجل: لا اله الا اللہ! فلم ینزع عنه حتّٰی قتله، ثم وجد فی نفسه من قتله فذکر حدیثه لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: فهلا نقبت عنه قلبه! فلم یلبثوا الا قلیلا

فہرست

حتّٰی توفی ذالک الرجل القاتل، فدفن فاصبح علٰی وجه الارض فجاء اهله فحدثوا رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال: ادفنوه! فدفنوه فاصبح علٰی وجه الارض فجاء اهله فحدثوا رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال: ادفنوه! فدفنوه فاصبح علٰی وجه الارض فجاؤوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فحدثوه ذالک، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الارض قد ابت ان تقبله فاطرحوه فی غار من الغیران!'' (بیہقی دلائل النبوۃ ج:۴ ص:۳۰۹، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۸۷، مصنف عبدالرزاق ج:۱۰ ص:۱۷۳، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۱۴۷، ۱۴۸ حدیث:۴۰۴۵۴)

ترجمہ:...... ''حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے مشرکین کے ایک دستہ پر حملہ کیا، اس دستہ کو شکست ہوئی، پھر ایک مسلمان نے مشرکوں کے ایک آدمی کو بھاگتے ہوئے جالیا، جب اس پر تلوار اُٹھانے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھا، لیکن مسلمان کلمہ سن کر بھی ہٹا نہیں، یہاں تک کہ اسے قتل کردیا، پھر اس کے ضمیر نے اس کے قتل پر ملامت کی، چنانچہ اس نے اپنا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: تو نے اس کا دل کرید کر کیوں نہ دیکھ لیا؟ تھوڑی مدت گزری تھی کہ اس قاتل کا انتقال ہوگیا، اسے دفن کیا گیا مگر اگلے دن دیکھا گیا کہ وہ کھلی زمین پر پڑا ہے، اس کے گھر کے لوگوں نے یہ قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو دفن کردو! دوبارہ دفن

کیا گیا تو پھر دیکھا کہ زمین پر پڑا ہوا ہے، تین بار یہی ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین نے اس کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے، اسے کسی غار میں ڈال دو!“

۲:...... ”عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: کان منا رجل من بنی النجار قد قرأ البقرة وآل عمران وکان یکتب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق ھاربا حتیٰ لحق باھل الکتاب، قال: فرفعوہ، قالوا: ھٰذا قد کان یکتب لمحمد فاعجبوا بہ فما لبث ان قصم اللہ عنقہ فیھم فحفروا لہ فواروہ فاصبحت الارض قد نبذتہ علیٰ وجھھا، ثم عادوا فحفروا لہ فواروہ فاصبحت الارض قد نبذتہ علیٰ وجھھا، ثم عادوا فحفروا لہ فواروہ فاصبحت الارض قد نبذتہ علیٰ وجھھا، فترکوہ منبوذًا.“ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۱۱، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۷۰، واللفظ لہٗ، مسند احمد ج:۳ ص:۱۲۰، ۱۲۱، ۲۴۵، صحیح ابن حبان بحوالہ موارد الظمآن ص:۳۶۵، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۷۸)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص ہم سے یعنی بنونجار سے تھا، اس نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھی ہوئی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھا کرتا تھا، پھر وہ بھاگ کر اہلِ کتاب سے جاملا، انہوں نے اس کو خوب اُچھالا اور کہا کہ: یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے وحی لکھا کرتا تھا، وہ لوگ اس پر بہت خوش ہوئے، کچھ ہی دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی (یعنی مرگیا)، انہوں نے گڑھا کھود کر اسے دفن کردیا، صبح ہوئی تو زمین نے اس کو باہر پھینک دیا، انہوں نے

اسے پھر دفن کیا، زمین نے اسے پھر باہر پھینک دیا، انہوں نے سہ بارہ دفن کیا، زمین نے اسے پھر اُگل دیا، عاجز ہوکر انہوں نے اسے بغیر دفن کے پڑا رہنے دیا۔“

۳:...... ”عن اسامة بن زيد قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا فكذب عليه، فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجد ميتا قد انشق بطنه ولم تقبله الارض.“

(بیہقی دلائل النبوۃ ج:۶ ص:۳۴۵، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۷۸)

ترجمہ:...... ”حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (کسی کام سے) بھیجا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرکے ایک جھوٹ بولا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا فرمائی، اس کے نتیجہ میں وہ مردہ حالت میں پایا گیا، اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا، اور زمین نے اسے قبول نہیں کیا۔“

۴:...... ”عن عمران قال: شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد بعث جيشا من المسلمين الى المشركين - الىٰ قوله - فلم يلبث الا يسيرا حتىٰ مات فدفناه فاصبح علىٰ ظهر الارض، فقالوا: لعل عدوا نبشه فدفناه ثم امرنا غلماننا يحرسونه فاصبح علىٰ ظهر الارض فقلنا: لعل الغلمان نبشوه، فدفناه ثم حرسناه بانفسنا فاصبح علىٰ ظهر الارض، فالقيناه فى بعض تلك الشعاب. وفى رواية: فنبذته الارض فاخبر النبى صلى الله عليه وسلم، قال: ان الارض لتقبل من هو اشر

منہ، ولٰکن اللہ احب ان یریکم تعظیم حرمة لا الٰہ الا اللہ۔“ (سنن ابن ماجہ ص:۲۸۱، دلائل النبوۃ بیہقی ج:۷ ص:۱۲۸)

ترجمہ:...... ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا ایک لشکر کافروں سے جہاد کے لئے بھیجا، (اس کے بعد ایک شخص کے قتل کا واقعہ ذکر کیا)، پھر وہ قاتل چند ہی دنوں کے بعد مرگیا، ہم نے اس کو دفن کیا تو صبح کو کھلی زمین پر پڑا تھا، ہم نے سوچا شاید کسی دشمن نے اس کو اُکھاڑ پھینکا ہے، ہم نے دوبارہ دفن کردیا، اور اس پر اپنے غلاموں کا پہرہ لگادیا، اگلے دن پھر زمین کی سطح پر پڑا تھا، ہم نے سوچا شاید غلام سوگئے ہوں گے، ہم نے تیسری بار دفن کیا اور خود پہرہ دیا، لیکن اگلے دن پھر زمین پر پڑا تھا، بالآخر ہم نے اسے ایک غار میں ڈال دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: زمین نے اسے باہر پھینک دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی گئی تو فرمایا: زمین تو اس سے بھی برے لوگوں کو قبول کرلیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ تمہیں یہ دکھائیں کہ لا الٰہ الا اللہ کی حرمت کس قدر بڑی ہے!“

۵:...... ”عن الحسن البصری ان محلمًا لما جلس بین یدہ علیه الصلٰوۃ والسلام قال له: آمنته ثم قتلته؟ ثم دعا علیه، قال الحسن: فواللہ! ما مکث محلمًا الا سبعًا حتٰی مات فلفظته الارض ثم دفنوہ فلفظته الارض، ثم دفنوہ فلفظته الارض، فرضموا علیه من الحجارۃ حتیٰ واروہ فبلغ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال: ان الارض لتطابق علٰی من ھو شر منه ولٰکن اللہ اراد ان یعظکم فی حرم ما بینکم لما اراکم

منه.“ (البدایہ والنہایہ ج:۴ ص:۲۲۵، مجمع الزوائد ج:۷ ص:۲۹۴)

ترجمہ:...... ”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: محلم (ایک مسلمان کو قتل کرکے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے اسے امن دینے کے بعد قتل کردیا؟ پھر اس کے حق میں بددعا فرمائی، حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ: محلم اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد مرگیا، تو زمین نے اس کو اُگل دیا، لوگوں نے اسے پھر دفن کیا، تو زمین نے اسے پھر اُگل دیا، بالآخر لوگوں نے اس کے گرد پتھر جمع کرکے اسے چھپادیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ: زمین تو اس سے بھی برے لوگوں کو چھپا لیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ منظر تم کو دکھا کر یہ چاہا کہ تمہاری آپس کی حرمتوں کے بارے میں تم کو نصیحت و عبرت دلائیں۔“

۶:...... ”عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: بينما اسير بجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرة في عنقه سلسلة فناداني: ”يا عبدالله! اسقني.“ فلا ادري اعرف اسمي او دعاني بدعاية العرب، وخرج رجل في ذالک الحفير في يده سوط فناداني: ”لا تسقه فانه كافر!“ ثم ضربه بالسوط حتّٰى عاد الٰى حفرته، فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم مسرعًا فاخبرته، فقال لي: او قد رأيته؟ قلت: نعم! قال: ذاک عدو الله ابوجهل بن هشام! وذاک عذابه الى يوم القيامة!“

(قال الهيثمي رواه الطبراني في الاوسط وفيه عبدالله بن محمد المغيرة وهو ضعيف، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۷)

ترجمہ:......''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: دریں اثنا کہ میں بدر کے قریب سے گزر رہا تھا، اتنے میں ایک گڑھے سے ایک شخص نکلا جس کے گلے میں زنجیر تھی، اس نے مجھے پکار کر کہا: ''اے عبداللہ! مجھے پانی پلاؤ۔'' مجھے معلوم نہیں کہ آیا اسے میرا نام معلوم تھا، یا عرب کے دستور کے مطابق اس نے ''عبداللہ'' (اللہ کا بندہ) کہہ کر پکارا، اس گڑھے سے ایک اور آدمی نکلا، جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا، اس نے مجھے پکار کر کہا کہ: ''اس کو پانی نہ پلانا، یہ کافر ہے!'' پس اس نے پہلے شخص کو کوڑا مارا اور مار مار کر گڑھے کی طرف واپس لے گیا، میں جلدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا قصہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے واقعی اس کو دیکھا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: یہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا! اور قیامت تک اس کی یہی سزا ہے!'' نعوذ باللہ من ذالک!

۷:......''(وقال) ابن ابی الدنیا حدثنی ابی، حدثنا موسیٰ بن داؤد، حدثنا حماد بن سلمة عن هشام بن عروة، عن ابیه، قال: بینما راکب یسیر بین مکة والمدینة اذ مر بمقبرة فاذا برجل قد خرج من قبر یلتهب نارا مصفدا فی الحدید، فقال: "یا عبدالله! انضح، یا عبدالله! انضح." قال: وخرج آخر یتلوه فقال: "یا عبدالله! لا تنضح، یا عبدالله! لا تنضح." قال: وغشی علی الراکب، وعدلت به راحلته الی العرج، قال واصبح قد ابیض شعره، فاخبر عثمان بذالک فنهی ان یسافر الرجل لوحده.'' (کتاب الروح ص:۹۴)

ترجمہ:...... ’’ابن ابی الدنیاؒ کہتے ہیں کہ: مجھ سے بیان کیا میرے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ: ہم سے بیان کیا حماد بن سلمہ نے، وہ روایت کرتے ہیں ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے: دریں اثنا کہ ایک سوار مکہ و مدینہ کے درمیان جارہا تھا کہ ایک قبرستان سے گزرا، اچانک ایک شخص قبر سے نمودار ہوا جو آگ سے بھڑک رہا تھا، اور لوہے کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا، اس نے کہا: ’’اے بندۂ خدا! مجھے پانی دے دو، اے بندۂ خدا! مجھے پانی دے دو۔‘‘ اور ایک اور شخص اس کے پیچھے سے نکلا، اس نے پکار کر کہا: ’’اے بندۂ خدا! اسے پانی نہ دینا، اے بندۂ خدا! اسے پانی نہ دینا۔‘‘ اس منظر سے سوار پر غشی طاری ہوگئی اور اس کی سواری اس کو موضع ’’عرج‘‘ لے گئی، اور اس صدمہ سے اس شخص کے بال سفید ہوگئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع کی گئی تو آپؓ نے آدمی کے تنہا سفر کرنے سے منع فرمادیا۔‘‘

۸:...... **’’وقد ذکر ابن ابی الدنیا فی ’’کتاب القبور‘‘ عن الشعبی انه ذکر رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم: مررت ببدر فرأیت رجلا یخرج من الارض فیضربه رجل بمقمعة حتّٰی یغیب فی الارض، ثم یخرج فیفعل به ذالک. فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ذالک ابوجهل بن هشام یعذب الٰی یوم القیامة!‘‘**

(کتاب الروح ص:۹۳)

ترجمہ:...... ’’ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب القبور میں امام شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ: ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں بدر سے گزر رہا تھا، میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ زمین سے نکلتا ہے تو دُوسرا آدمی اس کو ہتھوڑے سے مارتا ہے، یہاں تک کہ وہ

زمین میں غائب ہوجاتا ہے، وہ پھر نکلتا ہے تو دُوسرا اس کے ساتھ یہی کرتا ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابوجہل بن ہشام ہے! اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔“

۹:......”(وذکر) من حدیث حماد بن سلمة عن عمرو بن دینار، عن سالم بن عبداللہ عن ابیه، قال: بینما انا اسیر بین مکة والمدینة علٰی راحلة وانا محقب اداوة اذ مررت بمقبرة فاذا رجل خارج من قبره یلتهب نارا وفی عنقه سلسلة یجرها، فقال: ”یا عبداللہ! انضح، یا عبداللہ! انضح.“ فواللہ! ما ادری اعرفنی باسمی ام کما تدعوا الناس؟ قال: فخرج آخر فقال: ”یا عبداللہ! لا تنضح، یا عبداللہ! لا تنضح.“ ثم اجتذب السلسلة فاعاده فی قبره.“ (کتاب الروح ص:۹۴)

ترجمہ:......”اور ابن ابی الدنیا نے حماد بن سلمہ کی روایت سے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں سے سالم بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے فرمایا کہ: دریں اثنا کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان اُونٹنی پر سوار ہوکر جارہا تھا، میری سواری پر پانی کا مشکیزہ بھی تھا، ایک قبرستان سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنی قبر سے نکل رہا ہے، جس پر آگ بھڑک رہی ہے اور اس کی گردن میں زنجیر ہے، جس کو وہ گھسیٹ رہا ہے، اس نے مجھے پکار کر کہا کہ: ”اے عبداللہ! پانی دو، اے عبداللہ! پانی دو“ پس اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ وہ میرے نام کو جانتا تھا یا جس طرح لوگ کسی کو بندۂ خدا کہہ کر پکارتے ہیں اسی طرح اس نے مجھے بھی پکارا، پھر اس کے پیچھے ایک اور شخص نکلا، اس نے

مجھے پکار کر کہا کہ: ”اے عبداللہ! اس کو پانی نہ دینا، اے عبداللہ! اس کو پانی نہ دینا“ پھر وہ پہلے شخص کی زنجیر کھینچ کر اسے دوبارہ قبر میں لگے گیا۔“

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ”کتاب الروح“ میں اس نوعیت کے مزید اٹھارہ واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

”وھذہ الاخبار واضعافھا واضعاف اضعافھا مما لا یتسع لھا الکتاب مما اراہ اللہ سبحانہ وتعالٰی لبعض عبادہ من عذاب القبر ونعیمہ عیانًا، واما رؤیة المنام فلو ذکرناھا لجاءت عدة اسفار.“

(کتاب الروح ص:۹۹)

ترجمہ:......”یہ واقعات اور اس سے دوگنے چوگنے واقعات، جو اس کتاب میں نہیں سما سکتے، ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو قبر کے عذاب وثواب کا مشاہدہ کرادیا، جہاں تک خواب کے واقعات کا تعلق ہے، اگر ہم انہیں ذکر کرنے بیٹھیں تو ان کے لئے کئی دفتر چاہئیں۔“

قبر میں پیش آنے والے حالات وواقعات:

احادیث شریفہ میں ان حالات وواقعات کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، جو میّت کو قبر میں پیش آتے ہیں، ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالات اسی قبر میں پیش آتے ہیں، اور یہ کہ ان حالات کا تعلق میّت کے جسم سے بھی ہے، یہاں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں، ان کے بعد قبر میں پیش آنے والے حالات کا ایک خاکہ پیش کیا جائے گا۔

۱:......”عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان العبد اذا وضع فی قبرہ، وتولّٰی عنہ اصحابہ، انہ لیسمع قرع نعالھم،

فہرست

اذا انصرفوا، اتاه ملكان، فيقعدانه فيقولان له: ما كنت تقول فی هذا الرجل، لمحمد؟ فاما المؤمن فيقول: اشهد انه عبدالله ورسوله! فيقال له: انظر الى مقعدک من النار، ابدلک الله به مقعدًا من الجنة! قال النبی صلى الله عليه وسلم: فيراهما جميعًا. قال قتادة: وذكر لنا انه يفسح له فی قبره. ثم رجع الٰی حديث انس، قال: واما المنافق، او الكافر - وفی رواية - واما الكافر والمنافق فيقول: لا ادری! كنت اقول ما يقول الناس. فيقال: لا دريت ولا تليت، ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين!" (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۷۸،۱۸۳، واللفظ لہٗ، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، ابوداؤد ج:۲ ص:۶۵۴، نسائی ج:۱ ص:۲۸۸، شرح السنہ ج:۵ ص:۴۱۵)

ترجمہ:......"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے اس کے دفن سے فارغ ہوکر لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، تب اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ پس اگر مردہ مؤمن ہو تو کہتا ہے کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں! پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ: اپنے دوزخ کے ٹھکانے کی طرف دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کے بدلے میں جنت کا ٹھکانا عطا

فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: پس وہ جنت اور دوزخ دونوں میں اپنے ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ہم سے یہ ذکر کیا گیا کہ پھر اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔

لیکن کافر اور منافق، وہ فرشتوں کے سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ: میں نہیں جانتا (کہ یہ کون ہیں؟) میں تو ان کے بارے میں وہی بات کہتا تھا جو دُوسرے (کافر) لوگ کہتے تھے! پس اس سے کہا جاتا ہے کہ: نہ تو نے خود جانا اور نہ کسی جاننے والے کے پیچھے چلا! پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے، جس سے وہ ایسا چلاتا ہے کہ جن وانس کے علاوہ قریب کی ساری مخلوق سنتی ہے۔‘‘

۲:...... ’’عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنه انه قال: كان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا صلی صلٰوةً اقبل علینا بوجهه فقال: من راٰی منكم اللیلة رؤیا؟ قال: فان راٰی احد قصها، فیقول: ما شاء اللہ! فسألنا یوم فقال: هل راٰی منكم احد رؤیا؟ قلنا: لا! قال: لٰكنی رأیت اللیلة رجلین اتیانی فاخذا بیدی واخرجانی الٰی ارض مقدسة، فاذا رجل جالس ورجل قائم بیده كلوب من حدید، یدخله فی شدقه فشقه حتٰی یبلغ قفاه، ثم یفعل بشدقه الآخر مثل ذالک ویلتئم شدقه هذا، فیعود فیصنع مثله، قلت: ما هذا؟ قالا: انطلق! فانطلقنا حتٰی اتینا علٰی رجل مضطجع علٰی قفاه، ورجل قائم علٰی رأسه بفهر، او صخرة، فیشدخ بها رأسه، فاذا ضربه

تدهده الحجر، فانطلق اليه ليأخذه فلا يرجع الٰی هٰذا حتٰی یلتئم رأسه وعاد رأسه کما هو، فعاد الیه فضربه. قلت: ما هٰذا؟ قالا: انطلق! فانطلقنا الٰی نقب مثل التنور، اعلاه ضیق واسفله واسع تتوقد تحته النار، فاذا اقترب ارتفعوا حتٰی یکادوا یخرجون، فاذا خمدت رجعوا فیها (وفیها) رجال ونساء عراة فقلت: ما هذا؟ قالا: انطلق! فانطلقنا حتٰی اتینا علٰی نهر من دم فیه رجل قائم، وعلٰی وسط النهر رجل بین یدیه حجارة، فاقبل الرجل الذی فی النهر، فاذا اراد ان یخرج رماه الرجل بحجر فی فیه فرده حیث کان، فجعل کلما جاء لیخرج رمی فی فیه بحجر فیرجع کما کان، فقلت: ما هذا؟ فقلت: قد طوفتمانی اللیلة فاخبرانی عما رأیت! قالا: نعم! اما الذی رأیته یشق شدقه فکذاب یحدث بالکذبة فتحمل عنه حتی تبلغ الافاق، فیصنع به ما ترٰی الٰی یوم القیامة، والذی رأیته یشدخ رأسه فرجل علمه الله القرآن فنام عنه باللیل ولم یعمل فیه بالنهار، یفعل به الٰی یوم القیامة، والذی رأیته فی النقب فهم الزناة، والذی رأیته فی النهر اٰکل الربا.“ الحدیث

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۵، ج:۲ ص:۱۰۴۳، واللفظ لہٗ، ترمذی ج:۲ ص:۵۳۔ یہی روایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، ملاحظہ ہو: موارد الظمآن ص:۴۴۵، مجمع الزوائد ج:۱ ص:۷۶، کنز العمال ج:۱۴ ص:۵۳۷، ۵۳۸۔ مستدرک حاکم ج:۲ ص:۲۱۰)

ترجمہ:...... ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت

شریفہ تھی کہ فجر کی نماز پڑھ کر اپنے یار و اصحاب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ: تم میں سے رات کو کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟ اگر کوئی دیکھتا تو عرض کردیا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تعبیر ارشاد فرمادیا کرتے تھے۔ عادت کے موافق ایک بار سب سے پوچھا کہ: کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ سب نے عرض کیا: کوئی نہیں دیکھا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک زمینِ مقدس کی طرف لے چلے، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دُوسرا کھڑا ہوا ہے، اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے، اس بیٹھے ہوئے کے کلے کو اس سے چیر رہا ہے، یہاں تک کہ گدی تک جا پہنچتا ہے، پھر دُوسرے کلے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کر رہا ہے، اور پھر وہ کلا اس کا درست ہوجاتا ہے، پھر اس کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ وہ دونوں شخص بولے: آگے چلو! ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو کہ لیٹا ہوا ہے، سر پر ایک شخص ہاتھ میں بڑا بھاری پتھر لئے کھڑا ہے، اس سے اس کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے، جب وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے، پتھر لڑھک کر دور جاگرتا ہے، جب وہ اس کے اُٹھانے کے لئے جاتا ہے تو اب تک لوٹ کر اس کے پاس نہیں آنے پاتا کہ اس کا سر پھر اچھا خاصا جیسا تھا ویسا ہی ہوجاتا ہے، اور وہ پھر اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے: آگے چلو! ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ہم ایک غار پر پہنچے جو مثل تنور کے تھا، نیچے سے فراخ تھا اور اُوپر سے تنگ، اس میں آگ جل رہی تھی، اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورت بھرے ہوئے

ہیں، جس وقت وہ آگ اُوپر کو اُٹھتی ہے اس کے ساتھ وہ سب اُٹھ آتے ہیں، یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہوجاتے ہیں، پھر جس وقت بیٹھتی ہے وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے: آگے چلو! ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے، اس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے، اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں، وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارہ کی طرف آتا ہے، جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارہ والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی پہلی جگہ پر جا پہنچتا ہے، پھر جب کبھی وہ نکلنا چاہتا ہے تو اسی طرح وہ پتھر مار کر اس کو ہٹا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ: تم نے مجھ کو تمام رات پھرایا، اب بتاؤ کہ یہ سب کیا اسرار تھے؟ انہوں نے کہا کہ: وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا کہ اس کے کلے چیرے جاتے تھے، وہ شخص جھوٹا ہے کہ جھوٹی باتیں کہا کرتا تھا اور وہ باتیں تمام جہان میں مشہور ہوجاتی تھیں، اس کے ساتھ قیامت تک یوں ہی کرتے ہیں۔ اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا، وہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علمِ قرآن دیا، رات کو اس سے غافل ہوکر سورہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا، قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔ اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ زنا کرنے والے لوگ ہیں۔ اور جس کو خون کی نہر میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے۔“

(بہشتی زیور حصہ اول سچی کہانیاں حکایت نمبر۴)

۳:...... ”عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی

جنازة رجل من الانصار فانتهينا الى القبر ولما يلحد بعد، فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وجلسنا حوله كأنما علٰى رؤوسنا الطير، وبيده عود ينكت به فى الارض، فرفع رأسه فقال: تعوذوا بالله من عذاب القبر! مرتين او ثلاثا.

زاد فى رواية: وقال: ان الميت ليسمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرين، حين يقال له: يا هٰذا! من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟

وفى رواية: ويأتيه ملكان، فيجلسانه، فيقولان له: من ربک؟ فيقول: ربى الله! فيقولان له: ما دينک؟ فيقول: دينى الاسلام! فيقولان له: ما هٰذا الرجل الذى بعث فيكم؟ فيقول: هو رسول الله! فيقولان له: وما يدريک؟ فيقول: قرأت كتاب الله، وآمنت به، وصدقت!

زاد فى رواية: فذٰلک قوله: "يثبت الله الذين اٰمنوا بالقول الثابت فى الحيٰوة الدنيا وفى الاٰخرة" ثم اتفقا. فينادى مناد من السماء: ان صدق عبدى، فأفرشوه من الجنة، والبسوه من الجنة وافتحوا له بابا من الجنة! فيأتيه من روحها وطيبها، ويفسح له فى قبره مد بصره.

وان الكافر ..... فذكر موته، قال: فتعاد روحه فى جسده، ويأتيه ملكان، فيجلسانه، فيقولان له: من ربک؟ فيقول: هاه! هاه! لا ادرى! فيقولان له: ما دينک؟ فيقول: هاه! هاه! لا ادرى! فيقولان له: ما هذا الرجل الذى بعث فيكم؟ فيقول: هاه! هاه! لا ادرى! فينادى مناد من

السماء: ان كذب، فأفرشوه من النار، والبسوه من النار، وافتحوا له بابا الى النار! فيأتيه من حرها وسمومها، ويضيق عليه قبره حتى تختلف فيه اضلاعه.

زاد في رواية: ثم يقيض له اعمٰى، ابكم، معه مرزبة من حديد، لو ضرب بها جبل لصار ترابا، فيضربه بها ضربة يسمعها من بين المشرق والمغرب الا الثقلين، فيصير ترابا ثم تعاد فيه الروح."

(جامع الاصول ج:۱۱ ص:۱۷۷، ابوداؤد ج:۲ ص:۶۵۴، مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۱، مسند احمد ج:۴ ص:۲۹۶)

ترجمہ:...... ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، قبر پر پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ گئے، گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ زمین کرید رہے تھے (جیسا کہ گہری سوچ میں آدمی ایسا کیا کرتا ہے)، پھر سر مبارک کو اُوپر اُٹھا کر فرمایا کہ: عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو! دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا کہ: جب لوگ میّت کو دفن کرکے لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ: تیرا ربّ کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ: میرا ربّ اللہ ہے! وہ کہتے ہیں کہ: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ: میرا دین اسلام ہے! وہ کہتے ہیں کہ: یہ آدمی کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ: وہ محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں! فرشتے کہتے کہ: تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ: میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی ہے، میں اس پر ایمان لایا، اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی!

حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد: "یُثَبِّتُ اللہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ." (ابراہیم:۲۷) (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دُنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے) میں جس تثبیت کا ذکر ہے اس سے مردے کا نکیرین کے سوال و جواب میں ثابت قدم رہنا مراد ہے۔

پھر ایک منادی آسمان سے آواز دیتا ہے کہ: میرے بندے نے سچ کہا! اس کے لئے جنت سے فرش بچھاؤ، اس کو جنت کا لباس پہناؤ، اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو! چنانچہ (اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پس) اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے، اور حدِ نظر اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا ذکر کرنے کے بعد اس کی قبر کے حالات کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: اس کی رُوح اس کے بدن میں لوٹادی جاتی ہے، اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، وہ اس کو بٹھاتے ہیں، پھر اس سے کہتے ہیں کہ تیرا ربّ کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا! وہ کہتے ہیں کہ: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا! وہ کہتے ہیں کہ: یہ کون آدمی تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا! پس آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ: یہ جھوٹ بولتا ہے! اس کے لئے آگ کا فرش بچھاؤ، اس کو آگ کا لباس پہناؤ، اور اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو! چنانچہ دوزخ کی طرف

دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پس اس کو دوزخ کی گرمی اور اس کی لو پہنچتی ہے، اور اس کی قبر تنگ ہوجاتی ہے یہاں تک کہ پسلیاں ایک دُوسری میں نکل جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ!

پھر اس پر ایک اندھا بہرا فرشتہ مقرر کردیا جاتا ہے، جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے، اگر وہ گرز پہاڑ پر ماردیا جائے تو وہ مٹی ہوجائے، وہ کافر مردے کو اس گرز سے ایسی مار مارتا ہے جس کو جنوں اور انسانوں کے سوا مشرق و مغرب کے درمیان کے سارے حیوان سنتے ہیں، وہ گرز لگنے سے مٹی ہوجاتا ہے، پھر اس میں دوبارہ رُوح لوٹائی جاتی ہے۔"

۴:...... "عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: ان الميت يسمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرين، فان كان مؤمنا كانت الصلٰوة عند رأسه، وكان الصوم عن يمينه، وكانت الزكٰوة عن يساره، وكان فعل الخيرات من الصدقة والصلٰوة والصلة والمعروف والاحسان الى الناس عند رجليه، فيؤتى من قبل رأسه فتقول الصلٰوة: ما قبلی مدخل! ويؤتى من عن يمينه فيقول الصوم: ما قبلی مدخل! ويؤتى من عن يساره فتقول الزكٰوة: ما قبلی مدخل! ويؤتى من قبل رجليه فيقول فعل الخيرات: ما قبلی مدخل! فيقال له: اقعد! فيقعد، وتمثل له الشمس قد دنت للغروب فيقال له: ما تقول فی هذا الرجل الذی كان فيكم؟ وما تشهد به؟ فيقول: دعونی اصلی! فيقولون: انک ستفعل، ولٰكن اخبرنا عما نسألک

عنہ! قال: وعم تسألونی عنہ؟ فیقولون: اخبرنا عما نسألک عنہ! فیقول: دعونی اصلی! فیقولون: انک ستفعل، ولٰکن اخبرنا عما نسألک عنہ! قال: وعم تسألونی؟ فیقولون: اخبرنا ما تقول فی ھٰذا الرجل الذی کان فیکم؟ وما تشھد بہ علیہ؟ فیقول: محمدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) اشھد انہ عبداللہ وانہ جاء بالحق من عند اللہ! فیقال لہ: علٰی ذالک حییت، وعلٰی ذالک مت، وعلٰی ذالک تبعث ان شاء اللہ! ثم یفتح لہ باب من قبل النار، فیقال لہ: انظر الٰی منزلک والٰی ما اعد اللہ لک لو عصیت! فیزداد غبطۃ وسرورًا، ثم یفتح لہ باب من قبل الجنۃ، فیقال لہ: انظر الٰی منزلک والٰی ما اعد اللہ لک! فیزداد غبطۃ وسرورًا، وذالک قول اللہ تبارک وتعالٰی: ”یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء.“ قال: وقال ابوالحکم عن ابی ھریرۃ فیقال لہ: ارقد رقدۃ العروس الذی لا یوقظ الا اعز اھلہ الیہ او احب اھلہ الیہ! ثم رجع الٰی حدیث ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال: وان کان کافرًا اتی من قبل رأسہ، فلا یوجد شیء، ویؤتی عن یمینہ، فلا یوجد شیء، ثم یؤتی عن یسارہ، فلا یوجد شیء، ثم یؤتی من قبل رجلیہ فلا یوجد شیء، فیقال لہ: اقعد! فیقعد خائفًا مرعوبًا، فیقال لہ: ما تقول فی ھٰذا الرجل الذی کان فیکم؟ وماذا تشھد بہ علیہ؟ فیقول: ای رجل؟

فیقولون: الرجل الذی کان فیکم! قال: فلا یھتدی له. قال: فیقولون: محمدا! فیقول: سمعت الناس قالوا، فقلت کما قالوا! فیقولون: علٰی ذالک حییت، وعلٰی ذالک مت، وعلٰی ذالک تبعث ان شاء اللّٰہ! ثم یفتح له باب من قبل الجنة فیقال له: انظر الٰی منزلک والٰی ما اعد اللّٰہ لک لو کنت اطعته! فیزداد حسرة وثبورًا. قال: ثم یضیق علیه قبره حتّٰی تختلف اضلاعه. قال: وذالک قوله تبارک وتعالٰی: فان له معیشة ضنکا ونحشره یوم القیامة اعمٰی.“ (مستدرک حاکم ج:۱ ص:۳۷۹، واللفظ لہ۔ابن حبان ج:۶ ص:۶۵۔موارد الظمآن ص:۱۹۷،۱۹۸۔ابن ماجہ ص:۳۱۵۔ترمذی ج:۱ ص:۱۲۷)

ترجمہ:......”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب لوگ مردے کو دفنا کر واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، پھر اگر مردہ موٴمن ہو تو نماز اس کے سر کی طرف ہوتی ہے، روزہ دائیں طرف ہوتا ہے، زکوٰۃ بائیں جانب ہوتی ہے، اور دُوسری نفلی عبادتیں مثلاً: صدقہ، نفل نماز، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرنا، اس کی پائینتی کی طرف ہوتے ہیں، اگر کوئی اس کے سر کی طرف آنا چاہے تو نماز کہتی ہے کہ: ادھر راستہ نہیں! اور اگر دائیں جانب سے آنا چاہے تو روزہ کہتا ہے کہ: ادھر سے کوئی راستہ نہیں! اور اگر بائیں جانب سے آنا چاہے تو زکوٰۃ کہتی ہے: ادھر سے کوئی راستہ نہیں! اور پاوٴں کی طرف سے آنا چاہے تو نفلی عبادتیں کہتی ہیں کہ: ادھر سے کوئی راستہ نہیں!

پھر فرشتے (منکرونکیر) اس کو کہتے ہیں کہ: اُٹھ کر بیٹھ! وہ بیٹھ جاتا ہے، تو اس کو ایسا لگتا ہے گویا سورج غروب ہونے کے قریب ہے، فرشتے اس سے کہتے ہیں: تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں تھا؟ اور تو اس کے بارے میں کیا گواہی دیتا ہے؟ مردہ کہتا ہے: ٹھہرو! میں ذرا نماز پڑھ لوں! فرشتے کہتے ہیں کہ: نماز خیر تم پڑھتے رہنا، ہم جو کچھ پوچھتے ہیں اس کا جواب دے! وہ کہتا ہے: تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں: یہی جو ہم نے سوال کیا ہے، اس کا جواب دو! وہ کہتا ہے: ذرا ٹھہرو! میں نماز پڑھ لوں! وہ کہتے ہیں: یہ تو خیر تم کرتے رہوگے، ہم تجھ سے جو کچھ پوچھتے ہیں وہ ہمیں بتاؤ! وہ کہتا ہے: اور تم مجھ سے پوچھتے کیا ہو؟ وہ کہتے ہیں: ہمیں یہ بتا کہ یہ شخص جو تم میں تھا، اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اور کیا شہادت دیتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ: تمہاری مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس سے حق اور سچا دین لے کر آئے! پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ: تو اسی عقیدے پر جیا، اسی پر مرا، اور اِن شاء اللہ اسی پر اُٹھایا جائے گا! پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول کر بتایا جاتا ہے کہ: دیکھ! اگر تو نافرمان ہوتا تو دوزخ میں تیرا یہ ٹھکانا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے تیری سزا کے لئے یہ سامان تیار کر رکھا تھا! اس سے اس کی مسرت اور شادمان میں اضافہ ہوجاتا ہے، پھر اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول کر بتایا جاتا ہے کہ: دیکھ! اب جنت میں یہ تیرا گھر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تیری راحت کا یہ سامان تیار کر رکھا ہے! اور حق تعالیٰ شانہ کے مندرجہ ذیل ارشاد کا یہی مطلب ہے:

”یُثَبِّتُ اللهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ.“ (ابراہیم:۲۷)

ترجمہ:...... ”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دُنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔“

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ: سوجاؤ! جیسے دُلہن سوجاتی ہے کہ اس کی محبوب ترین شخصیت کے سوا کوئی نہیں جگا سکتا۔

اگر مردہ کافر ہو تو اگر اس کے سر کی طرف سے آنا چاہیں تو کوئی روکنے والا نہیں، دائیں طرف سے آنا چاہیں تو وہاں بھی کوئی موجود نہیں، بائیں طرف سے آنا چاہیں تو ادھر بھی کوئی چیز موجود نہیں، اور اگر پائینتی کی طرف سے آنا چاہیں تو اس جانب بھی کوئی روکنے والی چیز موجود نہیں، چنانچہ فرشتے اس کو کہتے ہیں: بیٹھ جا! وہ خوفزدہ اور مرعوب ہوکر بیٹھ جاتا ہے، فرشتے کہتے ہیں: یہ شخص کون تھا جو تم میں موجود تھا؟ اور تو اس کے بارے میں کیا گواہی دیتا ہے؟ وہ کہتا ہے: کون سا آدمی؟ فرشتے کہتے ہیں کہ: یہی شخص جو تم میں تھا! لیکن وہ نہیں سمجھتا کہ کس آدمی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ پھر فرشتے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی لے کر) کہتے ہیں کہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟) وہ کہتا ہے کہ: میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی بات کی (کہ -نعوذ باللہ- آپؐ سچے نہیں!)، فرشتے کہتے ہیں کہ: تو اسی عقیدے پر جیا، اسی پر مرا، اور اِن شاء اللہ اسی پر اُٹھایا جائے گا! پھر اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول کر اس سے کہا جاتا ہے کہ: دیکھ! اگر تو فرماں بردار ہوتا تو تیری یہ جگہ تھی، اور

اللہ تعالیٰ نے تیری راحت کا یہ سامان تیار کر رکھا تھا! پس اس کی حسرت و ہلاکت میں اضافہ ہوجاتا ہے، پھر اس کی قبر تنگ کردی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دُوسری میں سے نکل جاتی ہیں۔ اور یہی مطلب ہے حق تعالیٰ شانہ کے اس ارشاد کا:

”فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى.“ (طٰهٰ: ۱۲۴)

ترجمہ:......”اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا، تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا، اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کرکے (قبر سے) اُٹھائیں گے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

۵:......”عن ابی سعید قال: دخل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مصلاہ فرأی ناسا کأنهم یکتشرون، قال: اما انکم لو اکثرتم ذکرها ذم اللذات لشغلکم عما اری، فأکثروا من ذکرها ذم اللذات الموت! فانه لم یأت علی القبر یوم الا تکلم فیه، فیقول: انا بیت الغربة! انا بیت الوحدة! وانا بیت التراب! وانا بیت الدود! فاذا دفن العبد المؤمن قال له القبر: مرحبا واهلا! اما ان کنت لاحب من یمشی علٰی ظهری الٰی فاذ ولیتک الیوم وصرت الٰی فستری صنیعی بک! قال: فیتسع له مد بصره، ویفتح له باب الی الجنة. واذا دفن العبد الفاجر او الکافر قال له القبر: لا مرحبا ولا اهلا! اما ان کنت لابغض من یمشی علٰی ظهری الی فاذ ولیتک الیوم وصرت الی، فستری صنیعی بک! قال: فیلتئم علیه حتی تلتقی علیه وتختلف اضلاعه! قال: قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم بأصابعه فأدخل بعضها في جوف بعض. قال: يقيض الله له سبعين تنينا لو ان واحدا منها نفخ في الارض ما انبتت شيئا ما بقيت الدنيا فينهشنه ويخدشنه حتٰى يفضى به الحساب. قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انما القبر روضة من رياض الجنة، او حفرة من حفر النار! قال ابوعيسٰى: هذا حديث حسن غريب لا نعرفه الا من هٰذا الوجه."

(جامع ترمذی ج:۲ ص:۶۹)

ترجمہ:......"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلیٰ پر تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہنس رہے ہیں، یہ دیکھ کر فرمایا کہ: سنو! اگر تم لذتوں کو چور چور کرنے والی چیز کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ تم کو اس حالت سے مشغول کردیتی جو میں دیکھ رہا ہوں، پس لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، کیونکہ قبر پر کوئی دن نہیں گزرتا ہے جس میں یہ بات نہ کہتی ہو کہ میں بے وطنی کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، پھر جب بندۂ مؤمن اس میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہنے کے بعد کہتی ہے کہ: میرے پشت پر جتنے لوگ چلتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا، آج جبکہ تو میرے سپرد کیا گیا ہے اور مجھ تک پہنچا ہے تو تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیسا اچھا برتاؤ کرتی ہوں، چنانچہ وہ اس کے لئے حدِ نظر تک کشادہ ہوجاتی ہے، اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب بدکار یا (فرمایا کہ) کافر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ: تیرا آنا نامبارک ہے، میری پشت پر جتنے لوگ چلتے پھرتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا، آج جبکہ تو میرے حوالے کیا گیا ہے، اور میرے پاس پہنچا ہے تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیسا برا سلوک کرتی ہوں، پس قبر اس پر مل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو اس قدر بھینچ دیتی ہے کہ اِدھر کی ہڈیاں اُدھر نکل جاتی ہیں، (اس کو سمجھانے کے لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دُوسری میں ڈالیں۔ فرمایا: اور اس پر ستر زہریلے سانپ مسلط کردیئے جاتے ہیں، (یہ سانپ اس قدر زہریلے ہیں کہ) اگر ان میں سے ایک زمین پر پھونک مارے تو رہتی دُنیا تک زمین پر کوئی سبزہ نہ اُگے، پس وہ سانپ اسے ہمیشہ نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن حساب کے لئے پیش کیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا!“

مندرجہ بالا چند احادیث بطورِ نمونہ ذکر کی ہیں، ان میں جو مضامین ذکر فرمائے گئے ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

میّت کا دفن کرنے والے کے جوتوں کی آہٹ سننا

یہ مضمون درج ذیل احادیث میں آیا ہے:

ا:......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

”قال: العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتٰی انہ لیسمع قرع نعالھم.“ (بخاری ج:۱ ص:۱۷۸، ۱۸۳، مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، ابوداوٴد ج:۲ ص:۶۵۴، نسائی ج:۱ ص:۲۸۸، شرح السنہ ج:۵ ص:۴۱۵، ابن حبان ج:۶ ص:۴۹)

ترجمہ:...... ”مردہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔“

۲:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”قال: فیجلس. قال ابوھریرة: فانہ یسمع قرع نعالھم.“ (عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۶۷)

ترجمہ:...... ”اسے بٹھایا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: پھر وہ (دفن کرکے لوٹنے والوں کے) قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔“

۳:...... مسندِ احمد کے الفاظ یہ ہیں:

”قال ان المیت لیسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین.“

(مسنداحمد ج:۲ ص:۴۴۵، حاکم ج:۱ ص:۳۷۹، ۳۸۰، وقال صحیح علٰی شرط مسلم، واقرہ الذھبی۔ ابن حبان ج:۶ ص:۴۵-۴۸، موارد الظمآن ص:۱۹۶، ۱۹۷، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۴، اتحاف ج:۱۰ ص:۴۱۹)

ترجمہ:...... ”جب لوگ مردہ کو دفن کرکے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دُوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”ان المیت یسمع حس النعال اذا ولوا عنہ

مدبرین." (شرح السنہ ج:۵ ص:۴۱۳)

ترجمہ:...... "بے شک میّت جوتوں کی آہستہ سی آہٹ کو بھی سنتا ہے، جب لوگ اسے دفن کرکے واپس لوٹتے ہیں۔"

۴:...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"فانه یسمع خفق نعال اصحابه اذا ولوا عنه."

(عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۱، احمد ج:۴ ص:۲۹۶، ابوداؤد ج:۲ ص:۶۵۴)

ترجمہ:...... "اور بے شک وہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے، جب لوگ اسے دفن کرکے واپس لوٹتے ہیں۔"

۵:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اذا دفن المیت سمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرین." (رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجاله ثقات. مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۴، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۰۰، اتحاف ج:۱۰ ص:۴۱۶، درمنثور ج:۴ ص:۸۲)

ترجمہ:...... "میّت کو جب دفن کرکے لوٹتے ہیں تو وہ (میّت) ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔"

۶:...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"حتیٰ یسمع صاحبکم خبط نعالکم."

(مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۳)

ترجمہ:...... "یہاں تک کہ تمہارا ساتھی (میّت) تمہارے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔"

۷:...... عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"قال: ان المیت یقعد وهو یسمع خطو

مشیعیه.“ (اتحاف السادة ج:۱۰ ص:۳۹۷)

ترجمہ:......”میّت کو بٹھایا جاتا ہے اور وہ اپنے رُخصت کرنے والوں کے قدموں کی چاپ کو سنتا ہے۔“

منکر نکیر کا آنا

یہ مضمون متواتر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب میّت کو دفن کیا جاتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں، ان کے سوال و جواب کو ”فتنة القبر“ (قبر میں مردے کا امتحان) فرمایا گیا ہے، حافظ سیوطیؒ، شرح الصدور میں اور علامہ زبیدیؒ، شرح احیاء میں لکھتے ہیں:

”جاننا چاہئے کہ ”فتنۂ قبر“ دو فرشتوں کے سوالوں کا نام ہے، اور اس بارے میں مندرجہ ذیل صحابہؓ سے متواتر احادیث مروی ہیں: ابوہریرہ، براء، تمیم داری، عمر بن خطاب، انس، بشیر بن اکال، ثوبان، جابر بن عبداللہ، حذیفہ، عبادہ بن صامت، ابن عباس، ابن عمر، ابن عمرو، ابن مسعود، عثمان بن عفان، عمرو بن عاص، معاذ بن جبل، ابوامامہ، ابوالدرداء، ابورافع، ابوسعید خدری، ابوقتادہ، ابوموسیٰ، اسماء، عائشہ (رضی اللہ عنہم)۔“

(شرح الصدور ص:۴۹، اتحاف السادة المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۲)

اس کے بعد ان دونوں حضرات نے ان تمام روایات کی تخریج کی ہے، یہاں پہلے ان احادیث کے مأخذ کی طرف اشارہ کرتا ہوں، جن کو ان دونوں حضرات نے ذکر فرمایا ہے، اس کے بعد مزید احادیث کا اضافہ کروں گا، اور جن مأخذ تک ہماری رسائی نہیں وہاں شرح صدور اور شرح احیاء کے حوالہ سے مأخذ ذکر کئے جائیں گے۔

ا:......حدیثِ انس رضی اللہ عنہ پہلے گزر چکی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

فہرست

"اتاه ملكان فاقعداه فيقولان له....."

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۷۸، ۱۸۳، صحیح مسلم ج:۲

ص:۳۸۶، ابوداؤد ج:۲ ص:۶۵۴، نسائی ج:۱ ص:۲۸۸)

ترجمہ:......"اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھلاتے ہیں....."

۲:......حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشى، ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة، وان كان من اهل النار فمن اهل النار، فيقال: هٰذا مقعدك!"

(بخاری ج:۱ ص:۱۸۴، ترمذی ج:۱ ص:۱۲۷، نسائی ج:۱ ص:۲۹۲، ابن ماجہ ص:۳۱۵)

ترجمہ:......"جب آدمی مر جاتا ہے (تو قبر میں سوال و جواب کے بعد) اس کے سامنے اس کا اصل ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہو تو جنت میں اس کا ٹھکانا اسے پیش کیا جاتا ہے، اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ میں اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، پھر اس کو بتایا جاتا ہے کہ: یہ تیرا ٹھکانا ہے!"

اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین میں دیلمی کی مسند الفردوس سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

"الظوا السنتكم قول لا اله الا الله وان محمدًا رسول الله، وان الله ربنا، والاسلام ديننا، ومحمدًا نبينا، فانكم تسئلون عنها فى قبوركم."

(اتحاف السادۃ المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۶)

ترجمہ:......"اپنی زبانوں کو کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

کا عادی بناؤ، اور یہ بات بہ کثرت کہا کرو کہ: ''اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے، اسلام ہمارا دین ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں'' کیونکہ تم سے ان اُمور کے بارے میں قبروں میں سوال کیا جاتا ہے۔''

۳:......حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

''قال: اذا قعد المؤمن فی قبرہ اتی .....''

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۳، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، نسائی ص:۲۹۰، ابوداؤد ج:۲ ص:۶۵۴، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۲۷۷)

ترجمہ:......''فرمایا: جب مؤمن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، تو اس کے پاس فرشتوں کی آمد ہوتی ہے۔''

۴:......حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''یقال: ما علمک بھٰذا الرجل؟ فاما المؤمن -او الموقن- لا ادری ایھا قالت اسماء، فیقول: ھو محمد رسول اللہ جاءنا بالبینات والھدی فاجبناہ واتبعناہ ھو محمد ثلاثا.''

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸، صحیح مسلم ج:۱ ص:۲۹۸، مؤطا ص:۱۷۶)

ترجمہ:......''میّت سے کہا جاتا ہے کہ: تم اس شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تو مؤمن جواب دیتا ہے کہ: حضرت محمدؐ رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس واضح اَحکام اور ہدایت لے کر آئے، ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبول کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی، تین مرتبہ کہتا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

۵:......حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے گزر چکی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''اذا قبر المیت او قال احدکم اتاہ ملکان

اسود ان ازرقان یقال لاحدھما المنکر والآخر النکیر۔“

(ترمذی ج:۱ ص:۱۲۷، ابن ماجہ ص:۳۱۵، مستدرک ج:۱ ص:۳۷۹، ابن حبان ج:۶ ص:۴۵)

ترجمہ:...... ”جب میّت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، سیاہ رنگ اور نیلی آنکھوں والے، ایک کو منکر اور دُوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔“

۶:...... حدیثِ عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

”فاذا دفنتمونی فسنوا علی التراب سنا، ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمھا، حتی استأنس بکم وانظر ماذا راجع بہ رسل ربی۔“

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۷۶، سنن کبریٰ ج:۴ ص:۵۶)

ترجمہ:...... ”جب مجھے دفن کرچکو تو مجھ پر مٹی ڈالنا، پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر تک کھڑے رہنا کہ اُونٹ کو ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے، تاکہ مجھے تمہاری موجودگی سے اُنس ہو، اور میں یہ دیکھوں کہ اپنے ربّ کے فرستادوں کو کیا جواب دیتا ہوں؟“

۷:...... حدیثِ عثمان رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

”فقال: استغفروا لاخیکم واسألوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسأل!“

(ابوداوٗد ج:۲ ص:۴۵۹، مستدرک حاکم ج:۱ ص:۳۷۰، مشکوٰۃ ص:۲۶، کنزالعمال ج:۷ ص:۵۸، سنن کبریٰ ج:۴ ص:۵۶)

ترجمہ:...... ”فرمایا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال وجواب ہو رہا ہے۔“

۸:......حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

”فاذا ادخل المؤمن قبره وتولی عنه اصحابه جاءه ملک شدید الانتهار، فیقول: ما کنت تقول فی هٰذا الرجل؟ ..... الخ.“

(مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۸، مسند احمد ج:۳ ص:۳۴۶، مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۵، الاحسان بترتیب ابن حبان ج:۶ ص:۴۷)

ترجمہ:......”جب مؤمن کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے لوٹتے ہیں، تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے، نہایت جھڑکنے والا، وہ کہتا ہے کہ: تو اس شخص کے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) بارے میں کیا کہتا ہے؟“

۹:......”حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں:

”فاما فتنة القبر! فبی تفتنون وعنی تسألون، فاذا کان الرجل الصالح اجلس فی قبره غیر فزع ولا مشعوف، ثم یقال له: فیم کنت؟ فیقول: فی الاسلام!“

(مسند احمد ج:۶ ص:۱۴۰، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۸،۴۹)

ترجمہ:......”رہی قبر کی آزمائش! سو تم سے میرے بارے میں امتحان لیا جاتا ہے اور میرے بارے میں تم سے سوال کیا جاتا ہے، پس جب مردہ نیک آدمی ہو تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے، درآں حالیکہ نہ وہ گھبرایا ہوا ہوتا ہے اور نہ حواس باختہ ہوتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ: تو کس دین پر تھا؟ وہ کہتا ہے: اسلام پر!“

۱۰:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”اذا دخل الرجل قبره فان کان من اهل السعادة ثبته الله بالقول الثابت، فیسأل: ما انت؟

فیقول: انا عبدالله حیًّا و میتًا!“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۷، اتحاف السادۃ المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۶، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۴)

ترجمہ:......”جب آدمی کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اگر اہلِ سعادت میں سے ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قولِ ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتے ہیں، چنانچہ اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ: تم کون ہو؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ: میں زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا اور مرنے کے بعد بھی!“

۱۱:......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ بھی یہی ہیں۔

۱۲:......حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”وذکر منکرا ونکیرا یخرجان فی افواھما واعینھما النار .... فقالا: من ربک؟“

(عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۹۰، ۵۹۱)

ترجمہ:......”اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منکر نکیر کا تذکرہ فرمایا کہ: ان کے منہ سے اور آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں: تیرا ربّ کون ہے؟“

۱۳:......حدیثِ ابورافع رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

”فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا! ولکنی افففت من صاحب ھٰذا القبر الذی سئل عنی فشک فی۔“ (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۳، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۴۱، اتحاف ج:۱ ص:۴۱۸)

ترجمہ:......”پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! (میں نے تم پر اُف نہیں کی) بلکہ اس قبر والے پر اُف کی ہے،

جس سے میرے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے میرے بارے میں شک کا اظہار کیا۔“

۱۴:...... حدیثِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں:

”ان المیت یسمع خفق نعالھم حین یولون، قال: ثم یجلس فیقال لہ: من ربک؟ فیقول: اللہ!“

(مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۴، اتحاف ج:۱۰ ص:۴۱۶)

ترجمہ:...... ”میّت کو دفن کرنے والے جب واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے، فرمایا: پھر اس کو بٹھلایا جاتا ہے، پس اس سے کہا جاتا ہے کہ: تیرا ربّ کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے!“

۱۵:...... حدیثِ ابودرداء رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

”فجاءک ملکان ازرقان جعدان یقال لھما: منکر ونکیر، فقالا: من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ ..... الخ.“

(اتحاف السادۃ المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۷، شرح الصدور ص:۵۵)

ترجمہ:...... ”پھر تیرے پاس دو فرشتے آئیں گے، جن کی آنکھیں نیلی اور بال مڑے ہوئے ہوں گے، ان کو منکر ونکیر کہا جاتا ہے، وہ دونوں کہیں گے کہ: تیرا ربّ کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟“

۱۶:...... حضرت بشیر اکال المعوی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”انی مررت بقبر وھو یسأل عنی فقال: لا ادری! فقلت: لا دریت!“

(کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۴۲، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۸، شرح الصدور ص:۵۰)

فہرست

ترجمہ:...... ”بے شک میں ایک قبر کے پاس سے گزرا تھا، جس سے میرے بارے میں سوال کیا جارہا تھا، اس نے جواب دیا کہ: میں نہیں جانتا! اس پر میں نے کہا کہ: تم نے نہ خود جانا (نہ کسی جاننے والے کی بات مانی!)۔“

۱۷:...... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”ان المؤمن اذا مات اجلس فی قبره فیقال له: من ربک؟ فیقول: الله تعالیٰ! ..... الخ.“

(اتحاف السادة المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۸، شرح الصدور ص:۵۵)

ترجمہ:...... ”جب مؤمن مرجاتا ہے تو اسے اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ: تیرا ربّ کون ہے؟ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ!“

۱۸:...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”فاذا وضع فی قبره وسوی علیه وتفرق عنه اصحابه، اتاه منکر ونکیر، فیجلسانه فی قبره.“

(اتحاف السادة المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۷، شرح الصدور ص۵۴)

ترجمہ:...... ”جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اور اس کو دفن کرنے والے رُخصت ہوجاتے ہیں، تو اس کے پاس منکر اور نکیر آتے ہیں، پس اسے قبر میں بٹھاتے ہیں۔“

۱۹:...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”کیف انت فی اربع اذرع فی ذراعین، ورأیت منکرا ونکیرا؟ قلت: یا رسول الله! وما منکر ونکیر؟ قال: فتانا القبر!“ (اتحاف السادة ج:۱۰ ص:۴۱۴، شرح الصدور ص:۵۴)

ترجمہ:...... ’’چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی جگہ (قبر) میں تیری کیا حالت ہوگی جب تم منکر اور نکیر کو دیکھو گے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! منکر اور نکیر کون ہیں؟ فرمایا: قبر میں امتحان لینے والے فرشتے!‘‘

۲۰:...... حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

’’ثم سدوا علیک من اللبن واکثروا علیک من التراب، فجاءک ملکان ازرقان جعدان یقال لھما منکر ونکیر.‘‘

(کتاب الزہد ابن مبارکؒ، بیہقی، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۸-۳۸۹، اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۴۱۷، شرح الصدور ص:۵۵)

ترجمہ:...... ’’تیری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تمہیں قبر میں رکھ کر تمہارے اُوپر اینٹیں چن دیں گے اور ڈھیر ساری مٹی ڈال دیں گے؟ پھر تیرے پاس کیری آنکھوں اور ڈراؤنی شکل کے دو فرشتے آئیں گے، جنہیں منکر و نکیر کہا جاتا ہے۔‘‘

۲۱:...... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

’’فان منکرا ونکیرا یأخذ کل واحد منھما بید صاحبہ ویقول: انطلق بنا ..... الخ.‘‘

(مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۵، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۰۵، شرح الصدور ص:۴۴، اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۳۶۸)

ترجمہ:...... ’’جب (مردہ سوالوں کے جواب صحیح دے دیتا ہے تو) منکر و نکیر ایک دُوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں کہ: بس اب یہاں سے چلئے!‘‘

۲۲:...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان الملک یمشی معه الی القبر، فاذا سوی علیه، سلک فیه، فذٰلک حین یخاطب."

(شرح الصدور ص:۴۰، اتحاف السادة ج:۱۰ ص:۴۲۲)

ترجمہ:...... "بے شک فرشتہ جنازہ کے ہمراہ قبر کی طرف جاتا ہے، پس جب میّت کو قبر میں رکھ کر اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے تو وہ فرشتہ اس کی قبر میں چلا جاتا ہے، اور اس سے مخاطب ہوتا ہے۔"

۲۳:...... حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ویبعث الله الیه ملکین، ابصارهما کالبرق الخاطف، واصواتهما کالرعد القاصف ..... الخ."

(اتحاف السادة ج:۱۰ ص:۲۶۸)

ترجمہ:...... "(کافر) میّت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے (منکر ونکیر) بھیجتے ہیں، جن کی آنکھیں چندھیا دینے والی بجلی کی طرح چمکتی ہوں گی اور آواز کڑکتی بجلی کی طرح ہوگی۔"

۲۴:...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث کے علاوہ اس مضمون پر حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کی مرسل بھی ہے۔

فتنة القبر

قبر میں میّت کے پاس منکر ونکیر کا آنا اور سوال وجواب کرنا، اس کو حدیث شریف میں "فتنة القبر" (یعنی قبر میں مردے کا امتحان) فرمایا گیا ہے، مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے:

۱:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"انهم یعذبون عذابا تسمعه البهائم کلها. فما رأیته بعد فی صلٰوة الا تعوذ من عذاب القبر."

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۳، ج:۲ ص:۹۴۲، نسائی ج:۱ ص:۲۹۱)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لوگوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، جس کو تمام چوپائے سنتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں عذابِ قبر سے پناہ ضرور مانگتے تھے۔“

صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”کان یدعو بھؤلاء الدعوات: اللّٰھم فانی اعوذ بک من فتنة النار وعذاب النار وفتنة القبر.“ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۴۷، ترمذی ج:۲ ص:۱۸۷، ابن ماجہ ص:۲۷۲، مسند احمد ج:۶ ص:۵۷، ۲۰۷، مصنف عبدالرزاق ج:۲ ص:۲۰۸، ج:۳ ص:۵۸۹، شرح السنہ ج:۵ ص:۱۵۷)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے فتنہ اور عذاب سے، اور قبر کے فتنہ سے۔“

مسندِ حمیدی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”انکم تفتنون فی قبورکم.“

(مسندِ حمیدی ص:۹۴، مسند احمد ج:۶ ص:۵۳، ۸۹، ۲۳۸)

ترجمہ:...... ”قبروں میں تمہارا امتحان (یعنی تم سے سوال و جواب) ہوتا ہے۔“

۲:...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”اللّٰھم انی اعوذ بک من العجز والکسل، والجبن والھرم، واعوذ بک من عذاب القبر، واعوذ بک من فتنة المحیا والممات.“

(بخاری ج:۲ ص:۹۴۲، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۴۷، ترمذی ج:۲ ص:۱۸۷، نسائی ج:۲ ص:۳۱۳، مسند احمد ج:۳ ص:۱۷۹، ۲۰۵، ۲۳۶، ۲۶۴، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۵)

ترجمہ:......''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عجز و کسل سے، بزدلی اور انتہائی بڑھاپے سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے۔''

مسندِ احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''قال: تعوذوا بالله من عذاب القبر، وعذاب النار، وفتنة الدجال! قالوا: وما ذاک یا رسول الله! قال: ان هٰذه الامة تبتلٰی فی قبورها.'' (مسند احمد ج:۳ ص:۲۳۳)

ترجمہ:......''فرمایا: اللہ کی پناہ مانگو عذابِ قبر سے، اور دوزخ کے عذاب سے اور فتنۂ دجال سے! صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فتنۂ قبر کیا چیز ہے؟ فرمایا: قبر میں اس اُمت کا امتحان کیا جاتا ہے۔''

اور ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''فان مات او قتل غفرت له ذنوبه کلها واجیر من عذاب القبر.'' (مجمع الزوائد ج:۵ ص:۲۹۱)

ترجمہ:......''پس مرابط اگر مرجائے یا شہید ہوجائے تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسے عذابِ قبر سے بچالیا جاتا ہے۔''

۳:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعو: اللّٰهم انی اعوذ بک من عذاب القبر ومن عذاب النار.'' (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۴، نسائی ج:۱ ص:۲۹۰، حاکم ج:۱ ص:۵۳۳، کنز العمال ج:۲ ص:۱۹۰)

ترجمہ:......''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے

تھے: اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عذابِ قبر سے اور دوزخ کے عذاب سے۔''

ترمذی شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''استعیذوا باللہ من عذاب القبر!''

(ترمذی ج:۲ ص:۲۰۰)

ترجمہ:......''اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو عذابِ قبر سے!''

سنن ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''من مات مرابطا فی سبیل اللہ اجری علیہ اجر عمله الصالح الذی کان یعمل، واجری علیہ رزقا، وامن من الفتان.'' (ابن ماجہ ص:۱۹۸، کنزالعمال ج:۲ ص:۴۱۸)

ترجمہ:......''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے مرجائے، اس کے وہ تمام اعمالِ صالحہ جاری رہتے ہیں جو وہ کیا کرتا تھا، اور اس کا رزق جاری رکھا جاتا ہے، اور وہ قبر میں امتحان لینے والوں سے محفوظ رہتا ہے، اس سے سوال و جواب نہیں ہوتا۔''

۴:......حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث (جو پہلے گزر چکی ہے) کے الفاظ یہ ہیں:

''قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبًا فذکر فتنة القبر.''

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۳، نسائی ج:۱ ص:۲۹۰، مشکوٰۃ ص:۲۶)

ترجمہ:......''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اس میں فتنۂ قبر کا ذکر فرمایا۔''

مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''انه قد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور!''

(ج:۶ ص:۳۴۵)

ترجمہ:......"مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم سے قبروں میں امتحان ہوتا ہے۔"

۵:......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اللّٰھم انی اعوذ بک من البخل، واعوذ بک من الجبن، واعوذ بک من ان ارد الٰی ارذل العمر، واعوذ بک من فتنة الدنیا، واعوذ بک من عذاب القبر." (صحیح بخاری ج:۲ ص:۹۴۲،۹۴۳، ج:۲ ص:۹۴۵، نسائی ج:۲ ص:۳۱۳، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۶، ج:۱۰ ص:۱۸۸)

ترجمہ:......"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بخل سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں نکمی عمر کی طرف اُٹھایا جاؤں، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دُنیا کے فتنہ سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عذابِ قبر سے۔"

۶:......حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یتعوذ من عذاب القبر."

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۴، ج:۲ ص:۹۴۲، ابن ابی شیبہ ج:۱۰ ص:۱۹۳، مسند احمد ج:۶ ص:۳۶۵، کنز العمال ج:۱۵ ص:۴۳۸)

ترجمہ:......"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عذابِ قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔"

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"قد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور."

(ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۵)

فہرست

ترجمہ:......"مجھے وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں تمہارا امتحان ہوتا ہے۔"

کنز العمال بحوالہ طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"استجيروا بالله من عذاب القبر!"

(کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۳۸)

ترجمہ:......"عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو!"

۷:......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"فقال: تعوذوا بالله من عذاب القبر! فقالوا: نعوذ بالله من عذاب القبر!"

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، شرح السنہ ج:۵ ص:۱۶۲، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۳، ج:۱۰ ص:۱۸۵، کنز العمال ج:۲ ص:۲۶۳)

ترجمہ:......"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی پناہ مانگو عذابِ قبر سے! پس صحابہ کرامؓ کہنے لگے: ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں عذابِ قبر سے!"

۸:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اللّٰهم انی اعوذ بک من عذاب جهنم ومن عذاب القبر." (ترمذی ج:۲ ص:۱۸۷، نسائی ج:۱ ص:۲۹۰، ابن ماجہ ص:۲۷۲، ۲۷۳، مسند احمد ج:۱ ص:۳۰۵، کنز العمال ج:۲ ص:۲۶۳)

ترجمہ:......"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔"

۹:......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"رباط يوم وليلة خير من صيام شهر وقيامه، وان مات جرى عليه عمله الذى كان يعمله، واجرى

فہرست

عليه رزقه، وامن من الفتان." (صحیح مسلم ج:۲ ص:۱۴۲، سنن کبریٰ بیہقی ج:۹ ص:۳۸، کنز العمال ج:۴ ص:۲۹۴، مسند احمد ج:۵ ص:۴۴۰، مشکوٰۃ ص:۳۳۹، درمنثور ج:۴ ص:۳۶۸)

ترجمہ:...... "ایک دن رات اسلامی سرحد کا پہرہ دینا ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے، اور اگر یہ شخص مرجائے تو جو عمل وہ کیا کرتا تھا وہ اس کے لئے برابر جاری رکھا جائے گا، اور اس کا رزق بھی جاری رکھا جائے گا، اور یہ شخص قبر کے امتحان سے مأمون رہے گا۔"

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رباط يوم في سبيل الله افضل، وربما قال: خير من صيام شهر وقيامه، ومن مات فيه وقي فتنة القبر ونمى له عمله الى يوم القيامة." (ترمذی ج:۱ ص:۲۰۰، کنز العمال ج:۴ ص:۳۲۶، ۳۲۷، مجمع الزوائد ج:۵ ص:۲۹۰)

ترجمہ:...... "ایک دن اللہ کے راستے میں پہرہ دینا ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے، اور جو شخص اس حالت میں مرجائے اسے قبر کے سوال وجواب سے بچایا جائے گا، اور اس کا عمل تاقیامت بڑھتا رہے گا۔"

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"من مات مرابطا اجير من فتنة القبر!"

(مستدرک حاکم ج:۲ ص:۸۰، ابن ابی شیبہ ج:۵ ص:۳۲۷، اتحاف ج:۱۰ ص:۳۸۱)

ترجمہ:...... "جو خدا کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے مرے، اسے فتنۂ قبر سے پناہ میں رکھا جائے گا!"

۱۰:...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"کان یقول: اللّٰھم انی اعوذ بک من العجز والکسل والجبن والبخل والھرم وعذاب القبر."

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۵۰، نسائی ج:۲ ص:۳۱۴، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۴، ج:۱۰ ص:۱۸۶)

ترجمہ:...... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عاجز ہونے سے، کسل مندی سے، بزدلی سے، بخل سے، انتہائی بڑھاپے سے، اور قبر کے عذاب سے۔"

ترمذی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"انہ کان یتعوذ من الھرم وعذاب القبر."

(ترمذی ج:۲ ص:۱۹۷)

ترجمہ:...... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے انتہائی بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے۔"

۱۱:...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والکسل وعذاب القبر." (ترمذی ج:۲ ص:۱۸۸، نسائی ج:۲ ص:۳۱۴، مسند احمد ج:۵ ص:۴۲، حاکم ج:۱ ص:۳۵، ۲۵۲۔ قال صحیح علیٰ شرط مسلم، واقرہ الذھبی. ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۴، کنز العمال ج:۲ ص:۱۸۱)

ترجمہ:...... "اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دنیوی افکار سے، کسل مندی سے اور عذابِ قبر سے۔"

۱۲:...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ من

فہرست

الجبن والبخل وارذل العمر وعذاب القبر وفتنة الصدر.‘‘ (نسائی ج:۲ ص:۳۱۶، مسند احمد ج:۱ ص:۲۲،۵۴، ابن ماجہ ص:۲۷۳، مستدرک حاکم ج:۱ ص:۵۳۰، وقال هٰذا حديث صحيح علٰى شرط الصحيحين، واقره الذهبی، ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۷۴)

ترجمہ:...... ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے بزدلی سے، بخل سے، نکمّی عمر سے، عذابِ قبر سے اور سینے کے فتنے سے۔‘‘

۱۳:...... حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

’’لشهيد عند الله ست خصال: يغفر له من اول دفعة، ويرى مقعده من الجنة، ويجار من عذاب القبر ..... الخ.‘‘ (ترمذی ج:۱ ص:۱۹۹، ابن ماجہ ص:۲۰۱، مسند احمد ج:۴ ص:۱۳۱، مشکوٰۃ ص:۳۳۳، کنز العمال ج:۴ ص:۴۰۵)

ترجمہ:...... ’’شہید کو چھ انعام ملتے ہیں، اول مرتبہ میں اس کی بخشش ہوجاتی ہے، جنت میں اس کو اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، اور اسے عذابِ قبر سے بچایا جاتا ہے۔‘‘

۱۴:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

’’لو سألت الله ان يعافيک من عذاب فی النار وعذاب فی القبر، لكان خيرًا لک.‘‘ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۳۸، جامع الاصول ج:۴ ص:۳۴۸، مسند احمد ج:۱ ص:۴۳۳، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۴، شرح السنہ ج:۵ ص:۱۶۳)

ترجمہ:...... ’’اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتے کہ تمہیں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے عافیت میں رکھیں، تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔‘‘

ترمذی شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"واعوذ بک من عذاب النار وعذاب القبر."

(ترمذی ج:۲ ص:۱۷۵)

ترجمہ:...... ''اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔''

حاکم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اللّٰھم انی اعوذ بک ..... من فتنة الدجال وعذاب القبر." (مستدرک حاکم ج:۱ ص:۵۳۴)

ترجمہ:...... ''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں...... دجال کے فتنہ سے اور عذابِ قبر سے۔''

۱۵:......فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"الذی مات مرابطا فی سبیل الله فانه ینمی له عمله الی یوم القیامة، ویأمن فتنة القبر."

(ترمذی ج:۱ ص:۱۹۵، ابوداوٴد ج:۱ ص:۳۳۸، مشکوٰۃ ص:۳۳۲، مستدرک حاکم ج:۲ ص:۷۹، مسند احمد ج:۶ ص:۲۰، موارد الظمآن ص:۳۹۱، اتحاف ج:۱۰ ص:۳۸۱، درمنثور ج:۲ ص:۱۱۴)

ترجمہ:...... ''جو شخص راہِ خدا میں پہرہ دیتے ہوئے مرجائے، قیامت تک اس کا عمل بڑھتا رہتا ہے، اور وہ قبر کے فتنہ سے مأمون رہتا ہے۔''

۱۶:......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث (جو پہلے گزر چکی ہے) کے الفاظ یہ ہیں:

"قال: ویأتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له: من ربک؟ ..... الخ."

(ابوداوٴد ج:۲ ص:۶۵۴، عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۱، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۴، ۳۷۵، مسند احمد ج:۴ ص:۲۹۶)

ترجمہ:......''اور میّت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، پس اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے یہ سوال کرتے ہیں کہ: تیرا ربّ کون ہے؟.....الخ۔''

۱۷:......حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلٰوۃ: اللّٰھم انی اعوذ بک من الجبن، واعوذ بک من البخل، واعوذ بک من ارذل العمر، واعوذ بک من فتنۃ الدنیا وعذاب القبر.''

(ترمذی ج:۲ ص:۱۹۶، نسائی ج:۲ ص:۳۱۶، ۳۱۷، ابن ماجہ ص:۲۷۳)

ترجمہ:......''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے، اور فرماتے: اے اللہ! میں آپ سے بزدلی، بخل، ارذلِ عمر، دُنیا کی آزمائش اور عذابِ قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

۱۸:......حضرت سلیمان بن صرو اور خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''من یقتلہ بطنہ لم یعذب فی قبرہ.'' (ترمذی ج:۱ ص:۱۲۶، نسائی ج:۱ ص:۲۸۸، کنز العمال ج:۴ ص:۴۲۴، مسند احمد ج:۴ ص:۲۶۲، ج:۵ ص:۲۹۲، موارد الظمآن ص:۱۸۶)

ترجمہ:......''جو شخص پیٹ کے مرض میں فوت ہوا، اسے عذابِ قبر نہیں ہوگا۔''

۱۹:......حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اللّٰھم انی اعوذ بک من عذاب القبر ووسۃ الصدر.''

(ترمذی ج:۲ ص:۱۹۰، کنز العمال ج:۲ ص:۱۸۱، عن شعب الایمان بیہقی)

ترجمہ:......''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور سینے کے وسواس سے۔''

۲۰:......حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اللّٰھم انی اعوذ بک من الکسل ..... واعوذ بک من عذاب القبر، واعوذ بک من النار.''

(نسائی ج:۲ ص:۳۱۶، مسنداحمد ج:۲ ص:۱۸۵، ۱۸۶)

ترجمہ:......''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سستی سے، قبر کے عذاب سے اور آگ سے۔''

۲۱:......حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من خمس: من البخل، والجبن، وسوء العمر، وفتنة الصدر، وعذاب القبر.'' (نسائی ج:۲ ص:۳۱۳)

ترجمہ:......''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے: بخل، بزدلی، بری عمر، سینے کے فتنہ اور عذابِ قبر سے۔''

۲۲:......حضرت راشد بن سعد عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''قال: یا رسول اللہ! ما بال المؤمنین یفتنون فی قبورھم الا الشھید؟'' (نسائی ج:۱ ص:۲۸۹)

ترجمہ:......''یا رسول اللہ! کیا شہید کے علاوہ تمام مؤمنوں کو قبر میں آزمایا جائے گا؟''

۲۳:......حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اللّٰھم انی اعوذ بک ..... ومن فتنة المحیا

والممات.“ (نسائی ج:۲ ص:۳۱۶)

ترجمہ:......”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں زندگی اور مرنے کے بعد کے فتنہ سے۔“

۲۴:......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”اعوذ بک ..... من عذاب القبر ..... ومن فتنة الغنی ومن فتنة القبر.“ (مستدرک حاکم ج:۱ ص:۵۲۴)

ترجمہ:......”اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، دولت کے فتنہ سے اور قبر کی آزمائش سے۔“

۲۵:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”ان هٰذه الامة تبتلی فی قبورها!“

(مسند احمد ج:۳ ص:۳۴۶، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۳۶، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۸)

ترجمہ:......”بے شک یہ امت قبروں میں آزمائی جاتی ہے!“

مصنف عبدالرزاق کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”فامر اصحابه ان یتعوذوا من عذاب القبر.“

(مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۴)

ترجمہ:......”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ: عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرو۔“

۲۶:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث (جو گزر چکی ہے) کے الفاظ یہ ہیں:

”ان هذه الامة تبتلی فی قبورها!“

(مسند احمد ج:۳ ص:۳، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۳)

ترجمہ:......”بے شک یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی

فہرست

جاتی ہے۔“

مجمع الزوائد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”من توفی مرابطا وقی فتنة القبر!“

(مجمع الزوائد ج:۵ ص:۲۹۰)

ترجمہ:......”جو شخص اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوا، وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔“

موارد الظمآن کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”لو لا ان تدافنوا لدعوت الله ان یسمعکم عذاب القبر الذی اسمع منه، ان هٰذه الامة تبتلٰی فی قبورها.“ (موارد الظمآن ص:۱۹۹، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۴۴)

ترجمہ:......”اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے جو میں سنتا ہوں۔“

اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین کے الفاظ یہ ہیں:

”من توفی مرابطا وقی فتنة القبر!“

(اتحاف السادۃ المتقین ج:۱۰ ص:۳۸۲)

ترجمہ:......”جو شخص اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوا، وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔“

۲۷:......حضرت ام بشر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”استعیذوا بالله من عذاب القبر! قلت: یا رسول الله! وللقبر عذاب؟ قال: انهم لیعذبون فی قبورهم عذابًا تسمعه البهائم.“

(ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۴، ۳۷۵، موارد الظمآن ص:۲۰۰، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۶)

ترجمہ:...... ''عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگا کرو! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا قبر میں عذاب ہوگا؟ فرمایا: ہاں! ان (کفار) کو قبر میں ایسا عذاب دیا جارہا ہے جسے تمام جانور سنتے ہیں۔''

۲۸:...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''ویؤمن من فتان القبر.''

(مسند احمد ج:۴ ص:۱۵۰، مجمع الزوائد ج:۵ ص:۲۸۹، اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۳۸۱)

ترجمہ:...... ''جو شخص اسلامی سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوا، وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔''

۲۹:...... حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''الا! ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقه فتنة القبر وعذاب النار.'' (مسند احمد ج:۳ ص:۳۹۱)

ترجمہ:...... ''اے اللہ! فلاں بن فلاں آپ کی امان اور آپ کے جوار میں آیا ہے، اسے قبر کی آزمائش سے بچا لیجئے!''

۳۰:...... جارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اللّٰھم انی اعوذ بک من عذاب القبر وفتنة القبر.'' (مسند احمد ج:۵ ص:۲۷۱)

ترجمہ:...... ''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عذابِ قبر اور فتنۂ قبر سے۔''

۳۱:...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''ویجار من عذاب القبر.''

(مسند احمد ج:۴ ص:۱۳۱، مجمع الزوائد ج:۵ ص:۲۹۳)

ترجمہ:...... ''اور (شہید) عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔''

۳۲:......حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”کیف بک یا عمر! بفتان القبر.“

(مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۲)

ترجمہ:......”اے عمر! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب قبر میں تیرے پاس منکر و نکیر آئیں گے؟“

۳۳:......حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”فقال: او ما علمتم ما اصاب صاحب بنی اسرائیل؟ کان الرجل منهم اذا اصابه الشی من البول قرضه بالمقراض فنهاهم عن ذالک فعذب فی قبره.“

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۵، ۳۷۶)

ترجمہ:......”جانتے نہیں ہو کہ بنی اسرائیل کے اس آدمی کے ساتھ کیا ہوا؟ بنی اسرائیل میں سے کسی کو اگر پیشاب لگ جاتا تو اسے مقراض سے کاٹ لیتا، مگر اس شخص نے ان کو اس سے روکا جس کی وجہ سے اسے عذابِ قبر دیا گیا۔“

۳۴:......حضرت یعلیٰ بن شبابہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”ان صاحب هٰذا القبر یعذب .....“

(ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۶)

ترجمہ:......”بے شک اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے۔“

۳۵:......حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”اللّٰهم انی اعوذ بک من غلبة العدو ومن غلبة الدین وفتنة الدجال وعذاب القبر.“

(ابن ابی شیبہ ج:۱۰ ص:۱۹۵)

ترجمہ:......”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں دشمن

کے غلبہ سے، قرض کے غلبہ سے، فتنۂ دجال سے اور عذابِ قبر سے۔“

۳۶:......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے اثر کے الفاظ یہ ہیں:

”فان بها عذابًا من عذاب القبر.“

(ابن ابی شیبہ ج:۵ ص:۳۲۶)

ترجمہ:......”بے شک وہاں عذابِ قبر کی طرح کا ایک عذاب ہے۔“

۳۷:......حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من عذاب النار.“ (کنزالعمال ج:۲ ص:۲۱۰)

ترجمہ:......”(اے اللہ!) میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور آگ کے عذاب سے۔“

۳۸:......حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”حادت عن رجل یضرب فی قبره من اجل النمیمة.“ (کنزالعمال ج:۱۵ ص:۷۳۹)

ترجمہ:......”(میری خچر اس لئے) بدکی ہے کہ ایک شخص کو قبر میں چغل خوری کرنے کی وجہ سے مارا جارہا ہے۔“

۳۹:......حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مولاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”یا میمونة! تعوذی بالله من عذاب القبر.“

(کنزالعمال ج:۱۵ ص:۷۸)

ترجمہ:......”اے میمونہ! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو عذابِ قبر سے۔“

۴۰:......حضرت ابوالحجاج ثمانی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”یقول القبر للمیت ..... الم تعلم انی بیت الظلمة وبیت الفتنة ..... الخ.“

(کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۴۴، حلیة الاولیاء ج:۶ ص:۹۰، اتحاف ج:۶ ص:۳۰۱)

ترجمہ:.....”قبر میّت سے کہتی ہے کہ: کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں اندھیرے اور آزمائش کا گھر ہوں؟“

۴۱:.....حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”من رابط فی سبیل اللہ آمنہ اللہ من فتنة القبر.“ (مجمع الزوائد ج:۵ ص:۲۸۹، کنز العمال ج:۴ ص:۲۸۲)

ترجمہ:.....”جس شخص نے اسلامی سرحد پر پہرہ دیا، اسے اللہ تعالیٰ فتنۂ قبر سے محفوظ فرماویں گے۔“

۴۲:.....حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”رباط یوم ولیلة یعدل صیام شهر وقیامه ..... ویوقی الفتان.“

(کنز العمال ج:۴ ص:۳۲۷، مجمع الزوائد ج:۵ ص:۲۹۰)

ترجمہ:.....”ایک دن اللہ کے راستے میں پہرہ دینا ایک مہینے کے قیام و صیام سے افضل ہے .....اور جو شخص اس حال میں مرجائے اسے قبر کے سوال و جواب سے بچالیا جائے گا۔“

۴۳:.....حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”من مات مرابطا فی سبیل اللہ ..... امن من الفتان ویبعثه اللہ تعالیٰ آمنًا من الفزع الاکبر.“

(اتحاف ج:۱۰ ص:۳۸۲)

ترجمہ:.....”جو شخص اللہ کے راستہ میں پہرہ دے.....اللہ

تعالیٰ اسے منکر ونکیر کے سوال وجواب سے محفوظ رکھے گا، اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے بھی وہ مأمون رہے گا۔"

۴۴:...... حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اذا وضع المیت فی قبرہ احتوشتہ اعمالہ الصالحۃ وجاء ملک العذاب، فیقول لہ بعض اعمالہ: الیک عنہ، فلو لم یکن الا انا لما وصلت الیہ."

(حلیۃ الاولیاء ج:۶ ص:۱۸۹)

ترجمہ:...... "جب میّت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے اعمالِ صالحہ اسے گھیر لیتے ہیں، اور جب فرشتہ عذاب آنے لگتا ہے تو اس کے اعمالِ صالحہ میں سے ایک عمل کہتا ہے: اس سے دور رہئے! اگر میں اکیلا ہی ہوتا تب بھی آپ اس کے قریب نہیں آسکتے تھے۔"

۴۵:...... حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اللّٰھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ ..... وافسح لہ فی قبرہ ونور لہ فیہ."

(صحیح مسلم، جامع الاصول ج:۱۱ ص:۸۴، ابوداوٴد ج:۲ ص:۴۴۵، مسند احمد ج:۶ ص:۲۹۷، بیہقی سنن کبریٰ ج:۳ ص:۳۸۴، شرح السنہ ج:۵ ص:۳۰۰، اتحاف ج:۵ ص:۱۰۳)

ترجمہ:...... "اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور اس کے درجات بلند فرما، اے اللہ! اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اس کو منور فرما۔"

۴۶:...... حضرت عوف بن مالک کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اللّٰھم اغفر لہ ..... واعذہ من عذاب القبر."

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۳۱۱، نسائی ج:۱ ص:۲۸۱، مسند احمد ج:۶ ص:۲۳، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۲۹۱، ج:۱۰ ص:۴۰۹)

فہرست

ترجمہ:......’’اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اسے عذابِ قبر سے نجات عطا فرما۔‘‘

منکر و نکیر میّت کو قبر میں بٹھاتے ہیں

احادیثِ شریفہ میں جہاں میّت کے پاس منکر و نکیر کے آنے اور سوال و جواب کرنے کا ذکر آتا ہے، وہاں یہ مضمون بھی متواتر احادیث میں وارد ہے کہ نکیرین میّت کو بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں، اور وہ سوال و جواب کے لئے قبر میں اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث کا حوالہ دینا کافی ہوگا:

۱:......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

’’اتاہ ملکان فاقعداہ.‘‘ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۷۸، ۱۸۴، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶، نسائی ج:۱ ص:۲۸۸، ابن حبان ج:۶ ص:۴۹، شرح السنہ ج:۵ ص:۴۱۵، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۳۴، مشکوٰۃ ص:۲۴)

ترجمہ:......’’قبر میں میّت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھلاتے ہیں۔‘‘

۲:......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

’’اذا اقعد المؤمن فی قبرہ.....‘‘

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۳، ابوداؤد ج:۲ ص:۶۵۴، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۰، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۸۱، مشکوٰۃ ص:۲۵)

ترجمہ:......’’مؤمن کو جب قبر میں بٹھایا جاتا ہے.....‘‘

مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

’’فیأتیہ ملکان فیجلسانہ .....‘‘

(مسند احمد ج:۴ ص:۲۸۷، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۲۷)

ترجمہ:......’’پس اس میّت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں

اور اسے بٹھلاتے ہیں۔“

۳:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”ان المیت یصیر الی القبر فیجلس الرجل الصالح فی قبرہ غیر فزع ولا مشغوف -الٰی قولہ - ویجلس الرجل السوء فی قبرہ فزعًا مشغوفًا.“

(ابن ماجہ ص:۳۱۵، ابن حبان ج:۶ ص:۴۵، موارد الظمآن ص:۱۹۸، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۳۰، شرح الصدور ص:۵۸، مشکوٰۃ ص:۲۵)

ترجمہ:......”بلاشبہ میّت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو نیک صالح آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اس وقت نہ وہ گھبرایا ہوا ہوتا ہے اور نہ پریشان......اور برے آدمی کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اس وقت وہ نہایت گھبرایا ہوا، پریشان ہوتا ہے۔“

مستدرک حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

”فیقال لہ: اقعد! فیقعد وتمثل لہ الشمس.“

(ج:۱ ص:۳۷۹)

ترجمہ:......”میّت کو کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جا، پس وہ (اُٹھ کر) بیٹھ جاتا ہے، اور اسے سورج (غروب ہوتا ہوا) نظر آتا ہے۔“

مجمع الزوائد میں بروایت طبرانی ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”فیقال لہ: اجلس! فیجلس، وقد مثلت لہ الشمس للغروب.“ (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۱، قال الہیثمی حسن)

ترجمہ:......”پس اسے (میّت سے) کہا جاتا ہے کہ: اُٹھ کر بیٹھ جا! پس وہ بیٹھ جاتا ہے، اور اسے سورج غروب ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔“

۴:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

فہرست

”فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءه ملک فی یده مطراق فاقعده ..... الخ.“ (مسنداحمد ج:۳ ص:۳،مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۷،کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۳۷،اتحاف السادۃ المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۷،شرح الصدور ص:۵۵۔وقال بسند صحیح)

ترجمہ:...... ”پس جب کسی انسان کو دفن کرکے اس کے دفن کرنے والے وہاں سے منتشر ہوجاتے ہیں،تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے، پس وہ اس کو بٹھلاتا ہے.....“

۵:......حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے:

”قال: فینادیه: اجلس! قال: فیجلس فیقول له ..... الخ.“ (مسنداحمد ج:۶ ص:۳۵۲،مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۱، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۳۵،اتحاف السادۃ المتقین ج:۱۰ ص:۴۱۸)

ترجمہ:...... ”فرمایا: قبر میں میّت کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ اسے آواز دیتا ہے اور اسے بٹھلا دیتا ہے اور اسے کہتا ہے.....“

کنزالعمال میں ایک دُوسری روایت میں حضرت اسماء کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

”ان المؤمن لیقعد فی قبره.“

(کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۳۶ بحوالہ طبرانی)

ترجمہ:...... ”بلاشبہ مؤمن کو قبر میں بٹھلایا جاتا ہے۔“

۶:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”فاذا کان الرجل الصالح اجلس فی قبره غیر فزع ولا مشغوف ..... الخ.“

(مسنداحمد ج:۱ ص:۱۴۰،مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۸، اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۴۱۸،شرح الصدور ص:۵۹)

ترجمہ:......"جب میّت نیک صالح ہوتو اس کو قبر میں بٹھلایا جاتا ہے اور اس وقت اسے کوئی گھبراہٹ اور پریشانی نہیں ہوتی۔"

۷:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

"اما المنافق! فیقعد اذا تولّٰی عنه اهله ....."

(مسند احمد ج:۳ ص:۳۴۶، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۳۶، اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۴۱۶، طبرانی وبیہقی عذاب القبر وابن ابی الدنیا شرح الصدور ص:۵۰)

ترجمہ:......"رہا منافق! تو جب اس کے دفن کرنے والے چلے جاتے ہیں تو اس کو (قبر میں) بٹھلایا جاتا ہے۔"

ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اذا دخل المیت القبر مثلت الشمس عند غروبها، فیجلس یمسح عینیه ....." (ابن ماجہ ص:۳۱۶)

ترجمہ:......"جب میّت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے، پھر اسے بٹھلایا جاتا ہے اور وہ آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔"

۸:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

"ان المؤمن اذا مات جلس فی قبره فیقال: من ربک؟"

(مجمع الزوائد ج:۳ ص:۵۴، وقال: رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن، اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۴۱۶، شرح الصدور ص:۵۳)

ترجمہ:......"مؤمن جب مرجاتا ہے تو اسے قبر میں بٹھلایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ: تیرا ربّ کون ہے؟"

فہرست

۹:......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث میں ہے:

"ثم جاءک ملکان اسودان ازرقان جعدان اسماءھما منکر ونکیر فاجلساک ثم سألاک ......"

(ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۹)

ترجمہ:......"پھر تیرے پاس سیاہ رنگ، کیری آنکھوں، ڈراؤنی شکل والے دو فرشتے آئیں گے، جن کے نام منکر اور نکیر ہیں، پھر وہ تمہیں بٹھائیں گے اور تم سے سوال کریں گے۔"

۱۰:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان المیت یسمع خفق نعالھم حین یؤتون. قال: ثم یجلس فیقال له ..... الخ."

(اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۴۱۶، طبرانی اوسط حسن، شرح الصدور ص:۵۲)

ترجمہ:......"بلاشبہ میّت دفن کرکے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، فرمایا: پھر اس کو بٹھایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے....."

۱۱:......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان المؤمن اذا مات اجلس فی قبرہ ....."

(اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۴۱۸، مجمع الزوائد ج:۷ ص:۴۴، ابن ابی حاتم، طبرانی فی الاوسط، ابن مندہ، شرح الصدور ص:۵۵، ۵۶)

ترجمہ:......"بلاشبہ جب کوئی مؤمن مر جاتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔"

۱۲:......حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اتاہ منکر ونکیر، فیجلسانه فی قبرہ ....."

(اتحاف السادۃ ج:۱۰ ص:۴۱۷، شرح الصدور ص:۵۴)

ترجمہ:......''میّت کے پاس منکر اور نکیر آتے ہیں، اور اسے قبر میں بٹھاتے ہیں۔''

میّت کا، جنازہ اُٹھانے والوں کے کندھوں پر بولنا

جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے، اور اس کی میّت اُٹھاکر قبرستان لے جائی جارہی ہو، میّت اگر نیک صالح ہوتو کہتی ہے کہ: مجھے میرے ٹھکانے پر جلدی لے جاؤ، اور اگر وہ بدکار ہوتو کہتی ہے کہ: ہائے افسوس! مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے:

''عن ابی سعید رضی الله عنه یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال علی اعناقهم، فان کانت صالحة قالت: قدمونی! قدمونی! وان کانت غیر صالحة قالت: یا ویلها! این تذهبون بها؟ یسمع صوتها کل شیء الا الانسان، ولو سمعها الانسان لصعق.'' (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۷۵، ۱۷۶، ۱۸۴، مسند احمد ج:۳ ص:۴۱، ۵۸، ۸۵، نسائی ج:۱ ص:۲۷۰، سنن کبریٰ بیہقی ج:۴ ص:۲۱، شرح السنہ ج:۵ ص:۳۲۵، کنز العمال ج:۱۵ ص:۵۹۹ حدیث:۴۲۲۳۷)

ترجمہ:......''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب جنازہ رکھا جاتا ہے، پس لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیتے ہیں، تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ: مجھے جلدی لے جاؤ! مجھے جلدی لے جاؤ! اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے کہ: ہائے میری ہلاکت! تم اس جنازہ کو کہاں لے جارہے ہو؟ اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے، اور اگر اس کو انسان سن لیتا تو بے ہوش ہوجاتا۔''

"عن عبدالرحمٰن بن مهران ان ابا هريرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا وضع الرجل الصالح علٰى سريره قال: قدموني! قدموني! واذا وضع الرجل يعني السوء علٰى سريره قال: يا ويلتي! اين تذهبون بي؟" (نسائی ج:۱ ص:۲۷۰،سنن کبریٰ بیہقی ج:۴ ص:۲۱)

ترجمہ:......"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ: جب نیک آدمی کی میّت کو جنازہ کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ: مجھے (جلدی) آگے لے چلو! (جلدی) آگے لے چلو! اور جب کسی بدکار آدمی کی میّت کو جنازہ کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ: اے میری ہلاکت! مجھے کہاں لے جارہے ہو؟"

قبر کا بھینچنا

میّت کو جب دفن کیا جاتا ہے، اس کے پاس منکر ونکیر آتے ہیں اور سوال وجواب کرتے ہیں، پھر مردے کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے۔

بعض اوقات قبر مردے کو بھینچتی ہے، اس کو "ضغطة القبر" فرمایا گیا ہے، مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے:

حدیثِ ابن عمرؓ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"قال هٰذا الذي تحرك له العرش وفتحت له ابواب السماء وشهده سبعون الفا من الملائكة لقد ضم ضمة ثم فرج عنه." (نسائی ج:۱ ص:۱۸۹،اتحاف ج:۱۰ ص:۴۲۲،ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۷،کنز العمال ج:۱۱ ص:۶۸۶، شرح الصدور ص:۴۵،المعتصر من المختصر ج:۱ ص:۱۱۵)

ترجمہ:...... ''فرمایا: یہ وہ تھے جن کی موت پر عرش بھی ہل گیا تھا، اور اس (کی روح) کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے تھے، اور اس کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ نازل ہوئے تھے، مگر اسے بھی قبر نے بھینچا مگر بعد میں وسیع ہوگئی۔''

حدیثِ عائشہؓ:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''ان للقبر ضغطة ولو كان احد ناجيا منها نجا منها سعد بن معاذ.'' (المعتصر من المختصر ج:۱ ص:۱۱۵، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج:۶ ص:۴۵، مسند احمد ج:۶ ص:۵۵، ۹۸، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۶، رجالها رجال الصحيح، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۳۹، اتحاف ج:۱۰ ص:۴۲۲، البدایہ والنہایہ ج:۴ ص:۱۲۸، شرح الصدور ص:۴۵)

ترجمہ:...... ''بلاشبہ قبر کے لئے بھینچنا ہے، اگر اس سے کسی کو نجات ہوتی تو (حضرت) سعد بن معاذؓ ضرور اس سے بچ جاتے۔''

حدیثِ جابرؓ:...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''قال: لقد تضايق على هٰذا العبد الصالح قبره حتى فرجه الله عز وجل عنه.'' (مسند احمد ج:۳ ص:۳۶۰، ۳۷۷، مشکوٰۃ ص:۲۶، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۴۲، ۶۴۳، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۶، شرح الصدور ص:۴۵، البدایہ والنہایہ ج:۴ ص:۱۲۸)

ترجمہ:...... ''فرمایا: بلاشبہ اس نیک اور صالح آدمی پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کشادگی فرمادی۔''

حدیثِ ابوہریرہؓ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”ویضیق علیه قبره حتی تلتقی اضلاعه.“

(مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۶۸، موارد الظمآن ص:۱۹۸، ابن حبان ج:۶ ص:۴۶، ۴۸، اتحاف ج:۱۰ ص:۴۰۴)

ترجمہ:...... ”اس پر قبر تنگ کردی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دُوسرے میں گھس جاتی ہیں۔“

حدیثِ ابوسعیدؓ:...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”قال: یضیق علیه قبره حتٰی تختلف اضلاعه.“

(مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۸۴، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۷)

ترجمہ:...... ”فرمایا: اس پر قبر تنگ کردی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دُوسرے میں گھس جاتی ہیں۔“

حدیثِ ابن عمروؓ:...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”ثم یؤمر به فی قبره، فیضیق علیه حتٰی تختلف اضلاعه.“ (مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۶۸، ۵۶۷، مجمع الزوائد ج:۲ ص:۳۲۸)

ترجمہ:...... ”پھر حکم کیا جاتا ہے اس کے بارے میں اس کی قبر میں، پس قبر تنگ ہوجاتی ہے اس پر، یہاں تک کہ پسلیاں ایک دُوسرے میں نکل جاتی ہیں۔“

حدیثِ حذیفہؓ:...... حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”عن حذیفة قال: کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی جنازة فلما انتهینا الی القبر قعد علٰی شقته

فہرست

فجعل یردد بصره فیه ثم قال: یضغط فیه المؤمن ضغطة تزول منها حمائله، ویملأ علی الکافر نارًا."

(مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۶، اتحاف ج:۱۰ ص:۴۲۲، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۴۳، شرح الصدور ص:۴۵)

ترجمہ:...... "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم ایک جنازے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پس جب ہم قبر تک پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارے بیٹھ گئے اور اس میں نظرِ مبارک پھرانے لگے، پھر فرمایا کہ: اس میں مؤمن کو ایسا بھینچا جاتا ہے کہ اس سے اس کے کندھے اور سینہ ہل جاتے ہیں، اور کافر کی قبر آگ سے بھر جاتی ہے۔"

حدیثِ ابن عباسؓ:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم دفن سعد بن معاذ وهو قاعد علٰی قبره قال: لو نجا احد من فتنة القبر او مسئلة القبر لنجا سعد بن معاذ، ولقد ضم ضمة ثم ارخی عنه. رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون." (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۶، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۴۰، شرح الصدور ص:۴۵)

ترجمہ:...... "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا، ان کی قبر کے کنارہ پر بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص قبر کی آزمائش سے یا فرمایا قبر کے سوال سے نجات پاتا، تو البتہ سعد بن معاذؓ نجات پاتے، البتہ تحقیق ایک دفعہ تو

ان کو بھی بھینچا گیا، پھر ان سے کشائش کردی گئی۔“

حدیثِ انسؓ:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”عن انس قال: توفیت زینب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فخرجنا معه فرأينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مهتما شديد الحزن، فجعلنا لا نكلمه حتٰى انتهينا الى القبر، فاذا هو لم يفرغ من لحده فقعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقعدنا حوله، فحدث نفسه هنيعة وجعل ينظر الى السماء ثم فرغ من القبر فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه فرأيته يزداد ثم انه فرغ فخرج فرأيته سرى عنه وتبسم صلى الله عليه وسلم، فقلنا: يا رسول الله! رأيناک مهتما حزينا، فلم نستطع ان نكلمک، ثم رأيناک سرى عنک، فلم ذالک؟ قال: كنت اذكر ضيق القبر وغمه وضعف زينب فكان ذالک يشق عليّ فدعوت الله عز وجل ان يخفف عنها ففعل، ولقد ضغطها ضغطة سمعها من بين الخافقين.“ (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۷، کنز العمال ج:۱۵ ص:۲۴۲، اتحاف السادۃ المتقین ج:۱۰ ص:۴۲۲، ۴۲۳، شرح الصدور ص:۴۵)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین ہیں، پس ہم آپؐ سے بات نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ قبر پر پہنچ گئے تو دیکھا کہ ابھی ان کی لحد سے فراغت نہیں ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بیٹھ گئے اور ہم بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے، وہ تھوڑی دیر دل میں کچھ سوچتے رہے اور آپؐ آسمان کی طرف دیکھتے رہے، پھر قبر سے فراغت ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں بہ نفسِ نفیس اُترے، پس میں نے دیکھا کہ آپؐ کا غم بڑھ رہا ہے، پھر آپؐ فارغ ہوگئے، پس باہر نکلے تو میں نے دیکھا کہ: آپؐ کی وہ کیفیت زائل ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ شدید غمگین اور فکرمند ہیں، اس لئے ہم آپؐ سے بات نہیں کرسکے، پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ کی وہ کیفیت زائل ہوگئی، فرمایا: اس کی وجہ یہ تھی کہ میں قبر کی تنگی اور غم کو اور زینب کے ضعف کو یاد کرتا تھا، پس یہ چیز مجھ پر شاق گزرتی تھی، پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان سے تخفیف فرمادیں، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا، قبر نے اس کو ایسا بھینچا تھا کہ مشرق و مغرب کے لوگ اس کو سنتے۔“

حدیثِ ابنِ مسعودؓ:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”عن عبدالله بن مسعود قال: اذا ادخل الرجل قبره فان كان من اهل السعادة ثبته الله بالقول الثابت فيسأل: ما انت؟ فيقول: انا عبدالله حيا وميتا واشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله. قال: فيقال: كذالك كنت! فيوسع عليه قبره ما شاء الله ويفتح له باب الى الجنة ..... الخ.“

(ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۷۷، اتحاف ج:۱۰ ص:۴۱۷)

ترجمہ:...... ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

فہرست

روایت ہے کہ جب آدمی کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اگر وہ اہلِ سعادت میں سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قولِ ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتے ہیں، پس اس سے پوچھا جاتا ہے کہ: تو کون ہے؟ پس وہ کہتا ہے کہ: میں اللہ کا بندہ ہوں، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ فرمایا: پس اس کو کہا جاتا ہے کہ: تو ایسا ہی تھا! پس اس پر اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے، جتنی کہ اللہ کو منظور ہے، اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے..... الخ۔“

حدیثِ براء بن عازبؓ:...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”فینادی منادٍ من السماء ان کذب عبدی فافرشوا له من النار، وافتحوا له بابا الی النار، فیأتیه حرها ولمومها ویضیق علیه قبره حتّٰی تختلف اضلاعه.“

(کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۲۹، ۲۴۳، ابن ابی شیبہ ج:۳ ص:۳۸۲)

ترجمہ:......”(دوزخی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:) پس آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ: میرا بندہ جھوٹ بولتا ہے! پس اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور اس کے لئے آگ کی طرف دروازہ کھول دو، پس اس شخص کو آگ کی تپش اور لو پہنچتی ہے، اور قبر اس پر تنگ ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر نکل جاتی ہیں۔“

حدیثِ معاذؓ:...... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"الضمة فی القبر کفارة لکل مؤمن لکل ذنب بقی علیه ولم یغفر له." (کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۳۹،۶۴۲)

ترجمہ:...... "قبر میں بھینچنا ہر مؤمن کے لئے کفارہ ہے، ہر اس گناہ کے لئے جو اس پر باقی ہو اور اس کی مغفرت نہ ہوئی ہو۔"

حدیثِ عبید بن عمیرؓ:...... عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں

"ثم یسلب کفنه فیبدل ثیابا من نار، ویضیق علیه حتٰی تختلف فیه اضلاعه."

(مصنف عبدالرزاق ج:۳ ص:۵۹۱)

ترجمہ:...... "پھر اس کا کفن چھین لیا جاتا ہے، اور اس کے بجائے آگ کے کپڑے بدل دیئے جاتے ہیں، اور قبر اس پر تنگ کردی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس میں اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر نکل جاتی ہیں۔"

حدیثِ صفیہ بنت ابی عبیدؓ:...... حضرت صفیہ بن ابوعبید رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"وعن نافع قال: اتینا صفیة بنت ابی عبید فحدثتنا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان کنت لاری لو ان احدا اعفی من ضغطة القبر لعفی سعد بن معاذ، ولقد ضم ضمة." (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۷)

ترجمہ:...... "حضرت نافع فرماتے ہیں کہ: ہم حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، (یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ تھیں) تو انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میرا خیال یہ تھا کہ اگر کسی کو قبر کے بھینچنے سے معافی

مل جائے گی تو سعد بن معاذؓ کو ضرور معافی ملے گی، اور البتہ تحقیق ایک دفعہ تو ان کو بھی بھینچا گیا۔“

حدیثِ ابوایوبؓ:......حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”وعن ابی ایوب ان صبیا دفن فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: لو افلت احد من ضمة القبر لافلت ھٰذا الصبی. رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح.“

(مجمع الزوائد ج:۳ ص:۴۷، کنز العمال ج:۱۵ ص:۱۴۰)

ترجمہ:......”حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک بچہ دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر کوئی قبر کے بھینچنے سے محفوظ رہتا تو یہ بچہ ضرور محفوظ رہتا۔“

احادیثِ واقعۂ قلیبِ بدر

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی رُوح کا اس کے بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، جس سے اس کو ثواب و عذاب کا احساس ہوتا ہے، چنانچہ غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کے ستر سردار مارے گئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان سب کو گڑھے میں ڈال دیا جائے، جب سب کو گڑھے میں ڈال دیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے اہلِ قلیب! کیا تم نے وہ چیز پالی جس کا تم سے ہمارے ربّ نے وعدہ کیا تھا؟ کیونکہ میں نے تو وہ چیز پالی جس کا میرے ربّ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا! حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپؐ ایسے جسموں سے کلام کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ان کو جو کچھ کہہ رہا ہوں، تم ان سے زیادہ نہیں سنتے...! مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے:

"هل وجدتم ما وعد ربکم حقًّا؟"

حدیثِ عائشہؓ:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عائشة قالت: امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقتلى ان يطرحوا فى القليب، فطرحوا فيه، الا ما كان من امية بن خلف، فانه انتفخ فى درعه فملأها فذهبوا يحرقوه فتزايل فاقروه والقوا عليه ما غيبه من التراب والحجارة، فلما القاهم فى القليب وقف عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا اهل القليب! هل وجدتم ما وعد ربكم حقًّا؟ فانى قد وجدت ما وعدنى ربى حقًّا!"

(مسند احمد ج:۶ ص:۲۷۶، ج:۲ ص:۳۸، صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۳، صحیح مسلم ج:۱ ص:۳۰۳، البدایہ والنہایہ ج:۳ ص:۲۹۳)

ترجمہ:...... "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولین کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان کو ایک گڑھے میں ڈال دیا جائے، چنانچہ ان کو ڈال دیا گیا، مگر یہ کہ امیہ بن خلف اپنی زرہ میں پھول گیا تھا، پس اس نے اس کو بھر دیا تھا، اس کو حرکت دینے لگے تو وہ اور زیادہ بڑھتا جاتا، پس اس کو ویسے ہی رکھا اور اس پر کوئی ایسی چیز ڈال دی جو اس کو چھپادے، یعنی مٹی اور پتھر، پس جب صحابہؓ نے ان کو اس قلیب (گڑھے) میں ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر کھڑے ہوئے، پس ارشاد فرمایا کہ: اے اہل قلیب! کیا تم نے وہ چیز پالی جس کا تم سے تمہارے ربّ نے وعدہ کیا تھا؟ کیونکہ میں نے تو وہ چیز پالی جس کا مجھ سے میرے ربّ نے وعدہ کیا تھا!...... الخ۔"

حدیثِ انسؓ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن انس قال: كنا مع عمر بين مكة والمدينة اخذ يحدثنا عن اهل بدر، فقال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليرينا مصارعهم بالامس، قال هٰذا مصرع فلان ان شاء الله غدًا، قال عمر: والذى بعثه بالحق! ما اخطؤا تيک فجعلوا فى بير، فاتاهم النبى صلى الله عليه وسلم فنادى: يا فلان بن فلان! يا فلان بن فلان! هل وجدتم ما وعد ربكم حقًّا؟ فانى وجدت ما وعدنى الله حقًّا! فقال عمر: تكلم اجسادا لا ارواح فيها؟ قال: ما انت باسمع لما اقول منهم!" (نسائی ج:۱ ص:۲۹۳، ابن ابی شیبہ ج:۱۴ ص:۳۷۹، مسلم ج:۱ ص:۳۰۳، ج:۲ ص:۳۸۷، مسند احمد ج:۳ ص:۱۰۴، ۱۴۵، ۲۶۳، ۲۸۷، اتحاف ج:۵ ص:۲۳، دلائل النبوۃ ج:۳ ص:۴۸، درمنثور ج:۵ ص:۱۵۷)

ترجمہ:......"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے، تو آپؓ ہم سے اہل بدر کے بارے میں بیان کرنے لگے، پس فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت ہمیں ان کی قتل گاہیں دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ: یہ اِن شاء اللہ کل فلاں آدمی کی قتل گاہ ہوگی! حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! وہ لوگ ان جگہوں سے اِدھر اُدھر نہیں ہوئے، پس ان کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، پس پکار کر فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے پالیا ہے

فہرست

جوتمہارے ربّ نے وعدہ کیا تھا حق؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا، وہ تو میں نے حق پایا! حضرت عمرؓ نے کہا: آپؐ ایسے جسموں سے کلام فرماتے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ پس ارشاد فرمایا: میں ان کو جو کچھ کہہ رہا ہوں، تم ان سے زیادہ نہیں سنتے!''

حدیثِ عبداللہ بن عمرؓ:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''حدثنی نافع ان ابن عمر اخبره قال: اطلع النبی صلی اللہ علیه وسلم علیٰ اهل القلیب فقال: هل وجدتم ما وعد ربکم حقًّا؟ فقیل له: تدعوا امواتا؟ قال: ما انتم باسمع منهم، ولٰکن لا یجیبون!'' (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۳، صحیح مسلم ج:۱ ص:۳۰۳، نسائی ج:۱ ص:۲۹۳، مسند احمد ج:۱ ص:۳۸، ۱۳۱، ابن ابی شیبہ ج:۱۴ ص:۳۷۷، البدایہ والنہایہ ج:۳ ص:۲۹۳)

ترجمہ:...... ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گڑھے کی طرف جھانکا جس میں بدر کے کافر مقتول ڈال دیئے گئے تھے، پس فرمایا: کیا تم نے پایا اس چیز کو جس کا تم سے تمہارے ربّ نے وعدہ کیا تھا سچ؟ پس عرض کیا گیا کہ: کیا آپؐ بے جان مردوں کو پکارتے ہیں؟ فرمایا: تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے، لیکن وہ جواب نہیں دیتے!''

حدیثِ ابن عباسؓ:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''اخرج ابو سهل السری ابن سهل الجند نیسابوری الخامس من حدیثه من طریق عبدالقدوس

عن ابی صالح عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله: ”انک لا تسمع الموتٰی“، ”وما انت بمسمع من فی القبور“ قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یقف علی القتلی یوم بدر ویقول: هل وجدتم ما وعد ربکم حقًّا؟“

(درمنثور ج:۵ ص:۲۴۹)

ترجمہ:...... ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ”انک لا تسمع الموتٰی“ اور ”وما انت بمسمع من فی القبور“ (بے شک آپؐ نہیں سنا سکتے مردوں کو) اور (آپؐ نہیں سنانے والے ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں) کی تفسیر میں منقول ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے مقتولین پر بدر کے دن اور یوں فرماتے تھے کہ: جو وعدہ تم سے تمہارے ربّ نے کیا تھا، وہ تم نے سچ پایا یا نہیں؟..... الخ۔“

حدیثِ ابوطلحہؓ:...... حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”عن ابی طلحة ان نبی الله صلی الله علیه وسلم امر یوم بدر باربعة وعشرین رجلا من صنادید قریش، فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث فخبث وکان اذا ظهر علٰی قوم اقام بالعرصة ثلاث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلته فشد علیها رحلها ثم واتبعه اصحابه وقالوا: ما نری ینطلق الا لبعض حاجته حتی قام علٰی شفة الرکی فجعل ینادیهم باسمائهم واسماء اٰباءهم: یا فلان بن فلان! ویا فلان بن فلان! ایسرکم انکم اطعتم الله ورسوله؟ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا

حقًّا! فهل وجدتم ما وعد ربكم حقًّا؟ قال: فقال عمر: يا رسول الله! ما تكلم من اجساد لا ارواح لها؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: والذي نفس محمد بيده! ما انتم باسمع لما اقول منهم.“

(صحیح بخاری ج:۲ ص:۵۶۶، مسند احمد ج:۴ ص:۲۹)

ترجمہ:...... ”حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن چوبیس آدمیوں کے بارے میں جو قریش کے رئیس تھے، حکم فرمایا کہ ان کو بدر کے گندے اور خبیث گڑھے میں ڈال دیا جائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب آتے تھے تو اس میدان میں تین دن ٹھہرتے تھے، جب تیسرا دن ہوا تو اپنی سواری کے بارے میں حکم فرمایا، پس اس کا کجاوہ کسا گیا، پھر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ آپؐ کے ساتھ تھے، اور ہم نہیں جانتے تھے مگر یہ کہ آپؐ کسی کام کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، یہاں تک کہ کھڑے ہوئے اس گڑھے کے کنارہ پر، پس ان کا اور ان کے باپوں کا نام لے کر پکارنے لگے کہ: اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تم کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم نے اللہ اور اللہ کے رسول کی بات مان لی ہوتی؟ کیونکہ ہم نے تو جو ہم سے ہمارے ربّ نے وعدہ کیا تھا، اس کو سچ پایا! پس کیا تم نے پالیا ہے جو تمہارے ربّ نے (تم سے) وعدہ کیا تھا حق؟ راوی کہتے ہیں کہ: پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپؐ ایسے جسموں سے گفتگو فرماتے ہیں جن میں رُوح نہیں؟ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی کہ محمدؐ کی جان اس کے قبضہ میں ہے! تم میری بات کو ان سے زیادہ

نہیں سنتے!‘‘

حدیثِ موسیٰ بن عقبہؓ:...... حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

’’وامر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتلى قريش من المشركين فالقوا فى قليب بدر ولعنهم وهو قائم يسميهم باسماءهم غير ان امية بن خلف كان رجلاً مسمنًا فانتفخ فى يومه فلما ارادوا ان يلقوه فى القليب تفقا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: دعوهُ! وهو يلعنهم، هل وجدتم ما وعد ربكم حقًّا؟‘‘

(دلائل النبوۃ ج:۳ ص:۱۱۷)

ترجمہ:...... ’’اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولینِ قریش کے بارے میں حکم فرمایا تو ان کو بدر کے گڑھے میں ڈال دیا گیا، اور ان پر لعنت فرمائی، اور آپؐ کھڑے تھے ان کا اور ان کے باپوں کا نام لے رہے تھے، سوائے امیہ بن خلف کے کہ وہ موٹا تازہ آدمی تھا، پس اسی دن پھول گیا، پس جب لوگوں نے اس کو گڑھے میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو پھٹ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو! اور آپؐ ان پر لعنت فرما رہے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ: جو وعدہ تم سے تمہارے ربّ نے کیا تھا، تم نے اس کو سچ پایا یا نہیں؟‘‘

’’لا تؤذوا صاحب القبر‘‘

قبر مٹی کا ڈھیر نہیں، بلکہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قبر والے کو نہ صرف یہ کہ قبر کے ثواب و عذاب کا احساس ہوتا ہے، بلکہ قبر پر

چڑھنے سے بھی اس کو ایذا ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان جانے کے آداب بیان فرمائے ہیں، مندرجہ ذیل احادیث میں اس کا ذکر ہے:

”عن زياد بن نعيم ان ابن حزم ابا عمارة او ابا عمرو قال: رآني النبي صلى الله عليه وسلم وانا متكئ علٰى قبر فقال: قم! لا تؤذ صاحب القبر او يؤذيك.“

(البغوی، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۵۹۷ حدیث:۴۲۹۸۸)

ترجمہ:......”حضرت ابوعمارہؓ یا ابوعمروؓ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں قبر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُٹھ جاؤ! قبر والے کو ایذا نہ دو، یا فرمایا کہ: قبر سے ٹیک نہ لگاؤ کہ یہ تیرے لئے عذاب کا سبب ہوگا!“

”عن عمرو بن حزم قال: رآى النبي صلى الله عليه وسلم وانا متكئ علٰى قبر، قال: لا تؤذ صاحب القبر!“

(ابن عساکر، مسند احمد، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۰۷ حدیث:۴۲۹۹۰)

ترجمہ:......”عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں قبر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر والے کو ایذا نہ پہنچاؤ!“

”عن عمارة بن حزم رضي الله عنه قال: رآني رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا علٰى قبر، قال: انزل عن القبر! لا تؤذي صاحب القبر ولا يؤذيك!“

(طبرانی، مستدرک، عمارہ بن حزم ج:۳ ص:۵۹۰، شرح معانی الآثار ج:۱ ص:۳۴۶، کنزالعمال ج:۱۵ ص:۶۵۷ حدیث:۴۲۶۰۵، ترغیب ج:۴ ص:۳۷۴، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۶۱)

ترجمہ:......’’حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: قبر والے کو ایذا نہ دے! قبر سے اُتر جا! تاکہ تیرا یہ عمل تیرے لئے عذابِ آخرت کا سبب نہ بنے۔‘‘

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ:

الف:......عذاب وثواب قبر برحق ہے۔

ب:......عذاب وثواب کا تعلق اسی گڑھے سے ہے، جس کو عرفِ عام میں قبر کہا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں صراحت فرمائی گئی ہے کہ: ’’القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار.‘‘ (قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا)۔

ج:......اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عذاب وثواب قبر کی احادیث متواتر ہیں اور ان کا انکار ایک مسلمان کے لئے (جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو) ممکن نہیں۔

د:......چونکہ برزخ کے معاملات عام لوگوں کے احساس ومشاہدہ سے ماورا ہیں، اس لئے عذاب وثواب قبر کا انکار محض اپنے احساس ومشاہدہ کی بنا پر قطعاً غلط ہے، اس لئے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ومشاہدات پر ایمان رکھنا ضروری ہے، اور وہ بقدر ضرورت اُوپر آچکے ہیں، جو ایک مؤمن کے لئے کافی وشافی ہیں۔

چہارم:......اب تک ہم نے عام اموات کے بارے میں گفتگو کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ ان کا ثواب وعذاب متواتر ہے، جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور اس کے منکر کے حق میں اندیشۂ کفر ہے۔

اب ہم اس پر گفتگو کریں گے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر شریفہ میں حیات ہونا اور حیات کے تمام لوازم کے ساتھ متصف ہونا برحق اور قطعی ہے، اور اس پر امت کا اجماع

ہے، چنانچہ مذکورہ بالا تقریباً ایک سو پچاس احادیث سے حضرات انبیائے کرام کی حیات (جو عام اموات، شہداء اور صدیقین سے افضل ہیں) دلالت النص سے بطریقِ اَوْلیٰ ثابت ہوتی ہے، چنانچہ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ اپنے رفیق خاص حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کے نام لکھے گئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''۱:......شہداء کے لئے بنصِ قرآن ''حیات'' حاصل ہے اور مزید دفع تجویز کے لئے ''یرزقون'' کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل محاورہ بھی ہے: ''فلان حی یرزق'' عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

۲:......جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ و ارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی (علیہم الصلوات والتسلیمات) اور جب مرتبہ اعلیٰ و ارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ و اکمل ہوگی۔

۳:......اس حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدیثیں آئی ہیں...... ''اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ.'' اور حدیث: ''اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.'' اور اس کے علاوہ بھی روایات ہیں......اور ان احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیح موجود ہیں، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ، حج۔

۴:......روح کے تعلقات اجساد سے پانچ قسم کے ہیں: (۱) فی حالۃ الجنین، (۲) بعد الولادۃ فی الدنیا اور اس کی دو صورتیں ہیں، (۳) حالتِ نوم میں اور حالتِ یقظہ میں، (۴) بعد الموت فی البرزخ، (۴) بعد البعث فی الحشر۔ ضعیف ترین اول و رابع ہے، قوی ترین خامس اور متوسط دنیوی ہے، ''کَمَا حَقَّقَهُ

الْمُتَكَلِّمُوْنَ وَابْنُ الْقَيِّمِ فِيْ كِتَابِ الرُّوْحِ وَالْقَارِيْ فِيْ شَرْحِ الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ“۔

۵:......انبیائے کرام علیہم السلام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے (اِنَّ عَيْنَایَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ) اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام اموات جیسی نہیں، ”اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ“، اور عام موتیٰ میں تحقیق موت سے، انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا اور پھر علوِ مرتبہ جتنا ہوتا ہے، اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔

۶:......مفارقۃ الروح عن الجسد سے مفارقت تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔

۷:......اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو تروح کی کیفیت حاصل ہو، جیسے معراج میں جسد پر رُوح کی کیفیت طاری ہوئی، تجسد ارواح اور تروح اجساد دونوں کی نظیریں عالم شہادت میں ہیں تو عالم ارواح میں کیوں استبعاد کیا جائے جبکہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔

۸:......دنیا میں صوفیاء کرام کے یہاں ابدانِ مثالیہ کا تعدد وقت واحد میں، متعدد امکنہ میں ظہور اور آثار کے ثبوت پر مشہور واقعات ہیں، انبیائے کرام کی نقل وحرکت بالاجساد المتروحہ اس کی نظیر ہوگی۔

۹:......الغرض انبیائے کرام کے لئے حیات، بقائے اجساد، نقل وحرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

۱۰:......یہ حیات، دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقویٰ ہے، دُنیا میں ہمیشہ جسد کو رُوح کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی

فہرست

اور برزخ میں ہوتی ہے، اب اگر اس کو حیاتِ دنیوی سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کیا ہے، بہرحال وہ حیاتِ دنیوی بھی ہے اور حیاتِ برزخی بھی، صرف حیاتِ برزخی نہیں جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں، بلکہ اقویٰ واکمل ہے، اس لئے حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے، بلکہ اس سے بھی اقویٰ ہے۔

اختلاف تعبیرات میں نزاع لفظی ہے، اس دُنیا سے رسمی تعلق منقطع ہونے کے بعد برزخی دور شروع ہوتا ہے، اب جو چاہے اطلاق کیا جائے۔

۱۱:...... اگر احادیث ونصوص میں حیات کا ثبوت ہے اور پھر عدمِ نکاح بالازواج المطہرات اور عدمِ توریث وغیرہ کی علت اصل حیات کو کہا جائے تو درست ہے، بہرحال حکمِ شرعی کی کوئی علت ہی ہوتی ہے، اور یہاں تو علت از قبیل العلل المعتبرہ کے ہوگی نہ کہ علل مرسلہ کی قسم سے، اور اس علت کی تنقیح، اصول تنقیح المناط اور تحقیق المناط سے زیادہ قطعی ہوگی۔" (بینات شعبان ۱۳۸۸ھ)

خیرالقرون سے لے کر چودہ صدیوں تک اس مسئلے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف و افتراق نہیں تھا بلکہ تمام اکابرین امت نے اپنی اپنی تصنیفات میں اپنے اپنے انداز میں اس مسئلے کو واضح فرمایا، یہاں تک کہ اکابر اسلاف میں سے بعض حضرات نے اس موضوع پر مستقل رسائل تصنیف فرمائے اور ثابت کیا کہ حیاتِ انبیاء کا مسئلہ بالکل واضح، بے غبار اور امت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے، اور جس طرح حضرات شہداء کرام کی حیات قرآن کریم سے ثابت ہے، اسی طرح حضرات انبیائے کرام کی حیات بھی بطور دلالت النص قرآن کریم سے ثابت ہے، لیکن ناس ہو خودرائی وخودروی اور اسلاف بیزاری کا کہ اس نے تحقیق کے نام پر جہالت، اور سنت کے نام پر بدعت کو رواج دیا، جس کی وجہ سے نام نہاد محققین نے

جہاں دُوسرے بعض اجماعی مسائل سے انحراف کیا وہاں اس عقیدہ کا بھی انکار کردیا، چنانچہ محدث العصر حضرت بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

''انبیائے کرام علیہم الصلوات والسلام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف اور متفقہ مسئلہ تھا، شہداء کی حیات بنص قرآن ثابت تھی اور دلالۃ النص سے انبیائے کرام کی حیات قرآن سے ثابت تھی، اور احادیث نبویہ سے عبارۃ النص کے ذریعہ ثابت تھی، لیکن برا ہو اختلاف اور فتنوں کا کہ ایک مسلّمہ حقیقت زیرِ بحث آکر مشتبہ ہوگئی، کتنی ہی تاریخی بدیہیات کو کج بحثوں نے نظری بنالیا اور کتنے ہی حقائق شرعیہ کو کج فہمی نے مسخ کرکے رکھ دیا، یہ دُنیا ہے اور دُنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ یہاں ہر دور میں کج فہم، کجرو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں، زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے، ملاحدہ و زنادقہ کی زبان کب بند ہوسکی؟ کیا اس دور میں امام حسینؓ کی شہادت کو افسانہ نہیں بتایا گیا؟ اور کہا گیا کہ یہ واقعہ ہے ہی نہیں؟ اور کیا امام حسینؓ کو باغی اور واجب القتل اور یزید (بن معاویہؓ) کو امیرالمؤمنین اور خلیفۂ برحق ثابت نہیں کیا گیا؟ کسی صحیح حدیث کو ضعیف بنانے کے لئے کسی راوی کے بارے میں کتبِ رجال میں جرح کا کوئی کلمہ دیکھ لینا بس کافی ہے کہ اس پر بنیاد قائم کی جائے؟ اگر عقلِ سلیم سے کام نہ لیا جائے اور صرف کسی کتاب میں جرح کو دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ تمام کے تمام ائمہ مجروح ہوکر دین کا سرمایہ ختم ہی ہوجائے گا۔

الغرض حیاتِ انبیائے کرام علیہم السلام کا مسئلہ بھی تقریباً اسی قسم کی کج بحثوں میں اُلجھ کر اچھا خاصا فتنہ بن گیا، عصمت تو انبیائے کرام کا خاصہ ہے، علماء معصوم تو ہیں نہیں، کچھ حضرات نے

دانستہ یا نادانستہ حدیثی وکلامی بحثیں پیدا کردیں اور سمجھا یہ گیا یا سمجھایا گیا کہ اس طرح توسل بالاموات اور استعانت بغیر اللہ وغیرہ وغیرہ بہت سی بدعات کا خاتمہ ہوجائے گا، گویا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ حیاتِ انبیاء سے انکار کرتے ہی یہ مفاسد ختم ہوسکتے ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ بارش سے بچنے کے لئے پرنالے کے نیچے جا کر بیٹھ گئے، بہرحال ان تفصیلات میں جانے کی حاجت نہیں، خلفشار کو ختم کرنے کے لئے اربابِ فکر وخلوص نے چند حضرات کے نام تجویز کئے کہ اس اختلاف کو جس نے فتنہ کی شکل اختیار کرلی ہے، ختم کرنے کی کوشش کریں، راقم الحروف کا نام بھی انہیں میں شامل تھا، تجویز یہ ہوئی کہ اس موضوع پر ایک محققانہ کتاب مؤثر انداز میں لکھی جائے اور تشکیک پیدا کرنے والے حضرات کے شبہات کا جواب بھی دیا جائے، اور مسئلے کے تمام گوشوں پر سیر حاصل تبصرہ بھی کیا جائے، باتفاق رائے اس کام کی انجام دہی کے لئے جناب برادر گرامی مآثر مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز صاحب منتخب ہوگئے، جن کے دماغ میں بحث وتمحیص کی صلاحیت بھی ہے اور قلم میں پختگی بھی، علوم دینیہ اور حدیث ورجال سے اچھی اور قابل قدر مناسبت بلکہ عمدہ بصیرت بھی ہے، مختلف مکان سے غرر نقول جمع کرنے کی پوری قدرت بھی ہے اور حسن ترتیب کی پوری اہلیت بھی، الحمدللہ کہ برادر موصوف نے توقع سے زیادہ مواد جمع کرکے تمام گوشوں کو خوب واضح کردیا اور تحقیق کا حق ادا کردیا ہے، میرے ناقص خیال میں اب یہ تالیف (تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور) اس مسئلے میں جامع ترین تصنیف ہے، اور اس دور میں جتنی تصانیف اس مسئلے پر لکھی گئی ہیں ان سب میں جامع، واضح، عالمانہ بلکہ محققانہ ہے، اللہ

تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول سے نوازے اور اس قسم کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔'' (تسکین الصدور ص:۲۲ تا ۲۴)

اس تمہید کے بعد اب ہم بالترتیب قرآن وسنت اور اجماع امت کے حوالہ سے حیاتِ النبی پر چند گزارشات پیش کریں گے، سب سے پہلے ملاحظہ ہو حیاتِ الانبیاء قرآن کریم کی روشنی میں:

حیاۃ الانبیاء قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء کا ثبوت اشارتاً، دلالتاً اور اقتضاءً ملتا ہے، ان سب کا احصاء مشکل بھی ہے اور موجب طول بھی، اس لئے اختصار کے پیش نظر چند آیتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱:...... ''وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ.'' (الزخرف:۴۵)

ترجمہ:...... ''اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا دُوسرے معبود ٹھہرادیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟''

اس آیت کے ذیل میں صاحب زادالمسیر لکھتے ہیں:

''انه لما اسری به جمع الانبیاء فصلی بهم، ثم قال له جبریل سل من ارسلنا قبلک، الآیة، فقال: لا اسأل، قد اکتفیت، رواه عطاء عن ابن عباس وهذا قول سعید بن جبیر والزهری وابن زید، قالوا: جمع له الرسل لیلة اسری به فلقیهم وامر ان یسألهم فما شک ولا سأل.''

(زادالمسیر فی علم التفسیر ج:۷ ص:۳۱۹)

ترجمہ:......"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر پہنچایا گیا تو آپؐ کے لئے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا، آپؐ نے نماز میں ان سب کی امامت فرمائی، پھر حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا: "آپ ان سب پیغمبروں سے پوچھئے جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجا ہے.....الخ۔" پس آپؐ نے فرمایا: "مجھے سوال کی ضرورت نہیں، میں نے اس پر اکتفا کیا (جو مجھے بتلایا گیا).....

حضرت سعید بن جبیر، زہری اور ابن زید فرماتے ہیں کہ معراج کی رات آپؐ کے لئے تمام انبیائے کرام کو جمع کیا گیا، اس موقع پر آپؐ کی ان سے ملاقات ہوئی اور آپؐ کو حکم ہوا کہ آپؐ ان سے پوچھئے، پس آپؐ کو نہ تو شک تھا اور نہ آپؐ نے پوچھا۔"

تفسیر کبیر میں ہے:

"قال عطاء عن ابن عباس رضی الله عنه لما اسری به صلی الله علیه وسلم الی المسجد الاقصیٰ بعث الله له آدم وجمع المرسلین من ولده فاذن جبریل ثم اقام فقال: یا محمد! تقدم فصل بهم، فلما فرغ رسول الله صلی الله علیه وسلم من الصلاة قال له جبریل علیه السلام: واسأل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا، الآیة، فقال صلی الله علیه وسلم لا اسأل لانی لست شاکاً فیه." (تفسیر کبیر ج:۲۷ ص:۲۱۶)

ترجمہ:......"حضرت عطاء حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا، اور جب آپؐ مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام جو ان کی اولاد میں سے تھے سب

کو جمع کیا، پس حضرت جبرئیلؑ نے اذان اور اقامت کہی اور عرض کیا: اے محمدؐ! آگے بڑھیئے اور ان کو نماز پڑھائیے، جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: اے محمدؐ! اور پوچھئے ان سے جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سے کچھ نہیں پوچھتا کہ مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔"

تفسیر قرطبی میں اس کی مزید تفصیلات یوں بیان کی گئی ہیں:

"لما اسری برسول الله صلی الله علیه وسلم من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ - وهو مسجد بیت المقدس - بعث الله له آدم ومن وُلد من المرسلین، وجبریل مع النبی صلی الله علیه وسلم، فاذن جبریل علیه السلام ثم اقام الصلاة، ثم قال: یا محمد! تقدم فصل بهم، فلما فرغ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال له جبریل علیه السلام: "سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن آلهة یعبدون." فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لا اسأل قد اکتفیت." قال ابن عباس: وکانوا سبعین نبیًّا منهم ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ علیهم السلام، فلم یسألهم لأنه کان أعلم بالله منهم، فی غیر روایة ابن عباس: فصلوا خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم سبعة صفوف، المرسلون ثلاثة صفوف والنبیون أربعة، وکان یلی ظهر رسول الله صلی الله علیه وسلم ابراهیم خلیل الله، وعلی یمینه اسماعیل وعلی یساره اسحاق

ثم موسیٰ، ثم سائر المرسلین فأمهم رکعتین، فلما انفتل قام فقال: ”ان ربی أوحی الی أن أسألکم هل أرسل أحد منکم یدعو الی عبادة غیر اللّٰہ؟“ فقالوا: یا محمد! انا نشهد انا أرسلنا أجمعین بدعوة واحدة أن لا اِلٰہ الا اللّٰہ وأن ما یعبدون من دونه باطل، وانک خاتم النبیین وسید المرسلین، قد استبان ذالک لنا بامامتک ایانا، وأن لا نبیّ بعدک الٰی یوم القیامة الا عیسیٰ بن مریم فانه مأمور أن یتبع أثرک.“

ترجمہ:...... ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک معراج پر لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور جو ان کی اولاد میں سے انبیاء تھے سب کو اکٹھا فرمایا، جبرئیل علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، پس جبرئیل نے اذان و اقامت کہی اور عرض کیا: اے محمدؐ! آگے بڑھیئے اور ان کو نماز پڑھایئے، جب آپؐ فارغ ہوئے تو جبرئیلؑ نے عرض کیا: آپؐ سوال کیجئے ان رسولوں سے جو آپؐ سے پہلے بھیجے گئے تھے کہ کیا ہم نے اللہ کے علاوہ کوئی معبود بنائے تھے کہ جن کی پوجا کی جاتی تھی؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سوال کی ضرورت نہیں کہ میں نے اس پر کفایت کی (جو مجھے بتایا گیا)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہاں ستر نبی تھے، جن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی تھے، پس آپؐ نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا، اس لئے کہ آپؐ ان سب سے زیادہ اللہ کی جانب سے علم رکھتے تھے، ابن عباسؓ کی روایت کے علاوہ دُوسری روایت میں ہے کہ: پس آپؐ کے پیچھے نماز پڑھنے

فہرست

والوں کی سات صفیں تھیں، جن میں سے تین صفیں رسولوں کی اور چار انبیاء کی تھیں، آپؐ کے پیچھے متصل حضرت ابراہیم علیہ السلام، دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت اسحٰق علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر عیسیٰ علیہ السلام اور پھر تمام انبیاء تھے، آپؐ نے ان کو دو رکعتیں نماز پڑھائی، جب آپؐ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا: بے شک میرے رب نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں آپ سے سوال کروں کہ کیا تم میں سے کوئی ایک ایسا رسول بھیجا گیا تھا جو لوگوں کو غیراللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہو؟ ان سب نے کہا: اے محمدؐ! بے شک ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم بھیجے گئے ایک (اللہ) کی طرف دعوت دینے کے لئے اور یہ کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ کے، اور یہ کہ جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہے، اور بے شک آپؐ خاتم النبیین اور تمام رسولوں کے سردار ہیں، اور یہ بات اس سے واضح ہوگئی ہے کہ آپؐ نے ہماری امامت فرمائی ہے، اور یہ کہ آپؐ کے علاوہ قیامت تک کوئی دُوسرا نبی نہیں آئے گا، سوائے عیسیٰ بن مریمؑ کے کہ بے شک وہ اس پر مامور ہے کہ وہ آپؐ کی اتباع کرے۔“

اسی طرح اس آیت سے حیات الانبیاء پر استدلال کرتے ہوئے خاتمۃ المحدثین علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ:

”یستدل به علیٰ حیاة الانبیاء.“

(مشکلات القرآن ص:۲۳۴، درمنثور ج:۶ ص:۱۶، رُوح المعانی ج:۲ ص:۲۵، جمل ج:۴ ص:۸۸، شیخ زادہ ج:۳ ص:۲۹۸، خفاجی ج:۴ ص:۴۴۴)

۲:......”وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِيْ

مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ." (السجدہ:۲۳)

ترجمہ:......"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں شک نہ کیجئے۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں:

"معراج کی رات ان سے ملے تھے اور بھی کئی بار۔" (موضح القرآن)

اور ملاقات بغیر حیات ممکن نہیں، لہٰذا اس آیت میں اقتضاء النص سے حیات النبیؐ کا ثبوت ہوتا ہے، یہاں اصول فقہ کا یہ مسئلہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو حکم اقتضاء النص سے ثابت ہوتا ہے وہ بحالت انفراد قوت و استدلال میں عبارت النص کے مثل ہوتا ہے۔

اسی طرح علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واراد بذالک لقائه صلی الله علیه وسلم ایاه لیلة الاسراء کما ذکر فی الصحیحین وغیرهما، وروی نحو ذالک عن قتادة وجماعة من السلف،....... وکان المراد من قوله تعالیٰ: "فلا تکن فی مریة من لقائه." علی هذا وعده تعالیٰ نبیه علیه السلام بلقاء موسیٰ وتکون الآیة نازلة قبل الاسراء."

(روح المعانی ج:۲۱ ص:۱۳۸)

ترجمہ:......"اس سے مراد یہ ہے کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے، اور اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت قتادہؓ اور سلف کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے .....اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "سو آپ اس کے ملنے میں شک نہ کیجئے" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ فرمایا، اس اعتبار سے یہ

آیت واقعہ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے۔
تفسیر زاد المسیر میں ہے:

”والثانی من لقاء موسیٰ لیلة الاسراء قاله ابو العالیه ومجاهد وقتادة وابن السائب.“

(زاد المسیر ج:۶ ص:۳۴۳)

ترجمہ:...... ”دُوسری بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات معراج کی رات ہوئی تھی۔“

تفسیر بحرِ محیط میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

”ای من لقائک موسیٰ ای فی لیلة الاسراء، ای شاهدته حقیقةً وهو النبی الذی اوتی التوراة وقد وصفه الرسول فقال طوال جَعْدٍ کانه من رجال شنؤة حین رأه لیلة الاسراء.....“ (بحرِ محیط ج:۷ ص:۲۰۵)

ترجمہ:...... ”یعنی آپؐ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کیجئے، یعنی آپؐ نے واقعتاً ان کو دیکھا ہے، اور وہ وہی نبی تھے جن کو تورات دی گئی تھی اور تحقیق آپؐ نے ان کا حلیہ بیان کیا اور فرمایا وہ لمبے قد کے گھنگریالے بالوں والے تھے، جیسے قبیلہ شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں.....“

۳:...... ”وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.“ (البقرہ:۱۵۴)

ترجمہ:...... ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں نہ کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔“

۴:...... ”بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ، فَرِحِیْنَ

بِمَآ اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔‘‘ (آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ:...... ’’بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جوان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔‘‘

ان دونوں آیتوں کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’واذا ثبت انھم احیاء من حیث النقل فانہ یقویہ من حیث النظر کون الشھداء احیاء بنص القرآن والانبیاء افضل من الشھداء۔‘‘ (فتح الباری ج:۶ ص:۳۷۹)

یعنی جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ شہداء زندہ ہیں تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہوجاتی ہے کہ انبیائے کرامؑ زندہ ہیں اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تو شہداء سے ہر حال میں افضل ہیں، اس لئے اس آیت سے ان کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

غور فرمایئے کہ حافظ الدنیا کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے بدلالۃ النص بلکہ بدرجہ اولویت حیات الانبیاء کو ثابت فرمارہے ہیں۔

۵:......’’فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْہِ الْمَوْتَ مَا دَلَّھُمْ عَلٰی مَوْتِہٖٓ اِلَّا دَآبَّۃُ الْاَرْضِ تَاْکُلُ مِنْسَاَتَہٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ.....‘‘ (سبا:۱۴)

ترجمہ:...... ’’پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کردیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔‘‘

اس آیت سے بھی بطریق دلالۃ النص حیات الانبیاء کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصائے سلیمانی کو کھالیا تو جسم عنصری کا

فہرست

کھانا اس سے کہیں سہل اور آسان تھا مگر اس کے باوجود جسم کا ٹکا رہنا بلکہ محفوظ ہونا حیات کی صریح دلیل ہے۔

اسی طرح اس آیت میں ذکر شدہ ''خرورِ سلیمان'' سے بھی حضرات انبیاء کی حیاتِ مبارکہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسدِ اطہر کے زمین پر آجانے کو ''خرّ'' کے لفظ کے ساتھ تعبیر فرمایا مگر اس کو سقط سے تعبیر نہیں فرمایا کیونکہ ''خرّ'' کا لفظ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں بھی مذکور ہے وہ زندہ انسان کے جھک جانے یا گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے، مثلاً:

الف:......''وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔'' (یوسف:۱۰۰)

ترجمہ:......''سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔''

ب:......''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔'' (اعراف:۱۴۳)

ترجمہ:......''پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی، تجلی نے ان کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰؑ بیہوش ہوکر گر پڑے۔''

لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسدِ اطہر کے سلامت زمین پر آنے سے حیات بعد الوفات کا جو بھی انکار کرتا ہے وہ قرآن کے معارف اور علوم سے ناواقف ہے۔

۶:......''وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔''

(الانعام:۵۴)

ترجمہ:......''اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے، تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ایمان کی دولت کے ساتھ بارگاہ نبوت پر حاضر ہو، اس کے لئے خداوند قدوس کا اپنے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ آپ اس کو

السلام علیکم کی دعا کے ساتھ رب کی رحمت ومغفرت کا پیغام پہنچایئے، تو حق تعالیٰ کا یہ حکم دونوں حالتوں (ماقبل الموت ومابعد الموت) کے لئے عام ہے، یعنی رہتی دُنیا تک کے لئے یہ حکم باقی ہے، جس طرح قرآن کریم کی دیگر آیات کے بارے میں یہ اصول مسلّم ہے کہ اگرچہ ان کے نزول کا واقعہ خاص ہے، لیکن ان کا حکم قیامت تک کے لئے جاری وباقی ہے، اسی طرح اس آیت مبارکہ میں بھی یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔

۷:......"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا." (النساء:٦٤)

ترجمہ:......"اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے۔"

علمائے امت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حیات نبویؐ کی ظاہری حیثیت ختم ہونے کے بعد بھی جو مؤمن بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر خداوند قدوس سے طلب مغفرت کرے گا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی دعاومغفرت کا مستحق ہوگا، چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے:

"عن علیّ قال قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلاثة ایام، فرمی بنفسه علی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحثا علی رأسه من ترابه، فقال: قلت یا رسول اللہ فسمعنا قولک، ووعیت عن اللہ فوعینا عنک وکان فیما انزل اللہ علیک "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم" الآیة وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی! فنودی من القبر: انه قد

غفر لک!“ (تفسیر قرطبی ج:۵ ص:۲۶۵،۲۶۶)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے تین روز بعد ایک بدوی نے روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر اس آیت کریمہ کے حوالہ سے مغفرت طلب کی، روایت ہے کہ مرقد اطہر سے صدا آئی: ”انه قد غفر لک!“

ان ارشادات ربانی کے مطابق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی عالم دُنیا کی حیات ظاہری ختم ہونے کے بعد بھی حاضری دینے والے امتی کو سلام علیکم کے جواب سے نوازتی ہے، اور آپ اس کو رب کی رحمت و مغفرت کا پیغام پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے پر خداوند قدوس کی طرف سے مامور ہیں، یہ بھی آپؐ کی حیات جاودانی اور اسی مدینہ والی قبر میں حیات پر قرآنی دلیل اور واضح ثبوت ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی انکار کرے تو منکر کو یہی کہا جاسکتا ہے کہ: اگر تو نہ مانے تو بہانے ہزار...!

حیاۃ الانبیاء حدیث کی روشنی میں

ا:...... ”عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ. رواه ابو یعلیٰ البزار ورجال ابی یعلیٰ ثقات.“

(مجمع الزوائد ج:۸ ص:۲۱۱، لسان المیزان: حسن بن قتیبۃ ص:۲۴۶، مسند ابو یعلیٰ: ج:۶ حدیث:۳۴۲۵، فتح الباری ج:۶ ص:۴۸۷، المطالب العالیہ ج:۳ ص:۲۶۹ حدیث:۳۴۵۲، احادیث صحیحۃ للالبانی حدیث:۶۲۱، الجامع الصغیر ص:۱۲۴، تکملہ فتح الملہم ج:۵ ص:۲۸، بیہقی حیات الانبیاء ص:۳، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۸، خصائص الکبریٰ ج:۲ ص:۲۸۱، مسند بزار ص:۲۵۶)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (حضرات) انبیائے کرامؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو روایت کیا

ہے ابویعلیٰ اور مسند بزار نے اور ابویعلیٰ کے تمام راوی ثقہ ہیں۔“

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف الحاوی للفتاویٰ میں حیاتِ انبیاء سے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حیاة النبی صلی الله علیه وسلم فی قبره هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علمًا قطعیًّا کما قام عندنا من الادلة فی ذالک وتواترت (به) الأخبار.“ (ج:۲ ص:۱۴۷)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام کا اپنی اپنی قبروں میں حیات ہونا ہمارے نزدیک علمِ قطعی سے ثابت ہے، اس لئے کہ اس سلسلہ میں ہمارے نزدیک دلائل واخبار درجہ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔“

مزید اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”قال البیهقی فی کتاب الاعتقاد: الانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیهم ارواحهم، فهم احیاء عند ربهم کالشهداء، وقال القرطبی فی التذکرة فی حدیث الصعقة نقلاً عن شیخه: الموت لیس بعدم محض انما هو انتقال من حال الی حال.“ (الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۹)

ترجمہ:...... ”امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں کہ انبیاء کی ارواح قبض ہوجانے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں، پس وہ اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح زندہ ہیں، علامہ قرطبی نے تذکرہ میں حدیث صعقہ کے ذیل میں اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موت کا معنی عدمِ محض نہیں بلکہ ایک حال سے دُوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام موت ہے۔“

مزید آگے چل کر لکھتے ہیں:

”قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ بعد وفاتہ.“

(الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۹)

ترجمہ:......”ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین فرماتے ہیں کہ بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔“

آگے مزید لکھتے ہیں:

”وقال الشیخ تقی الدین السبکی: حیاۃ الانبیاء والشہداء فی القبر کحیاتہم فی الدنیا ویشہد لہ صلاۃ موسیٰ فی قبرہ فان الصلاۃ تستدعی جسدًا حیًّا.“ (الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۵۲)

ترجمہ:......”شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ انبیاء اور شہداء کی قبر کی حیات ان کی دنیاوی حیات کی مانند ہے، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، کیونکہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔“

حضرت مجددالف ثانیؒ، حضرت انسؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”برزخ صغریٰ چوں از یک وجہ از مواطن دنیوی است گنجائش ترقی دارد واحوال ایں موطن نظر باشخاص متفاوتہ تفاوت فاحش دارد الانبیاء یصلون فی القبور شنیدہ باشند۔“

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب:۱۶)

ترجمہ:......”چھوٹا برزخ (یعنی قبر) جب ایک وجہ سے دنیوی جگہوں میں سے ہے تو یہ ترقی کی گنجائش رکھتا ہے، اور مختلف

اشخاص کے اعتبار سے اس جگہ کے حالات خاصے متفاوت ہیں، آپ نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔“

۲:...... ”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ. رواه البیهقی فی شعب الایمان.“ (مشکوٰۃ ص:۸۷، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، کنز العمال ج:۱ ص:۴۹۲ حدیث:۲۱۶۵، ص:۴۹۸ حدیث:۲۱۹۷، ۲۱۹۸، اتحاف السادۃ المتقین زبیدیؒ ج:۳ ص:۲۸۹، تفسیر درمنثور ج:۵ ص:۲۱۹، فتح الباری ج:۶ ص:۴۸۸، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۷)

ترجمہ:...... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے میری قبر کے پاس سے مجھ پر درود شریف پڑھا، میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔“

حدیث کی سند پر اشکال کا جواب:

امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (المتوفی ۹۶۳ھ) اس حدیث کی سند کے ضعف و ثقاہت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حدیث من صلّی علیّ عند قبری سمعته، ومن صلّی علیّ نائیًا وکل الله بها ملگا یبلغنی وکفیٰ امر دنیاه وآخرته وکنت له شهیدًا وشفیعًا (خط) من حدیث ابی هریرة ولا یصح فیه محمد بن مروان وهو السدی الصغیر وقال العقیلی لا اصل لهذا الحدیث (تعقب) بان البیهقی اخرجه فی الشعب من هذا الطریق وتابع

السدی عن الاعمش فیه ابومعاویة اخرجه ابو الشیخ فی الثواب قلت وسنده جیّد کما نقله السخاوی عن شیخه الحافظ ابن حجر واللہ تعالیٰ اعلم وله شواهد من حدیث ابن مسعود وابن عباس وابی هریرة اخرجها البیهقی ومن حدیث ابی بکر الصدیق اخرجه الدیلمی ومن حدیث عمار اخرجه العقیلی من طریق علی بن القاسم الکندی وقال علی بن قاسم شیعی فیه نظر لا یتابع علی حدیثه انتهیٰ. وفی لسان المیزان (ج:۴ ص:۲۴۹) ان ابن حبان ذکر علی بن القاسم فی الثقات وقد تابعه عبدالرحمٰن بن صالح وقبیصة بن عقبة اخرجهما الطبرانی۔" (تنزیہ الشریعۃ ج:۱ ص:۳۲۵ طبع بیروت)

ترجمہ:...... "حدیث من صلّی علیّ .....الخ"، یعنی جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فرشتہ مقرر کیا ہے جو مجھے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دُنیا و آخرت کے کام پورے کرتا ہے، اور میں اس کے حق میں گواہ اور شفیع ہوں گا، (خطیب بغدادیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے) یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اور صحیح نہیں، کیونکہ اس کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر ہے اور امام عقیلیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں (عقیلی کی اس بات پر گرفت کی گئی ہے کہ) امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس طریق سے اس کی تخریج کی ہے اور ابومعاویہ اعمشؒ سے روایت کرنے میں سدی کا متابع ہے اس کی تخریج امام ابوالشیخ نے کتاب الثواب میں کی ہے، میں کہتا ہوں کہ

ابوالشیخ کی سند جید ہے، جیسا کہ علامہ سخاویؒ نے اپنے استاد حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے شواہد موجود ہیں جن کی تخریج امام بیہقی نے کی ہے، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حدیث بھی شاہد ہے جس کی تخریج امام دیلمیؒ نے کی ہے اور حضرت عمارؓ کی حدیث بھی اس کا شاہد ہے جس کی تخریج علی بن القاسم الکندی کے طریق سے امام عقیلیؒ نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ راوی شیعہ ہے اس میں کلام ہے اور اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی گئی مگر لسان المیزان (ج:۴ ص:۲۴۹) میں ہے کہ امام ابن حبان نے علی بن القاسم کو ثقات میں لکھا ہے اور عبدالرحمٰن بن صالح اور قبیصہ بن عقبہ اس کے متابع موجود ہیں۔''

۳:...... ''عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَفِیْهِ قُبِضَ وَفِیْهِ النَّفْخَةُ وَفِیْهِ الصَّعْقَةُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ. قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللهِ! کَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ؟ اَیْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ بُلِیْتَ، قَالَ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ.''

(سنن نسائی ج:۱ ص:۲۰۳، ۲۰۴، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۵۶۰، هذا حدیث صحیح علی شرط الصحیحین ولم یخرجاه، ابوداؤد ج:۱ ص:۲۱۴ (باب الاستغفار)، سنن کبریٰ بیہقی ج:۳ ص:۲۴۹، دارمی ج:۱ ص:۳۰۷ (باب فضل الجمعة)، مسند احمد ج:۴ ص:۸، صحیح ابن خزیمہ ج:۳ ص:۱۱۸ حدیث:۱۷۳۳، ابن حبان (باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وسلم

ص:۱۱۸، الاحسان بترتیب ابن حبان ج:۳ ص:۷۸ حدیث:۹۰۷، کتاب الروح (ابن القیمؒ) ص:۶۳، کنزالعمال ج:۸ ص:۳۶۸ حدیث:۲۳۳۰۱، ایضاً ج:۷ ص:۷۰۸ حدیث:۲۱۰۳۷، ترغیب منذری ج:۱ ص:۴۹۱، ایضاً ج:۲ ص:۵۰۳، ۵۰۴، نیل الاوطار ج:۳ ص:۳۰۴، ابن ابی شیبہ ج:۶ ص:۵۱۶، ابن ماجہ ص:۷۶، ۱۱۸، شرح الصدور ص:۱۳۷ مطابع الرشید مدینہ منورہ)

ترجمہ:...... ''حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا، پس (جمعہ کے دن) مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا صلوٰۃ وسلام آپؐ کے انتقال کے بعد آپؐ کو کیسے پہنچے گا؟ حالانکہ آپؐ تو اس وقت مٹی میں مل جائیں گے؟ یعنی آپؐ تو بوسیدہ ہوجائیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عز وجل نے زمین پر اس کو حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔''

۴:...... ''عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃٌ سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ.''

(نسائی ج:۱ ص:۱۸۹، مسند احمد ج:۱ ص:۴۴۱، ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۵۱۷، موارد الضمآن ص:۵۹۴، مشکوٰۃ ص:۸۶، البدایہ والنہایہ ج:۱ ص:۱۵۴، الجامع الصغیر ج:۱ ص:۹۳، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، الاحسان بترتیب ابن حبان ج:۳ ص:۸ حدیث:۹، ۱۰، مصنف عبدالرزاق ج:۲ ص:۱۵)

ترجمہ:......''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک زمین میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے ملائکہ مقرر ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔''

۵:......''عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ مَشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا، قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ، اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ، فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ.''

(ابن ماجہ ص:۱۱۸،ترغیب ج:۲ ص:۵۰۳،نیل الاوطار ج:۳ ص:۳۰۴، شرح الصدور ص:۱۳۷ مطابع الرشید مدینہ منورہ)

ترجمہ:......''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، اس لئے کہ جمعہ کے دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے پڑھتے ہی اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اور موت کے بعد؟ فرمایا اور موت کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر اس بات کو کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔''

۶:......''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا

رَدَّ اللهُ عَلَیَّ عَزَّ وَجَلَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ.“

(ابوداوٴد ج:۱ ص:۲۷۹، مسنداحمد ج:۲ ص:۵۲۷، سنن کبریٰ بیہقی ج:۵ ص:۲۴۵، ترغیب وترہیب ج:۲ ص:۴۹۹، کنزالعمال ج:۱ ص:۴۹۸ حدیث:۲۲۰۰، فیض القدیر ج:۵ ص:۴۶۷، مجمع الزوائد ج:۱۰ ص:۱۶۲، وقال فیه عبدالله بن یزید الاسکندرانی ولم اعرفه ومهدی بن جعفر ثقة وفیه خلاف وبقیة رجاله ثقات)

ترجمہ:...... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری رُوح کو میری طرف لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“

۷:...... ”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ.“

(مسنداحمد ج:۲ ص:۳۶۷، ابوداوٴد ج:۱ ص:۲۷۹، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، مشکوٰة ص:۸۶، فتح الباری ج:۶ ص:۴۸۸)

ترجمہ:...... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ: مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ مجھ تک تمہارا درود پہنچتا ہے، چاہے تم جہاں بھی ہوؤ۔“

۸:...... ”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِهٖ! لَیَنْزِلَنَّ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ ..... ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ! لَاَجَبْتُهٗ. قلت هو فی

الصحیح باختصار، رواہ ابو یعلیٰ ورجالہ رجال الصحیح." (مسند ابویعلیٰ ج:۱۱ ص:۴۶۲ حدیث:۶۵۸۴، مجمع الزوائد ج:۸ ص:۲۱۱، المطالب العالیہ ج:۴ ص:۲۳ باب حیاتہ فی قبرہ، ج:۴ ص:۳۴۹ حدیث:۴۵۷۴، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۸، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۰، رُوح المعانی ج:۲۲ ص:۳۵)

ترجمہ:......"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ البتہ نازل ہوں گے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ..... پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوکر یہ کہے گا: یا محمد! تو میں ان کو جواب دوں گا۔"

علامہ آلوسیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:

"..... انہ (عیسیٰ) علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاھًا بعد نزولہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف، وایدہ بحدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ ابن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یا محمد! لاجبتہ."

(روح المعانی ج:۲۲ ص:۳۵)

ترجمہ:......"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوکر آپؐ سے براہ راست احکام حاصل کریں گے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں استراحت فرما ہوں گے، اور اس کی تائید ابویعلیٰ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آکر یا محمد کہیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔"

حضرات انبیائے کرامؑ سے ملاقات:

حدیث ابوہریرہؓ:

”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِیْتُ مُوْسٰی قَالَ فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْئَةٍ قَالَ وَلَقِیْتُ عِیْسٰی فَنَعَتَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ کَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِیْمَاسٍ یَعْنِی الْحَمَّامَ وَرَأَیْتُ اِبْرَاهِیْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ........“

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۸۹، ۴۸۱، ج:۲ ص:۶۸۴، ۸۳۶، ۸۳۸، صحیح مسلم ج:۱ص:۹۶، ترمذی ج:۲ص:۱۴۱، مصنف عبدالرزاق ج:۵ ص:۳۲۹، مسند احمد ج:۲ ص:۲۸۲، نسائی ج:۲ص:۳۲۹، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج:۱ ص:۲۲۱)

ترجمہ:......”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، (حضرت ابوہریرہؓ نے) فرمایا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان فرمایا اور کہا: پس وہ جوان تھے، میرا خیال ہے آپ نے فرمایا: لمبے اور کھلے بالوں والے تھے، ایسے جیسے کہ قبیلہ شنوٴہ کے مرد ہوتے ہیں، فرمایا اور میں عیسیٰ علیہ السلام سے ملا، پھر آپ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا اور کہا: وہ چوڑے جسم کے سرخ رنگ تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ابھی ابھی غسل خانہ سے نکل کر آئے ہیں، اور میں نے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں۔“

حدیث ابن عمرؓ:

”عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَاِبْرَاهِیْمَ، فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰی فَاٰدَمُ جَسِیْمُ سَبِطٍ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ.“

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۸۹)

ترجمہ: ......”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شب معراج میں) میں نے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو سرخ رنگ، پرگوشت جسم اور چوڑے سینے والے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ اور موزوں ساخت والے تھے، وہ ایسے تھے جیسے (سوڈان) کے طویل القامہ زط ہوتے ہیں۔“

انبیاء کی امامت:

حدیث ابوہریرہؓ:

”......وَقَدْ رَأَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِذَا مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ .... وَاِذَا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ .... وَاِذَا اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ .... فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَّمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ .... قَالَ قَائِلٌ یَّا مُحَمَّدُ! هٰذَا مَالِکُ صَاحِبِ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ ....“

(صحیح مسلم ج:۱ ص:۹۶، مشکوٰۃ ص:۵۳۰)

ترجمہ:......”میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں

دیکھا، پس اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں..... اور پھر اچانک دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں..... اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں..... پس اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے ان کو نماز پڑھائی، پس جب میں نماز سے فارغ ہوا.... تو کسی نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جہنم کے داروغے مالک ہیں، ان سے سلام کیجئے.....“

حضرت موسیٰؑ کا قبر میں نماز پڑھنا:

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نہ صرف حیات ہیں بلکہ وہ نماز تلذذ بھی ادا فرماتے ہیں، مندرجہ ذیل احادیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

”عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃً اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ.“

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۶۸ طبع رحیمیہ دیوبند، مسند احمد ج:۵ ص:۵۹، ۳۶۲، ۳۶۵، مسند احمد ج:۳ ص:۱۴۸، ۲۴۸، سنن نسائی ج:۱ ص:۲۴۲، کنز العمال ج:۱۱ ص:۵۱۸ حدیث:۳۲۳۸۶، تلخیص الحبیر ج:۲ ص:۱۲۶، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج:۱ ص:۲۱۶ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔“

حیات النبی آثارِ صحابہؓ کی روشنی میں:

۱:...... "وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَیْتِیَ الَّذِیْ فِیْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ وَاضِعٌ ثَوْبِیْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَعَهُمْ فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَیَّ ثِیَابِیْ حَیَاءً مِنْ عُمَرَ." (مشکوٰۃ ص:۱۵۴)

ترجمہ:...... "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں اپنے اس کمرے میں جس میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں، بلاحجاب داخل ہوجاتی تھی اور میں سمجھتی تھی کہ ایک تو میرے شوہر ہیں اور دُوسرے میرے والد ماجد، پس جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو اللہ کی قسم میں اس حجرہ میں حضرت عمرؓ سے حیا کی وجہ سے بغیر پردہ کبھی نہ جاتی تھی۔"

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیۂ مشکوٰۃ میں ہے:

"حیاءً من عمر اوضح دلیل علی حیات المیت." (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۱۵۴)

ترجمہ:...... "حیاءً من عمر کے الفاظ میّت کی زندگی پر واضح دلیل ہیں۔"

اس پر علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

"قال الطیبی فیه ان احترام المیت کاحترامه حیًّا." (شرح طیبی ج:۳ ص:۴۱۸ ادارۃ القرآن کراچی)

ترجمہ:...... "علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اس (حدیث) میں اس امر کی دلیل ہے کہ میت کا احترام بھی اسی طرح کیا جائے جس طرح کہ زندگی میں کیا جاتا ہے۔"

۲:......"عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ لَمْ اَزَلُ اَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ الْحَرَّةِ حَتّٰى عَادَ النَّاسُ."

(خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۸۱، الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۸ بحوالہ دلائل النبوۃ، زرقانی ج:۵ ص:۳۳۲،۳۳۳)

ترجمہ:......"حضرت سعید بن مسیّبؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا یہاں تک کہ لوگ واپس آگئے۔"

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ کما تقرر وانہ یُصلی فی قبرہ باذان واقامۃ." (فتح الملہم ج:۳ ص:۴۱۹)

ترجمہ:......"بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی قبر شریف میں) زندہ ہیں جیسا کہ ثابت ہوچکا، اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔"

عقیدۂ حیات النبیؐ اور مذاہب اربعہ

حنفیہ کرام:

فضل اللہ بن حسین تورپشتی الحنفیؒ المتوفیٰ ۶۳۰ھ:

"وازاں جملہ آنست کہ بدانند کہ کالبد وے راز مین نخورد و بوسیدہ نشود وچوں زمین از وے شگافتہ شود کالبد وے بحال خود باشد وحشر وے ودیگر انبیاء چنیں باشد وحدیث درست است کہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء ھم احیاء فی قبورھم

یصلون. واول ہمہ پیغمبر ما بر خیز داز گور۔“

(المعتمد فی المعتقد باب:۲ فصل:۴ ص:۱۰۷ مطبع مظہر العجائب مدراس ۱۲۸۸ھ)

ترجمہ:......”ان خصوصیات میں سے ایک یہ بھی جاننی چاہئے کہ آپ کے جسمِ مبارک کو زمین نہیں کھاتی اور نہ وہ ریزہ ریزہ ہوگا اور (قیامت کو) جب زمین شق ہوگی تو آپ کا جسمِ مبارک اپنی حالت میں محفوظ ہوگا، اور اسی وجودِ مبارک کے ساتھ آپ اور دیگر جملہ انبیاء علیہم السلام کا حشر ہوگا اور صحیح حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام حرام کردیئے ہیں (پھر آگے فرمایا کہ) انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور سب سے پہلے قبرِ مبارک سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھیں گے۔“

ملا علی قاری رحمہ اللہ:

”فمن المعتقد المعتمد انه صلى الله عليه وسلم حى فى قبره كسائر الانبياء فى قبورهم وهم احياء عند ربهم وان لارواحهم تعلقًا بالعالم العلوى والسفلى كما كان فى الحال الدنيوى فهم بحسب القلب عرشيون وباعتبار القالب فرشيون.“

(شرح الشفا للعلی القاری علیٰ ہامش نسیم الریاض فی شرح الشفا ج:۳ ص:۴۹۹)

ترجمہ:......”عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے وہ یہی ہے کہ حضورؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور ان کی ارواحِ قدسیہ کو عالمِ علوی اور عالمِ سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے، جیسا کہ دنیاوی حالت میں تھا، پس وہ قلوب کے اعتبار سے عرشی، اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔“

علامہ ابن ہمامؒ المتوفی ۶۸۱ھ:

"..... تستقبل القبر بوجهک، ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ..... وذالک انه علیه السلام فی القبر الشریف المکرم علی شقه الایمن مستقبل القبلة ..... ثم یسئل النبی الشفاعة فیقول یا رسول الله! اسألک الشفاعة یا رسول الله! اسألک الشفاعة ..... ولیکثر دعائه بذالک فی الروضة الشریفة عقیب الصلٰوة وعند القبر ویجتهد فی خروج الدمع فانه من امارات القبول وینبغی ان یتصدق بشیء علی جیران النبی ثم ینصرف متباکیا متحسرًا علی الفراق الحضرة الشریفة النبویة والقرب منها."

(فتح القدیر ج:۲ ص:۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۹ اواخر الحج، مصر)

ترجمہ:...... "تم حضور انورؐ کی قبر شریف کے سامنے ہوکر السلام علیک ایها النبی ورحمة الله عرض کرو..... اور یہ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں دائیں کروٹ قبلہ کی طرف رُخ کئے ہوئے ہیں ...... پھر حضور انورؐ سے شفاعت کرنے کی التجا بھی کرے اور کہے کہ یا رسول اللہ! میں شفاعت کے لئے سوال عرض کرتا ہوں، روضۂ شریفہ میں درود شریف کے بعد ......اور قبر کے پاس پھر کثرت سے دعا کرے اور آنسو آجانے کی حد تک زاری کرے، کیونکہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے، اور چاہئے کہ روضۂ اطہر کے مجاورین پر کچھ صدقہ بھی کرے، پھر روتا ہوا اور آپؐ کے قربِ اقدس سے جدا ہونے کا غم ساتھ لیتے ہوئے واپس ہو۔"

شارح بخاری علامہ عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ:

"ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حياةً وموتًا فلا بد من ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء." (عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۷ ص:۶۰۱)

ترجمہ:......"پورے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ قبر میں حیات اور پھر موت یہ دونوں سلسلے ہوتے ہیں، پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں، ماسوائے انبیاء کے (کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں، ان پر دوبارہ موت نہیں آتی)۔"

علامہ عینیؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"فانهم لا يموتون فی قبورهم بل هم احياء."

("باب فضیلۃ ابی بکر علی سائر الصحابۃ" عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۷ ص:۶۰۰)

ترجمہ:......"یقیناً انبیائے کرامؑ اپنی قبور شریفہ میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔"

علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفیؒ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: "اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ" الآیۃ کی تفسیر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"اراد بالموتتين الموت فی الدنيا والموت فی القبر وهما موتتان المعروفتان المشهورتان فلذالک ذكرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم السلام فانهم لا يموتون فی قبورهم بل هم احياء واما سائر الخلق فانهم يموتون فی القبور ثم يحيون يوم القيامة." (عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۸ ص:۱۸۵ جزء:۱۶، باب فضیلۃ ابی بکر علی سائر الصحابۃ، مطبع دارالفکر بیروت)

ترجمہ:......"دو موتوں سے ایک وہ موت مراد ہے جو دُنیا

میں آتی ہے اور دُوسری وہ ہے جو قبر میں آتی ہے یہی دو معروف و مشہور موتیں ہیں (اس لئے ان کو الف و لام حرف تعریف سے ذکر کیا ہے) ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں بخلاف دیگر مخلوق کے کہ (حساب و کتاب کے بعد) وہ قبروں میں وفات پا جاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہوں گے۔"

امام ملا علی قاریؒ المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ:

"ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوٰۃ من صلی علیھم." (مرقات طبع بمبئی ج:۲ ص:۲۰۹)

ترجمہ:..... "بے شک انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں، اس شخص کو جو ان پر درود پڑھے۔"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفیٰ ۱۰۵۲ھ:

"حیات انبیاء متفق علیہ است، ہیچ کس را درو ے خلافے نیست۔" (اشعۃ اللمعات ج:۱ ص:۶۱۳ مطبع نول کشور لکھنؤ)

ترجمہ:..... "حضور انورؐ کی حیات ایک متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے، کسی کا (اہل حق میں سے) اس میں اختلاف نہیں۔"

علامہ شرنبلالیؒ: المتوفیٰ ۱۰۶۹ھ:

"ومما ھو مقرر عند المحققین انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انہ احجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات ..... ینبغی لمن قصد زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکثر الصلوٰۃ علیہ فانہ یسمعھا وتبلغ

الیہ.“ (مراقی الفلاح ص:۴۰۵ طبع میر محمد کراچی)

ترجمہ:...... ”محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ حضور انورؐ زندہ ہیں، آپ کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ لذت بھی اٹھاتے ہیں، ہاں اتنی بات ہے کہ وہ ان نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں........ جو شخص حضور اکرمؐ کی زیارت کرنے کے لئے آئے، اسے چاہئے کہ کثرت سے درود عرض کرے، کیونکہ آپؐ اسے خود سن رہے ہوتے ہیں، اور (دور سے) آپؐ کو پہنچایا بھی جاتا ہے۔“

علامہ طحطاویؒ المتوفی ۱۲۳۳ھ:

”(فانہ یسمعھا) ای اذا کانت بالقرب منہ صلی اللہ علیہ وسلم (وتبلغ الیہ) ای یبلغھا الملک اذا کان المصلی بعیدًا.“ (طحطاوی ص:۴۰۵ طبع میر محمد کراچی)

ترجمہ:...... ”آپؐ صلوٰۃ وسلام کو اس وقت خود سنتے ہیں جب قریب سے عرض کیا جارہا ہو اور فرشتے اس وقت پہنچاتے ہیں جب یہ دور سے پڑھا جارہا ہو۔“

علامہ ابن عابدین شامیؒ المتوفی ۱۲۵۲ھ:

”افاد فی الدار المنتقی انہ خلاف الاجماع قلت ما نسب الی الامام الاشعریؒ امام اھل السنۃ والجماعۃ من انکار ثبوتھا بعد الموت فھو افتراء وبھتان والمصرح بہ فی کتبہ وکتب اصحابہ خلاف ما نسب الیہ بعض اعدائہ لان الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام احیاء فی قبورھم وقد اقام النکیر علی افتراء ذالک الامام العارف ابوالقاسم القشیری .....“

(رد المحتار، باب المغنم ج:۴ ص:۱۵۱، ایچ ایم سعید کراچی)

ترجمہ:...... ''دار منتقی میں ہے کہ: (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آپؐ کی وفات شریفہ کے بعد اب بھی حقیقتاً باقی ہے اور اُسے صرف حکماً باقی کہنا) خلافِ اجماع ہے۔ میں کہتا ہوں امام اہل سنت امام اشعریؒ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کی حقیقتاً رسالت کے بقا کے منکر تھے، یہ ان پر افتراء اور بہتان ہے، کیونکہ ان کی اور ان کے تلامذہ کی کتابوں میں صراحتاً اس کے برعکس مذکور ہے، دراصل یہ بات ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کردی ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس افتراء کے خلاف امام عارف ابوالقاسم قشیریؒ نے اپنی کتاب میں ردّ کیا ہے۔''

ایک دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ان المنع ھنا لانتفاء الشرط وھو اما عدم وجود الوارث بصفة الوارثية كما اقتضاه الحديث واما عدم موت الوارث بناءً على ان الانبياء احياء فى قبورھم كما ورد فى الحديث.''

(رسائل ابن عابدین ج:۲ ص:۲۰۲ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:...... ''بے شک منع یہاں انتفائے شرط کی وجہ سے ہے اور وہ یا تو وارث وجود صفت وارثیت کے ساتھ نہ ہونا ہے جیسا کہ حدیث اس کا تقاضا کرتی ہے، اور یا وارث کی موت کا نہ ہونا اس بنا پر کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔''

علامہ ابن عابدین شامیؒ امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف غلط منسوب عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام احیاء فی قبورهم وقد اقام النکیر علی افتراء ذالک الامام العارف ابوالقاسم القشیری." (شامی ج:۴ ص:۱۵۱ باب المغنم)

ترجمہ:...... "اس لئے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور امام ابوالقاسم القشیریؒ نے اس افتراء کی سختی سے تردید کی ہے۔"

ایک دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ان الانبیاء احیاء فی قبورهم کما ورد فی الحدیث." (رسائل ابن عابدین ج:۲ ص:۲۰۲ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:...... "حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔"

علامہ محمد عابد السندیؒ المتوفیٰ ۱۲۵۷ھ:

"اما هم (ای الانبیاء) فحیاتهم لا شک فیها ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک ..... فهو صلی الله علیه وسلم حی علی الدوام." (رسالہ مدنیہ ص:۴۱)

ترجمہ:...... "انبیائے کرام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور نہ علماء میں سے کسی کا اس سے اختلاف ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔"

نواب قطب الدین دہلویؒ المتوفیٰ ۱۲۸۹ھ:

"زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دُنیا کی سی ہے۔" (مظاہر حق ج:۱ ص:۴۴۵)

حضرات مالکیہ:

امام مالکؒ المتوفیٰ ۱۷۹ھ:

”نقل عن الامام مالک انه کان یکره ان یقول رجل زرت قبر النبی صلی الله علیه وسلم، قال ابن رشد من اتباعه ان الکراهة لغلبة الزیارة فی الموتیٰ وهو صلی الله علیه وسلم احیاه الله تعالیٰ بعد موته حیاة تامة واستمرت تلک الحیٰوة وهی مستمرة فی المستقبل ولیس هذا خاصة به صلی الله علیه وسلم بل یشارکه الانبیاء علیهم السلام فهو حی بالحیاة الکاملة مع الاستغناء عن الغذاء الحسی الدنیوی.“

(نورالایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن ص:۱۴ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی، وکذالک فی وفاء الوفاء ج:۲ ص:۱۳۶۳ مصر)

ترجمہ:...”امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ: ”میں نے حضورؐ کی قبر کی زیارت کی۔“ امام مالکؒ کے مقلدین میں سے ابن رُشد اس کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ عام طور پر موتی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور حضورؐ وفات شریفہ کے بعد اب حیات تامہ سے زندہ ہیں اور یہ حیات آئندہ بھی اسی طرح رہے گی۔ یہ صرف آپؐ ہی کا خاصہ نہیں، بلکہ تمام انبیاء اس وصف میں آپؐ کے ساتھ شریک ہیں، پس آپؐ غذائے حس دنیوی سے استغنا کے باوجود حیات کاملہ سے زندہ ہیں۔“

علمائے مالکیہ میں سے امام قرطبیؒ (تفسیر قرطبی ج:۵ ص:۲۶۵) امام ابوحیان اندلسی

(بحرالمحیط ج:۱ ص:۲۸۳) علامہ ابن الحاج، علامہ ابن رشد اندلسی اور ابن ابی جمرۃ وغیرہم نے ان مسائل کا خوب تذکرہ کیا ہے۔

علامہ سمہودیؒ المتوفیٰ ۹۱۱ھ:

"لا شک فی حیاتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہٖ وکذا سائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام احیاء فی قبورھم حیاۃ اکمل من حیٰوۃ الشھداء التی اخبر اللہ تعالیٰ بھا فی کتابہ العزیز."

(وفاء الوفاء ج:۲ ص:۱۳۵۲ مطبعۃ السعادۃ مصر)

ترجمہ:...... "وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے بڑھ کر ہے۔"

ایک دُوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"واما ادلۃ حیاۃ الانبیاء فمقتضاھا حیاۃ الابدان کحالۃ الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء."

(وفاء الوفاء ج:۲ ص:۱۳۵۵)

ترجمہ:...... "بہرکیف حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل اس کے مقتضی ہیں کہ یہ حیات ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دُنیا میں تھی مگر خوراک سے وہ مستغنی ہیں۔"

حضرات شوافع:

شوافع میں سے امام بیہقیؒ اور امام سیوطیؒ نے حیات انبیاء کے عنوان پر مستقل

تصانیف سپردِ قلم کی ہیں، علامہ طیبیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے متعدد حوالے مباحث حدیثیہ کے ضمن میں آپ کے سامنے آچکے ہیں، اور علامہ سبکیؒ نے بھی انہی حقائق کی تصدیق فرمائی ہے۔

علامہ تاج الدین السبکیؒ (المتوفیٰ ۷۷۱ھ) حضرت انسؓ کی حدیث مذکور کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون فاذا ثبت ان نبينا صلى الله عليه وسلم حي فالحي لا بد من ان يكون اما عالمًا او جاهلًا ولا يجوز ان يكون النبي صلى الله عليه وسلم جاهلًا."

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج:۳ ص:۴۱۱ طبع دارالاحیاء)

ترجمہ:...... "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو زندہ کے لئے لازم ہے کہ یا تو وہ عالم ہو اور یا جاہل، اور یہ بات تو ہرگز جائز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاہل ہوں (معاذ اللہ! تو لامحالہ آپؐ عالم ہوں گے)۔"

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"لان عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حي يحس ويعلم وتعرض عليه اعمال الامة ويبلغ الصلوٰة والسلام على ما بينا." (ج:۳ ص:۴۱۲)

ترجمہ:...... "ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں حس و علم سے موصوف ہیں، اور آپؐ پر امت کے اعمال پیش

فہرست

کئے جاتے ہیں اور آپؐ کو صلوٰۃ وسلام پہنچائے جاتے ہیں جس طرح کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔“

نیز علامہ سبکیؒ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ومن عقائدنا ان الانبیاء علیھم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت الی ان قال وصنف البیھقی رحمہ اللہ جزأً سمعناہُ فی ”حیٰوۃ الانبیاء علیھم السلام فی قبورھم“ واشتد نکیر الاشاعرۃ علی من نسب ھذا القول الی الشیخ.“ (طبقات ج:۶ ص:۲۶۶)

ترجمہ:...... ”ہمارے عقیدہ میں یہ بات داخل ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو پھر ان پر موت کہاں؟ (پھر آگے فرمایا کہ) امام بیہقی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبروں میں حیات پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جو خود ہم نے سنا ہے اور جن لوگوں نے امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف یہ غلط بات منسوب کی ہے اشاعرہ نے سختی سے اس کا ردّ کیا ہے۔“

حافظ ابن حجرؒ المتوفی ۸۵۲ھ:

”ان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر لایعقبھا موت بل یستمر حیًّا والانبیاء احیاء فی قبورھم.“ (فتح الباری ج:۷ ص:۲۲ طبع مصر)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ آپؐ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔“

ایک دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

”واذا ثبت انھم احیاء من حیث النقل فانہ

یقوّیه من حیث النظر کون الشهداء احیاء بنص القرآن والانبیاء افضل من الشهداء.“

(فتح الباری ج:٦ ص:۴۸۸ دارالنشر الاسلامیہ لاہور)

ترجمہ:...... ”اور جب نقل کے لحاظ سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو دلیل عقلی اور قیاس بھی اس کی تائید کرتا ہے وہ یہ کہ شہداء نص قرآن کی رو سے زندہ ہیں اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تو شہداء سے اعلیٰ اور افضل ہیں (تو بطریق اولیٰ ان کو حیات حاصل ہوگی)۔“

حضرات حنابلہ:

ابن عقیلؒ:

”قال ابن عقیل من الحنابلة هو صلی الله علیه وسلم حی فی قبره یصلی.“ (الروضۃ البہیہ ص:۱۴)

ترجمہ:...... ”(حنابلہ کے مشہور بزرگ) ابن عقیل فرماتے ہیں کہ حضورِ انورؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔“

عقیدہ حیات النبیؐ اور اکابرینِ امت:

امام عبدالقادر البغدادیؒ المتوفیٰ ۴۲۹ھ:

”واجمعوا علی ان الحیٰوة شرط فی العلم والقدرة والارادة والرؤیة والسمع وان من لیس بحیّ لا یصح ان یکون عالمًا قادرًا مریدا سامعا مبصرًا وهذا خلاف قول الصالحی واتباعهٖ من القدریة فی دعواهم جواز وجود العلم والقدرة والرؤیة والارادة فی المیت.“ (الفرق بین الفرق ص:۳۳۷ طبع مصر)

ترجمہ:...... ”اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ علم، قدرت، ارادہ، دیکھنے اور سننے کے لئے حیات شرط ہے اور اس امر پر بھی اہل سنت کا اجماع ہے کہ جو ذات حیات سے متصف نہ ہو وہ عالم، قادر، مرید اور سننے، دیکھنے والی نہیں ہوسکتی، منکرین تقدیر میں صالحی اور اس کے پیروکاروں کا قول اس کے خلاف ہے، ان کا یہ دعویٰ ہے کہ علم وقدرت دیکھنا اور ارادہ کرنا حیات کے بغیر بھی جائز ہوسکتا ہے۔“

امام بیہقیؒ المتوفیٰ ۴۵۸ھ:

”ان الله جل ثنائه رد الی الانبیاء ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء..... الخ.“

(حیات الانبیاء ص:۱۴، وفاء الوفاء ج:۲ ص:۱۳۵۲، شرح مواہب زرقانی ج:۵ ص۳۳۲)

ترجمہ:...... ”بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ارواح ان کی طرف لوٹا دیئے ہیں، سو وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔“

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ المتوفیٰ ۹۰۲ھ:

”نحن نؤمن ونصدق بانه صلی الله علیه وسلم حیّ یرزق فی قبره وان جسده الشریف لا تأکله الارض والاجماع علی هذا.“ (القول البدیع ص:۱۲۵ طبع الٰہ آباد)

ترجمہ:...... ”ہم اس بات پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپؐ کو رزق ملتا ہے اور آپؐ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھاسکتی، اور

اسی پر اجماع منعقد ہے۔“

علامہ جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ:

”حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہٖ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علمًا قطعیًا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذٰلک وتواترت بہ الاخبار الدالۃ علی ذٰلک۔“ (الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت بحوالہ انباء الاذکیاء)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔“

علامہ سیوطیؒ عقیدۂ حیات النبی کے تواتر کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ان من جملۃ ما تواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیاۃ الانبیاء فی قبورھم۔“ (النظم المتناثر من الحدیث المتواتر کذا فی شرح البوستوی۔ ص:۴ طبع مصر)

ترجمہ:...... ”یعنی جو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔“

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ:

عقیدۂ حیات النبی کے تواتر کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قد صحت الاحادیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم

حی فی قبرہٖ یصلی باذان و اقامۃ۔‘‘

(منح المنۃ ص:۹۲ طبع مصر)

ترجمہ:……’’بلا شبہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔‘‘

ملا علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ:

’’فمن المعتقد المعتمد انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیّ فی قبرہٖ کسائر الانبیاء فی قبورھم وھم احیاء عند ربھم وان لارواحھم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فھم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون۔‘‘

(شرح شفاء ج:۲ ص:۱۴۲ طبع مصر)

ترجمہ:……’’قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں، اور اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کے ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دُنیا میں تھا، سو وہ قلب کے لحاظ سے عرشی، اور جسم کے اعتبار سے فرشی ہیں۔‘‘

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ:

’’حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را درو ے خلافے نیست۔‘‘ (اشعۃ اللمعات ج:۱ ص:۶۱۳ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

ترجمہ:……’’حیاتِ انبیاء متفق علیہ ہے کسی کا اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔‘‘

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ المتوفی ۱۲۰۶ھ:

"والذی نعتقد ان رتبة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حی فی قبرہ حیٰوة مستقرة ابلغ من حیات الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذ ھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع من یسلم علیہ."

(بحوالہ اتحاف النبلاء ص:۴۱۵ طبع کانپور)

ترجمہ:...... "جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپؐ اپنی قبرِ مبارک میں حیاتِ دائمی سے متصف ہیں، جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے، جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ شہداء سے افضل ہیں، اور جو شخص آپؐ پر (عند القبر) سلام کہتا ہے، آپؐ سنتے ہیں۔"

علامہ قاضی شوکانیؒ المتوفی ۱۲۵۵ھ:

"وقد ذھب جماعة من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیّ بعد وفاتہٖ وانہ یسر بطاعات امتہٖ وان الانبیاء لا یبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت بسائر الموتیٰ، الی ان قال وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیٰوة فیھم متعلقة بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی وفی صحیح مسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال مررت بموسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم

یصلی فی قبرہ.“ (نیل الاوطار ج:۳ ص:۳۰۵ طبع دار الفکر بیروت)

ترجمہ:..... ”بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپؐ اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے، حالانکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع وغیرہ تو یہ سب مُردوں کے لئے ثابت ہے (پھر آگے کہا) اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی حیات جسم سے متعلق ہے، تو حضراتِ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے کیوں متعلق نہ ہوگی؟ اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، امام منذریؒ نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بیہقیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔“

نواب قطب الدین خان صاحبؒ المتوفی ۱۲۷۹ھ:

”زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دُنیا کی سی ہے۔“

(مظاہر حق ج:۱ ص:۴۴۵ باب الجمعۃ قبیل فصل الثالث طبع منشی نولکشور لکھنؤ)

مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ المتوفی ۱۳۲۹ھ:

”ان الانبیاء فی قبورھم احیاء.“

(عون المعبود ج:۱ ص:۴۰۵ طبع نشر السنہ بوہر گیٹ ملتان)

ترجمہ:......"حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

مولانا ابوالعتیق عبدالہادی محمد صدیق نجیب آبادی الحنفیؒ:

"انهم اتفقوا على حيٰوته صلى الله عليه وسلم بل حيٰوة الانبياء عليهم الصلٰوة والسلام متفق عليها لا خلاف لاحد فيها." (انوارالمحمود شرح ابی داوٴد ج:۱ ص:۶۱۰)

ترجمہ:......"محدثین کرامؒ اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بلکہ تمام حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات متفق علیہا ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

اکابر علمائے دیوبند کی تصریحات:

"السؤال الخامس:...... ما قولكم فى حيٰوة النبى عليه الصلٰوة والسلام فى قبره الشريف، هل ذالک امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنين رحمة الله عليهم حيٰوة برزخية.

الجواب:......عندنا وعند مشائخنا حياة حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حيّ فى قبره الشريف وحيٰوته صلى الله عليه وسلم دنيوية من غير تكليف وهى مختصة به صلى الله عليه وسلم وبجميع الانبياء صلوٰت الله عليهم والشهداء لا برزخية كما هى حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطى فى رسالته انباه الاذكياء بحيٰوة

الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی حیٰوۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلٰوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلٰوۃ تستدعی جسدًا حیًّا الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذا المبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ المأخذ بدیعۃ المسلک لم یُر مثلھا قد طبعت وشاعت فی الناس واسمھا ”آب حیات“ ای ماء الحیات.....الخ“

(المہند علی المفند ص:۱۳،۱۴،عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین ص:۲۲۱ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ترجمہ:.....”پانچواں سوال:..... کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپؐ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

جواب:..... ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپؐ کی حیات دُنیا کی سی ہے، بلا مکلّف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو، چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ انباہ الاذکیاء بحیٰوۃ الانبیاء میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام وشہداء کی قبر میں حیات ایسی

ہے جیسی دُنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے..... الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہوکر لوگوں میں شائع ہوچکا ہے، اس کا نام ''آبِ حیات'' ہے۔''

حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ الحنفی المتوفی ۱۲۹۷ھ:

''والاحسن ان یقال ان حیاتہٗ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتعقبھا موت بل یستمر حیًّا والانبیاء احیاء فی قبورھم.'' (حاشیہ بخاری ج:۱ ص:۵۱۷)

ترجمہ:...... ''بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی، بلکہ دوامی حیات آپؐ کو حاصل ہے اور باقی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ المتوفی ۱۳۲۳ھ:

''قبر کے پاس ...... انبیاء کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج:۱ ص:۱۰۰)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ المتوفی ۱۳۴۶ھ:

''ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیّ فی قبرہ کما ان الانبیاء علیھم السلام احیاء فی قبورھم.''
(بذل المجھود باب التشھد ج:۲ ص:۱۱۷)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔“

حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہؒ المتوفیٰ ۱۳۵۲ھ:

”وقد یتخایل ان رد الروح ینا فی الحیٰوۃ وھو یقررھا فان الرَّدَّ انما یکون الی الحی لا الیٰ الجماد کما وقع فی حدیث لیلۃ التعریس یرید بقولہ الانبیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط .... الخ۔“

(تحیۃ الاسلام ص:۳۵، ۳۶ مدنیہ پریس بجنور، یوپی)

ترجمہ:...... ”کبھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رُوح کا لوٹانا حیات کے منافی ہے حالانکہ ردِّ رُوح حیات کو ثابت کرتا ہے کیونکہ رُوح زندہ کی طرف لوٹائی جاتی ہے نہ کہ جماد کی طرف، جیسا کہ لیلۃ التعریس کی حدیث میں ہے (جب سب حضرات سو گئے تھے اور سورج چڑھنے کے بعد بیدار ہوئے اور اس میں ردِّ رُوح کا ذکر ہے، بخاری ج:۱ ص:۸۳) اور انبیاء احیاء سے حضرات انبیاء کے مجموع اشخاص مراد ہیں نہ کہ فقط ارواح (یعنی وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں)۔“

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”ان کثیرًا من الأعمال قد ثبتت فی القبور کالأذان والاقامۃ عند الدارمی وقراءۃ القراٰن عند الترمذی ....الخ۔“ (فیض الباری ج:۱ ص:۱۸۳ کتاب العلم، باب من اجاب الفتیاء، طبع مجلس علمی ڈابھیل)

ترجمہ:...... ”قبروں میں بہت سے اعمال کا ثبوت ملتا ہے، جیسے اذان و اقامۃ کا ثبوت دارمی کی روایت میں، اور قراءتِ

قرآن کا ترمذی کی روایت میں۔“

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ المتوفی ۱۳۶۲ھ:

”بیہقی وغیرہ نے حدیث انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں، کذا فی المواھب، اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذّذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپؐ کو ہر جگہ پکارنا جائز ہے..... الخ۔“

(نشر الطیب ص:۲۰۸، ۲۰۹ طبع کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور)

اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”آپؐ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں۔“

(التکشف ص:۴۴۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ المتوفی ۱۳۶۹ھ:

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیّ کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہٖ باذان واقامۃ.“

(فتح الملھم ج:۳ ص:۴۱۹ باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ. المطبعۃ الشھیرۃ بھاندہ پریس جالندھر)

ترجمہ:...... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں جیسا کہ اپنی جگہ یہ ثابت ہے اور آپؐ اپنی قبر میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔“

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ المتوفی ۱۳۷۷ھ:

”آپؐ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیاتِ دنیوی، بلکہ بہت وجوہ

سے اس سے قوی تر۔" (مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب نمبر:۴۴ ج:۱ ص:۱۲۰ مطبوعہ مکتبہ دینیہ دیوبند یوپی)

ایک دُوسری جگہ لکھتے ہیں:

"وہ (وہابی) وفاتِ ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ جسمانی اور بقائے علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ (علمائے دیوبند) حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں، اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارے میں تصنیف فرماکر شائع کرچکے ہیں۔"

(نقشِ حیات ج:۱ ص:۱۲۰ مطبوعہ عزیز پبلی کیشنز لاہور)

عقیدہ حیات النبیؐ پر اجماع

علامہ سخاویؒ المتوفی ۹۰۲ھ:

"نحن نؤمن ونصدق بانه صلى الله عليه وسلم حي يرزق في قبره وان جسده الشريف لا تأكله الارض والاجماع على هذا."

(القول البدیع ص:۱۶۷ مطبعۃ الانصاف، بیروت)

ترجمہ:...... "ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپؐ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپؐ کے جسدِ اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدے پر اہلِ حق کا اجماع ہے۔"

منکرینِ حیات کا حکم:

شیخ الاسلام حضرت علامہ عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

”من انکر الحیٰوۃ فی القبر وھم المعتزلۃ ومن نحا نحوھم واجاب اھل السنۃ عن ذالک.“

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۸ ص:۲۰۱)

ترجمہ:...... ”جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی کا انکار کیا ہے اور وہ معتزلہ اور ان کے ہم عقیدہ ہیں، اہل سنت نے ان کے دلائل کے جوابات دیئے ہیں۔“

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ منکرین حیات اہل سنت میں سے نہیں:

”قد تمسک بہ من انکر الحیٰوۃ فی القبر واجیب عن اھل السنۃ ..... ان حیٰوتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیًا.“

(فتح الباری ج:۷ ص:۲۲ طبع مصر)

ترجمہ:...... ”منکرین حیات فی القبر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اہل سنت کی طرف سے ان کا جواب دیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی ایسی ہے کہ دوبارہ اس پر موت نہیں اور آپؐ اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔“

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ نے بھی اس عبارت کو حاشیہ بخاری جلد:۱ صفحہ:۵۱۷ پر نقل اور تسلیم فرمایا ہے۔

اب تک کی گزارشات سے واضح ہوا ہوگا کہ قرآن وسنت اور اکابر علمائے امت کی تصریحات کی روشنی میں یہ عقیدہ اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس سے دورِ حاضر کے بعض تجدد پسندوں کے علاوہ کسی نے اختلاف نہیں کیا، وہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین دیوبند نے ”المہند علی المفند“ مرتب فرماکر امت کے سامنے یہ حقیقت بھی واضح

فہرست

کردی کہ علمائے دیوبند اہل سنت کا عقیدہ اس سلسلہ میں بھی وہی ہے جو اسلافِ امت کا تھا۔
مگر بایں ہمہ جب شرذمۂ قلیلہ نے اس اجماعی عقیدہ سے اختلاف کرنے کی کوشش کی تو نہ صرف اس سے بیزاری کا اظہار کیا گیا بلکہ دورِ حاضر کے اساطین امت نے اس مسئلے کی اہمیت اور حقیقت کو واضح کرتے ہوئے درج ذیل تحریر مرتب فرما کر مشتہر فرمائی اور متفقہ اعلان فرمایا:

مسئلہ حیات النبیؐ کے متعلق دورِ حاضر کے اکابرِ دیوبند کا مسلک اوران کا متفقہ اعلان

''حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اوران کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں، اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے، اور حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے۔
صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس میں جو درود پڑھا جاوے بلاواسطہ سنتے ہیں، اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے، اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیاتِ انبیاء پر ''آبِ حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ ''المہند علی المفند'' بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے، اب جو اس

مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابرِ دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔“

(۱) مولانا محمد یوسف بنوریؒ
مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

(۲) مولانا عبدالحق
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۳) مولانا محمد صادقؒ
سابق ناظم محکمۂ اُمورِ مذہبیہ بہاولپور

(۴) مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ

(۵) مولانا شمس الحق افغانیؒ
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

(۶) مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

(۷) مولانا مفتی محمد حسنؒ
مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۸) مولانا رسول خاںؒ
جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

(۹) مولانا مفتی محمد شفیعؒ
مہتمم دارالعلوم کراچی

(۱۰) مولانا احمد علی لاہوریؒ
امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور

(تلک عشرۃ کاملۃ)

(ماہنامہ پیامِ مشرق لاہور جلد:۳ شمارہ:۴ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ/ستمبر ۱۹۶۰ء)

(بحوالہ تسکین الصدور ص:۳۷)

الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیاتِ دنیوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں، ان کا اکابر علمائے دیوبند اور اساطینِ امت کی تصریحات کے مطابق علمائے دیوبند سے تعلق نہیں ہے، اور میں ان کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا، اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

حیاتِ برزخی موضوعِ بحث ہے

س...... وفات شریف کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے قائل کو منکر کہنا آپ کے نزدیک شرعی طور پر کیسا ہے؟ اور کیا علماء کی مختلف تحقیقات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جاسکتا ہے؟ مثلاً ایک عالم نے دنیاوی زندگی کہا، دُوسرے نے برزخی اخروی کہا، تو کیا پہلے کو شرعی طور پر حق ہے کہ وہ دُوسرے کو منکر کہے؟

ج...... سوال پوری طرح سمجھ میں نہیں آیا، اگر صرف تعبیرات کا اختلاف ہو تو نزاع لفظی ہے، اور اگر نتیجہ و مآل کا فرق ہو تو لائق اعتناء ہے، مسئلۂ حیات میں حیاتِ برزخی ہی موضوعِ گفتگو ہے، نفی و اثبات کا تعلق اسی سے ہے، اگر دونوں فریقوں کا مدعا ایک ہی ہو تو نزاع لفظی ہوگا، نہیں تو معنوی ہوگا۔

س...... مجھ جیسے چند نالائقوں کا خیال ہے کہ مسئلۂ حیات النبیؐ کے ضمن میں علمائے دیوبند نے مولانا حسین علیؒ واں بھچراں کے تلامذہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو مولانا احمد رضا خان نے اکابرینِ دیوبند سے کیا تھا (یعنی غلط پراپیگنڈہ)، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ج...... ہر شخص کو حق ہے کہ اپنے خیال کو صحیح سمجھے، لیکن اگر وہ خیال حقیقتِ واقعیہ پر مبنی ہو تو صحیح ورنہ غلط ہوگا، اس ناکارہ کے خیال میں آپ کا خیال حقیقتِ واقعیہ پر مبنی نہیں۔

رُوح کا لوٹایا جانا

س...... ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر شریف میں حیات ہیں پھر اس حدیث شریف کے کیا معنی ہوئے کہ: ''جب کوئی میری قبر پر درود و سلام پڑھتا ہے تو میری رُوح مجھ پر لوٹا دی جاتی ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' سوال یہ ہے کہ جو پہلے سے زندہ ہے، اس پر رُوح لوٹانا کیا معنی؟ دُوسرے یہ کہ آپ کے دربار میں ہر وقت سلام کا نذرانہ پیش ہوتا رہتا ہے تو اس طرح بار بار رُوح کا دخول و خروج تو ایک طرح کا عذاب

ہوگیا (نعوذ باللہ) کیا یہ حدیث صحیح بھی ہے؟

ج…… حافظ سیوطیؒ نے اس موضوع پر رسالہ لکھا ہے، اس میں انہوں نے آپ کے سوال کے گیارہ جواب دیئے ہیں لیکن اس ناکارہ کے دل کو ایک بھی نہیں لگا، یا صحیح الفاظ میں ایک بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس ردِّ رُوح کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر چیز ہے، لیکن یہ ناکارہ یہ سمجھتا ہے کہ دُنیا میں تو ایک طرف آدمی متوجہ ہوتا ہے تو دُوسری طرف توجہ نہیں رہتی، لیکن برزخ میں باوجود اس کے کہ روحِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم مستغرق بہ جمالِ الٰہی ہے، لیکن وہاں - واللہ اعلم - ایک طرف توجہ دُوسری طرف توجہ سے مانع نہیں۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں اُمتی بہ یک وقت سلام پیش کرتے ہیں، مگر روحِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی طرف پوری طرح متوجہ ہے، پس ''ردّ اللہ علی روحی'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سلام کرنے والے کی طرف رُوح پاک کو متوجہ فرما دیتے ہیں، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال!

مجلس مقنّنہ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ

س…… اشاعۃ التوحید کی مجلس مقنّنہ کا فیصلہ ارسالِ خدمت ہے، جواب طلب یہ بات ہے کہ کیا اس فیصلہ کی زد میں اکابرین دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ نہیں آتے جن کا سماعِ انبیاء وحیاتِ انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ہے؟

فیصلہ کی عبارت مندرجہ ذیل:

''مجلس مقنّنہ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ:
سماعِ موتی، کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے،
قرآن میں سماعِ موتی ثابت نہیں ہے، جو لوگ بمشیۃ اللہ
خرقاً للعادۃ عند القبر سماع کے قائل ہیں، وہ کافر نہیں ہیں،
اور جو لوگ سماعِ موتی ہر وقت دور و نزدیک کے قائل ہیں، وہ

ہمارے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔“

کیا یہ فیصلہ شرعاً درست ہے؟ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

صوبیدار اکبر خان۔

ج……سماعِ موتی کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ صحیح ہے، اور آپ کے مرسلہ پرچہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے، حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

”یہ مسئلہ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے، اس کا کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔“

(فتاویٰ رشیدیہ ص:۸۷، مطبوعہ قرآن محل کراچی)

جب یہ مسئلہ صحابہ و تابعین اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کے زمانے سے مختلف فیہا چلا آرہا ہے، تو ان میں سے کسی ایک فریق کو کافر قرار دینے والا گمراہ اور خارجی کہلانے کا مستحق ہوگا، واللہ اعلم!

عقیدۂ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمتِ مسلمہ

س……۱: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ برزخی کے متعلق امتِ مسلمہ و اکابرینِ دیوبند کا عقیدہ کیا ہے؟

س……۲: جو مقرر اپنی ہر تقریر میں حیات النبیؐ کے انکار پر ضرور بولتا ہے، اور قائلینِ حیات کو برا کہتا ہے، کیا وہ اہلسنّت میں سے ہے؟

س……۳: کیا واقعی یہ دیوبندی مسلک کے ترجمان ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے؟

س......۴: کیا عقیدۂ حیاۃ النبیؐ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں؟

س......۵: کیا سماعِ انبیاء اختلافی مسئلہ ہے؟

س......۶: کیا فتاویٰ رشیدیہ جو کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اصلی ہے؟

س......۷: منکرینِ حیات اپنے معتقدین کو یہ کہتے ہیں کہ اب دیوبند میں بھی تخریب کار شامل ہوگئے ہیں، اس لئے وہاں بھی اصل عقیدہ کی مخالفت ہو رہی ہے، اور بریلوی ذہن کے لوگ وہاں شامل ہوگئے ہیں، کیا یہ تأثر ٹھیک ہے؟

س......۸: مجمع الزوائد و مستدرک وغیرہ میں جو یہ حدیث آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضۂ رسولؐ پر حاضر ہوکر سلام کریں گے، آپؐ ان کا جواب دیں گے، ٹھیک ہے یا نہیں؟

ج......۱: ہمارا اور ہمارے اکابر کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، یہ حیات برزخی ہے، جو مشابہ ہے حیات دنیوی کے۔

ج......۲،۳: حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائلین کو برا بھلا کہنے والا نہ اہلِ سنت والجماعت کا ترجمان ہے، نہ علمائے دیوبند کا!

ج......۴: عقیدۂ حیات، قرآن کریم سے بدلالۃ النص اور حدیث سے صراحۃ النص سے ثابت ہے۔

ج......۵: مجھے اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔

ج......۶: فتاویٰ رشیدیہ میں سماعِ موتیٰ کی بحث ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں نہیں۔

ج......۷: ''المہند علی المفند'' تو بریلویوں کے مقابلہ میں ہی لکھی گئی ہے، جس پر ہمارے تمام اکابر کے دستخط ہیں، اس میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ شرح و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

ج......۸: یہ روایت صحیح ہے اور صحیح مسلم کی روایت اس کی مؤید ہے، واللہ اعلم!

منکرینِ حیات النبیؐ کی اقتداء؟

س...... ایک عالم یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیاتِ برزخی حاصل ہے، بایں صورت کہ آپ علیہ السلام کا جسدِ مبارک اپنی قبر میں صحیح سالم پڑا ہے، لیکن یہ جسم میّت ہے، اس میں حیات نہیں ہے، صرف رُوح کو حیات حاصل ہے، اور رُوح کا کوئی تعلق جسدِ انور کے ساتھ نہیں ہے، جو شخص مذکورہ عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھے وہ پکا کافر اور کراڑ (ہندو) ہے، اس بات کا اظہار وہ اپنی اکثر تقاریر میں کرتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

س......۱: آیا ایسا عقیدہ رکھنے والے عالم کے ساتھ عقیدت رکھنا جائز ہے؟

س......۲: آیا اس عقیدے کے حامل امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؟

س......۳: ایسے عقیدے کے حامل کی تقاریر سننا شرعاً جائز ہیں یا کہ موجبِ گناہ؟

س......۴: اس عقیدے کا اعلانیہ ردّ کرنا چاہئے یا کہ اس میں سکوت اختیار کرنا بہتر ہے؟

ج...... میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، اور یہ حیات برزخی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اور وہ تمام اُمور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے، بجالاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو حیاتِ برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے، اور اس حیات کا تعلق رُوح اور جسد دونوں کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ میرے اکابرؒ کے نزدیک گمراہ ہے، اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اس کی تقریر سننا جائز نہیں، اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

حیاتِ انبیاء فی القبور کے منکرین کا حکم

محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

روزنامہ جنگ کراچی ۹؍جون ۱۹۹۵ء میں آپ نے لکھا تھا:

''سلف صالحین سے بے اعتمادی:

س…… ایک فرقہ حیات الانبیاء فی القبور، سماعِ موتیٰ، اسی دنیاوی قبر میں حساب و کتاب، تعویذ گنڈہ، واسطے اور وسیلے کے قائلین کو کافر اور مشرک کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ حیاتِ انبیاء اور حساب و کتاب یہ سب برزخی معاملے ہیں، برزخی قبر ہر انسان کو ملتی ہے، قبر سے مراد یہ گڑھا نہیں جس کے اندر انسان کو دُنیا میں دفن کردیا جاتا ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ کافر اور مشرک کے فتویٰ کی ابتدا امام احمد بن حنبلؒ سے کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان عقائد کی ابتداء ان سے ہوئی ہے، اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ سمیت تمام صالحین ان کے کفر و شرک کے فتوے کی زد میں آتے ہیں۔ خدارا! جواب عنایت فرمائیں کہ یہ فرقہ مسلمان ہے یا کافر؟

وجہ سوال یہ ہے کہ میرے ایک ماموں جان اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اب وہ کراچی ہی میں وفات پاکر وہیں مدفون ہوچکے ہیں، میرا ہر وقت انہیں ایصالِ ثواب اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے کو جی چاہتا ہے، مگر ان کے عقائد کی وجہ سے میں جھجکتا ہوں کہ خدانخواستہ یہ فرقہ مسلمان ہی نہ ہو؟

ج…… یہ فرقہ خارجیوں کے مشابہ ہے کہ تمام اکابرِ اہلِ سنت کو حتیٰ کہ امام احمد بن حنبلؒ کو بھی کافر و مشرک سمجھتا ہے، اور ان کے عقائد کا منشا سلف صالحین سے بے اعتمادی اور اپنے جہل پر غرور و پندار ہے۔ عقائد کی کتابوں میں بعض اکابر کا قول ہے کہ جو فرقہ تمام سلف صالحین کو گمراہ کہتا ہو، اس کو گمراہ قرار دیا جائے گا، اور جو ان سب کو

کافر قرار دیتا ہو، اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ بہرحال ان کو کافر قرار دینے میں تو احتیاط کی جائے، مگر ان کی گمراہی میں شک نہیں۔ آپ اس طرح دعا کیا کریں کہ اگر یہ مسلمان تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائیں۔“

اس جواب کی روشنی میں گویا جو فرقہ حیاتِ انبیاء فی القبور، سماعِ موتیٰ، دنیاوی قبر میں حساب و کتاب، تعویذ گنڈہ اور واسطہ وسیلہ کے قائلین کو مشرک کہے، وہ آپ کے نزدیک خارجیوں کے مشابہ ہے، اور اس کی گمراہی میں کوئی شک نہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے آپ سے چند سوالات کرنا ہیں، آنجناب سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت اور مستند حوالوں سے جواب مرحمت فرمائیں، وہ سوالات یہ ہیں:

سماعِ موتیٰ قرآن کی نظر میں:

۱:......قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا کہ:

”وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ.“

(پارہ:۲۲، رکوع:۱۵ سورۂ فاطر)

ترجمہ:......”اے نبیؐ آپ قبر میں پڑے ہوؤں (یعنی مردوں) کو نہیں سنا سکتے۔“

ایک اور آیت میں ہے:

”فانک لا تسمع الموتیٰ.“ (سورہ روم رکوع:۸)

ترجمہ:......”(اے نبیؐ) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔“

سورۂ نمل میں بھی اسی طرح کی ایک آیت ہے، جو سماعِ موتیٰ کی نفی کر رہی ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے سماعِ موتیٰ کی نفی کر رہی ہیں، جبکہ آپ کے جواب (جو کہ جنگ میں شائع ہوا ہے) سے سماعِ موتیٰ کی تائید ہوتی ہے۔

برائے مہربانی ان آیات کا جو اصل مدعا ہے، یعنی ان آیات کا جو اصل مقصد ہے،

اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ ان شکوک وشبہات کا ازالہ ہوسکے جو میرے ذہن میں جنم لے رہے ہیں۔

سماعِ موتیٰ احادیث کی نظر میں:

غزوۂ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نعشوں کو ایک گڑھے میں ڈالا اور گڑھے کے کنارے کھڑے ہوکر فرمایا:

"هل وجدتم ما وعد ربكم حقًّا؟"

ترجمہ:...... "تم سے تمہارے پروردگار نے جو وعدہ کیا، وہ تم نے حق پالیا؟"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مردوں کو پکارتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

"ما انتم باسمع منهم، ولٰكن لا يجيبون!"

ترجمہ:...... "تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے!"

یہ واقعہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کیا گیا، تو ام المؤمنینؓ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ہرگز نہیں فرمائی تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"انهم الآن ليعلمون ان ما كنت اقول لهم حق!" (بخاری ج:۲ ص:۵۶۷)

ترجمہ:...... "انہوں نے اب تو وہ حق بات جان لی ہوگی جو میں ان سے کہتا تھا۔"

اور آپ ایسی بات فرما بھی نہیں سکتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔" (یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے) (بخاری ج:۲ ص:۵۶۷)

مذکورہ بالا واقعہ بھی سماعِ موتیٰ کا انکار کر رہا ہے، آپ یہ ہم سے زیادہ جانتے ہوں گے کہ حضرت عائشہؓ کا علمیت میں کیا مقام تھا؟ ان سے بہتر مفسرہ، محدثہ، فقیہہ، خطیبہ سب سے بڑی مؤرخہ اور سب سے بڑی ماہرِ انساب شاید دُنیا میں اب تک کوئی پیدا نہیں ہوا، نہ مردوں میں، نہ عورتوں میں، انہوں نے ہی یہ فقہی اُصول پیش کیا تھا کہ جو روایت خلافِ قرآن ہو، وہ ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگی، یا اس کی تأویل کی جائے گی یا اس کا ردّ کیا جائے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ: سماعِ موتیٰ کے انکاری خارجی ہیں، جبکہ یہ تاریخ میں محفوظ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے سب سے پہلے سماعِ موتیٰ کا انکار کیا۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں بھی اس پہلو سے آگاہ کریں جو کہ حضرت عائشہؓ کی نظروں سے اوجھل رہا۔

سماعِ موتیٰ امام ابوحنیفہؒ کی نظر میں:

امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو کچھ نیک لوگوں کی قبروں کے پاس آکر سلام کر کے یہ کہتے ہوئے سنا کہ: اے قبر والو! تم کو کچھ خبر بھی ہے اور کیا تم پر اس کا کچھ اثر بھی ہے کہ میں تمہارے پاس مہینوں سے آ رہا ہوں اور تم سے میرا سوال صرف یہ ہے کہ میرے حق میں دعا کرو، بتاؤ! تمہیں میرے حال کی کچھ خبر بھی ہے یا تم بالکل غافل ہو؟

امام ابوحنیفہؒ نے اس کا یہ قول سن کر اس سے دریافت کیا کہ: کیا قبر والوں نے کچھ جواب دیا؟ وہ بولا: نہیں دیا! امام ابوحنیفہؒ نے یہ سن کر کہا: تجھ پر پھٹکار! تیرے دونوں ہاتھ گرد آلود ہو جائیں، تو ایسے جسموں سے کلام کرتا ہے جو نہ جواب دے سکتے ہیں، اور نہ وہ کسی چیز کے مالک ہیں، اور نہ وہ آواز ہی سن سکتے ہیں۔ پھر ابوحنیفہؒ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

"وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ."

ترجمہ:......"اے نبی! تم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں،

نہیں سنا سکتے۔"

(غرائب فی تحقیق المذاہب وتفہیم المسائل ص:۱)

یہاں بھی وہی سوال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ بھی سماعِ موتیٰ کے انکاری تھے، پھر بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ ابوحنیفہؒ کا یہ عمل کیسا تھا؟ ذرا وضاحت کے ساتھ سمجھادیں۔

واسطے اور وسیلے:

اب میرے سوالات مذکورہ عنوان کے تحت ہوں گے، امید ہے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

واسطے اور وسیلے قرآن کی نظر میں:

سورۂ بقرہ آیت:۱۸۶ میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: "اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، بندہ جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں، اور جواب دیتا ہوں، لہٰذا انہیں چاہئے کہ میرا ہی حکم مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں۔ یہ بات تم انہیں سنادو، شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔"

سورۂ ق آیت:۱۴ میں ارشاد ہے:

"ہم نے انسان کو بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں جو باتیں اس کے جی میں آتی ہیں، اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

سورۂ اعراف آیت:۱۸۰ میں ارشاد ہے:

"اور اللہ کے تمام نام اچھے ہیں، ان ہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔"

فہرست

درج بالا تمام آیات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ ہماری سمجھ میں کوئی خرابی ہو، لہٰذا آپ محترم سے یہ مؤدّبانہ عرض ہے کہ مذکورہ بالا آیات (جو کہ واسطے اور وسیلوں کی نفی کر رہی ہیں) کا درست مفہوم کیا ہے؟

واسطے اور وسیلے احادیث کی روشنی میں:

ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے یہ دعا کی:

''اے اللہ میں آپ سے اس وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ تمام حمد آپ ہی کے لئے ہے، آپ کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق نہیں، آپ مہربان اور احسان کرنے والے ہیں، زمین و آسمان کے بنانے والے ہیں، اے جلال و اکرام والے، اے زندہ، اے بندوبست کرنے والے میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔''

(ترمذی ج:۲ ص:۲۱۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

''اس نے اللہ کے اسمِ اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے، قبول ہوتی ہے، اور جب بھی کوئی سوال کیا جاتا ہے، عطا کیا جاتا ہے۔''

مذکورہ حدیث سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ کو کسی نبی، کسی پیر، کسی فقیر کے واسطہ اور وسیلے کی ضرورت نہیں، اور ایسی کوئی دُوسری حدیث بھی ہمیں نہیں ملی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ناموں کے علاوہ کسی دُوسرے واسطے یا وسیلے کا ذکر کیا ہو۔

لہٰذا آپ سے سوال ہے کہ ہم واسطے یا وسیلے کے قائل ہوں تو کیونکر؟ ذرا تفصیل سے جواب عنایت فرمادیں۔

واسطے اور وسیلے ابوحنیفہؒ کی نظر میں:

یہ بات کسی کو درست نہیں کہ دعا مانگے اللہ سے کسی اور وسیلے سے، بلکہ چاہئے کہ اللہ ہی کے ناموں اور صفتوں کے ساتھ وسیلہ پکڑے اور یہ بھی نہ کہے کہ مانگتا ہوں تجھ سے بھی فلاں یا ساتھ فرشتوں یا نبیوں کے تیرے اور مثل اس کے۔ (درمختار)

لیجئے! ابوحنیفہؒ کا فتویٰ بھی حاضر ہے، ہم واسطے اور وسیلے کے قائل ہوں تو کیونکر؟

مؤدّبانہ عرض ہے۔

تعویذ گنڈے:

محترم مولوی صاحب!

تعویذ گنڈوں کا ثبوت یا ذکر ہمیں قرآن میں نہیں ملتا، ہاں احادیث اس کا ردّ کرتی نظر آتی ہیں، مثلاً: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ دم، تعویذ اور تولہ سب شرک ہیں۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص:۳۸۹)

ہماری ناقص عقل تو یہ کہتی ہے کہ قرآن سراسر راہِ ہدایت ہے، اور یہ ہدایت ہم اس کو سمجھ کر ہی حاصل کرسکتے ہیں، نہ کہ تعویذ بنا کر گلے میں ڈالنے سے یا گھول کر پینے سے، ویسے ہم ہدایت کے طالب ہیں، آپ نے جو اس کے نہ ماننے والوں کو خارجی کہا ہے، ضرور آپ کی نظر میں کوئی حدیث، کوئی واقعہ ہوگا، براہِ مہربانی ہمیں بھی اس سے آگاہ فرمائیں، نوازش ہوگی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اور شہد دونوں کے بارے میں فرمایا کہ ان دونوں میں مؤمنین کے لئے شفا ہے، تو کیا جس طرح قرآن کو گلے میں لٹکائے، بازو پر باندھتے ہیں، اسی طرح شہد کی بوتلوں کو گلے میں لٹکانے یا بازو پر باندھنے سے شفا مل سکتی

ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

دنیاوی قبر میں حساب و کتاب:

محترم لدھیانوی صاحب!

مذکورہ بالا عنوان کے تحت میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ دنیاوی قبر میں جو حساب و کتاب کو نہ مانے وہ خارجی کیسے ہے؟ جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''نطفہ کی بوند سے ہم نے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی، پھر اس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اسے موت دی اور قبر عطا فرمائی۔'' (سورۂ عبس آیات ۱۸ تا ۲۱)

جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو قبر (مٹی والی قبر) میسر نہیں آتی، کچھ کو جانور بھی کھا جاتے ہیں، کچھ پانی میں مر جاتے ہیں، کوئی ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، کسی کو لوگ جلا دیتے ہیں، غرض یہ کہ کثیر تعداد میں لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو دنیاوی قبر میسر نہیں آتی، تو پھر قرآن کا یہ دعویٰ کہ ہم انسان کو قبر عطا کرتے ہیں، سے کیا مراد ہے؟

میری ناقص عقل یہ کہتی ہے کہ قرآن کا دعویٰ بالکل سچا ہے اور قرآن میں مذکورہ قبر سے مراد برزخی قبر ہے، جو ہر ایک کو ملتی ہے، اور مردے پر عذاب و راحت کا دور گزرتا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''آلِ فرعون کو صبح و شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' (سورۂ مؤمنون: ۴۵)

فرعون کی لاش آپ دیکھ لیں یورپ میں محفوظ ہے، لیکن قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ اسے آگ پر پیش کیا جاتا ہے، اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عذاب کا یہ دور اس پر کہاں گزرتا ہے؟

فرعون کی لاش (بدن) کو بچانے کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ یونس آیت: ۹۰-۹۲ میں کیا ہے، تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔

حیات الانبیاء فی القبور:

محترم لدھیانوی صاحب! اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

”ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔“

(مؤمنون آیت:۱۵،۱۶)

ترجمہ:...... ”دنیاوی زندگی کے بعد تمہیں ایک دن ضرور مرنا ہے، اور پھر روزِ قیامت ہی اُٹھایا جانا ہے۔“

غور طلب بات یہ ہے کہ اس اُصول کے لئے کسی نبی، ولی، بزرگ کی تخصیص نہیں ہے، یہ اُصول عام ہے، اس میں کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

”اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔“ (الزمر:۳۰)

ترجمہ:...... ”بے شک (اے نبیؐ) تم بھی مرنے والے ہو اور ان لوگوں کو بھی موت آنی ہے۔“

یہ آیات ہمیں یہ بتارہی ہیں کہ ہر ذی رُوح نے موت کا مزا چکھنا ہے، چاہے وہ انبیاء ہی کیوں نہ ہوں، موت کا ایک وقت مقرر ہے، اور اس مقرر وقت پر سب کو موت آئے گی یا آتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان واضح آیات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں، تو قرآن کی یہ بات کن لوگوں کے لئے ہے؟ کیا عام لوگوں کے لئے؟ کیونکہ اگر حیات الانبیاء فی القبور کو درست مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کو موت آتی ہی نہیں، اور اگر آتی بھی ہے تو تھوڑی دیر کے لئے، قبر میں جاتے ہی وہ زندہ ہوجاتے ہیں۔

جبکہ قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ ہر مرنے والا قیامت کے دن ہی اُٹھے گا۔

حیات الانبیاء فی القبور سے متعلق میں ایک واقعہ درج ذیل کر رہا ہوں جو کہ

بخاری کی ایک طویل ترین حدیث ہے، اور واقعہ معراج سے متعلق ہے، اس کا آخری حصہ درج ذیل ہے:

''نبی اکرمؐ نے فرمایا..... جبرائیل نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: میں جبرائیل ہوں، اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں، ذرا اپنا سر اُوپر تو اُٹھایئے، میں نے اپنا سر اُوپر اُٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اُوپر ایک بادل سا دیکھا، ان دونوں نے کہا: یہ آپ کا مقام ہے! میں نے کہا کہ: مجھے چھوڑو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہوجاؤں! ان دونوں نے کہا کہ: ابھی آپؐ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے، جس کو آپؐ نے ابھی پورا نہیں کیا ہے، اگر آپؐ اس کو پورا کرلیں تو اپنے اس گھر میں آجائیں گے۔'' (ترجمہ از عبارت ص:۱۸۵ بخاری جلد:۱ مطبوعہ دہلی)

مذکورہ بالا حدیث تو یہ ثابت کر رہی ہے کہ وفات کے بعد نبیؐ مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں، بلکہ اپنے اس گھر میں زندہ ہیں جو جبرائیلؑ نے انہیں معراج کے وقت دکھایا تھا۔

سعید بن مسیّبؒ اور عروۃ بن الزبیرؒ اور بہت سے اہلِ علم بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت عائشہؓ نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کے زمانے میں فرمایا کرتے تھے کہ: کسی نبی کو کبھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا، مقام دکھادیئے جانے کے بعد اس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے، چاہے دُنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ کی ملاقات کو ترجیح دے، پس جب آپؐ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپؐ کا سر مبارک میرے زانو پر تھا، آپؐ کو تھوڑی دیر کے لئے غش آگیا، عائشہؓ نے کہا:

آخری کلمہ جس کے بعد آپؐ نے کوئی بات نہ کی یہ تھا: اللّٰھم رفیق الاعلیٰ! یعنی آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کو ترجیح دی۔''

(بخاری ص:۹۳۹ جلد:۲ مطبوعہ دہلی)

بخاری کی یہ حدیث یہ ثابت کر رہی ہے کہ نبیؐ نے اللہ کی ملاقات کو ترجیح دی، اور اس دُنیا سے چلے گئے، اب اگر ہم انہیں مدینے کی قبر میں زندہ مانیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبیؐ نے دُنیا والوں کو ترجیح دی اور ان سے تعلق باقی رکھا۔

براہ مہربانی اس کی وضاحت کردیں کہ ان احادیث کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ ہمارے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو۔

بخاری کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ:

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ابوبکرؓ مکہ سے قریب ایک مقام پر تھے، اس وقت حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی، اور عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ: اللہ تعالیٰ آپ کو پھر زندہ کرے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے (منافقوں کے جو خوشیاں منا رہے تھے) ہاتھ اور پیر ضرور کاٹ ڈالیں گے، پھر ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا کہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان! زندگی اور موت دونوں میں آپ پاکیزہ رہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا، پھر وہ باہر نکل گئے اور عمرؓ سے مخاطب ہوکر کہا: اے قسم کھانے والے! اتنی تیزی نہ کر۔

الزہریؒ کہتے ہیں کہ ابوسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ باہر نکلے، عمرؓ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، اب لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور عمرؓ کو چھوڑ دیا، حمد و ثنا کے بعد ابوبکرؓ نے کہا: سن رکھو کہ تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا، اسے معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے، اور جو اللہ کا پجاری تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی، پھر قرآن کی یہ آیات تلاوت فرمائیں جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

ترجمہ:......محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر گئے ہیں، پس کیا اگر یہ مرجائیں یا شہید کردیئے جائیں تو تم اُلٹے پیروں پھر جاؤگے اور جو اُلٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا، اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کر رہے گا۔''

(ترجمہ ص:۵۱۷ جلد:۱، ص:۶۴۰ جلد:۲ بخاری)

فہرست

صحابہ کرامؓ اپنے نبی سے بہت محبت کرتے تھے، اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ نبیؐ زندہ ہیں تو کبھی بھی ان کا خلیفہ منتخب نہ کرتے، نہ اپنے نبیؐ کی تجہیز و تکفین کرتے، نہ ان کو قبر میں اُتارتے، بعد میں نہ تو کبھی اجتہاد کی ضرورت پیش آتی، نہ رجال کی چھان بین کی، نہ احادیث کی تحقیق میں محنت صرف کرنا پڑتی، جب بھی جس چیز کی ضرورت ہوتی قبر پر پہنچ کر دریافت کرلیتے، ابوبکرؓ، ارتداد کے موقع پر وہاں سے رہنمائی لیتے، عمرؓ قحط کے وقت، عثمانؓ فتنہ کے وقت اور حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ جنگ جمل اور صفین کے موقع پر۔

میری ناقص عقل کے مطابق قبر میں مردہ کے زندہ ہوجانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی

کی جڑ ہے، کیونکہ جب کسی قبر پرست کو یہ یقین دلایا جائے کہ قبر میں موجود شخص تیری آواز کو سن نہیں سکتا، تیری حاجت کو پورا نہیں کرسکتا، بلکہ اس کو تو خود یہ خبر نہیں کہ کب زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا؟ تو قبر پرست، قبر پرستی سے تائب ہوجائے گا۔

محترم لدھیانوی صاحب! اس معاملے پر بھی ہماری راہنمائی کیجئے نوازش ہوگی۔

خط انتہائی طویل ہوگیا ہے، کیا کریں عقائد کے مسائل تھے، جن پر ہماری دوزخ اور جنت کا دار و مدار ہے، کیونکہ جس شخص کے عقائد وہ نہ ہوں جو کہ قرآن و حدیث صحیح نے بیان کئے ہیں، تو وہ شخص لاکھ نیک اعمال کرتا رہے، مثلاً: نماز، روزہ، حج وغیرہ لیکن یہ چیزیں اس کو کوئی نفع نہیں پہنچاسکتیں، کیونکہ سب سے پہلی چیز ایمان ہے۔

محترم! خط طویل ہے جو کہ آپ کا بہت سا قیمتی وقت لے گا، لیکن میں پُرامید ہوں کہ آپ جواب ضرور عنایت فرمائیں گے۔

آپ کے روزنامہ جنگ میں دیئے ہوئے جوابات سے جن شکوک و شبہات نے جنم لیا تھا، میں انہیں ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں، اور میں انتہائی مشکور ہوں گا کہ آپ مجھے جوابات سے مطمئن فرمائیں۔

فقط

تحریم احمد صدیقی

مکان نمبر: ۱۷-اے میر فضل ٹاؤن

نزد فضل مسجد والی گلی لطیف آباد نمبر: ۹

۱۰ر دسمبر ۱۹۹۵ء

فہرست

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم و مکرم جناب تحریم احمد صدیقی صاحب۔

سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ جناب کا گرامی نامہ میرے ایک تحریر کردہ

جواب کے سلسلہ میں، جو۹ر جون ۱۹۹۵ء کے اخبار جنگ میں شائع ہوا تھا، موصول ہوا، جس میں جناب نے سماعِ موتیٰ، حیات فی القبور، تعویذ گنڈے اور توسل وغیرہ مسائل کے بارے میں اپنے موقف کے دلائل پیش کر کے مجھے ان کا جواب لکھنے کے بارے میں فرمایا ہے۔

اس ناکارہ نے اس فرقہ کو "خارجی فرقہ کے مشابہ" کہا ہے، اس کی وجہ سائل کا یہ فقرہ ہے:

"افسوس کہ یہ لوگ کافر و مشرک کے فتویٰ کی ابتداء امام احمد بن حنبلؒ سے کرتے ہیں، کہ ان عقائد کی ابتداء ان سے ہوئی ہے، اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ سمیت تمام صالحینؒ ان کے فتویٰ کی زد میں آتے ہیں....."

خارجی لوگ بھی اپنے نظریات کے لئے قرآن کے حوالے دیتے تھے، اور صحابہؓ و تابعینؒ، جو ان کے مزعومہ نظریات سے متفق نہیں تھے، ان کو کافر قرار دیتے تھے، اگر آپ حضرات بھی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ سے لے کر امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مسندِ الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تک اور ان کے بعد کے تمام اکابر و اعاظم پر کافر و مشرک ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں، تو بلاشبہ آپ خارجی فرقہ کے مشابہ ہیں، اس صورت میں آپ کے دلائل پر غور کرنا اور آپ کے استدلال کی غلطی واضح کرنا بے سود ہے، کیونکہ حدیثِ نبویؐ کے مطابق: "لا یعرف معروفا ولا ینکر منکرا الا ما اشرب من هواه!" آپ کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، پس جب کوئی شخص اپنے نظریہ پر اتنا پکا ہو کہ اپنے سوا پوری امت کے اکابر و اعاظم کو کافر و مشرک اور بے ایمان سمجھتا ہو، اس سے کسی جزوی مسئلے پر گفتگو کرنا کارِ عبث ہے، البتہ چند نکات آنجناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، ان کی وضاحت فرمادی جائے تو اِن شاء اللہ آنجناب کے ذکر کردہ مسائل پر بھی معروضات پیش کر کے آنجناب سے دادِ انصاف طلب کروں گا۔ وضاحت طلب اُمور یہ ہیں:

ا:......کیا آپ حضرات ان اکابر امت کو جو ''حیات الانبیاء فی القبور''، سماعِ موتی، اس قبر میں جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، حساب و کتاب یا سوال و جواب ہونے، تعویذ گنڈے کے جواز اور وسیلہ و توسل کے قائل ہیں، واقعۃً کافر و مشرک سمجھتے ہیں؟ اور شرعاً ان کے وہ احکام ہیں جو کافروں اور مشرکوں کے ہیں...؟

۲:......آپ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

> ''ان سے بہتر مفسرہ، محدثہ، فقیہہ، خطیبہ، سب سے بڑی مؤرِّخہ، سب سے بڑی ماہرِ انساب شاید دُنیا میں اب تک کوئی پیدا نہیں ہوا، نہ مردوں میں، نہ عورتوں میں۔''

اگر مذکورہ بالا پانچ مسائل میں سے کسی مسئلے کی وہ بھی قائل ہوں، تو کیا وہ بھی آپ حضرات کے نزدیک -نعوذ باللہ- کافرہ و مشرکہ ہوں گی...؟

۳:......جو صحابہ کرامؓ ان مسائل میں آپ کے خلاف رائے رکھتے تھے، کیا وہ بھی کافر اور مشرک تھے...؟

۴:......آپ نے اپنے خط میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا دو جگہ حوالہ دیا ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ حیات فی القبر کے قائل ہیں، اور انہوں نے اس مسئلے کو عقائد میں ذکر کیا ہے، سوال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ بھی اس عقیدہ کی وجہ سے کافر و مشرک ہوئے یا نہیں...؟

۵:......صحابہ کرامؓ کے زمانے سے لے کر آج تک جو حضرات ان پانچ مسائل کے قائل تھے، وہ تو آپ کی نظر میں کافر و مشرک تھے، اور جو کافر و مشرک کو مسلمان سمجھے، وہ بھی کافر ہوتا ہے! تو کیا چودہ صدیوں کی امت میں کوئی ایسا فرد ہے جو ان مسائلِ خمسہ کا قائل نہ ہو؟ یا ان مسائل کے قائلین کو مسلمان نہ سمجھتا ہو؟ اگر کچھ خوش قسمت افراد ایسے ہیں جو آپ حضرات کے معیار کے مطابق مسلمان ہوں تو ازراہ کرم ہر صدی کے دس دس افراد کے نام لکھ دیجئے...!

۶:......کافر و مشرک کے قول کا بھی اعتبار نہیں، اور اس کی نقل و روایت بھی لائق اعتماد نہیں، تو:

الف:......قرآن کریم کا نقلِ متواتر سے منقول ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ جبکہ ناقلینِ قرآن یا تو ان مسائلِ مختلف فیہ میں سے کسی نہ کسی مسئلے کے قائل ہیں، یا قائلین کو آپ کی طرح کافر و مشرک نہیں سمجھتے، اور اُوپر نمبر:۵ میں عرض کرچکا ہوں کہ کافر و مشرک کو کافر نہ سمجھنے والا بھی کافر ہے، گویا چودہ صدیوں کی ساری امت کافر و مشرک تھی، ان کافروں اور مشرکوں کی نقل کی ہوئی کتاب کس طرح لائقِ اعتماد ہوگی؟ اور اس سے استدلال کرنا کیسے جائز ہوگا...؟

ب:......ٹھیک یہی سوال "صحیح بخاری" کے بارے میں ہوگا، اس میں بے شمار روایتیں آپ کے کافروں اور مشرکوں سے منقول ہیں، اور صحیح بخاری کی جو سند ہم تک پہنچتی ہے ان میں بھی بہت سے اکابر ایسے ہیں جو آپ کے ان مسائل کے کلاً یا بعضاً قائل ہیں، سوال یہ ہے کہ یہ صحیح بخاری جو کافروں اور مشرکوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی، وہ کس طرح لائقِ اعتبار ہوسکتی ہے؟ اور اس سے استدلال کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ بلکہ خود امام بخاریؒ بھی ان مسائل کے کلاً یا بعضاً قائل ہیں، وہ بھی آپ کے نزدیک کافر و مشرک ہوئے، پھر وہ امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید ہیں، اور صحیح بخاری میں ان سے روایتیں لاتے ہیں، جبکہ امام احمد بن حنبلؒ آپ کے نزدیک سرگروہِ مشرکین ہیں، پس ایسے شخص کی کتاب کا کیا اعتبار؟ جو خود بھی مشرک ہو، اور مشرکوں کا شاگرد بھی ہو...!

ج:......حدیث کی تصحیح و تضعیف کا جن اکابر پر مدار ہے، وہ ان مسائلِ خمسہ کے یا تو خود قائل تھے، کلاً و بعضاً، یا کم سے کم ان مسائل کے قائلین کو کافر و مشرک نہیں کہتے تھے، اندریں صورت کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع قرار دینے کی کیا صورت ہوگی...؟

۷:......جو فرد یا فرقہ پوری امت کو کافر و مشرک تصور کرتا ہو، وہ مسلمان کیسے

ہوگا؟ اور اسلام کے اُصول وفروع کس سے حاصل کرے گا...؟

مجھے امید ہے کہ آپ ان سات سوالوں کو اچھی طرح سوچ کر، ان کے جوابات رقم فرمائیں گے، پھر آپ کے اُصولِ موضوعہ کی روشنی میں یہ ناکارہ آپ کے مسائل کے بارے میں تبادلہ خیال کرے گا، والسلام!

قبرِ اقدس پر سماع کی حدود

س...... قبرِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر درود شریف پڑھنا حضراتِ اکابرین دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ خود سماعت فرماتے ہیں، سوال یہ ہے کہ قبرِ اقدس پر سماع کی حدود کہاں تک ہیں؟

۱:...... آیا حجرۂ عائشہؓ کی حدود؟

۲:...... حضورؐ کے دور کی مسجد کی حدود؟

۳:...... دورِ عثمانی کی مسجد کی حدود جب کہ مسجد کی توسیع کر کے حجرۂ عائشہؓ کو مسجد میں شامل کیا گیا؟

۴:...... موجودہ مسجد؟

۵:...... آئندہ توسیع شدہ حدود مسجد؟

۶:...... حضورؐ کے دور کا شہر مدینہ؟

۷:...... موجودہ شہر مدینہ؟

۸:...... آئندہ کا شہر مدینہ؟

ج...... کہیں تصریح تو یاد نہیں، اکابر سے سنا ہے کہ احاطۂ مسجد شریف میں جہاں سے بھی درود و سلام پڑھا جائے خود سماعت فرماتے ہیں، مسجد کی حدود جہاں تک وسیع ہوں گی وہاں تک سماعت کا حکم ہوگا، اور حجرۂ شریفہ کے قریب سے سلام عرض کرنا أقرب الی الأدب والمحبت ہوگا۔

قبر کی شرعی تعریف

س......۱: قبر کی شرعی تعریف کیا ہے؟ اگر اس سے مراد شرعاً وہی زمینی گڑھا ہے تو اس کے قبرِ شرعی ہونے پر کیا دلائل ہیں؟

س......۲: منکرینِ حیات کہتے ہیں کہ یہ گڑھا شرعی طور پر قبر نہیں ہے، ورنہ ان افراد کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہیں جلا دیا گیا یا غرق ہونے کے بعد سمندر کی مچھلیاں کھا گئیں؟

س......۳: اگر قبر سے شرعی طور پر یہی گڑھا مراد ہے تو ایک صالح کے لئے اس کی فراخی اور برے کے لئے اس کی تنگی ظاہری قبر کی طرح مشاہدے میں کیوں نہیں آتی؟ اُمید ہے کہ ایک طالبِ علم کی تسلی کے لئے مفصل اور باحوالہ تحریر فرمائیں گے۔

ج......قبر سے مراد یہی گڑھا ہے جس میں میّت کو دفن کیا جاتا ہے، اسی میں ثواب وعذاب ہوتا ہے، اس کے دلائل بہت ہیں چند ایک کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

۱:...... ''ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان العبد اذا وضع فی قبره وتولیٰ عنه اصحابه انه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فيقعدانه الحديث.''

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۸۴)

میّت کو اسی قبر میں رکھا جاتا ہے، اسی میں وہ لوٹنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، اسی میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اسی قبر میں اسے بٹھاتے ہیں۔

۲:......''خرج النبی صلى الله عليه وسلم وقد وجبت الشمس فسمع صوتاً، فقال: يهود تعذب فی قبورها.''

(بخاری ج:۱ ص:۱۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی قبروں سے عذاب کی آواز سن کر فرمایا تھا کہ یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔

۳:......"مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قبرین فقال انھما لیعذبان .... الخ." (بخاری ج:۱ ص:۱۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی قبروں پر گزرے تھے اور انہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔

۴:...... "بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلة له ونحن معه اذ حادت به فکادت تلقیه واذا اقبرة ستة او خمسة او اربعة..... فقال: ان ھذہ الامة تبتلیٰ فی قبورھا، فلولا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه .....الخ." (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶)

اسی ظاہر قبر کے عذاب سے آپ کی سواری بدکی تھی، اور انہی قبروں میں ان لوگوں کو عذاب دیا جارہا تھا اور انہی قبروں کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ قبر کا جو عذاب میں سن رہا ہوں وہ تمہیں بھی سنادیتا۔

۵:......"قولی: السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین." (صحیح ج:۱ ص:۳۱۴)

"السلام علیکم یا اھل القبور."

(ترمذی ج:۱ ص:۱۲۵)

"السلام علیکم دارقوم مؤمنین."

(ابوداؤد ج:۳ ص:۱۰۵)

انہی قبور میں جانے والوں کو السلام علیکم کہنے کا حکم ہوا، اور انہی قبور کو "دارقوم مؤمنین" فرمایا گیا۔

قبر کا عذاب وثواب عالم غیب کی چیز ہے، اس لئے اس کو ہماری نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا، جس طرح خواب کے احوال بیداری والوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو دفن نہیں کیا جاتا کیا بعید ہے کہ ان کے لئے فضا ہی کو قبر بنا دیا جائے؟ بہرحال عذابِ قبر کا انکار کرنا یا نصوص کے برخلاف "قبر" میں تأویلیں کرنا تقاضائے ایمان وانصاف کے خلاف ہے، واللہ اعلم!

عذابِ قبر کے اسباب

س…… جناب مولانا صاحب! مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں نے جب سے مؤرخہ ۲۳/نومبر ۱۹۹۱ء کے اخبار جنگ میں یہ خبر پڑھی:

> "دو مرتبہ لحد کی زمین مل گئی، تیسری مرتبہ سانپ اور بچھو نکل آئے۔
>
> دو سانپوں نے میّت سے لپٹ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کردیا، راولپنڈی کے قریب ایک میّت کی عبرت انگیز تدفین۔
>
> راولپنڈی (جنگ رپورٹ) چند روز قبل پیرودھائی راولپنڈی کے قدیم قبرستان میں رونما ہونے والے ایک عبرت انگیز اور ناقابلِ یقین واقعہ نے ایک میّت کی تدفین کے لئے آنے والے سیکڑوں افراد پر رقت طاری کردی۔ تفصیلات کے مطابق ایک شخص کی میّت کو جونہی قبر میں اُتارا گیا، لحد کی جگہ والی زمین یوں آپس میں مل گئی جیسے اسے کھودا ہی نہیں گیا تھا۔ وہاں موجود ایک عالم دین کی ہدایت پر دُوسری قبر کھودی گئی، مگر پھر ویسے ہی ہوا، اس پر تمام لوگوں نے استغفار کو وِرد شروع کردیا۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر دوبارہ

لحد کھودنے کی کوشش کی گئی تو اس جگہ سے سانپ، بچھو اور مختلف اقسام کے کیڑے مکوڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی اُبلتا ہے۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر میّت کو قبر میں اُتار دیا گیا، میّت کے قبر میں رکھتے ہی ایک سانپ کمر کے نیچے سے کندھوں کے اُوپر سے، اور دُوسرا سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اُوپر آیا اور دونوں سانپ آپس میں مل گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میّت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی، جیسے اسے کسی آرے سے چیر دیا گیا ہو، یہ منظر دیکھتے ہی میّت کے ہمراہ آنے والے سیکڑوں لوگوں پر سکتہ طاری ہوگیا۔''

میں عجیب کیفیت میں مبتلا ہوگیا ہوں، اور سوچتا رہتا ہوں کہ اس آدمی نے ایسے کون سے گناہ کئے ہوں گے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی سزا دی، حالانکہ آج کل کے معاشرہ میں گناہ عام ہوتے جارہے ہیں، لیکن آخر کیا وجہ تھی جو اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سزا دی؟ بے شک اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے، لیکن اگر اس کے بارے میں کسی کتاب میں یا آپ کے علم میں ہو تو ضرور بتائیں۔

ج……عذابِ قبر کا سبب کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہے، جو شخص کسی سنگین کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اور توبہ کئے بغیر مرجائے، وہ قبر کے ہولناک عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ خصوصاً جو شخص کسی اعلانیہ گناہ کا بغیر کسی جھجک کے مرتکب ہو، اَحکامِ شرعیہ کی تحقیر کرے، یا کمزوروں کے حقوق پامال کرے، اس کے بارے میں زیادہ خدشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی پناہ میں رکھیں! احادیث و روایات میں بہت سے اہلِ معاصی کا عذابِ قبر میں مبتلا ہونا مذکور ہے، ان سے چند واقعات نقل کرتا ہوں:

۱،۲:……چغل خوری اور پیشاب سے پرہیز نہ کرنا:

بہت سی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے

پاس سے گزرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان دونوں قبروں والوں کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے، اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہوتا)، ایک تو چغلی کیا کرتا تھا، اور دُوسرا پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔

اس مضمون کی احادیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔

۳:......کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا:

متعدد احادیث میں یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک جہاد میں ایک صاحب نے (جس کا نام محلم بن جثامہ تھا) کسی شخص کو باوجود اس کے کلمہ پڑھنے کے قتل کردیا۔ چند دن بعد قاتل کا انتقال ہوگیا، تو زمین نے اس کی لاش اُگل دی، متعدد بار دفن کیا گیا، لیکن زمین ہر بار اس کی لاش کو اُگل دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ: زمین تو اس سے برے لوگوں کو بھی چھپالیتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ منظر تم کو اس لئے دکھایا تاکہ تم کو آپس کی حرام چیزوں (جان و مال اور عزت و آبرو) کو پامال کرنے کے بارے میں نصیحت و عبرت ہو۔ (بیہقی، دلائل نبوت ج:۶ ص:۳۰۹، مصنف عبدالرزاق ج:۱۱ ص:۱۷۳، ابن ماجہ ص:۲۸۱، مجمع الزوائد ج:۷ ص:۲۹۴)

۴:......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹ بولنا:

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹ بولا تھا، ان کی لاش کو بھی زمین نے قبول نہیں کیا، بلکہ باہر اُگل دیا۔

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۱۱، صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۷۰، بیہقی، دلائل نبوت ج:۶ ص:۲۴۵)

۵:......جھوٹی افواہیں پھیلانا:

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طویل خواب مذکور ہے، (اور انبیائے کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے) جس میں برزخ کے بہت سے مناظر

دکھائے گئے۔ اسی میں ہے کہ جھوٹی افواہیں پھیلانے والے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ زنبور سے اس کا ایک کلا گدی تک چیرا جاتا ہے، پھر دُوسرے کلے کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے، اتنے میں پہلا کلا ٹھیک ہوجاتا ہے، اس کو پھر چیرتے ہیں، قیامت تک اس کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔

۶:......قرآن کریم سے غفلت:

قرآن کریم سے غفلت کرنے والے کے بارے میں دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا ہے، ایک شخص بڑا بھاری پتھر لئے اس کے سر پر کھڑا ہے، وہ پتھر سے اس کے سر کو اتنے زور سے پھوڑتا ہے کہ وہ پتھر لڑھک کر دور جاگرتا ہے، وہ شخص دوبارہ پتھر اُٹھا کر لاتا ہے، اتنے میں اس کا سر ٹھیک پہلے کی طرح ہوچکا ہوتا ہے، قیامت تک اس کے ساتھ یہی کیا جائے گا۔

۷:......زنا:

زناکار مردوں اور عورتوں کو ایک غار میں دیکھا جو تنور کی طرح نیچے سے فراخ اور اُوپر سے تنگ ہے، اس میں آگ جل رہی ہے، جب آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو وہ لوگ تنور کے منہ تک آجاتے ہیں، اور جب آگ نیچے بیٹھتی ہے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے ہیں، قیامت تک ان کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔

۸:......سود کھانا:

سودخور کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ خون کی نہر میں کھڑا ہے، اور ایک شخص نہر کے کنارے پر کھڑا ہے، جس کے سامنے بہت سے پتھر ہیں، جب وہ سودخور خونی نہر کے کنارے پر آنا چاہتا ہے تو کنارے پر کھڑا شخص ایک پتھر اُٹھاکر زور سے اس کے منہ پر مارتا ہے، اور وہ پھر اپنی پہلی جگہ چلا جاتا ہے، قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔

امام بیہقی نے دلائل نبوت (ج:۲ ص:۳۹۲) میں حضرت ابوسعید خدری رضی

فہرست

اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں چند مناظر کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں دکھائے گئے، (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نشر الطیب (ص:۵۰، مطبوعہ تاج کمپنی) میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے) وہ مناظر حسبِ ذیل ہیں:

۹:......حلال چھوڑ کر حرام کھانے والے:

فرمایا: میں نے دیکھا کہ کچھ خوان رکھے ہیں، جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے، مگر ان پر کوئی شخص نہیں اور دُوسرے خوانوں پر سڑا ہوا، بدبودار گوشت رکھا ہے، ان پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔

۱۰:......سود کھانے والے:

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص اُٹھنا چاہتا ہے تو فوراً گر پڑتا ہے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ سود کھانے والے ہیں۔

۱۱:......یتیموں کا مال کھانے والے:

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ جن کے ہونٹ اُونٹوں کے سے ہیں، اور وہ آگ کے انگارے نگل رہے ہیں، جو ان کے اسفل سے (پاخانے کی جگہ سے) نکل رہے ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں۔

۱۲:......بدکار عورتیں:

آگے دیکھا کہ کچھ عورتیں پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ زنا کرنے والی بدکار عورتیں ہیں۔

۱۳:......چغل خور عیب چین:

آگے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کا ٹکڑا انہی کو کھلایا جاتا ہے،

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ غیبت کرنے والے، چغل خور اور عیب چین لوگ ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل نبوت (ج:۲ ص:۳۹۸) میں واقعاتِ معراج ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، (جسے نشر الطیب میں واقعہ ششم کے ذیل میں نقل کیا ہے) اس میں مندرجہ ذیل مناظر کا ذکر ہے:

۱۴:......نماز فرض سے روگردانی کرنے والے:

فرمایا کہ: پھر ایک قوم پر گزر ہوا، جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں، اور جب وہ کچلے جاچکتے ہیں تو پہلی حالت پر ہوجاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ: یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے روگردانی اور سستی کرتے ہیں۔

۱۵:......زکوٰۃ نہ دینے والے:

فرمایا: پھر ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے، اور وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے، اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، اور آپؐ کا ربّ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

۱۶:......غیر عورتوں سے آشنائی کرنے والے:

فرمایا: پھر ایک ایسی قوم پر گزر ہوا، جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے، اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، وہ لوگ اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں، اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ آپؐ کی امت میں سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال طیب بیوی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس جائے، اسی میں وہ عورت ہے جو اپنے

فہرست

حلال طیب شوہر کے پاس سے اُٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس جائے اور رات کو اس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

۱۷:......لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے والا:

فرمایا: پھر ایک شخص پر گزر ہوا، جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے، وہ اس کو اُٹھا نہیں سکتا، اور وہ اس میں اور لالا کر لادتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: یہ کون شخص ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: یہ آپؐ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق اور امانتیں ہیں، جن کے ادا کرنے پر وہ قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لادتا چلا جاتا ہے۔

۱۸:......فتنہ انگیز خطیب اور واعظ:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جارہے ہیں، اور جب کٹ چکتے ہیں تو پھر سابقہ حالت پر ہو جاتے ہیں، اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ گمراہی میں ڈالنے والے فتنہ انگیز خطیب اور واعظ ہیں۔

۱۹:...... بڑی بات کہہ کر نادم ہونے والا:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل نکلتا ہے، پھر وہ بیل دوبارہ اندر جانا چاہتا ہے مگر نہیں جا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے، پھر نادم ہو کر اس کو واپس لینا چاہے، مگر اس کے واپس لینے پر قادر نہیں۔

۲۰:......ملاوٹ کرنے والا:

حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے شرحِ

صدور میں حافظ ابن ابی الدنیاؒ کی کتاب القبور سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ: عبدالحمید بن محمود کہتے ہیں کہ: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت بیٹھا تھا، اتنے میں کچھ لوگ آئے اور ذکر کیا کہ: ہم لوگ حج کے لئے آئے تھے، ہمارے ایک رفیق کا انتقال ہوگیا، ہم نے اس کے لئے قبر کھودی اور لحد بنائی، جب لحد سے فارغ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ اس میں ایک کالا ناگ بیٹھا ہے، وہ اتنا بڑا تھا کہ اس نے پوری لحد بھر رکھی تھی۔ ہم نے دُوسری جگہ قبر کھودی تو وہاں بھی وہی کالا ناگ موجود تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: یہ کالا ناگ اس کے گلے کا طوق ہے، جو اس کو پہنایا جائے گا، جاؤ! جو قبریں تم نے کھود رکھی ہیں، انہی میں سے کسی میں دفن کردو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم اس قبر کے لئے ساری زمین بھی کھود ڈالو تو یہ کالا ناگ تمہیں ہر جگہ موجود ملے گا۔ چنانچہ ہم واپس گئے اور مردے کو انہی گڑھوں میں سے ایک میں دفن کردیا۔ جب ہم حج سے واپس لوٹے تو ہم نے اس کا سامان اس کے گھر پہنچایا اور اس کا قصہ سنایا، اور اس کی بیوی سے پوچھا کہ: یہ شخص کیا عمل کرتا تھا؟ اس نے بتایا کہ: غلّہ فروخت کرتا تھا، روزانہ گھر کی ضرورت کا غلّہ نکال لیتا اور اتنی مقدار چھٹائی کا بھوسہ خرید کر اس میں ملادیا کرتا تھا۔

(کتاب الروح ص:۱۲۳، شرح صدور ص:۷۵)

۲۱:...... ماں کی گستاخی کرنے والا:

حافظ سیوطیؒ نے شرح صدور میں، اصبہانی کی ترغیب وترہیب کے حوالے سے عوام بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک قبیلے میں گیا، اس کے قریب ایک قبرستان ہے، عصر کے بعد کا وقت ہوا تو ایک قبر پھٹی اور اس میں سے ایک شخص نکلا، جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور باقی بدن انسان جیسا تھا، اس نے تین مرتبہ گدھے کی سی آواز نکالی، پھر قبر بند ہوگئی۔ میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ شخص شراب نوشی کیا کرتا تھا، جب شام ہوتی تو اس کی والدہ اس کو کہا کرتی کہ: بیٹا! اللہ

سے ڈرو! اس کے جواب میں یہ کہتا کہ: تو گدھے کی طرح ہینکتی ہے! یہ شخص عصر کے بعد مرا، اسی دن سے آج تک روزانہ عصر کے بعد اس کی قبر پھٹتی ہے اور وہ گدھے کی طرح تین مرتبہ ہینکتا ہے، اس کے بعد اس کی قبر بند ہوجاتی ہے۔

۲۲:......بغیر طہارت کے نماز پڑھنے اور مظلوم کی مدد نہ کرنے والا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک بندے کو قبر میں سو کوڑے لگانے کا حکم ہوا، وہ اللہ تعالیٰ سے سوال و دعا کرتا رہا، بالآخر تخفیف ہوتے ہوتے ایک کوڑا رہ گیا، اس کے کوڑا لگا تو پوری قبر آگ سے بھرگئی، جب یہ عذاب ختم ہوا اور اسے ہوش آیا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ: تم لوگوں نے کس گناہ پر مجھے کوڑا لگایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ: تو نے ایک دن نماز بغیر وضو کے پڑھی تھی، اور تو ایک مظلوم کے پاس سے گزرا تھا، مگر تو نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (مشکل الآثار ج:۴ ص:۱۳۱)

۲۳:......صحابہ کرامؓ کو برا کہنے والا:

ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب القبور میں ابواسحاق سے نقل کیا ہے کہ: مجھے ایک میّت کو غسل دینے کے لئے بلایا گیا، میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک بڑا بھاری سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا ہے، میں واپس آگیا، اس کو غسل نہیں دیا، پس لوگوں نے ذکر کیا کہ یہ شخص صحابہؓ کو برا کہا کرتا تھا۔ (کتاب الروح ص:۱۲۴، شرح صدور ص:۷۵)

اس قسم کے اور بہت سے واقعات کتاب الروح اور شرحِ صدور میں نقل کئے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں ان اسباب کو تفصیل سے لکھا ہے، جو عذابِ قبر کا سبب ہیں، یہاں ان کی عبارت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نواں مسئلہ:......سائل کا یہ سوال کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے قبر والوں کو عذاب ہوتا ہے؟

اس کا جواب دو طرح پر ہے: ایک مجمل اور ایک مفصل۔

مجمل جواب: تو یہ ہے کہ اہلِ قبور کو عذاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے جہل پر، اس کے حکم کو ضائع کرنے پر اور اس کی نافرمانیوں کے ارتکاب پر۔ پس اللہ تعالیٰ ایسی رُوح کو عذاب نہیں دیتے جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتی ہو، اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہو، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرتی ہو، اور نہ ایسے بدن کو عذاب دیتے ہیں، جس میں ایسی پاکیزہ رُوح ہو، کیونکہ قبر کا عذاب اور آخرت کا عذاب بندے پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضی کا اثر ہے۔ پس جس شخص نے اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو غضب ناک اور ناراض کیا، پھر توبہ کئے بغیر مرگیا تو جس قدر اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تھا، اسی کے بقدر اس کو برزخ میں عذاب ہوگا۔ پس کوئی کم لینے والا ہے اور کوئی زیادہ لینے والا، کوئی تصدیق کرنے والا ہے، اور کوئی تکذیب کرنے والا۔

رہا مفصل جواب! تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے بارے میں بتایا جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا کہ ایک چغل خوری کرکے لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا تھا، اور دُوسرا پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ پس مؤخر الذکر نے طہارتِ واجبہ کو ترک کیا، اور اول الذکر نے اپنی زبان سے ایسے سبب کا ارتکاب کیا جو لوگوں کے درمیان فتنہ اور شرانگیزی کا باعث ہو، اگرچہ وہ سچی بات ہی نقل کرتا تھا۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو شخص جھوٹ طوفان اور بہتان تراشی کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فتنہ ڈالنے کا سبب بنے، اس کا عذاب چغل خور سے بھی بڑھ کر ہے، جیسا کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرنے میں اس پر تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کا تارک ہو، کہ پیشاب سے صفائی حاصل کرنا جس کے واجبات و شروط میں سے ہے، اس کا وبال اس سے بھی بڑا ہوگا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس شخص کا قصہ گزر چکا ہے کہ جس کی قبر پر ایک کوڑا مارا تو وہ آگ سے بھرگئی، کیونکہ اس نے ایک نماز بغیر طہارت کے پڑھی تھی، اور وہ مظلوم کے پاس سے گزرا تھا مگر اس کی مدد نہیں کی تھی۔

اور صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے، جس میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے کے عذاب کا ذکر ہے۔ نیز اس شخص کے عذاب کا جو قرآن پڑھ کر رات کو سورہتا ہے اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا۔ نیز بدکار مردوں اور عورتوں کا عذاب اور سود کھانے والے کا عذاب جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برزخ میں مشاہدہ فرمایا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے، جس میں بڑے پتھر کے ساتھ ان لوگوں کے سر پھوڑنے کا ذکر ہے جو نماز میں سستی کیا کرتے تھے، اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ذکر ہے کہ وہ جہنم کے زقوم اور پتھروں کو چر رہے تھے، اور جو زنا کاری کی وجہ سے سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے تھے، اور فتنہ پرور گمراہ کرنے والے خطیبوں اور واعظوں کا ذکر ہے جن کے ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جارہے تھے۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گزر چکی ہے جن میں چند اہل جرائم کے عذاب کا ذکر ہے، بعض کے پیٹ کوٹھریوں جیسے تھے، اور آلِ فرعون (جہنمیوں) کے قافلے ان کو روند رہے تھے، یہ سود کھانے والے ہیں۔ بعض کے منہ کھول کر ان میں آگ کے اَنگارے ٹھونسے جارہے تھے جو ان کے اَسفل سے نکل جاتے تھے، یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔ بعض عورتیں پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی تھیں، یہ بدکار عورتیں ہیں۔ بعض کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کر انہی کو کھلایا جارہا تھا، یہ غیبت اور عیب چینی کرنے والے ہیں۔ بعض کے تانبے کے ناخن ہیں، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ جس غلام نے خیبر کے مالِ غنیمت سے ایک چادرہ چرالیا تھا، وہ چادرہ اس کی قبر میں بھڑکتی ہوئی آگ بن گیا، باوجودیکہ مالِ غنیمت میں خود اس کا بھی حق تھا۔ اب غور کیجئے! کہ جو شخص دُوسرے کا مال ناحق ہڑپ کرجائے، جس میں اس کا کوئی حق نہیں، اس کا کیا حال ہوگا...؟

خلاصہ:...... یہ کہ قبر کا عذاب دل، آنکھ، کان، منہ، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور پورے بدن کے گناہوں پر ہے، پس جن لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے، وہ یہ ہیں:

۱:...چغل خور۔۲:...جھوٹ بولنے والا۔۳:...غیبت کرنے والا۔۴:...جھوٹی گواہی دینے والا۔۵:...کسی پاک دامن پر تہمت لگانے والا۔ ۶:...لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد ڈالنے والا۔ ۷:...لوگوں کو بدعت کی طرف بلانے والا۔ ۸:...اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر ایسی بات کہنے والا جس کا اس کو علم نہیں۔ ۹:...اپنی گفتگو میں گپ تراشی کرنے والا۔۱۰:...سود کھانے والا۔ ۱۱:...یتیموں کا مال کھانے والا۔۱۲:...رشوت، بھتہ وغیرہ کے ذریعہ حرام کھانے والا۔۱۳:...مسلمان بھائی کا مال ناحق کھانے والا۔۱۴:...اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہری کا مال ناحق کھانے والا۔۱۵:...نشہ پینے والا۔ ۱۶:...ملعون درخت کا لقمہ کھانے والا۔۱۷:...زانی۔۱۸:...لوطی۔ ۱۹:...چور۔۲۰:...خیانت کرنے والا۔ ۲۱:...عہد شکنی کرنے والا۔۲۲:...دھوکا دہی کرنے والا۔۲۳:...جعل سازی اور مکر وفریب کرنے والا۔ ۲۴:...سود لینے والا۔ ۲۵:...سود دینے والا۔ ۲۶:...سود کی تحریر لکھنے والا۔ ۲۷:...سود کی گواہی دینے والا۔ ۲۸:...حلالہ کرنے والا۔ ۲۹:...حلالہ کرانے والا۔۳۰:...اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ساقط کرنے اور حرام چیزوں کا ارتکاب کرنے کے لئے حیلے کرنے والا۔۳۱:...مسلمانوں کو ایذا پہنچانے والا۔۳۲:...ان کے عیوب کی ٹوہ لگانے والا۔۳۳:...حکمِ الٰہی کے خلاف فیصلے کرنے والا۔۳۴:...شریعت کے خلاف فتوے دینے والا۔ ۳۵:...گناہ اور ظلم کے کام میں دُوسرے کی مدد کرنے والا۔۳۶:...کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔۳۷:...اللہ کے حرم میں الحاد اور کج روی اختیار کرنے والا۔۳۸:...اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے حقائق کو بدلنے والا۔ ۳۹:...اسمائے الٰہی میں کج روی اختیار کرنے والا۔۴۰:...اپنی رائے کو، اپنے ذوق کو اور اپنی سیاست کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مقدم کرنے والا۔ ۴۱:...نوحہ کرنے والی

عورت۔ ۴۲:...نوحہ کو سننے والا۔ ۴۳:...جہنم میں نوحہ کرنے والے، یعنی راگ گانے والے، سننے والے جس کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ ۴۴:...راگ سننے والے۔ ۴۵:...قبروں پر عمارتیں بنانے والے اور ان پر قندیلیں اور چراغ روشن کرنے والے۔ ۴۶:...ناپ تول میں کمی کرنے والے کہ جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں، اور جب لوگوں کو دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ ۴۷:...جبار اور سرکش لوگ۔ ۴۸:...متکبر لوگ۔ ۴۹:...ریاکار لوگ۔ ۵۰:...لوگوں کی عیب چینی کرنے والے۔ ۵۱:...ناحق کا جھگڑا اور کٹ حجتی کرنے والے۔ ۵۲:...سلف صالحین (صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ دینؒ) پر طعن کرنے والے۔ ۵۳:...جو لوگ کاہنوں، نجومیوں اور قیافہ شناسوں کے پاس جاتے ہیں، ان سے سوال کرتے ہیں، اور جو کچھ یہ لوگ بتائیں اس کو سچ جانتے ہیں۔ ۵۴:...ظالموں کے مددگار، جنھوں نے اپنی آخرت کو دوسروں کی دُنیا کے عوض بیچ دیا۔ ۵۵:...وہ شخص کہ جب تم اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلاوٴ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نصیحت کرو، تو باز نہ آئے، اور جب اس کے جیسی مخلوق سے ڈراوٴ اور بندوں کا خوف دلاوٴ تو باز آجائے۔ ۵۶:...وہ شخص کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے حوالے سے ہدایت کی جائے، تو ہدایت پر نہ آئے اور اس کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے، اور جب اس کو کسی ایسے شخص کی بات پہنچے جس کے ساتھ وہ حسنِ ظن رکھتا ہے (حالانکہ وہ صحیح بات بھی کہہ سکتا ہے اور غلط بھی) تو اس کی بات کو خوب مضبوطی سے پکڑ لے اور اس کی مخالفت نہ کرے۔ ۵۷:...وہ شخص کہ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جائے تو اس سے متأثر نہ ہو، بلکہ بسااوقات اس سے گرانی محسوس کرے، اور جب وہ شیطان کا قرآن (یعنی گانا اور قوالی) سنے، جو زنا کا منتر اور نفاق کا مادہ ہے، تو اس کا جی خوش ہوجائے اور اس پر اس کو وجد آنے لگے، اور اس کے دل سے خوشی کے مظاہر پھوٹنے لگیں، اور اس کا جی چاہے کہ گانے والا بس گاتا ہی جائے، خاموش نہ ہو۔ ۵۸:...اور ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر توڑ

ڈالے (اور توڑنے کی پروانہ کرے)، لیکن یہی شخص اگر کسی بہادر کی قسم کھالے، یا اپنے شیخ سے بری ہونے کی قسم کھالے، یا اپنے کسی عزیز و قریب کی قسم کھالے، یا جواں مردی کی قسم کھالے، یا کسی ایسے شخص کی زندگی کی قسم کھائے جس سے وہ محبت رکھتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے، تو قسم کھانے کے بعد اس کو توڑنے کے لئے کسی طرح بھی آمادہ نہ ہو، خواہ اس کو کتنا ہی ڈرایا دھمکایا جائے۔ ۵۹:... کھلے بندوں گناہ کرنے والا، جو اپنے گناہ پر فخر کرے اور اپنے ہم جولیوں کے مقابلے میں کثرت سے اس گناہ کو کرے۔ ۶۰:... ایسا شخص جس کو تم اپنے مال اور اہل و عیال پر امین نہ بناسکو۔ ۶۱:... ایسا بدخلق اور بدزبان آدمی کہ لوگ اس کی بدزبانی اور شر سے ڈرتے ہوئے اس کو منہ نہ لگائیں۔ ۶۲:... جو شخص کہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر کردے، اور جب نماز پڑھے تو چار ٹھونگے لگالے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے، مگر بہت کم۔ ۶۳:... جو شخص کہ خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ ۶۴:... حج کی وسعت کے باوجود حج نہ کرے۔ ۶۵:... قدرت کے باوجود اپنے ذمہ کے حقوق ادا نہ کرے۔ ۶۶:... جو شخص دیکھنے میں، بولنے میں، کھانے پینے میں، چلنے پھرنے میں احتیاط اور پرہیزگاری سے کام نہ لے۔ ۶۷:... جو شخص مال کے حاصل کرنے میں اس کی پروانہ کرے کہ حلال سے آیا ہے یا حرام سے؟ ۶۸:... جو شخص صلہ رحمی نہ کرے، نہ مسکین پر رحم کرے، نہ بیوہ پر، نہ یتیم پر، نہ جانوروں اور چوپاؤں پر، بلکہ یتیم کو دھکے دے، مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دے، لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے اور برتنے کی چیزوں سے بھی لوگوں کو منع کرے۔ ۶۹:... اور جو شخص کہ اپنے عیب کے بجائے لوگوں کے عیوب میں، اور اپنے گناہ کے بجائے لوگوں کے گناہوں میں مشغول ہو۔ پس ان تمام لوگوں کو اور ان جیسے دُوسرے لوگوں کو ان جرائم پر قبر میں عذاب ہوتا ہے، ان جرائم کی قلت و کثرت اور صغیرہ و کبیرہ ہونے کے مطابق چونکہ اکثر لوگ ان جرائم کے مرتکب ہیں، اس لئے اہلِ قبور کی اکثریت عذابِ قبر میں مبتلا ہے، اور عذابِ قبر سے نجات پانے والے بہت کم لوگ ہیں۔ پس قبریں باہر سے مٹی نظر آتی

ہیں، لیکن ان کے اندر حسرتیں ہیں اور عذاب ہے۔ باہر مٹی اور منقش پتھروں سے بنی ہوتی ہیں، لیکن ان کے اندر مصائب کے پہاڑ اور سانپوں اور بچھوؤں کی بھرمار ہے، وہ حسرتوں میں ایسی اُبل رہی ہیں، جیسے ہنڈیا اُبلتی ہے، اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ اہل قبور کے درمیان اور ان کی خواہشوں اور آرزوؤں کے درمیان دیوار حائل ہوگئی ہے، اللہ کی قسم! قبریں ایسا وعظ کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے کسی واعظ کے لئے بولنے کی گنجائش نہیں چھوڑی، اور وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ:

''اے دُنیا کے آباد کرنے والو! تم ایسے گھر کو آباد کر رہے ہو جو بہت جلد زوال پذیر ہے، اور تم اس گھر کو ویران کر رہے ہو جس میں تم بڑی تیزی سے منتقل ہو رہے ہو، تم نے ان گھروں کو آباد کیا جن کے منافع اور سکونت دوسروں کے لئے ہے، اور تم نے ان گھروں کو ویران کیا کہ تمہاری رہائش ان کے سوا اور کہیں نہیں، یہ گھر دوڑ میں ایک دُوسرے سے آگے نکلنے کا ہے، یہاں اعمال امانت رکھے جاتے ہیں، یہ کھیتی کا بیج ہے، یہ عبرتوں کا محل ہے، ''جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا!'' (یہ آخری فقرہ حدیثِ پاک کا ایک جملہ ہے)۔''

ابن قیم رحمہ اللہ کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔

عذابِ قبر کے سلسلہ میں چند ضروری گزارشات:

ا:...... اللہ کی پناہ! قبر کے عذاب کا منظر بڑا ہی ہولناک اور خوفناک ہے! بندے کو چاہئے کہ اپنی قبر سے غافل نہ ہو، اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو عذابِ قبر کا موجب ہو۔ حدیث میں ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کسی قبر پر جاتے تو اتنا روتے کہ ریش مبارک تر ہوجاتی، عرض کیا گیا کہ: آپ جنت و دوزخ کے تذکرے سے اتنا نہیں

روتے جتنا اس سے روتے ہیں؟ فرمایا کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود سنا ہے کہ:

”ان القبر أوّل منزل من منازل الآخرة! فان نجٰی منه، فما بعده أیسر منه، ان لم ینج منه فما بعده أشد منه! قال: وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ما رأیت منظرًا قط الا والقبر أفظع منه! رواه الترمذی وابن ماجة.“ (مشکوٰۃ ص:۲۶)

ترجمہ:...... ”قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے! پس اگر اس سے نجات مل گئی تو بعد کی منزلیں اِن شاء اللہ اس سے زیادہ آسان ہوں گی، اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منزلیں اس سے بھی مشکل ہوں گی! اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ ہولناک نہیں دیکھا!“

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

”ان یهودیة دخلت علیها فذکرت عذاب القبر، فقالت لها: اعاذک اللہ من عذاب القبر! فسألت عائشة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن عذاب القبر، فقال: نعم! عذاب القبر حق. قالت عائشة: فما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعد صلی صلوٰة الا تعوذ باللہ من عذاب القبر. متفق علیه.“ (مشکوٰۃ ص:۲۵)

ترجمہ:...... ”ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی، اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذابِ قبر

فہرست

سے پناہ میں رکھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے اس یہودی عورت کا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ: ہاں! عذابِ قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے نہیں دیکھا کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی نماز پڑھی ہو جس میں عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ:

"ویل لأهل المعاصی من اهل القبور! تدخل علیهم فی قبورهم حیات سود، اودهم حیة عند رأسه وحیة عند رجلیه، یقرصانه حتٰی یلتقیا فی وسطه فذالک العذاب فی البرزخ الذی قال اللّٰه تعالٰی: ومن ورائهم برزخ الٰی یوم یبعثون."

(تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۲۵۵)

ترجمہ:...... ''ہلاکت ہے اہل قبور میں سے اہل معاصی کو! کالے سانپ ان کی قبروں میں داخل ہوتے ہیں، ایک سانپ سر کی جانب سے اور دُوسرا سانپ پاؤں کی جانب سے، دونوں طرف سے مردے کو کاٹتے ہیں، یہاں تک کہ درمیان میں آکر مل جاتی ہیں (اور مردے کے دو ٹکڑے کردیتے ہیں)، پس یہ ہے برزخ کا وہ عذاب جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور ان کے ورے ایک آڑ ہے اس دن تک کہ لوگ اُٹھائے جائیں گے۔''

۲:...... عذابِ قبر کا تعلق چونکہ دُوسرے جہان سے ہے، جس کو برزخ کہا جاتا

ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اہل دُنیا سے پردۂ غیب میں رکھا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ان ھذہ الامة تبتلی فی قبورھا، فلو لا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع منه." (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶)

ترجمہ:...... "اہل قبور کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے، اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے جو میں سنتا ہوں۔" (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶)

لیکن اللہ تعالیٰ، بندوں کی عبرت کے لئے کبھی کبھی عذابِ قبر کا مشاہدہ بھی کرادیتے ہیں (جیسا کہ چند واقعات اُوپر گزر چکے ہیں)، واقعہ یہ ہے کہ اگر اس قسم کے واقعات جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

۳:...... عذابِ قبر سے بچنے کے لئے چند اُمور کا اہتمام ضروری ہے:

اوّل:...... یہ کہ ان تمام اُمور سے اجتناب کیا جائے جو عذابِ قبر کا سبب ہیں، اور جن کا خلاصہ اُوپر ابنِ قیم رحمہ اللہ کے کلام میں گزر چکا ہے، حاصل یہ کہ تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

دوم:...... یہ کہ جو کوتاہیاں اور لغزشیں اب تک ہوچکی ہیں، صدقِ دل سے ان سے توبہ کی جائے، اور جو حقوق اپنے ذمہ ہوں ان کو اہتمام سے ادا کیا جائے، اگر کسی کو ایذا پہنچائی ہو تو اس سے معافی تلافی کرائی جائے، غرضیکہ آدمی ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ جب وہ دُنیا سے رُخصت ہو تو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے کوئی حق اس کے ذمہ نہ ہو۔

سوم:...... یہ کہ عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا اہتمام کیا جائے، اُوپر حضرت عائشہ

فہرست

رضی اللہ عنہا کی حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا اہتمام والتزام فرماتے تھے۔

”عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا فرغ احدکم من التشھد الآخر فلیتعوذ باللہ من اربع: من عذاب جھنم، ومن عذاب القبر، وفتنة المحیا والممات، ومن شر المسیح الدجال. رواہ مسلم.“ (مشکوٰۃ ص:۸۷)

ترجمہ:...... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: جب تم میں سے کوئی شخص آخری التحیات سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور مسیح دجال کے شر سے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو یہ دعا اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے، فرماتے تھے کہ: یہ دعا کیا کرو:

”اللّٰھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم، واعوذ بک من عذاب القبر، واعوذ بک من فتنة المسیح الدجال، واعوذ بک من فتنة المحیا والممات. رواہ مسلم.“ (مشکوٰۃ ص:۸۷)

ترجمہ:...... ”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور

آپ کی پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے، اور زندگی اور موت کے فتنہ سے۔“

چہارم:...... سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی (الملک) پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: ”یہ عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔“ ایک اور حدیث میں ہے:

”عن جابر رضی الله عنه: ان النبی صلی الله علیه وسلم کان لا ینام حتٰی یقرأ الٓمّ تنزیل وتبارک الذی بیده الملک. رواه احمد والترمذی والدارمی.“

(مشکوٰۃ ص:۱۸۸)

ترجمہ:...... ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ سونے سے پہلے الٓمّ تنزیل اور تبارک الذی بیده الملک پڑھا کرتے تھے۔“

عذابِ قبر کے سلسلے میں شبہات کے جوابات

س...... ایک سوال کے جواب میں جو عذابِ قبر سے متعلق ہے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، قرآن کریم میں اجمالاً اس کا ذکر ہے۔“

محترم! آپ اپنے جواب کے حوالے سے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عنایت کردیجئے، عین نوازش ہوگی:

س...... ۱: ان قرآنی آیات کی ذرا نشاندہی فرمادیجئے جہاں عذابِ قبر کا تذکرہ ہے، کیونکہ آپ نے خود لکھا ہے کہ قرآن شریف میں ان کا اجمالاً تذکرہ موجود ہے۔

س……۲: یہ عذابِ قبر کیا صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے؟ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے جو اپنے مردے جلا دیتے ہیں؟ بالخصوص ہندو، کیا ان کو عذابِ قبر نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا، تو کیوں نہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے، تو اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟

س……۳: مسلمانوں پر اس "نظرِ کرم" کی کوئی خاص وجہ؟ یا یوں کہہ لیں ہر اس قوم پر جو مردے دفناتی ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

س……۴: قرآن شریف میں بچے کو دودھ پلانے کی مدت اور بعض دیگر جزئیات تک کا ذکر ہے، اتنا اہم مسئلہ صرف اجمالی اہمیت کا حامل کیسے ٹھہر گیا؟

س……۵: آپ جواب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

"نیک و بد اعمال کی کچھ نہ کچھ سزا و جزا دُنیا میں بھی ملتی ہے اور کچھ قبر میں ملتی ہے، پوری آخرت میں ملے گی، دنیاوی سزا اور قبر کی سزا کے باوجود جس شخص کی بدیوں کا پلہ بھاری ہوگا اس کو دوزخ کی سزا بھی ملے گی، حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے معاف فرمادیں تو ان کی شانِ کریمی ہے۔" دُوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ ایک "بادشاہ" ہے، اگر اس کا دل چاہے گا تو معاف بھی کردے گا، تو سوال یہ ہے کہ اگر کسی نیکوکار سے وہ "بادشاہ" ناراض ہوگیا تو اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا، یہ تو بادشاہت ہے، کسی قانون، کسی آئین کے تحت تو ہو نہیں رہا، اس کی مرضی ہے تو ایسا کیوں نہیں ہوگا کہ بیچارہ نیکوکار معلوم ہوا جہنم میں پڑا سڑ رہا ہے؟ بادشاہت میں تو ایسا ہی ہوتا ہے، ذرا وضاحت کردیں۔

س……۶: جب عذابِ قبر کا خودساختہ وجود ہے، تو ثوابِ قبر کیوں نہیں ہوتا؟ گناہ گاروں کو تو سزا مل رہی ہے، نیکوکاروں کو جزا کیوں نہیں ملتی؟

س……۷: اللہ کی فطرت اس کے قوانین پوری انسانیت کے لئے ایک ہی ہیں، قرآن مجید میں کئی دفعہ ذکر کیا گیا ہے اللہ کی فطرت تبدیل نہیں ہوتی، تو پھر ایسا کیوں ہے کہ جو دفنائے اسے تو آپ کے خودساختہ فرشتے آگھیریں اور جو جلادیں ان کے مزے ہی مزے۔

فہرست

س……۸: کیا بحیثیتِ مسلمان میں اپنے وصیت نامے میں یہ وصیت کرسکتا ہوں کہ مرنے کے بعد عذابِ قبر سے بچانے کے لئے میری لاش کو دفنایا نہ جائے، جلادیا جائے؟

س……۹: فرعون کی لاش دیگر کئی فراعین کے ساتھ صحیح سلامت موجود ہے، اس کے عذابِ قبر سے متعلق کیا خیال ہے؟

س……۱۰: عذابِ قبر رُوح کو ہوتا ہے یا بدن کو؟ اسے کیسے ثابت کریں گے اور کس معیار پر؟

س……۱۱: یورپ میں آج کل بہت ساری لاشیں تجربات کے لئے لمبے عرصے کے لئے شیشے کے مرتبانوں میں محفوظ کی جارہی ہیں، ان کے عذابِ قبر سے متعلق آپ کیا فرمائیں گے؟

س……۱۲: عذابِ قبر کی ضرورت کیا ہے؟ جب قیامت میں گناہ گار جہنم میں جائیں گے ہی تو انہیں یہ اضافی ”بونس“ دینے کی کیا تک ہے؟ کیا جہنم کا عذاب کافی نہیں؟

ج……۱: سورۂ مؤمن میں ہے:

”اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ.“ (مؤمن:۴۶، ۴۷)

ترجمہ:……”وہ آگ ہے کہ دکھلادیتے ہیں ان کو صبح اور شام، اور جس دن قائم ہوگی قیامت، حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔ اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ کے اندر پھر کہیں گے کمزور غرور کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے تابع، پھر کچھ تم ہم پر سے اُٹھالوگے حصہ آگ کا؟“ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اور سورۂ نوح میں ہے:

”مِمَّا خَطِیْٓئٰتِھِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا. فَلَمْ

يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا۔" (نوح:۲۵)

ترجمہ:......"کچھ وہ اپنے گناہوں سے دبائے گئے پھر ڈالے گئے آگ میں، پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔" (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

ج......۲،۳: مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں، کفار کو بھی ہوتا ہے، جن مردوں کو جلا دیا جاتا ہے ان کو بھی ہوتا ہے۔

ج......۴: نماز جیسی اہم چیز، جو دین کا رُکنِ اعظم ہے، اس کا بھی اجمالی ذکر ہے، نماز کی رکعتوں کی تعداد اور نماز پڑھنے کا طریقہ ارشاد نہیں فرمایا گیا۔ نماز کے بعد دُوسرا رکن زکوٰۃ ہے، اس کا ذکر بھی اجمالاً ہے، مقدارِ زکوٰۃ، شرائطِ زکوٰۃ اور کن کن مالوں پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تیسرا رکن روزہ ہے، اس کی بھی مکمل تفصیلات ذکر نہیں کی گئیں۔ چوتھا رکن حج ہے، اس کی تفصیلات بھی علی الترتیب درج نہیں، قرآن کریم کی جو تشریح صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہ اُمت کے لئے واجب الاعتقاد اور واجب العمل قرار دی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" (پھر مقرّر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا)، اسی طرح: "وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ" (اور جو دے تم کو رسول سو لے لو)، وقولہ تعالیٰ: "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے) الی غیر ذالک من الآیات الکثیرۃ!

ج......۵: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو "ملک الناس" اور "مالک الملک" فرمایا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے بادشاہ ہونے پر بھی آپ کو اعتراض ہے؟ اور یہ بات میری کس تقریر سے لازم آئی کہ جزا و سزا بغیر کسی قانون کے ہے؟

ج……۶: قبر میں ثواب بھی ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا!''

ج……۷: اُوپر بتاچکا ہوں کہ دفن ہونے والے اور جلا دیئے جانے والوں کے درمیان تفریق غلط ہے، سب کو قبر کا عذاب ہوسکتا ہے، اور ہوتا ہے۔ ہاں! ہماری فہم و ادراک سے بالاتر چیز ضرور ہے، جو صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی وحی سے معلوم ہوسکتی ہے، اور فرشتے -نعوذ باللہ- میرے ''خودساختہ'' نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں، جن کے وجود کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں تو انتظار کیجئے، وہ وقت جلد آیا چاہتا ہے جب آپ کو اس عذاب کا مشاہدہ اور تجربہ ہوجائے گا، اس وقت یقین لائیے گا، لیکن افسوس! کہ اس وقت کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔

ج……۸: میں تو عذابِ قبر کے منکر کو سچا مسلمان ہی نہیں سمجھتا، کیونکہ وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات کے علاوہ اُمتِ اسلامیہ کے قطعی عقیدہ کی اپنی جہالت و ناواقفی کی وجہ سے تکذیب کرتا ہے۔ اور یہ بھی بتاچکا ہوں کہ لاش محفوظ ہو، گل سڑ جائے، یا جلا دی جائے، کوئی حالت بھی عذابِ قبر سے مانع نہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ جلانے کی وصیت -نعوذ باللہ- کرنا چاہتے ہیں تو آپ بہتر جانتے ہیں، کیا اس کے بجائے یہ آسان نہیں کہ ایمان بالغیب کے طور پر آپ اس عقیدہ ہی کو مان لیں، اگر قبر میں واقعی عذاب ہوتا ہے تو آپ بچ جائیں گے، اور اگر نہیں ہوتا تو آپ کا کوئی نقصان نہیں۔

ج……۹: فرعون کی لاش کو بھی عذاب ہو رہا ہے، قرآن کریم کی جن آیات کا اُوپر حوالہ دیا ہے وہ فرعون اور آلِ فرعون ہی سے متعلق ہیں۔

ج……۱۰: قبر کا عذاب بلاواسطہ رُوح کو ہوتا ہے اور بالواسطہ بدن کو، جس طرح کہ دُنیا کی تکلیف بلاواسطہ بدن کو ہوتی ہے اور بالواسطہ رُوح کو، اور معیار احادیث شریفہ ہیں۔

ج……۱۱: ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو نمبر:۹ کے بارے میں کہہ چکا ہوں، ان کو بھی عذاب ہوتا ہے، مگر مجھے اور آپ کو اس کا ادراک نہیں ہوتا، جس طرح خواب دیکھنے والے پر جو کچھ گزرتی ہے اس کا ادراک پاس بیٹھے جاگنے والے کو نہیں ہوتا۔

ج……۱۲: میرا اور آپ کا کام خدا و رسولؐ کی بات پر ایمان لانا ہے، ان کے کاموں کی ضرورتیں بتانا نہیں۔ جب قبر میں فرشتے عذاب دیں گے ان سے دریافت فرمالیجئے گا کہ اس کی کیا ضرورت تھی؟ سیدھا دوزخ میں بھیج دو! اضافی ''بونس'' کیوں دیا جارہا ہے…؟

نصیحت:……سوالات کا مضائقہ نہیں، مگر آدمی کو گستاخانہ لہجہ نہیں اختیار کرنا چاہئے، خصوصاً اللہ و رسولؐ کی بات پر گستاخانہ لہجہ اختیار کرنا ایمان کے منافی ہے، واللہ اعلم!

قانونی مشیر اعزازی:۔۔۔ منظور احمد میو ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

اشاعت:۔۔۔۔۔ جولائی ۲۰۰۲ء

قیمت:۔۔۔۔۔

ناشر:۔۔۔۔۔ مکتبہ لدھیانوی

18-سلام کتب مارکیٹ

بنوری ٹاؤن کراچی

برائے رابطہ: جامع مسجد باب رحمت

پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون:021-32780337 - 021-32780340

www.shaheedeislam.com

نوٹ: Mobile اور IPad وغیرہ میں بہتر طور پر دیکھنے کے لیے "Adobe Acrobat" کو "PDF Reader" کے طور پر استعمال کریں۔

آپ کے مسائل اور اُن کا حل ایک نظر میں
جلد اول
عقائد، اجتہاد
محاسنِ اسلام
غیر مسلم سے تعلقات
غلط عقائد رکھنے والے فرقے
جنت و دوزخ
توہم پرستی
جلد دوم
وضو کے مسائل
غسل و تیمم مسائل
پاکی سے متعلق عورتوں کے مسائل
نماز کے مسائل
جمعہ وعیدین
کے مسائل
جلد سوم
نمازِ تراویح نفل نمازیں
میت کے احکام
قبروں کی زیارت
ایصالِ ثواب
قرآنِ کریم، روزے کے مسائل
زکوٰۃ کے مسائل
منت وصدقہ
جلد چہارم
حج وعمرہ کے مسائل
زیارت روضۂ اطہر
مسجد نبوی مدینہ منورہ
قربانی، حلال اور حرام جانور
قسم کھانے کے مسائل
جلد پنجم
شادی بیاہ کے مسائل
طلاق و خلع
عدت، نان ونفقہ
پرورش کا حق
عائلی قوانین وغیرہ
جلد ششم
تجارت یعنی خرید و فروخت
محنت و اُجرت کے مسائل
قسطوں کا کاروبار
قرض کے مسائل
وراثت اور وصیت
جلد ہفتم
نام، تصویر، داڑھی، جسمانی وضع قطع لباس
کھانے پینے کے شرعی احکام
والدین، اولاد اور پڑوسیوں
کے حقوق، تبلیغ، دین
کھیل کود، موسیقی، ڈانس
خاندانی منصوبہ بندی تصوف
جلد ہشتم
پردہ، اخلاقیات
رسومات، معاملات
سیاست، تعلیم اور وظائف
جائز وناجائز
جہاد اور شہید کے احکام
جلد نہم
ڈارون کا نظریہ اور اسلام
اعضا کی پیوندکاری، خودکشی سے
بچانے کے لیے تین طلاق کا حکم
کنٹیکٹ لینز کی صورت میں
وضو کا حکم، القرآن ریسرچ سینٹر
کا شرعی حکم وغیرہ
جلد دہم
معجزہ شق قمر، کچھ مفاہیم
کے بارے میں
مدارس ومساجد کی رجسٹریشن کا حکم
فلمی دنیا سے معاشرتی بگاڑ
مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مکتبہ لدھیانوی
18 سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
Tel: 021-2780337
Cell:0321-2115502, 0321-2115595, 0321-2115311